

يَا اللَّهُ مَدِّدْ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کی عمر نے وفات پزیراں کو بچھا رکھتے ہیں ○ ہوتی آتی ہے کہ اچھوں کو عذابا سے بچھیں

سیفِ اسلام بر دشمنانِ اسلام

یعنی

شیعہ کے ہزار سوال کا جواب

تصنیف

حافظ محمد میاں نوالوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

بن حافظ حمزہ
ضلع میانوالی

مکتبہ عثمانیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿١﴾

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٢﴾ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ﴿٣﴾

مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٤﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿٥﴾

اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿٦﴾ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ

عَلَيْهِمْ ﴿٧﴾ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿٨﴾

یہ کتاب، عقیدہ لا بحریری

(www.aqeedeh.com)

سے ڈائلوڈ کی گئی ہے۔

يا الله مدد
الحمد لله الرحمن الرحيم

○ ہوتی آتی ہے کہ اچھوں کو عذاب سے محفوظ رکھے

سیفِ اسلام بر دشمنانِ اسلام

یعنی

شیعہ کے ہزار سوال کا جواب

تصنیف

حافظ محمد میاں نوالی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

بن حافظ حمزہ
ضلع میانوالی

مکتبہ اسلامیہ

يَا اللَّهُ مَدِّدْ

الْحَبْلَ الرَّحْمَنَ الرَّحِيمَ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو اب کھچیں

○ ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو اب کھچیں

سیفِ اسلام بر دشمنانِ اسلام

یعنی

شیعہ کے ہزار سوال کا جواب

تصنیف

حافظ محمد میاں نوالی مدظلہ العالی

ناشر

بن حافظ جے
ضلع میانوالی

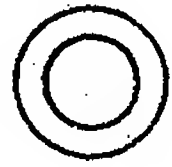
مکتبہ عثمانیہ

خلافتِ راشدہ

یا اللہ مدد

حق پکارا

إِن فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْ أَهْلَهَا شِيْعًا



کی ہم نے وفا تو غیر اس کو جفا کتے ہیں
ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو بُرا کتے ہیں

سیفِ اسلام بر دشمنانِ اسلام

یعنی
شکے ہزار سوال کا جواب

جس میں توحید رسالت، قرآن کریم، خلفاء راشدین، حضرت امیر معاویہؓ اور تمام صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم اجماع پر معاندانہ اعتراضات کا قلع قمع کیا گیا ہے نیز صحابہ کرامؓ کی شان اور
صدقتِ اہل سنت اجاگر کرنے کے علاوہ آغاز کتاب میں خمینی ازم کا تعارف اور اتحادِ اہل سنت
پر زور دیا گیا ہے۔ سنجیدہ اور مدلل انداز بیان سے سُنی و شیعہ ہر قبیل و قال کا خاتمہ، مناظرین،
مبلغین عاشقانِ صحابہؓ اور خدامِ اہل سنت کے لیے لا جواب تحفہ۔

اشترخامہ: محققِ اہل سنت مولانا حافظ مہر محمد مدظلہ میاں نوالوی

ناشر: مکتبہ عثمانیہ بن حافظ جی ضلع میانوالی

نام کتاب ————— سیف اسلام بردشمنان اسلام یعنی
شیعہ کے ہزار سوال کا جواب

مؤلف ————— مولانا حافظ محمد بی۔ اے

متخصص فی علوم الحدیث کراچی، فاضل نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ایم۔ اے وفاق المدارس العربیہ پاکستان۔

صفحات ————— ۵۶ ————— ہدیہ جلد سنہری ————— ۶۰۰ روپے

طبع اول ————— فروری ۱۹۸۸ء

طبع سوم ————— جنوری ۲۰۰۱ء

ملنے کے پتے: —————

عمران الہیڈمی بی۔ ۴۰ اردو بازار لاہور
اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ خلافت راشدہ بنوری ٹاؤن کراچی

کتاب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
مدینہ کتب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی ۲ کراچی

طالع عام

یہ کتاب شیعہ جارحیت کے جواب میں، مذہب اہل سنت
وجامعت کی حقانیت پر لکھی گئی ہے۔ انداز بیان علمی، مدلل
اور دلآزاری سے پاک ہے۔ مخالف حضرات اگر پسند نہ کریں تو مطالعہ نہ فرمائیں لیکن
جو حضرات حق و باطل میں امتیاز کرنا چاہیں اور شرک و بدعت و مسلم دشمنی کی
تاریخی سے نکل کر قرآن و سنت، صحابہ و اہل بیت کی نورانی تعلیم کا مطالعہ کرنا چاہیں اور
اتحاد مسلمین کا جذبہ رکھیں تو وہ ضرور مطالعہ فرمائیں۔ انشاء اللہ ان کے تمام شبہات کا ازالہ
ہو جائے گا۔

اہل سنت کے ہر عالم، مبلغ، صحافی اور تعلیم یافتہ کے پاس اس انسائیکلو پیڈیا
کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔

۲۳ - ۲ - ۱۴۰۸ھ

۱۰ - ۱ - ۱۹۸۴ء

تصدیق از شعبہ تبلیغ دارالعلوم دیوبند انڈیا

محرمی جناب ناظم صاحب مکتبہ عثمانیہ۔

السلام علیکم! گزارش ہے کہ میری نظر سے مولانا حافظ محمد میاں نوالوی کا کتابچہ "تاریخ شیعہ"
گزار جو زیر طبع کتاب "سیف اسلام" کا مقدمہ ہے۔ دیکھتے ہی معلوم ہوا کہ رد شیعیت میں آپ کی
تحریر دلیلی آپ کی محض صلاحیتوں کی آئینہ دار ہے۔ میرے احباب کے علاوہ میں بھی آپ کی آنے والی
کتاب "سیف اسلام" کی قدر و منزلت میں پیش پیش ہوں۔ ما شاء اللہ کتابچہ جب اتنا دلکش اور
جاذب توجہ و نظر ہے تو اصل زیر طبع کتاب "سیف اسلام" کس قدر اونچی و معیاری ہوگی میں بیان نہیں
کر سکتا۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے علاوہ اور کتابیں بھی رد شیعیت میں آپ کی عمدہ کاوشوں
کے تحت عالم وجود میں آچکی ہیں۔ جن سے شیعیت کی جڑیں کھوکھلی ہو گئی ہیں۔ ہمارے شعبہ تبلیغ
میں مبلغین حضرات نے آپ کی حسن سعی کو بہت سراہا ہے آپ کی تصانیف سے ہمارے شعبہ تبلیغ کو بہت
فائدہ پہنچ سکتا ہے اور آپ کی کتابوں سے عوام الناس کو روشناس کرانے کا شعبہ تبلیغ مفید ذریعہ
ہو سکتا ہے۔ لہذا درج ذیل کتابیں ہمارے پتہ پر روانہ فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

۱۔ سیف اسلام، ۲۔ تحفہ امامیہ، ۳۔ ہم سنی کیوں ہیں؟ ۴۔ عدالت حضرات صحابہ کرامؓ ۵۔ تاریخ مذہب و غیرہ
والسلام

(مولانا عرفان اللہ قاسمی مبلغ شعبہ تبلیغ دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور یو۔ پی۔ انڈیا۔ فون ۲۲۷۵۵۴۲)

سہ چنانچہ ۱۰ جنوری ۱۹۸۸ء کو ۱۲ کتب کا سیٹ ۴۳ روپے کے ڈاک ٹکٹ لگا کر دارالعلوم کو ہدیہ بھیج دیا گیا۔

آغاز سخن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جیسے کہ نام سے واضح ہے یہ کتاب ایک رافضی قلم کار کی "فروع دین مع مذہب سنیہ پر ہزار سوال" کا جواب ہے جو اس نے توحید، رسالت، قرآن، عصمت انبیاء، حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، عائشہ صدیقہ، معاویہ وغیرہم اصحاب رسول رضی اللہ عنہم اور مذہب اہل سنت و جماعت پر معاذ نہ کیے ہیں۔ یہ کتاب ۲۸۰ صفحات کی تھی ظاہر ہے جواب حامل المتن ہو تو وہ سوال سے کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ کاغذ و کتابت کی شدید گرانی، قارئین کی مذہب بے توجہی اور قوت خرید کی کمی نے ہمیں مجبور کیا کہ ہم اصل عبارات اور سوالات کچھ کر بھی اختصار سے کام لیں۔ چنانچہ یہ طریقہ اختیار کیا گیا:

۱۔ حصہ اول میں فروع دین کی تمام اجاث کا حامل المتن مدلل جواب قلم بند کیا گیا۔

۲۔ حصہ دوم "ہزار سوال کا جواب" میں جن سوالات کا جواب ہم اپنی "تحفہ امامیہ، ہم سنی کیوں؟ عدالت صحابہ کرام جیسی وقیع کتابوں میں دے چکے ہیں، ان سے تعرض نہیں کیا گیا صرف حوالہ دے دیا۔

۳۔ جو سوالات ۲-۳ سطور پر مشتمل تھے اور وہی بکثرت تھے ان کو تقریباً بلفظ لکھ کر جواب ارقام کیا گیا۔

۴۔ جو چھوٹے سوالات، ایک مضمون پر مشتمل تھے مقصود یہ بات ایک دو میں پوچھی گئی تھی۔ ہم نے انکو دو، دو تین، چار نمبروں میں جمع کر کے سب کا مفصل ایک جواب تحریر کیا۔

۵۔ جو سوالات آدھ صفحہ کے لگ بھگ طویل تھے ان کا خلاصہ لکھ کر جواب مکمل دیا۔

۶۔ جو لمبے سوالات انتہائی وابہیات و لازار اور اشتعال انگیز تھے بعض قارئین کے جذبات کی حمایت اور کتاب کے وقار کے لیے ان کو مختصر کیا یا نمبر و حوالہ لکھ دیا اور جواب میں اس کے تمام پہلوؤں کو ملحوظ رکھ کر بھی اپنے قلم کی شرافت کو داغدار نہ ہونے دیا۔ اس سے ۸۰ تک اسی قسم کے ہیں۔ نو عمر ان کا مطالعہ نہ کریں ہم اس تصرف یا اختصار پر معذرت خواہ ہیں۔ خیانت یا کمزوری کا شبہ ہم پر نہ کیا جائے۔

۷۔ جواب میں قرآن کریم، فرقین کی معتبر احادیث سے استدلال کر کے تحقیقی و الزامی دونوں طرح سے شیعوں پر اہم حجت کی گئی ہے اللہ تعالیٰ متدانیان حق کو اس سے ہدایت دے اور گمراہوں کو راہ صواب عطا فرمائے۔ اللھم امین۔

وصلی اللہ علی حبیبہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ محتاج دعا: مہر محمد۔ گوہر النوالہ

فہرست مضامین سیف اسلام

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۶	انقلاب ایران پر ایک نظر	۱۳	سیف اسلام حصہ اول
۶۰	خمینی اپنے ائمہ کو نبیوں سے افضل کہتے ہیں	۱۹	تقریقات علماء کرام
۶۲	ایران اسرائیل سے الحہ لے کر عالم اسلام کو تباہ کر رہا ہے۔		کلمات تلخ و شیریں
۶۳	ایرانی انقلاب روس کے ایسا پر ہوا۔	۳۳	مقدمہ
۶۵	رسالہ فروع دین کے مسائل پر تبصرہ	"	تاریخ شیعہ اور مسلمانوں پر مظالم
"	مسئلہ غسل رجبین	۳۵	مذہب شیعہ کا آغاز و تعارف
"	قرآن کریم کی آیت وضو۔	۴۰	شیعہ کی سیاسی تاریخ
۶۶	اہل سنت کی سات احادیث	"	اہل بیت پر مظالم
۶۷	غسل رجبین پر شیعہ کی سات احادیث	۴۳	بنو لوہیہ کے مظالم
۶۹	سج کی شیعہ روایات پر ایک نظر	۴۴	اسماعیلیوں کے مظالم
۷۱	جر جوار کی بحث	۴۵	ہلا کو خان کا بغداد پر حملہ
۷۳	قرآن صریح اہل سنت کی تطبیق	۴۶	شاہ تیمور لنگ کے مظالم
۷۵	رافضی کے پیش کردہ حوالہ جابر ایک نظر	۴۸	اسماعیل صفوی کے مظالم
"	پاؤں دھونے پر صحابہ و تابعین کا اجماع	۵۰	نادر شاہ درانی کا دہلی پر حملہ
۷۶	تفسیر طبری سے ۲۳ احادیث و آثار	۵۳	انگریز اور شیعہ
۷۸	ابن جریر طبری کا مذہب	۵۴	تاریخ پاکستان

۳۱۳	جنگ احد میں حضرت عمرؓ کی خدمات	۳۵۰	حضرت عمرؓ کی اولیات ، دنیا کی ہر عادل
۳۱۵	حدیبیہ میں تمام صحابہ کرامؓ کا اضطراب	۳۱۵	اور مستحکم حکومت کی بنیاد ہیں۔
۳۱۸	طلاق ثلاثہ کا مسئلہ	۳۵۲	خلافت فاروقیؓ حضرت علیؓ کی نظر میں
۳۲۰	فتوحات فاروقیؓ کی بشارت	۳۵۳	مطالعہ عثمانی س ۴۹۵ تا ۵۹۵
۳۵۸	"فاجر سے تائید دین" والی حدیث کا مطلب	۳۵۸	صلح حدیبیہ و بیعت رضوان
۳۲۵	حضرت علیؓ کا کفار سے مناصمہ اور شیعہ	۳۶۱	غزوہ حنین س ۵۳۱ تا ۵۴۷
۳۶۷	کی تائید کفار	۳۶۷	حیار عثمانؓ
۳۶۸	حضرت خدیجہؓ کی فتن والی احادیث	۳۶۸	لقب ذوالنورین
۳۶۲	عہد نبوت میں حضرت عمرؓ کی سالارہ خدمات	۳۶۲	ابن سبا یہودی کا فتنہ اور
۳۳۰	صحیح مسلم کی استفہامی حدیث کا مطلب	۳۳۰	حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش
۳۳۲	خلافت فاروقیؓ وغیرہ میں انصار کے عہد؟	۳۳۲	حضرت عثمانؓ مظلوم شہید تھے
۳۳۲	حضرت علیؓ و عمرؓ نے ایک دوسرے کی تعریف کی	۳۳۲	۱۱ احادیث نبویہ
۳۳۵	نکاح ام کلثومؓ کی بحث	۳۳۵	۱۲ آثار صحابہؓ
۳۴۰	حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے فضائل کا موازنہ	۳۴۰	حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کے نام
۳۴۲	حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کا جنازہ پڑھا	۳۴۲	حضرت عثمانؓ ذوالنورین کی شہادت
۳۴۳	اور فراج تحسین پیش کیا۔	۳۴۳	سب لوگوں کو اپنی مدد سے روک دیا
۳۴۳	حضرت علیؓ نے شیعینؓ کی بیروی کی شرط	۳۴۳	طبری سے قاتلوں کی فہرست
۳۸۸	کو منظور کیا۔	۳۸۸	تدفین و جنازہ
۳۴۲	حفاظت قرآن کے لیے روایات حدیث	۳۴۲	مطالعہ حضرت امیرؓ و بیہ س ۵۹۶ تا ۶۵۶
۳۹۲	پر جزوی پابندی	۳۹۲	حضرت معاویہؓ کی زندگی ایک نظر میں
۳۴۶	ابن ابی الحدید معتزلی شیعہ کی روایت سے	۳۴۶	حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی مجبوری
۳۹۵	حضرت ابن عباسؓ و حضرت عمرؓ کا مکالمہ	۳۹۵	حضرت حسنؓ کی طبعی وفات
	ناقابل اعتبار ہے۔		اجتہاد اور مجتہد کی شرائط

۳۹۵	حضرت معاویہؓ کے فضائل	۳۹۵	تبر و سب و شتم کی تشریح
۳۹۷	طعن سب و شتم کی حقیقت	۳۹۷	سچے مذہب کی پہچان پر حضرت امام باقرؓ
۴۰۲	کتاب الامامۃ والسیاستہ کا تعارف	۴۰۲	رحمۃ اللہ کی اہم حدیث
۴۰۳	حضرت معاویہؓ کا کاتب وحی ہونا	۴۰۳	لعنت عمومی و شخصی کا مسئلہ
۴۰۵	حضرت حسنؓ کی بیعت معاویہؓ	۴۰۵	خلافت راشدہ کی فتوحات برحق ہیں
۴۰۶	شرائط صلح و بیعت	۴۰۶	شجرہ ملعونہ کی تفسیر
۴۰۷	کافر و مسلم کے درمیان وراثت	۴۰۷	حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے جنازے
۴۰۸	معاهد کی دیت	۴۰۸	کس نے پڑھائے؟
۴۱۱	قسم اور گواہ پر فیصلہ	۴۱۱	شیعوں کے امام کسی حدیث ثابت نہیں
۴۱۱	حضرت حجر بن عدیؓ کی شہادت	۴۱۱	علماء اہل بیتؓ کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ
۴۱۳	حضرت علیؓ کے فضائل	۴۱۳	مہاجرین کی تعریف اور نیک نیتی
۴۱۴	عدالت صحابہؓ کا مفہوم	۴۱۴	اہل بیتؓ سے محبت میں شیعہ مخلص نہیں
۴۱۶	ابن عبدالبر اور خطیب بغدادی سے	۴۱۶	صحابہؓ کے اجتہادی اختلافات
۴۱۷	حضرت معاویہؓ کا اجتہاد	۴۱۷	حضرت علیؓ پر اتفاق و اتحاد کی صورت
۴۱۷	صحابہؓ معیار حق ہیں	۴۱۷	شیعوں کے وہ کام جو حضرت علیؓ کے
۴۱۸	حدیث اللہم اجعلہ ہادیا و مہدی و اولادہ	۴۱۸	مذہب میں بدعت و گناہ ہیں۔
۴۱۹	کی توثیق رجال	۴۱۹	مذہب علیؓ کے وہ کام جن کا کرنا شیعہ
۴۱۹	سب صحابہ کرامؓ عادل ہیں ان پر تنقید حرام ہے	۴۱۹	مذہب میں حرام ہے۔
۴۲۰	قرآن سے حرمت ثابت ہے	۴۲۰	حدیث سفینہ کی تحقیق
۴۲۰	حدیث سے حرمت ثابت ہے	۴۲۰	تکفیر مسلم یا تکفیر شیعہ؟
۴۲۱	ابن مغفلؓ کی حدیث کی توثیق	۴۲۱	حضرت علیؓ نے خلفاء کے نام پر بیٹوں
۴۲۱	حضرت عمرؓ سے حرمت تنقید ثابت ہے	۴۲۱	کے نام رکھے۔
۴۲۱	حرمت تنقید پر حضرت علیؓ کی ۵ احادیث	۴۲۱	حضرت زین العابدینؓ اور بیعت یزید

۵۵۱	۵۴۸	حدیث ولایت کا معنی و مراد
۵۵۲	۵۴۹	حضرت معاویہؓ بیعت علیؓ کو ناپا پتے تھے
۵۵۳	۵۵۰	صحابہ سے محبت واجب پر ۴۲ ارشاد انبویؐ
		شیعہ بیوی کو جائیداد میں وراثت نہیں دیتے
		شیخین سے دین کی تشریح
		نس احقر نے حج تمتع کیا۔ متعہ نہ رہیں کیا

مذہب اہل سنت کے تحفظ و فروغ کے جدید تقاضے

۱۔ سنی برادران اسلام! پاکستان اور مسلم دنیا میں آپ ۱۹۵۱ء آباد ہیں کسی خاص شخص یا نظریہ کے نام پر فرقہ نہیں بلکہ کلمہ طیبہ قرآن و سنت اور تمام اصحاب نبیؐ سے مروی مکمل اسلام کے دارث سواد اعظم جماعت ہیں، اپنی قدر و قیمت پہچانیں، قومی شعار اپنائیں، مخالف کی مجالس، مجلس اور مذہبی تقریبات اور لغو بازی سے اجتناب کریں۔ اپنے ریڈیو اور ٹیپ سے ان کے مذہبی گیت نہ سنیں۔

۲۔ ایسی تمام رسوم اور بدعات سے بچیں جو آپ میں فرقہ داریت اور انتشار کا باعث ہوں۔ ایک دوسرے کی تکفیر اور تذلیل سے مکمل کنارہ کریں۔

۳۔ مسلم کی حیثیت سے آپ کا لغو "اللہ اکبر" اور ختم نبوت زندہ یاد ہے۔ سنی کی حیثیت سے "حق چار یار" ہے براہ کرم ان پر اکتفا کر کے اپنی اسلامی وحدت برقرار رکھیں۔

۴۔ کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اور اس کے محافظو خلفاء راشدین و مشرہ مبشرہ بالجنت کا پرچار عصر حاضر میں از حد ضروری ہے جو یہ ہیں: حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم اجمعین چار یا دس ناموں کے کتبوں، طغروں، کیلنڈروں سے اپنے مکانات اور بیٹھکوں کو سجائیں جیسے مسجد نبوی کے در و دیوار پر مکتوب ہیں۔ اپنی مساجد قرآنی مکاتب، مدارس، مزارات، خانقاہوں، بسوں، عید کارڈ، لیڈ ریڈ اور ہر دیدہ زیب باادب جگہ پر ان مقدس ناموں کو لکھیں اور چھپوائیں۔ اپنے پیڑوں اور تلم کاروں کو بھی ادھر متوجہ کریں۔ (وما علینا الا البلاغ المبین)

۴۵۳	۵۰۱	مقائد و ایمان پر اصولی تنقید
۴۵۴	۵۰۲	جنازہ رسولؐ میں سب صحابہ کی شرکت
۴۵۶	۵۰۳	اہل بیتؑ اور آل محمدؐ کا مصداق
۴۶۳	۵۰۴	فضائل علیؓ اور جعلی روایات
۴۶۴	۵۰۹	حضرت عثمانؓ و عمرؓ سے دفاع
۴۶۵	۵۱۲	حضرت عمرؓ کے علم پر اکابر کی گواہی
۴۶۶		غیر مسلموں کی عبارات سے حضرت علیؓ کی
۴۷۲	۵۱۳	خدائی پر شیعہ استدلالات مع جوابات
۴۷۳	۵۱۹	انگریز مؤرخین سے خلافت علیؓ پر استمداد
۴۷۸	۵۲۱	خلفاء ثلاثہ کو غیر مسلموں کا خراج تحسین
۴۷۹	۵۲۲	صحابہ کرامؓ کے فضائل کا اقرار
۴۸۰	۵۲۸	قتلہ مالک بن نویرہ اور ابوبکرؓ سے دفاع
۴۸۱	۵۳۰	نکاح و طلاق پر اعتراض مع جواب
۴۸۲	۵۳۳	اہل سنت کے ۲۵ علماء متقدمین
۴۸۳	۵۳۳	اہل سنت کی ۴۰ کتب دینیہ معتبرہ
۴۸۴	۵۳۵	عزاداری و رسوم پر استدلال مع جواب
۴۸۶	۵۳۶	کالے لباس کی حماقت حضرت علیؓ سے
۴۸۸	۵۳۷	براعظم الشیاء میں مسلم آبادی کا تناسب
۴۹۳	۵۳۹	حضرت علیؓ کے چند فضائل
۴۹۵	۵۴۰	مذہب آل محمدؐ مذہب اہل سنت ہی ہے
۴۹۶	۵۴۱	آیات منافقین شیعہ پر دق ہیں۔ آیات سنا
۴۹۸	۵۴۶	خلفاء ثلاثہ کی افضلیت پر عقلی و نقلی مختصر دلائل
۵۰۰	۵۴۷	حضرت علیؓ کے فضائل۔

فہمی مسائل

ابن عمرؓ سے ناپاک طعن کا ازالہ

مذی و دی سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

بغیر نص شخص معین پر لعنت ناجائز ہے

بارہ منافقین کے نام

حضرت علیؓ و انصارؓ کی محبت واجب ہے

معیار نجات ایمان اور اعمال صالحہ ہیں

عرب علیؓ کا جواب

شراب کی اقسام اور انکی حرمت

تقیہ کی دو دلیوں کا جواب

شب سے حد ٹل جاتی ہے

حرمت متعہ

تفسیر طبری، طبری وغیرہ سے

حرمت متعہ پر دور منشور کی روایات

حج علیٰ خیر العمل ثابت نہیں

حضرت ام کلثومؓ کے نکاح و عمر کی تحقیق

شیعہ سے سنی ہونے والے علمد کی فہرست

قاتلان حسین شیعہ تھے۔

حدیث ثقلین کتاب اللہ و سنت کی توثیق

حضرت امیر معاویہؓ کا دفاع

استخلاف صدیقی پر چند اعتراضات اور انکے جوابات

حضرت عمرؓ سے چند مطاعن کا ازالہ

شیعوں کے اصول خمسہ اور

مذہب شیعہ سے تائب ہونے والے ایک دوست کا

تصدیق مکتوب

چند سال پہلے یہ دوست غالی شیعہ تھے تقریباً چھ ماہ خط و کتابت رہی آخر اللہ نے انکو مذہب حق اہل السنۃ و الجماعت قبول کرنے کی توفیق دے دی۔ توبہ کے عرصہ بعد آنے والے ایک خط کے بعض اجزاء یہ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت العلّام مولانا محمد صاحب میانوالوی دام مجدم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ! مزاج سامی !

احوال آنک ! عرصے کے بعد آپ سے مکاتبت کا شرف ہو رہا ہے۔ اُمید ہے آپ میری اس خاموشی کو معاف فرما دیں گے۔ کیونکہ اس دوران مجھے کئی کٹھن مراحل سے گزرنا پڑا۔ میرے نانا جان حافظ محمد صدیق صاحب جو کافی عرصہ حضرت عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کے ساتھ مجلس احرار میں شریک رہے۔ وہ اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔ آپ بھی دعا کی درخواست ہے۔

گزشتہ روز حضرت مفتی سید عبدالشکور صاحب ترمذی دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں حاضری کثرت ہوا۔ آپ کی بہت تعریف فرما رہے تھے اور آپکی تصانیف و تالیفات کو سراہ رہے تھے آپ واقعی ہل قوتوں کے خلاف قلی جہاد کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ آمین۔ "مناقب" بھکر، "حق چار یار" لاہور، "خلافت راشدہ" فیصل آباد، "الہدیٰ" ہرنولی، "الحق" کوٹہ خٹک، "الفاروق" کراچی جن میں راقم کی کتب پر بہترین تبصرے شائع ہوئے ہیں۔ یہ تمام رسائل میں نے اپنے نام لگوا لیے ہیں اور ہر ماہ ان سے مستفید ہوتا ہوں۔

والسلام

ماہر منزل حسنین۔ خوشاب

تصدیقات علماء کرام

تصدیق۔ مفکر اسلام علامہ خالد محمود صاحب۔ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى. اما بعد !

مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن قرونِ اولیٰ میں بھی یہود تھے اور آج بھی انسانیت اور شرافت کی سب سے بڑی دشمن قوم یہود ہے فرق ہے توبہ کہ اس دور میں یہود سامنے ہوتے تھے اور آج یہ تقیہ کی چادر زیب تن کیے اپنے انجام کی ہم رنگ پگڑیاں پہنے اپنی قوم کا خون گرانے کو سب سے بڑی نیکی سمجھتے ہیں۔

ان کا طریق واردات کیا ہے صحابہ کی جماعت پر اعتراض کرنے کے مختلف پہلوؤں کی تلاش اور پھر ان واقعات میں اپنے معنی داخل کر کے صحابہ کے خلاف جارحیت اور عزت طاہرہ کے غصب حقوق کا وادہ دیا۔

اپنے موقف کی تائید میں پھر یہ تاریخ کی طرف دوڑتے ہیں مسلمان اثبات عقائد میں قرآن و حدیث کو اولیت دیتے ہیں یہ شک کے کانٹوں پر تاریخ کا ہل چلاتے ہیں۔ یہود و مجوس نے جلی اور من گھڑت روایات سے اسلامی تاریخ کو اس قدر مجروح کر رکھا ہے کہ اگر قرآن و حدیث کے روشن مینار ہمارے سامنے نہ ہوتے تو ہم سبائی اندھیرے میں اپنا سب کچھ کھو بیٹھتے۔ ضرورت تھی کہ کوئی صاحبِ آلِ سبّا کے ان سوالات کو جمع کرے جو دشمنانِ اسلام کی اب تک کی کارکردگی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ (ایک شیعہ کتاب میں) لکھے لکھائے ہمارے بعض دوستوں کو مل گئے۔

عبد اللہ بن سبا کا تعارف ایک شیعہ کے قلم سے۔ ابن بابویہ قمی صدق التوفیق

۳۸۱ء کی معتبر کتاب خصال صدق کے ترجم اور ۸۰ کتب کے مؤلف مرتضیٰ مدرس گیلانی ایرانی علام خصال صدق ہیں

ہیں۔ "عبد اللہ بن سبا۔ یہ حضرت خلیفہ علی بن ابی طالب کے پیروکاروں میں سے تھا۔ نسلاً یہودی تھا جب سلمان ہوا آپ

کا جبار بن گیا آپ سے دینی اور معاشرتی سوالات بہت کیا کرتا تھا پھر اس نے خفیہ طور پر نبوت کا دعویٰ کر دیا حضرت

علیؑ کو خدا لکھنے لگا۔ حضرت علیؑ نے اسے توبہ کرنے کا حکم دیا اور تین دن قید میں ڈال دیا جب اس نے توبہ نہ کی

تو حضرت علیؑ نے اسے آگ میں جلا دیا۔ یہ واقعہ ۳۸ء مدینہ میں ہوا۔ اکثر علماء اسلام کا دعویٰ ہے کہ غلو سے غلو

مذہب شیعہ کی بنیاد اسی پر پڑی ہے۔ کہتے ہیں نبوت کے زمانہ میں حضرت موسیٰ بن عمران کے وہی یوشع بن نون کے متعلق بہت غلو

کرتا تھا اور یہودہ باتیں کرتا تھا حضرت علیؑ کے متعلق غلط یا صحیح جو غلو سے بھرپور روایات (کتب شیعہ میں) ہیں وہ اسی منسوب ہیں۔ (اعلام خصال صدق)

گو جہانوالہ کی مشہور علمی شخصیت مولانا مہر محمد نے ان میں سے ایک ہزار اہم سوالات (والی کتاب) کا انتخاب کیا اور ان کے جوابات نہایت مختصر عام فہم اور سادہ انداز میں سپرد قلم فرمائے۔ اس سلسلہ سوال و جواب سے جہاں علماء کو سبائیت کے سارے تار و پود کا پتہ چل جاتا ہے وہاں دین سے دلچسپی رکھنے والے عام مسلمانوں کے سامنے بھی سبائیت کی ساری تصویر آجاتی ہے مولانا نے اپنے جوابات کو اہل اسلام اور آل سبادوںوں طبقوں کی کتب معتبرہ سے مدلل و مبرہن کیا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ جو شخص اس کتاب "سیف اسلام" کا غور سے مطالعہ کرے گا محسوس کرے گا کہ اسلام کی تلوار نے ہر غیر اسلام کو واقعی کاٹ کر رکھ دیا ہے۔ قیامت کی علامات اپنا پر تو ڈال رہی ہیں۔ دین حق کے خلاف منکرات کے طوفان بڑی تیزی سے اُٹ رہے ہیں اور یہودی مسلمانوں سے اپنے پرانے بدلے لے رہے ہیں۔ صحابہؓ کے خلاف یورش ہو یا حدیث کے خلاف حملہ۔ قرآن کے غیر محفوظ ہونے کی تبلیغ ہو یا حدیث کی عزت و آبرو لوٹنے کی تحریک، ہر ایک سازش کے پیچھے پو نقاب پوش کھڑے ہیں۔ مبارک ہیں وہ افراد جو اسلام کے ایسے اُٹے وقت میں ان منکرات کے خلاف اٹھیں اور ان نقاب پوش ایمان کے ڈاکوؤں کا پوری علمی اور ایمانی قوت سے سد باب کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آخری دور میں دین کی طرف سے باطل کا دفاع کرنے والے کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جنہیں اسلام کے پہلے دور کے نیکو کاروں کے برابر اجر ملے گا وہ کون لوگ ہوں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سیکون فی اخر هذه الامۃ قوم
لہم اجر اولہم یا مرون بالمعروف
وینہون عن المنکر ویقاتلون
اہل الفتن۔ رواہ البیہقی فی دلائل النبویۃ ۵۸۲

احقر امیر رکھتا ہے کہ مولانا مہر محمد صاحب مؤلف "سیف اسلام" نے اس نازک دور میں اس اہم موضوع پر قلم اٹھا کر اپنے لیے اس خوش قسمت طبقے میں جگہ حاصل کر لی ہے اللہ رب العزت سب پڑھنے والوں کو بھی حق کی اس دولت سے سرفراز فرمائیں۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

خالد محمود عفا اللہ عنہ لاہور ۸۸-۱-۳۰

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفہ مدرسہ دارالعلوم دہلی

تقریظ

مبسملاً و محمدلاً و مصلیاً و مُسَلِّماً! اقبالہ راقم اٹیم نے حضرت مولانا حافظ مہر محمد صاحب امجد ہم فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ و فاضل دفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تالیف کردہ رسالہ فروع دین کے مسائل پر تبصرہ کا کچھ حصہ پڑھا جس میں انھوں نے عالمانہ انداز میں وضو، غسل، نماز، نماز تراویح، تکبیرات، جنازہ، رفع یدین، آمین، جمع بین الصلوٰتین، خاک کی ٹھیکہ پر سجدہ اور وقت افطار وغیرہ وغیرہ مسائل پر علمی انداز میں بحث کی ہے اور کتب اہل سنت والجماعت کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم اور کتب روافض کو پیش نظر رکھا ہے اور ان کے بھی اپنی تائید میں حوالے نقل کیے ہیں اور تحقیقی رنگ میں رافضی کو جوابات دیئے ہیں۔ اور صبر جوار اور مسیح رحلین کے متعلق باحوالہ کتب علمی بحث کی ہے جو طلبہ علم کے لیے مفید ہوگی اور فریق مخالف پر اتمام حجت ہوگی یہ الگ بات ہے کہ اس دنیا میں ضد اور عناد سے کام لینے والے کبھی اپنی زبان سے حق و صداقت کا اقرار نہیں کیا کرتے مگر سمجھ دار لوگ طرفین کے دعاوی اور دلائل سے خود اندازہ لگا لیتے ہیں کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟ بعض مقامات پر اگرچہ سمجھنے میں دقت ہوتی ہے مگر امید ہے کہ موصوف بخوڑی سی کاوش اور محنت سے اُسے سلیس اور آسان بنا دیں گے۔ موصوف متجدد و عمدہ کتابوں کے مصنف ہیں۔ تحفہ امامیہ میں شیعہ مذہب کو سمجھنے کے لیے خاصہ علمی مواد انھوں نے جمع کر دیا ہے۔ نوجوان علماء میں موصوف کا مطالعہ اس مدیر بڑا وسیع ہے اور بفضلہ تعالیٰ وہ صاحب بصیرت اور نکتہ رس بھی ہیں کہیں کہیں الفاظ میں گرمی دکھا دیتے ہیں مگر چونکہ روافض کا ایسے مواقع پر رویہ بڑا ناروا اور طنز آمیز ہوتا ہے اور یہ فطری بات ہے کہ جواب آں غزل کو بھی کبھی کبھی ملحوظ رکھا جاتا ہے اور نظر انداز نہیں کیا جاتا۔ اس وقت بین الاقوامی طور پر جس طرح روافض اپنے باطل مسلک کو اقوام عالم پر مسلط کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز یہ کبھی بھی شرمندہ تعبیر ہوگا۔ یہ اہل حق کی غفلت ہے کہ وہ حب اللہ دنیا کے نشہ میں چور چور ہیں اور باطل فرقے منظم ہو کر اپنے غلط نظریات کی اشاعت میں دن رات کو ایک کیے ہوئے

یہ اس کتاب کا حصہ اول ہے

ہیں۔ ہماری قلبی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی طبع کردہ کتابوں سے عوام کو زیادہ زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی توفیق بخشے اور اس سلسلہ میں انہیں مزید توفیق عطا فرمائے کہ وہ باطل کی دلائل و براہین کے ساتھ خوب خوب سرکوبی کر سکیں۔

اللَّهُمَّ زِدْ فِرْدَوْسِي اللَّهُ تَعَالَى وَسَلِّمْ عَلَى رَسُولِهِ
خَيْرِ خَلْقِهِ خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَى آلِهِ
وَأَصْحَابِهِ وَآزْوَادِهِمْ وَبَنَاتِهِمْ وَاتَّبَاعِهِمُ الْخَالِدِينَ يَوْمَ
الدِّينِ - آمِينَ -

احقر الناس ابو الزاهد محمد سرفراز خلیب جامع مسجد گکھڑ و
صدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ -

۱۶ شوال ۱۴۰۶ھ، ۲۴ جون ۱۹۸۶ء

تصدیق امیر تحریک خدام اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب چکوالؒ

(خلیفہ مجاز شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ مستم دارالعلوم دیوبند)

جناب مولانا المکرم زید مجدہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

طالب خیر بخیر ہے مسودہ ارسال ہے نظر ثانی میں تاخیر ہو گئی ہے معذرت خواہ ہوں۔ غلط
عبدالوہید صاحب کے ذریعہ اطلاع دے دی گئی تھی کہ ابھی کتاب پریس میں نہ دیں۔ کیونکہ بعض جگہ
معنوی اصلاح کی ضرورت ہے۔ ماشاء اللہ آپ نے بڑی محنت کی ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ تصنیف
میں مکرر اسے کر دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مجھے خود اپنا تجربہ ہے بار بار دیکھنے سے کئی جگہ اصلاح
یا اضافہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ (چنانچہ حضرت نے مسودہ کے جتنے حصے میں اصلاح یا اضافہ فرمایا
تصحیح اس کے مطابق کر دی گئی ہے۔)

خادم اہل سنت (مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ العالی)

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ

مولانا مہر محمد مدظلہ اور آپ کی تصانیف پر علماء کرام کی آراء گرامی

- ۱۔ مولانا کو علمی مقالات پر مضامین لکھنے اور تصنیف و تالیف کا خاص ذوق حاصل ہے۔ نہایت متنوع اور صنیع پسند عالم ہیں تقریر و تحریر دونوں پر اچھی دسترس حاصل ہے۔ (علامہ محمد یوسف بنوری گراچی) ۲۶ شعبان ۱۴۰۱ھ
- ۲۔ مولانا موصوف کے علمی استدلالات حوالہ جات اور معتدل طرز بیان سے پوری طرح مطمئن ہوں (علامہ مفتی محمود ملتان ۹ رمضان ۱۴۰۱ھ)
- ۳۔ بہر حال کتاب (عدالت حضرات صحابہ کرام) مفید اور اپنے موضوع میں کامیاب ہے (علامہ شمس الحق افغانی جامعہ بہاولپور)
- ۴۔ صحابہ کرام کی جانب سے دفاع اور ان کی عظمت کا اظہار دین کی بہت بڑی خدمت ہے اللہ تعالیٰ نے مولوی مہر محمد صاحب کو اس کی توفیق عنایت فرمائی (مولانا محمد اسحاق صدیقی لکھنؤی)
- ۵۔ ہمارے بڑے بڑے علماء نے اب تک یہی سمجھا کہ شیعہ مسئلہ معمولی مسئلہ ہے اب ساری عمر جو تفسیر و حدیث اور فقہ پڑھاتے رہے ان کو شیعہ مذہب سے واقفیت نہیں حالانکہ شیعہ مذہب ہی اسلام کے نام پر اسلام کے مقابلہ میں مذہب کفر و الحاد ہے مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ چکوال ۱۸ رجب ۱۴۰۹ھ
- ۶۔ علماء کرام اور طلبہ عظام کے لئے یہ (کتابیں) ایک بیش بہا نادر تحفہ اور انمول موتی ہیں ان میں بہت زیادہ علمی سرمایہ موجود ہے (امام اہلسنت علامہ سرفراز خان صفدر مدظلہ)
- ۷۔ آپ بڑے عمدہ لائق نوجوان ہیں اور اس میدان مدح صحابہ میں خوب کام کر رہے ہیں اور بڑی قیمتی تصانیف کے آپ مصنف ہیں (مولانا محمد نافع جامعہ محمدی جھنگ ۲۶/۶/۸۲ء)

عدالت حضرات صحابہ کرامؓ

۲۳ × ۱۸ ۳۳۶ صفحات — مجلد — ہدیہ —

صحابہ کرامؓ کی پاکیزہ سیرت اعلیٰ کردار اور فضائل و مناقب میں یہ عظیم الشان جامع کتاب ہے۔ جس کی نظیر اردو عربی، فارسی، کسی زبان میں نہیں ہے جو قرآن کریم، احادیث صحیحہ کے علاوہ۔ اصول حدیث اصول فقہ۔ علم کلام۔ تاریخ و سیرت کتب شیعہ اور فسادے وغیرہ کی ۱۳۰ کتب سے تحقیق و مطالعہ کے بعد مرتب کی گئی ہے۔ ان پر طعن و تنقید کی حرمت ۵۰ آیات ۵۰ احادیث، اجماع امت کے صد ہا حوالوں اور مسلمہ کتب شیعہ سے ثابت کی گئی ہے۔ ان پر قدیم و جدید جتنے اعتراضات کیے گئے ہیں ان کے مسکت و مدلل جوابات دیے گئے ہیں۔ مشاجرات صحابہؓ میں اہلسنت والجماعت کا مسلک اجماعی مدلل کر کے "خلافت و ملکیت" جیسی گمراہ کن کتاب کا اصولی جواب دیا گیا ہے۔ تفصیلی مقدمہ اور ۸ ابواب کے بعد خاتمہ میں حضرت امیر معاویہؓ عمرو بن العاصؓ اور مغیرہ بن شعبہؓ کی سیرت بیان کی گئی ہے۔ معیاری کتابت و طباعت اور ۱۰ اکابر علماء کی تصدیق سے مزین ہے۔ خود پڑھیں اور دوسروں کو پڑھوا کر تبلیغ دین کریں۔

سیف اسلام بر دشمنان اسلام یعنی شیعہ کے ہزار سوال جواب

۲۳ × ۱۸ ساتر ۵۶۰ صفحات مجلد سنہری ہدیہ

بار بار طبع ہونے والی اس مقبول اور لاجواب کتاب میں تو حید رسالت۔ قرآن کریم۔ خطبہ راشدینؓ شامہات المؤمنینؓ۔ حضرت امیر معاویہؓ اور تمام صحابہ کرامؓ و اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم پر معاذ اللہ اعتراضات کا قلع قمع کیا گیا ہے نیز صحابہ کرامؓ کی شان اور صداقت اہل سنت آجاکر کرنے کے علاوہ آغاز کتاب میں خمینی ازم کا تعارف اور اتحاد اہلسنت پر زور دیا گیا ہے سنجیدہ اور مدلل انداز بیان سے ہر قیل و قال کا خاتمہ مناظرین مبلغین۔ عاشقانِ سیاہ صحابہؓ اور خدام اہل سنت کے لئے جو اب آٹھ۔ خود پڑھیں اور دوستوں کو پڑھائیے۔

کلمات تلخ و شیریں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حامداً و مصلیاً بحق و باطل کی نبرد آزمائی و زراول سے چلی آرہی ہے۔ آدم و ابلیس حضرت نوحؑ اور آپؐ کی قوم ابراہیمؑ و فرود، کلیم و فرعون، حضرت محمدؐ و ابوالنہب، اصحاب رسولؐ اور کفار قریش، علیؑ و خوارج، حسینؑ و ابن زیاد، اہل بیتؑ اور غدار شیعیان کو قہر مصعبؓ ابن زبیرؓ اور متنبیؓ کذاب مختار، رجم و مردود بزبان حضرت سجادؑ، عرب کے مظلوم سلمان اور مٹلکا جانشین، سفاک خمینی اسی کی مثالیں ہیں۔

تاریخ کا ایک ایک ورق شاہد ہے کہ جب کفر کی ساری طاغوتی طاقتیں اسلام سے شکست کھا گئیں اور خلفاء راشدینؓ و فاتحین اسلامؓ نے روم و ایران کی شان و شوکت کو تہ و بالا کر ڈالا۔ تو تقیہ اور منافقت کے لباس میں ایک شاطر ابن سبا یہودی نے ایک ایسا فرقہ جنم دیا جس نے مار آستین اور خنجر پستین بن کر اسلام اور مسلمانوں سے پورا پورا بدلہ لیا۔ بلا مبالغہ لاکھوں افراد سبائی فتنہ کا شکار ہوئے مسلمانوں کی تعمیر و ترقی اور فتوحات کا دروازہ بند ہو گیا۔ دورِ قدیم یا عہد صفوی کی مسلم کشی، سفاکی اور بربریت کو تو چھوڑیے۔ دورِ جدید میں حافظ الاسد رافضی نے شام میں اخوان المسلمون اور دیگر مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ لبنان میں دروزی اور شیعہ ملیشیا عمل نے فلسطینی مسلمانوں کے کیمپ کے کیمپ یہودیوں سے مل کر تباہ کیے اور بقیہ زندوں کو محصور کر کے انسانی لاشوں اور مہرام و مردار جانوروں کا گوشت کھلانے پر مجبور کیا۔

ظلم و ستم کی وہ کونسی صورت اور مثال ہے جس کا انقلاب ایران سے لے کر تاہنوز روح الظلم و آیت الفساد خمینی کی حکومت نے ایران کے کردوں، بلوچوں، سنی مسلمانوں اور اہل عراق عربوں پر ارتکاب نہیں کیا۔ ایران نے شاہی دور سے خلیج کا عراقی علاقہ و بار کھاتھا۔ نئی انقلابی حکومت نے اپنا اقتدار وہاں بڑھانے کے لیے عراق میں اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ بغاوت کرائی۔ جب وہ ناکام ہوئی اور عراق اپنے تحفظ اور منصوب علاقہ کی بازیابی کے لیے دفاعی حملہ پر مجبور ہو گیا تو ایران نے اسے زبردست طویل جنگ میں تبدیل کر دیا۔

ایران خارج کا تعین کرنے کی ضد میں اپنے پیداواری عظیم وسائل، لاکھوں کی تعداد میں اپنی فوج اور عرب مسلمانوں کا ناقابلِ تلافی نقصان کر چکا ہے۔ مگر جنگ بندی کی کوئی صورت تسلیم نہیں کرتا۔ حالانکہ سلامتی کونسل، مسلم ائمہ کیٹی، عراق سمیت تمام سربراہانِ ممالک اسلامیہ جنگ بندی کے لیے اپنا پورا زور صرف کر چکے ہیں۔ پاکستان میں مسلح مداخلت کر کے کوئٹہ اور کراچی میں مبینہ فسادات کرائے ہیں اپنے ایجنٹوں سے اسلام آباد پر مسلح چڑھائی کرائی ہے۔ اس سال حج کے موقع پر عربین شریفین پر مسلح قبضہ کا پروگرام بنایا اور شدید بے حرمتی سے قتل و غارت کی نوبت آئی مگر رب کعبہ نے اصحابِ فیل کی طرح ان کو تباہ کر دیا۔ اس سال ڈیڑھ لاکھ حاجیوں کے روپ میں مسلح غنڈے بھیجنے کا اعلان کر کے پھر اسی عزم کو دہرایا ہے۔ **وَقَالَتْ لَهُمْ اللَّهُ آلِي يُؤْفَكُونَ**۔

اس گروہ کے یہ مظالم اور خوفناک عزائم اظہر من الشمس ہیں لیکن خطبہ میسی اور پوپینڈہ کا یہ عالم ہے کہ **ثَوْرَةُ اِسْلَامِيَّةٍ لَا شَيْعَةَ وَلَا سُنيَّةٍ** دیر اسلامی انقلاب ہے شیعہ سنی سے اسے کوئی تعلق نہیں، مرگ بر اسرائیل، مرگ پر امریکہ جیسے نفروں سے ایک دنیا کو پاکستانی حکمرانوں اور سیاستدانوں سمیت الٹو بنا رکھا ہے۔ حالانکہ یہ موٹی سی بات ہے کہ جس قوم سے دشمنی ہو ان سے خفیہ معاہدے کر کے اور اسلحہ لے کر ان کے دشمنوں (یعنی عربوں) کو تو نہیں مارا جاتا۔ اگر یہ نعرہ سچا ہے تو ایرانی میزائل بغداد پر کیوں گرتے ہیں؟ واشنگٹن اور تل ابیب پر کیوں نہیں گرتے؟ مکہ مکرمہ اور حجاز کرام پر حملہ کیوں ہوتا؟ نیویارک پر کیوں نہیں ہوتا؟ اس سے پتہ چلا کہ درپردہ تینوں ایک ہی ہیں۔ **اَلْكَفَرُ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ**۔ جو جوں وقت گزرتا جاتا ہے اور خمینی صاحب اپنے ناقدرین و مخالفین کو لاکھوں کی تعداد میں موت کے گھاٹ اتار چکے ہیں اپنی مطلق العنانی اور ڈکٹیٹر شپ میں ”دعویٰ فرعونیت“ کی سرحدوں پر پہنچ رہے ہیں۔

۱۰ جنوری ۱۹۸۸ء وغیرہ کے ذرائع ابلاغ گواہ ہیں کہ ایران کے صدر خامنہ ای نے خطبہ جمعہ میں حکومت کے حوالے سے کہا ”کہ حکومت کے اختیارات احکاماتِ الہی کے تابع ہیں“ اس پر امام خمینی نے ان کو سخت سرزنش کی ”کہ حکومت کو دین کے بنیادی ارکان پر بھی فوقیت حاصل ہے“ روزنامہ نوائے وقت لکھتا ہے:

انھوں (خمینی) نے کہا کہ حکومت دین کے بنیادی احکام میں سے ایک ہے اور

اس کو دوسرے احکام پر یہاں تک کہ نماز، روزہ اور حج پر بھی فوقیت حاصل ہے جو ارکانِ دین میں شامل ہیں یہ آیت اللہ خمینی کے ولایت فقیہ کے اس اختلافی فلسفے کا حصہ ہے جس کے تحت تسلیم شدہ دینی قائد کو جو وہ خود ہیں نائبِ پیغمبر اور نائبِ امام کی حیثیت سے مطلق سیاسی اختیار حاصل ہے۔ صدر خامنہ ای آیت اللہ خمینی کی مطلق قیادت کو مانتے ہیں مگر آیت اللہ کی نگاہ میں ان کی غلطی یہ تھی کہ نماز جمعہ کے خطبہ میں انھوں نے کہا تھا کہ حکومت اپنے اختیارات کا استعمال احکامِ الہی کی حد کے اندر کرتی ہے اس پر آیت اللہ خمینی نے کہا کہ یہ بات اس سے بالکل متضاد ہے جو میں کہتا ہوں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صدر حکومت کو ویسی ہی ولایت اعلیٰ تسلیم نہیں کرتے جیسی اللہ تعالیٰ نے نبی کو ودیعت کی تھی۔ آیت اللہ خمینی نے کہا ہے کہ درحقیقت مملکت کو اختیار حاصل ہے کہ عوام کے ساتھ کیے ہوئے جس معاہدے کو چاہے منسوخ کر دے یہاں تک وہ معاہدے بھی جو احکامِ شریعت کے مطابق کیے گئے ہوں۔ (نوائے وقت ۱۰ جنوری ۱۹۸۸ء ص ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳

اہل سنت والجماعت فقہ وقانون سیرت وقاریخ فتوحات اسلامی ہر بات پر معاندانہ زہر اگلا گیا ہے اور ۹۵ فیصد مسلمانوں کی دلائل زاری میں کسی قسم کا دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ اس کے باوجود برعکس نام نمد زنگی کافر۔ امام الشیعہ خمینی کی طرح یہ دعویٰ بھی ہے: ”چونکہ ہم بنیادی طور پر اتحاد ملت کے حامی ہیں اسی لیے رشتہ اخوت کے استحکام کی خاطر ہم نے یہ سعی کی ہے کہ دو مسلمان بھائیوں میں آپس کی غلط فہمیاں دور ہو سکیں۔“ (فروع دین، لفظ مبلکہیم مشتاق ص ۱۰۰) کئی دوستوں نے مشورہ دیا کہ یہ کتاب منہ لگانے کے قابل نہیں۔ جواب نہ دیا جائے چونکہ راقم الحروف نے اپنی زندگی کا مشن ہی قرآن و سنت اور صحابہ کرام کا دفاع اور ان پر لگائے گئے اتہامات کا ازالہ قرار دے رکھا ہے۔ احتساباً باللہ اس کرہیہ کام پر طبیعت کو آمادہ کیا۔ وقت طویل اور زرد کثیر کے خرچ کے بعد یہ تحقیقی اور علمی خزانہ آپ کے ہاتھوں میں ہے، قدردانی آپ کا کام ہے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

مشک آنست کہ خود بگوید نہ کہ عطیہ

شیعہ سائل عبدالمکریم مشتاق کا اگرچہ یہ دعویٰ ہے کہ یہ سوالات وہ ہیں جن کی وجہ سے اس نے سنی مذہب چھوڑا ہے لیکن تفتیش شعاروں کا یہ نیا جھوٹ ہے۔ دراصل شیعہ ہو چکنے کے بعد اس نے مطاعن کی تمام شیعہ کتابیں سامنے رکھ کر ایک خاص محنت اور سلیقہ سے یہ مرتب کیے ہیں جو انھوں نے مدت سے کذب و غیبت پر مشتمل مذہب کی آبیاری کے لیے پھیلا رکھی ہیں۔ میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ یہ تالیف کسی ایک شخص کی کتاب کا جواب نہیں بلکہ مطاعن سے لبریز تمام شیعہ کتابوں کا اصولی جواب ہے اور دفاع مطاعن میں ایک انسائیکلو پیڈیا ہے۔ اس کتاب سے جہاں یہ بات الم نشرح ہو جاتی ہے کہ شیعہ حضرات تمام صحابہ کرام کے منکر اور دشمن ہیں اور اہل سنت سے بیر رکھتے ہیں۔ گویا ان سے ”سنی شیعہ بھائی بھائی“ کا پر فریب و پر تفتیش راگ الاپتے رہیں اور راداری کا وعظ کرتے رہیں۔ یہ بات بھی کھل کر سامنے آئی کہ شیعہ کا توحید و سنت کے علاوہ قرآن پر بھی ایمان نہیں، نہ ہو سکتا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کا وہ آج کھل کر اقرار نہیں کرتے اور ہمارے افسران سرکاری ملازمین اور مذہب شیعہ سے ناواقف تعلیم یافتہ حضرات شیعوں کو منکر قرآن نہیں مانتے اور مسلمان بھائی تصور کرتے ہیں۔ یہی

المیہ ہے کہ شیعہ نے قرآن و سنت کا نفلس ۱۹۸۶ء کر کے عوام کو دھوکہ دیا اور ان کی چال حکومت نے مشترکہ ترجمہ قرآن بنانے کی کمیٹی بنائی۔

جب ہر شخص جانتا ہے کہ شیعہ تمام صحابہ کرام خصوصاً پہلے تین خلفاء راشدین کو ہرگز نہیں مانتے اور ان پر مطاعن کی گردان۔ خواہ اپنی کتب سے پڑھیں یا کتب اہل سنت سے تراشیں۔ وہ ان کے ایمان اور قلبی عقیدہ کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ جب وہ قرآن کریم پر بھی اعتراضات کرتے ہیں اور ۱۰۰ اعتراضات اسی کتاب میں صحابہ پر سے بھی پہلے قرآن مظلوم پر کر ڈلے ہیں۔ کیا یہ ان کے دشمن قرآن ہونے کی کافی دلیل نہیں ہے؟ حالانکہ انھوں نے تحریف قرآن کے عقیدہ۔ کہ یہ قرآن اصلی، کامل اور درست نہیں۔ اس میں ۵ قسم کی خرابیاں ہیں۔ پر مستقل کتابیں بھی ہیں۔ خود اس سائل نے ہمیں ایک خط میں لکھا ہے: ”امام مہدی کے پاس وہ قرآن ہے جو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر کروایا تھا۔ اس کے علاوہ باقی تمام قرآن کے نسخے نقلی ہیں۔“ اب اس قرآن کو نقل (جعلی) بتانے والا۔ ایک اور اصلی قرآن عند اللہ کی کا قائل۔ قرآن پر ایمان کیسے رکھ سکتا ہے؟ چنانچہ اس نے ”شیعہ مذہب حق ہے“ ص ۱۱ پر لکھا ہے: ”کہ ہمارے ائمہ طاہرین کے پاس جو قرآن ہے وہ اصلی ہے مکمل ہے۔ لوگوں کی دست برد سے محفوظ ہے اور آپ لوگوں کا قرآن نقلی ہے بے یار و مددگار ہے۔ انسانی ہاتھوں سے دست برد ہوا ہے۔ ایمان کا تعلق اصل سے ہوتا ہے نقل سے نہیں۔ (معاذ اللہ بلفظہ)۔“ قدیم زمانہ میں کتب شیعہ ناپید تھیں۔ ہمارے علماء ان کے کفریہ عقائد سے ناواقف تھے اس لیے بعض علماء نے ان کی تکفیر کی راحت نہ کی۔ لیکن جن علماء کو ان سے واسطہ پڑا اور انھوں نے ان کی تردید میں کتب لکھیں۔ وہ ان کے کفر کے قائل ہوئے اور بعدہ تکفیر میں سرفہرست عقیدہ تحریف قرآن شرک میں غلو شیخین کی خلافت کا انکار اور عقیدہ امامت کو گناہ

تمام مسلمانوں کے متفقہ ۳ اکابر اسلام کے بیانات ملاحظہ فرمائیں

۱۔ سراج اولیاء محبوب بھائی حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مقدرہ رقمطراز ہیں: ”یہود نے تورات میں تحریف کی ہے اور انھیں انھوں نے قرآن میں ایسا کیا ہے یہ کہتے ہیں کہ قرآن کی موجودہ ترتیب ٹھیک نہیں ہے۔ ترتیب دینے کے وقت ان کو پہلے سے ہی اٹلٹ

کر دیا گیا ہے جس ترتیب سے اتارا گیا تھا اس کو باقی نہیں رکھا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں کمی بیشی کر دی گئی ہے۔ کہیں اس کو گھٹا دیا ہے اور کہیں بڑھا دیا ہے۔

یہودی حضرت جبریل علیہ السلام سے دشمنی رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دوسرے فرشتوں میں سے وہ ہمارا دشمن ہے اور انفیوں کے ایک گروہ کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ جبریل علیہ السلام نے جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کی ہے اس میں وہ غلطی کھا گئے ہیں۔ انھوں نے وحی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر پہنچانی تھی مگر بھول کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچا دی ہے۔ یہ جھوٹے ہیں۔ جھوٹ بکتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ ان مردودوں کو غارت کرے۔

(غنیۃ الطالبین، ذکر شیعہ ۱۶۶-۱۶۷ مطبوعہ لاہور)

نیز حضرت پیران پیرؒ ان کے کفریات کہتے ہوئے عقیدہ علم غیب علی، ائمہ کے لیے معجزات اور ان کی تمام انبیاء سے افضلیت، تکفیر صحابہؓ اور الوہیت علیؑ کو خاص طور پر ذکر کرتے ہیں۔

(۱) اس بات پر ان کا اتفاق ہے کہ رسول مقبول کے بعد خلافت کا حق حضرت علیؑ کا تھا لیکن بعد میں ایسا نہیں کیا گیا اس لیے سب لوگ (صحابہ کرامؓ) مرتد ہو گئے ہیں۔ سولے چھ کے۔

(۲) اس گروہ کا اعتقاد ہے کہ کسی چیز کے ظاہر ہونے سے پہلے خدا تعالیٰ اس کو نہیں جانتا (بداء

کا عقیدہ)۔

(۳) ان کا یہ قول ہے کہ حساب کے دن سے پہلے مرنے والے دنیا میں واپس آجائیں گے (عقیدہ رجعت) مگر غالبہ گروہ کے لوگوں کو اس سے اتفاق نہیں ان کا یہ قول ہے کہ کوئی قیامت نہیں، نہ حساب کتاب ہوگا۔

(۴) ان تمام کا یہ عقیدہ ہے کہ امام صاحب کو ایسا علم ہوتا ہے کہ جو چیز پچھلے زمانہ میں ہو چکی ہے اور آئندہ ہونے والی ہے چاہے دنیا کے متعلق ہو چاہے دین کے متعلق ہر ایک کو جانتا ہے یہاں تک کہ سطح زمین پر جس قدر ٹھیکریاں اور مہینہ کے قطرے پڑتے ہیں ان کی تعداد بھی اس کو معلوم ہوتی ہے اور درختوں کے جتنے پتے ہیں ان کے شمار سے بھی واقف ہے۔

(یعنی ائمہ کو علم ماکان و مایکون ملی ہوتا ہے جس کے آج غالی قائل ہو چکے ہیں۔ م)

(۵) ان میں سے اکثر لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جس نے حضرت علیؑ سے لڑائی کی ہے وہ

کافر ہے اسی قسم کی بہت سی (کفریہ) باتیں کرتے ہیں۔

(۶) فرقہ غالبہ کا یہ عقیدہ ہے کہ جتنے پیغمبر ہوئے ہیں ان سب حضرت علیؑ افضل اور بہتر ہیں۔

(۷) ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ علیؑ خدا ہیں (یعنی حاجت روا، مشکل کشا، دافع البلاء اور عالم الغیب)

حاضر ناظر، نور من نور اللہ ہیں، ان پر خدا کی تمام فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت تا قیامت رہے خدا ان کا نام و نشان اس جہان سے مٹا ڈالے۔۔۔۔۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے غلو میں بہت بڑھ گئے ہیں۔ کفر پر خوب حجم گئے ہیں۔ اسلام کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ خداوند کریم اور قرآن کریم اور قربام پیغمبرؐ کو نہیں مانتے۔ ایوں سے خدا اپنی پناہ میں رکھے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۱۶۱-۱۶۲)

(۸) مرشد جیلانیؒ فرقہ مفوضہ شیعہ کے تعارف میں کہتے ہیں :-

فرقہ مفوضہ کا اعتقاد ہے کہ اللہ جل شانہ نے لوگوں کی تدبیر دان کے کاموں کا بدست و حاجت روائی، اماموں کے سپرد کی ہے۔ اور تحقیق محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خدا نے پیدا کرنا عالم اور اس کی تدبیر کی قدرت دی۔ (غنیۃ الطالبین ص ۱۶۳-۱۶۴)۔ (مختار کل کے نام سے شیعوں نے آج یہ عقیدہ ناواقف شیعوں میں بھی پھیلایا ہے۔ مؤلف)

۲۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کفر شیعہ کے متعلق فرماتے ہیں :- میں کہتا ہوں کہ شیخین کو کالی دینا کفر ہے اور احادیث صحیحہ اسی پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ محامل اور طبرانی اور حاکم نے عموماً بن ساعدہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے میرے لیے اصحاب بنائے ہیں بعض ان میں سے وزیر بنائے ہیں اور بعض رشتہ دار بنائے ہیں پس جس نے ان کو کالی دی اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کے فرائض و نوافل قبول نہیں فرماتا۔ (رسالہ ردّ فرض ص ۶۸)

نیز فرماتے ہیں: ہم کو کامل یقین ہے کہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ مومن ہیں اور خدا کے دشمن نہیں اور جنت سے خوشخبری دیئے گئے ہیں۔ پس ان کی تکفیر اس کے قابل (شیعہ) پر لوٹے گی۔ بموجب اس حدیث کے کہ مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے، پس ان شیعہ کے کفر کا حکم

پاکستان کے شیعہ مجتہد علامہ محمد حسین ڈھکو نے غیر زبانی تمام شیخی العقیدہ شیعوں کو مفوضہ وغالی کہا ہے (مولانا رشید الشیعہ)

کیا جائے گا۔ (ص ۵)

”راضی کے پیچھے نماز جائز ہے۔ محیط میں امام محمد راضی کے پیچھے نماز کو جائز قرار نہیں دیتے اس لیے کہ وہ خلافت صدیق اکبر کا انکار کرتے ہیں حالانکہ صحابہ کرام کا اجماع ان کی خلافت پر ہو چکا تھا اور خلاصہ میں ہے کہ جو شخص خلافت صدیق کا منکر ہے وہ کافر ہے۔ اسی طرح جو شخص خلافت عمر کا منکر ہے صحیح الاقوال میں اس کا بھی یہی حکم (کفر) ہے پس جبکہ ان کی خلافت کا انکار کفر ہے تو ان کو کالی دینا اور لعنت کرنا کیسا ہوگا؟ پس ظاہر ہے کہ تکفیر شیعہ احادیث صحیحہ کے مطابق ہے اور طریقہ سلف کے بھی موافق ہے۔ (رسالہ ردّ رفض ملک مطبوعہ لاہور ۱۹۵۸ء)

۳۔ حضرت شاہ ولی اللہ مسٹوی شرح موطا میں فرماتے ہیں :-

اگر یہ کہے کہ پیغمبر خاتم نبوت ہیں لیکن اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبی نہ کہا جائے لیکن نبوت کی حقیقت۔ یعنی ایک انسان کا منجانب اللہ مخلوق کی طرف مبعوث ہونا اور واجب الطاعت ہونا، گناہوں سے معصوم اور بقا علی الخطا سے محفوظ ہونا آپ کے بعد ائمہ میں موجود تھا تو ایسا شخص زندیق (بدترین کافر) ہے۔

تفہیمات الہیہ ص ۲۴ میں شیعہ عقیدہ امامت کو ختم نبوت کا انکار بتاتے ہیں :

”لیکن ان شیعہ کی اصطلاح میں وہ امام مفترض الطاعت مخلوق کے لیے مقرر کیا ہوا ہے اور وحی باطنی امام کے لیے جائز کہتے ہیں۔ پس یہ درحقیقت ختم نبوت کے منکر ہیں اگرچہ زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء کہتے رہیں۔“

اہل سنت علماء کرام اور عام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں اس تلخ حقیقت کا اظہار کیے بغیر

چارہ نہیں کہ اب اہل سنت ۹۵ فیصد ہو کر بھی اتنے طاقت ور اور منظم نہیں جو اعداء صحابہ بن چکے ہیں وجہ واحد اس کی یہ ہے کہ علماء تین چار گروہوں میں بٹ کر ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما ہیں اور عوام ان سے بد دل ہو کر ہر بے دین کمیونسٹ یا خود زولیدروں کے پیچھے جا رہے ہیں۔

ہر ایک کا اپنی جگہ دھڑا اور لشکر مضبوط ہے لیکن مقام صحابہ، ناموس ازواج النبی کے تحفظ

اور خالص اہل سنت و جماعت کے تشخص کے لیے جذبات ہیں نہ محنت و تربیت کرائی جاتی ہے نہ اعداء صحابہ اور روافض کے دفعیہ کے لیے حمیت و تعصب پیدا کیا جاتا ہے جو پہلا سلسلہ میں ہوتا تھا اور یہ لوگ ڈر کے مارے تقیہ میں رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ حاضر میں پاکستان اور عالم اسلام کے لیے زبردست خطرہ ہی روافض اور فتنہ خمینیت بن چکا ہے مسلمانوں کو بیدار اور منظم ہونے کی انتہائی ضرورت ہے۔

نہ جاگو گے تو مٹ جاؤ گے اے سنی مسلمانو تمہاری داستان تک نہ ہوگی داستانوں میں ہماری جماعتوں میں تفریق شیعیت اور انگیزہ وغیرہ کی پیدا کردہ ہے۔ ہمارے اختلافات یا تو عقائد و رسوم سے متعلق ہیں یا فروعی مسائل میں غلو و تشدد سے وابستہ ہیں۔ جب کہ قرآن و حدیث، کلمہ، اذان اور جماعت صحابہ سب کی ایک ہے۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ دیوبندی بریلوی ایک ہی فقہ اور ایک امام کے پیروکار ہیں۔ نصاب و نیات بھی ایک ہے۔ پھر یہ منافرت بازی اور اپنے اپنے خیالات و رسوم پر جمود و راسل شیعوں کا پھینکا ہوا گیند ہے۔ قرآن و حدیث اور فقہ حنفی، شریک و بدعت، مخالفت رسول اور جماعت میں تفرق بازی کے سخت مخالف ہیں۔ حضرت مرشد جیلانیؒ نے شیعہ کے جو عقائد گنے ہیں پھر پڑھ لیجئے۔ کیا ان کا ہی پر تو ہم پر تو نہیں پڑ گیا ہے؟

اگر فریقین کے خداترس اتحاد امت کے حامی ذمہ دار علماء اہل بیٹھیں اور یہ عزم کریں کہ قرآن و احادیث صحیحہ اور فقہ حنفی کے خلاف یا ان کے علاوہ کوئی عقیدہ و رسم دین کا جزو نہ سمجھا جائے، جو صفوی عہد یا مصر کے راضی بادشاہ کے دور سے چلی ہیں اور صوفیانہ امور کا حضرت پیران پیر حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی تعلیمات کی روشنی میں فیصلہ کر لیا جائے اور اعداء صحابہ کے مقابل مشترکہ پلیٹ فارم بغیر کسی کے مخصوص نعرہ کے استعمال کیا جائے اور عظمت صحابہ یا مقام خلفاء راشدین کے نام سے ہر شر میں بھرپور جیسے کیے جائیں تو دو تین سال میں ہی ۹۵ فیصد سنی مسلمان ایک بڑی طاقت بن کر اسلامی قانون نظام مصطفیٰ اور خلافت راشدہ قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ کیونکہ اللہ علی الجماعۃ فرمان نبویؐ سچا ہے۔ ہمارے اہل حدیث بھائی بھی خوب منظم اور فعال ہیں۔ قرآن و سنت کی خوب دعوت دیتے ہیں اگر وہ

یہ غلو کرنا چھوڑ دیں کہ قول صحابہ اور خلفاء راشدین کا عمل محبت نہیں غیر منصوص مسائل میں فقہ واجتہاد کا قابل عمل نہیں۔ اجماع کوئی چیز نہیں۔ صرف قرآن و حدیث کافی ہیں، تو بہتر ہو ورنہ بھی اپنی جڑیں کھوکھلی کر کے دشمن کو یہ کہنا ہے کہ اُمت اور صحابیت کے درخت کو کاٹ دو (معاذ اللہ تعالیٰ) جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳۷ میں سے صرف ایک ناجی فرقہ کی نشانی مانا اَللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰصْحَابِہِ (شکوۃ) میرے اور صحابہ کے طریقے کا پیروکار گردہ برحق ہے، بتائی۔ حضرت ابوبکر و عمر کا نام لے کر پیروی کا حکم دیا ہے۔ (ترمذی) اپنی اور خلفاء راشدین کی سنت اپنانے کی تاکید کی ہے۔ بدعت سے ڈرایا ہے۔ (شکوۃ)

قرآن پاک نے مہاجرین و انصار کی پیروی کرنے والوں کو جنت اور اپنی رضامندی کا تمغہ بخشا ہے۔ (پل ع ۲۷) صحابہ مومنین کے راستے کے خلاف چلنے والوں کو جہنم کی وعید سنائی ہے۔ (پل ع ۱۴) اور ان جیسا ایمان دیگر قوموں سے طلب کر کے ان کو معیارِ حق و ہدایت اور پیشوا یا اُمت بنا دیا ہے اور ان کے مخالفوں کو گمراہ کہا ہے۔ (پل ع ۱۵) پھر کیسے اہل سنت قرآن و حدیث کا نام لے کر صحابہ پر بدظنی اور بے اعتقادی کا دروازہ دشمن پر کھول دیں اور اس کی تصدیق کر کے اپنے مذہب کی تکذیب کریں۔ (استغفر اللہ)

ہمیں تسلیم ہے کہ انفرادی طور پر تینوں گروہوں نے رفض کے مقابل بہت عمدہ طریقہ تیار کیا ہے۔ مولانا احمد رضا بریلوی کا رد الفرضہ، مولانا محمد علی کی تحفہ جعفریہ علامہ احسان الہی ظہیر شہید کی تصانیف مولانا قاضی مظہر حسین، علامہ دوست محمد قریشی اور مولانا عبدالستار تونسوی اور مولانا محمد نافع کی تصانیف سونے سے تولنے کے لائق ہیں۔ مگر تینوں بڑی جماعتیں اور دیوبندیوں کی تنظیمیں۔ یہ غور فرمائیں کہ ۸۶-۱۹۸۷ء میں ان پر خوب ظلم و تشدد ہوا۔ ہر ایک کے چیدہ چیدہ علماء شہید ہوئے۔ انفرادی طور پر ہر ایک نے لاکھوں روپے کے مصارف اور سینکڑوں مظاہرین کے گرفتار کرانے سے بھرپور احتجاج کیا مگر کیا قاتل کیفر کردار کو پہنچے؟ حکومت یا دشمن کا رویہ بدلا؟ یا کسی جماعت کے مخصوص مطالبات حکومت نے منظور کیے؟ ہرگز نہیں۔ اس کی وجہ باہمی نفاق، نا اتفاقی اور اپنی بدعت و لازی اور گردہ پرستی نہیں تو اور کیا ہے؟ حکومت ۵ غنڈوں کی مانتی ہے۔ ۹۵ تماشائیوں یا آواروں سے اسے کیا ڈر؟ جن کا نہ ایک لیڈر

ہے نہ منزل نہ قومی نشان، کس قدر تعجب کی بات ہے کہ تین بسوں کو چند ڈاکو باری باری ٹو رہے ہیں مگر ہر ایک بس کے مسافروں نے اپنی رائفیں دوسری بس پر تان رکھی ہیں یا ڈاکوؤں سے اتحاد کر کے اپنوں کا صفایا کر رہے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ یہ تینوں گردہ اپنی بمشکل ۲۰-۱۵ عوام کے ساتھ اگر اپنا وجود کھو بیٹھے۔ باقی ۸۰ فیصد عوام کو وقت کے طوسی و علقمی و خمینی وغیرہ کی شر پر روس اور کمیونزم نہیں نکلے گا تو کیا ہوگا؟ کیا بخارا، سمرقند، بغداد کا سقوط اسی تفرقہ بازی کا نتیجہ نہ تھا؟

میں قوم سے نذرانے وصول کرنے والے علماء کرام اور سرکاری خزانہ سے پلنے والے حکومتی افسران صاحبان سے یہ سوال کرتا ہوں کہ کل خدا کے دربار میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں جب آپ سے یہ سوال ہوگا کہ زبردست قربانی کے بعد برصغیر کے تھوڑے سے رقبہ پر اسلام کے نام پر پاکستان بنایا گیا تھا۔ اسلامی قانونِ شریعت تم کیوں نافذ نہ کیا تھا؟ قادیانیوں، صحابہ اور قرآن کے دشمنوں کو ۴۰ فیصد کلیدی آسامیاں کیوں دی گئیں؟ میرے صحابہ، خلفاء راشدین میری پاک بیویوں اور بیٹیوں کو برسر عام بازاروں میں مساجد اور مدارس دینیہ کے سامنے تبرا کرنے والے جلوس تم کیوں نکالتے تھے اور میری توہین کیوں برداشت کرتے تھے؟ تو کیا مسلم لیگی حکومت یہ کہہ کر چھوٹ جائے گی کہ فرقوں کا وجود ملحق تھا۔ (تو پھر ان کو ہی کیوں ختم نہ کیا۔ م، تبرا بازوں کو تو انگریزوں نے یہ حق دیا تھا۔ مسلم لیگی حکومت کیسے واپس لے سکتی تھی؟ حکومت اسلام آباد میں محافل سیرت منعقد کر لیتی تھی اور بس؟ یا بریلویوں کا یہ جواب معقول ہوگا کہ ہم تو عاشقِ رسول تھے پُر نرم نعت خوانی سے ہر شہر میں بڑے بڑے میلاد کے جشن اور جلوس نکالتے تھے۔ کیا دیوبندی یہ کہہ کر بری ہو جائیں گے کہ ہم تو متبعِ سنت تھے۔ دس لاکھ کا بریتی اجتماع رائے و نڈیں کر لیتے تھے۔ کیا تیسرا گردہ یہ کہنے میں حق بجانب ہوگا کہ ہم تو اہل حدیث تھے۔ آمین اور رفع یدین وغیرہ پر ہر کسی سے خوب مناظرے کرتے تھے۔ علامہ احسان الہی ظہیر اور آپ کے رفقاء شہید کرائے۔ توان کی یاد میں بڑے بڑے جلوس اور احتجاجی جلسے کر ڈالے مگر قرآن و سنت کے مطابق ۱۷ دفعات والے شریعت بل کی ڈٹ کر مخالفت کی کہ وہ ہماری جماعت نے نہیں دو تین سرکاری مولویوں نے پیش کیا تھا؟ کس قدر ظلم کی بات ہے کہ قانون

شرعیات نہ خود بناتے ہو نہ دوسروں کا بنا ہوا پسند کرتے اور منواتے ہو۔ باہمی انتشار سے مصطفیٰ کمال یا کمیونسٹوں کو زمام اقتدار تھا تھے ہو۔ دیوبندی مذہب، رضا خانی مذہب، قانون حنفی یا قانون الہی جیسی منافرت انگیز کتابیں تو خوب پھیلاتے ہو مگر اسلامی قانون قضا و تعزیرات پر کوئی متفقہ کتاب حکومت کو نہیں دیتے۔ حرمین شریفین کو کھلا شہر قرار دینے اور فرقہ وارانہ حوالہ پیدا کرنے کے لیے سعودی عرب کی حکومت کو تو کوستے اور حجاز کا نفرین لندن میں منعقد کرتے ہو مگر اسرائیل کا ایجنٹ خمینی حرمین پر قبضے کے خواب دیکھتا ہے۔ ایک حملہ کر چکا ہے ورنہ اقدس ڈھاکہ شیعین کی لاشیں نکالنے اور سیدہ عائشہ صدیقہ کی لاش کو کوڑے مارنے کا عقیدہ اس کا جزو ایمان ہے۔ اس پر تمہیں کوئی احتجاج اور مظاہرہ نہیں سوجھتا۔ عراق نے ۱۹۸۰ء میں اپنے تین باغیوں کو پھانسی دی۔ یہاں خمینی پرستوں نے اسلام آباد کا گھیراؤ کر ڈالا اور زکوٰۃ و عشرہ حد و اسلامی سے چھٹی کرا لی۔ شام، ایران، لبنان، عراق وغیرہ میں تمہارے لاکھوں سنی مسلمان شہید کیے گئے۔ تم نے ان کے حق میں اُف تک نہ کی۔ اے تفرقہ باز سنی علماء کرام، زندہ قویاں تمہاری طرح نہیں ہوتیں۔ کچھ ہوش اور غیرت میں آؤ، تمہارا حریف ایک ہزار برس تک تقیہ میں رہا اپنے شہیدوں کے نمبر اول، ثانی، ثالث الاٹ کرتا رہا۔ اپنے عقیدہ کے مطابق تا ظہور مہدی اب بھی اسے تقیہ میں رہنا چاہیے مگر وہ تمہیں بدعتوں اور فرقوں میں الجھا کر مطمئن ہو گیا تمہارے درجنوں علماء کو شہید کر چکا ہے۔ تم تو اپنے شہدار کے نمبر بھی نہ لگا سکے؟ وقت کی آواز سن کر فتنے کی رفتار دیکھ کر اپنا رویہ بدلو گے اور ناموس توحید، ناموس مصطفیٰ، ناموس صحابہ و اہل بیت کے تحفظ اور قومی بقا کے لیے مشترکہ پلیٹ فارم پر خلوص سے کام کرو گے یا نہیں؟ ورنہ اپنی قبر خود کھودو گے اور سنی مذہب تمہارا مرثیہ پڑھے گا۔

من از بیگانگان ہرگز نہ نالم کہ با من ہرچہ کرداں آشنا کرد

اللّٰی مِّنْکُمْ وَحِبُّکُمْ شَیْءٌ

ایک کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جناب؟ مرکز اتحاد کی طرف دعوت اور حکومت کو مشورہ

آپ جس دل سوزی اور اسلامی ہمدردی سے اہل سنت کے مختلف خیال گروہوں کو ایک مرکز پر متحد دیکھنا چاہتے ہیں اسی جذبہ سے

آپ شیعوں کو ساتھ کیوں نہیں ملاتے اور ان کے خلاف قلمی جہاد کیوں ہے؟ راقم الحروف خدائے پاک کو حاضر و ناظر اور عالم الغیب و الشہادہ جانتے ہوئے یہ عرض کرتا ہے: ”کہ مجھے حاشا و کلاً حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے تابعداروں اور محبوں سے کوئی نفرت نہیں بلکہ میں تو آپ کی محبت و اطاعت والے مذہب پر جینا اور مرنا چاہتا ہوں اور اہل سنت کی نجات اور ایمان اس سے والبتہ ہے۔ ہماری جنگ یا زبانی اور قلمی جہاد صرف ان منافقوں سے ہے جنہوں نے بنام شیعہ ایک پارٹی تو بنائی مگر آپ سے اور آپ کی اولاد سے مسلسل غداریاں اور جنگیں کیں اور ان کو کسی میدان میں کامیاب نہ ہونے دیا یا آپ کو خدا اور رسول کا مرتبہ دیا یا حق کو اور صاف باطن شریف و معزز مسلمان بھی نہ پہنے دیا۔ کلمہ اسلام بدلا، رسول خدا کو ناکام کہا۔ تمام صحابہ کرام کو معاذ اللہ مرتد اور جھوٹا کہا۔ قرآن و سنت کی حقانیت پر حملے کیے۔ ازواج رسول، اصحاب رسول اور خاندان رسول سے علانیہ دشمنی کو اپنا مذہب بنایا۔ بنات طاہرات کے نسب پاک پر تہمت لگائی۔ کفار سے مل کر تمام امت محمدیہ سے فتوحات کا انتقام لیا۔ شرک و بدعت کی علمبرداری کی۔ متعہ اور فرج عاریت کی اجازت دے کر عصمت فروشی اور عیاشی کو مسلم معاشرہ میں پھیلا دیا۔ ماتم اور دین کے ذریعے جھوٹ کی تشہیر کی۔ مسلم سوسائٹی کو دشمنی اور فرقہ پرستی میں پھنسا دیا۔ زوال ملت اسلامیہ اسی طبقہ کے کردار کا نام ہے۔

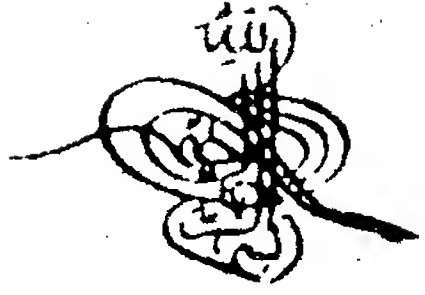
اگر اب بھی دعوے داران اسلام اپنی خود ساختہ رسوم اور شرک و بدعت والے مذاہب چھوڑ دیں۔ ظالم ہو کر مظلومی کا پر و پیگندہ بند کر دیں۔ قرآن و سنت اور خلفاء راشدین کی تعلیم کے مطابق اپنی اپنی اصلاح کر لیں تو فرقہ پرستی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اتحاد بین المسلمین کی منزل مقصود حاصل ہو جاتی ہے۔ شیعہ حضرات حضرت علیؑ کے بچے پیر و کاربن جائیں تجاویزات گرا دیں ہمارے بھائی بن جائیں گے سنی حضرات قرآن و سنت اور چاروں خلفاء راشدین اور اسوۂ صحابہ کرام کو اپنائیں غلو اور بدعت پرستی چھوڑ دیں اسی میں ان کی نجات ہے۔ غور کیجئے عاشق صادق رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سنت رسول سے سزا و تجاویز نہیں فرماتے اور منافقوں مرتدوں زکوٰۃ کے منکروں اور ختم نبوت کے ڈاکوؤں سے جہاد فرماتے ہیں اب ان کا نام یواہل

پرستوں سے اتحاد کیسے کرے؟ علیہ دار توحید حق و باطل میں فاروق، حجرِ اسود کو خطاب کر کے کہتے ہیں تو ایک پتھر ہے نفع یا نقصان نہیں دے سکتا۔ اگر رسولِ خدا نے تجھے نہ چما ہوتا ہم نہ چومتے۔“

بیعت رضوان والے مبارک شجرہ کو ناپید کر دیتے ہیں تاکہ تو ہم پرستِ سلمان اس کی پوجا میں نہ لگ جائیں۔ کیا عمر فاروق کا عقیدت کشی سنی، قبر پرستی اور غیر خدا کے ندائیہ نعروں میں مبتلا ہو سکتا ہے؟ جس ذوالنورین نے اپنی غنا و سخاوت سے اسلام اور مسلمانوں کا دامن مالا مال کر دیا۔ امن و انصاف والے اپنے دورِ حکومت میں سب رعایا کو فقر و فاقہ سے نجات دے دی کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا کوئی نہ ملتا تھا۔ مسلمان کیونرم کی طرف کیوں بھاگتے ہیں؟ اپنی سرمایہ داری ذبح کر کے ایسا زریہ دورِ حکومت و خلافت کیوں قائم نہیں کرنا چاہتے؟ جس شیرِ علیؑ نے اپنے ان ۱۰ جباروں کو زندہ آگ میں جرم ارتداد میں جلا کر توحید کی حفاظت کی۔ کہ وہ آپؐ کو رب، کار ساز، مشکل کشا اور دوزخ و جنت کا مالک کہتے تھے۔ ان کے نام لیوا آج اسی سبائی شرک میں کیوں مبتلا ہو چکے ہیں؟

آج بھی ہم تمام مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ خدا را اپنی اصل منزل "خلافتِ راشدہ" کی طرف لوٹ آئیں۔ جس سے وہ بھٹک چکے ہیں اور نظامِ خلافتِ راشدہ کی روشنی میں قرآن و سنت اور فقہ اسلامی کا نظام جاری فرمائیں۔ پاکستان کی بقا اور استحکام اسی میں مضمر ہے یہاں ہماری حکومت بھی دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ محض انگریزی راج سے ہم پر حکومت نہ کئے مسلمان خدا خوف اور صحیح العقیدہ افسران کے ذریعے فرقہ بندی کے بت توڑے ہر گز بھی اور بدعت کے لیے لائسنس جاری نہ کرے بلکہ ہر مذہبی اور سیاسی جماعت کو دو مستند خدا ترس علماء دین کی کمیٹی بنائے۔ ہائی کورٹ، سپریم کورٹ وفاق شرعی کورٹ کے دیندار ممتاز ججوں کا پینل ان کا معاون بنائے۔ سعودی عرب، مصر، شام، مراکش، عراق، ایران، انڈیا سے ممتاز مذہبی اسکالرز کو الے قرآن و سنت اور تعلیمات صحابہ و اہل بیت کے مطابق فرقہ وارانہ مسائل کا تصفیہ کرا لے خلاف شرع رسومات و بدعات پر پابندی لگا دے۔ یہاں عملائے شیعہ کو وہ حقوق دے جو ایران نے اہل سنت کو دیئے۔ قانون قصاص و دیت رائج کر کے ملکی اور بین الاقوامی منظم کا خاتمہ کرے۔ کلیدی آسامیاں صرف مسلمانوں اور خلفاء راشدین کے پیروکاروں کے لیے مختص کر دے اقلیتوں کو ان کی تعداد کے مطابق ملازمت کا کوٹہ دے۔ ذرائع ابلاغ سے فرقہ واریت کی تبلیغ بند کرے۔ تمام ناجائز کاروبار بند کر کے متاثرین کو گزارہ الاؤنس دے اور جائز کاروبار نکال کر اسلام کا معاشی نظام رائج کرے۔ ہر فرقہ کو اصل تعلیم کا پابند کرے ورنہ اسے بین کر دے۔ اور

(مؤلف)



الحمد لله رب العلمین حمد امکافیا لنعمہ علی
جميع المومنین والصلوة والسلام علی افضل
خلقه محمد سید الرسل وخاتم النبیین والمعصومین
الذی جعلہ ہادیا وبشیرا ونذیرا لکافة الانس
والجن الی یوم النشور والدين وعلی الہ واصحابہ وخلفاءہ
وازواجه من الہن بیتہ وعشیرتہ الاقربین وعلی اتباعہ
والنصارہ وامتہ المتقین ہم اعداء الکافرین والمنافقین۔

مقدمہ

دین اسلام دینِ فطرت ہے۔ بنی نوعِ انسان کی فلاح و بہبود کے لیے خود خالق کائنات نے اسے اتارا ہے اور واجب العمل دستور اور عالمی منشور قرار دیا ہے۔ دینِ دُنا آخرت دونوں جہانوں سے مربوط ہے۔ انسان کی تمام مادی اور روحانی مشکلات کا حل پیش کرتا ہے یہ زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے۔ زندگی کی روح اور اس کی قوت محرکہ ہے۔ صحیح و غلط کے امتیاز کی کوئی ہے۔ اسی نے انسان کو جنگلوں اور غاروں سے نکال کر شہر کا نوگر بنایا۔ جانوروں اور درندوں کی صفات سے مبرا کر کے تہذیب و تمدن کا تاج اس کے سر پر رکھا۔ ظلم، بربریت، شقاوت و جہالت کی ہیما نہ صفات سے اسے نجات دے کر معزز انسان کے اوجِ شرافت پر پہنچایا۔

یہ دین اسلام ایک صحت مند معاشرہ تشکیل کرتا ہے۔ حقوق و ذرائع کی حفاظت کا ذمہ دار ٹھہرتا ہے۔ ماں باپ، اہل و عیال، ماکم و محکوم، کاشت کار و زمین دار، مزدور و کارخانہ دار، غریب اور سرمایہ دار وغیرہ طبقات میں حقوق العباد کی وضاحت کر کے ایک ایسا لافانی اخلاقی نصب العین اور طریق زندگی متعین کرتا ہے کہ مسلم اور انسانی معاشرے کے تمام افراد بشر طویل شیر و شکر بن کر رہتے ہیں۔ ایک دوسرے کو اپنا ہم درداور بھائی تصور کرتے ہیں۔ اپنے فرائض کی بجا آوری اس طرح کرتے ہیں کہ دوسروں کو حقوق لینے کے لیے مطالبات یا ایجنڈیشن کی ضرورت ہی نہیں پڑتی بلکہ اسلامی معاشرہ کے افراد کی تمام مسماعی، خواہ وہ میدانوں میں ہوں یا پہاڑوں میں، متمدن شہروں میں ہوں یا دور افتادہ قصبات و دیہات میں۔ ایک مرکز کی طرف رجوع کرتی ہیں۔

اسلام کی نگاہ میں دنیا و آخرت دونوں ایک ہی سلسلے کی دو کڑیاں ہیں اور ایک سفر کے دو مرحلے ہیں:

پہلا مرحلہ عمل اور کوشش کا ہے جو دفتر دنیا کی ایک ڈیوٹی ہے دوسرا مرحلہ نتائج و ثمرات کا ہے جو مالک یوم الدین اور شہنشاہ حکم الجاکین بروز قیامت اپنے بندوں کو عطا فرمائیں گے جیسا عمل اس دنیا میں کیا جائے گا ویسا ہی بدلہ اور نتیجہ اسے آخرت میں ملے گا۔

از مکافات عمل غافل مشو گندم از گندم بروید جو ز جو

”جیسی کرنی ویسی بھرنی“ دونوں جہانوں کا خلاصہ اور لب لباب ہے اور دین اسلام ہی اس مرحلے میں کامیابی کا ضامن ہے۔ یہ دین تقریباً سو لاکھ انبیاء علیہم السلام نے پیش فرمایا ان کے اصحاب و پیروکاروں نے اسے عمل تبلیغ سے جلا بخشی۔ سب سے آخر میں خاتم النبیین و المعصومین محبوب رب العالمین، سید المرسلین حضرت محمد رسول اللہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ وسلم علیہ و آلہ و اصحابہ اجمعین نے اسے نہایت مکمل اور منظم شکل میں چلا کر دکھایا قدوسی صفت آپ کے صحابہ کرام اور خلفاء راشدین عظام نے اپنے سکوتی کردار، حسن عمل اور فتوحات و تعلیمات کے ذریعے اسے دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا۔ کروڑوں انسانوں کو بت پرستی اور معظّم انسانوں کی پوجا سے چھڑا کر خدائے وحدہ لا شریک کے آگے سجدہ کیا۔ ظلم کے شکنجے میں گرفتار

انسانیت کو نجات دلائی اور نظام عدل و انصاف کے دامن میں ان کو پناہ دی۔ انھوں نے علامتہ ثابت کر دکھایا کہ سچا دین اسلام وہی ہے جو قرآن و سنت کے اصول اور خلفاء راشدین کے نظام حکومت کے مطابق ہو ان کے فتاویٰ جات، تشریحات، سکینیں اور تدبیریں اسلام کی صداقت کی منہ لولتی تصویریں ہیں۔ بنی نوع انسان کی تعمیر و ترقی اور فلاح داریں کی ضامن ہیں۔ سنت اللہ، سنت رسول اور تدبیر کا ایک ایک ورق اس پر گواہ ہے۔ حق و باطل کی آریزش روزِ اول سے چلی آرہی ہے۔ دل کی بیماریوں میں سے ”حسد“ ایسی خطرناک بیماری ہے کہ تمام اعمالِ صالحہ کو ایسے جلا کر راکھ کر دیتی ہے جیسے آگ لکڑیوں کو انگارے بنا دیتی ہے۔ اسی حسد نے بڑے بڑے مشاہیر کو کفر و ظلمت کی وادی میں دھکیلا۔ دشمنی نے حسد سے جنم لیا اور سب سے پہلا قتل ناحق حسد کی بدولت ہوا۔ حسد کی وجہ سے رؤساء و قلیش صادق و امین اور رؤف و رحیم پیغمبرِ رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم پر ایمان لانے سے محروم رہے۔ اسی جلنے کڑھنے کے رد عمل میں مدینہ طیبہ کا معزز سردار عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین سے ملقب ہوا۔ یہودیوں نے اپنی کتابوں میں خاتم النبیین پیغمبر صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی صفات جاننے بھاننے کے باوجود حسد میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا۔

اسلام جب اپنے محسنین تلامذہ نبوت، خلفاء راشدین کی وجہ سے باہم عروج پر پہنچا معلوم کر کہ ارضی کے چپے چپے

مذہب شیعہ کا آغاز و تعارف

پر چھا گیا۔ بڑی بڑی متمدن فارس و روم کی حکومتیں بیونہ خاک ہو گئیں تو یہود و مجوس منافقین اسلام میں داخل ہوئے اور حسد و نفاق کی وجہ سے اسلام سے انتقام کی ٹھانی۔ ان کا سرخرو صنعا میں کا عبداللہ بن سبار یہودی عالم تھا۔ جو صحابہ دشمنی، تعلیم نبوت سے بیزاری، خلفاء

مسحہ شیعہ کتاب رجال کشی ص ۱۷ مطبوعہ بیروت ابن سبار کے حالات میں لکھا ہے۔ ”اہل علم کا بیان ہے کہ عبداللہ بن سبار یہودی تھا۔ پھر اسلام قبول کیا اور حضرت علی سے محبت کا اظہار کیا۔ وہ یہودیت کے رٹنے میں غلو کر کے حضرت یوشع بن نون کو موسیٰ علیہ السلام کا وصی مانتا تھا تو سلمان ہو کر اس نے رسول اللہ کی وفات کے بعد حضرت علی کے وصی ہونے کا عقیدہ نکالا یہ پلا شخص ہے جس نے حضرت علی کی امامت کا فرض نہ مانا مشہور کیا اور سب سے پہلے اس نے آپ کے دشمنوں سے تفریق کیا اور اسی نے ان کی مخالفت کی اور ان (خلفاء ثلاثہ) کو کافر قرار دیا۔ اسی نے منافقین شیعہ کہنے میں رہنمائی کی کہ بل و بیاد و بیت ہے“

و فاتحین اسلام کی کردار کشی اور ملی منافست پھیلانے میں "ابن ابی رئیس المنافقین کا پورا وارثہ جانشین تھا" اسی نے "حب اہل بیت" کے پرفریب نعرہ سے حضرت عثمانؓ کو شہید کرایا۔ دوبر مرقضوی میں شدید خونریزیوں کرائیں۔ اسی کے پیروکار ابن ملجم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کیا اتحادِ ملت کے دشمن اسی کے حواریوں نے سبطِ پیغمبر حضرت حسن المجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت امیر معاویہ کے ساتھ مصالحت و بیعت کر لینے کی وجہ سے مثل المومنین، مسود المسلیین، مومنوں کو روسیاء کرنے والے اور ان کی ناک کٹوانے والے القابات سے نوازا۔ (جلال العیون) اسی بد بخت گروہ نے ریحانہ بتولؓ حضرت حسینؓ مظلوم کو بلا کر غداری سے شہید کیا اور قافلہ اہل بیتؓ سے بد دعائیں لے کر روٹا پیٹنا اپنا مذہب بنا لیا۔ عبداللہ بن سبار اور اس کی پیروکار ذریت کے یہ اسلام سوز مسلم کش کارنامے تاریخ کی سب سے معتبر کتابوں کے علاوہ شیعہ کی علم اسرار الرجال کی کتابوں میں صراحت سے موجود ہیں۔ اس نے اپنی پرتقیہ، خفیہ تحریک سے صحابہ و اہل بیتؓ کے قتل کا ہی کام نہ لیا بلکہ اسلام کے اساسی عقائد پر تیشہ چلایا۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کو رب باور کرایا۔ یا علی مشکل کشا اور باعلی مدد کے نعرے اسی کا نتیجہ ہیں۔ امامت کا عقیدہ ایجاد کر کے ختم نبوت کا صفایا کیا۔ قرآن میں تحریف اور کمی و بیشی کا نظریہ ایجاد کر کے اسلام کی جڑ کاٹ دی سرمایہ نبوت، تمام صحابہ کرامؓ کو معاذ اللہ منافق، غاصب اور بے ایمان کہہ کر پیغمبر کی ناکامی اور اسلام کے جھٹلانے کا برملا اعلان کیا۔ امہات المومنینؓ، ازواجِ پیغمبرؓ اور بنات طاہراتؓ اور آپ کے سب سسرالی اور خاندانی رشتوں کی عظمت کا انکار کر کے "مقام اہل بیتؓ" کے نظریہ کو بھی تہس نہس کر دیا۔

عالم اسلام کے مشہور مفکر حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ "اسلام میں شیعیت کا آغاز" کے عنوان میں عبداللہ بن سبار کے تعارف میں فرماتے ہیں :-

اس خونی فضا میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چوتھے خلیفہ منتخب ہوئے آپ بلاشبہ خلیفہ برحق تھے امت مسلمہ میں اس وقت کوئی دوسری شخصیت نہیں تھی جو اس عظیم منصب کے لیے قابلِ ترجیح ہوتی لیکن حضرت عثمانؓ کی مطلوبانہ شہادت کے نتیجہ میں امت مسلمہ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئی اور فوبت باہم جنگ و قتال کی بھی آئی۔ جمل اور صفین کی دو جنگیں

ہوئیں۔ عبداللہ بن سبار کا پورا گروہ جس کی اچھی خاصی تعداد ہو گئی تھی، حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ تھا۔ اس زمانہ اور اس فضا میں اس کو پورا موقع ملا کہ لشکر کے بے علم اور کم فہم عوام کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت اور عقیدت کے عنوان سے غلو کی گراہی میں مبتلا کرے یہاں تک کہ اس نے کچھ سادہ لوحوں کو وہی سبق پڑھایا جو پولوس نے عیسائیوں کو پڑھایا تھا اور ان کا یہ عقیدہ ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس دنیا میں خدا کا روپ ہیں اور ان کے قالب میں خداوندی روح ہے اور گویا وہی خدا ہیں۔ کچھ جمغول کے کان میں یہ پھونکا کہ اللہ نے نبوت اور رسالت کے لیے دراصل حضرت علی بن ابی طالب کو منتخب کیا تھا۔ وہی اس کے اہل اور متحق تھے اور عامل وحی فرشتے جبریل امین کو ان ہی کے پاس بھیجا تھا لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا اور وہ غلطی سے وحی لے کر حضرت محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچ گئے۔ استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

مورخین نیچے بھی بیان کیا ہے کہ جب حضرت علی المرتضیٰ کے علم میں کسی طرح یہ بات آئی کہ ان کے لشکر کے کچھ لوگ ان کے بارے میں اس طرح کی باتیں چلا رہے ہیں تو آپ نے ان شیاطین کو قتل کر دینے اور لوگوں کی عبرت کے لیے آگ میں ڈلوا دینے کا ارادہ فرمایا، لیکن اپنے چچا زاد بھائی اور خاص رفیق و مشیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ان جیسے اور لوگوں

لے یہ بات بلا غلط اور من و عن توہم معلوم نہیں شیعہ کی کس کتاب میں ہے تاہم قاضی نور اللہ ثورستری نے مجالس المؤمنین میں بعض شیعوں کا یہ عقیدہ نقل کیا ہے۔ غلط الامین فجاوز صاعن حیدر۔ کہ جبریل امین نے غلطی کی کہ وحی و شریعت حیدر کے بجائے محمدؐ تک پہنچادی۔ اغلب یہ ہے کہ بطور تفسیر اس کفریہ قول کو چھپا دیا گیا ہے۔ برملا کہتے اور دیکھتے نہیں ورنہ عقیدہ ہر امامی اثنا عشری شیعہ کا یہی ہے کہ چونکہ وہ صحابہ رسول کو منافق اور شیعہ علی کو مومن کہتے ہیں معجزہ رسول قرآن کو محرف بلا امام ناقابلِ عمل اور بے محبت کہتے ہیں۔ صحیفہ نوح البلاغہ کو مقدس اور واجبِ اہل جانتے ہیں۔ خاص رسول اللہ کی طرف منسوب تمام چیزوں سے نفرت و تبرک کہتے ہیں حضرت علیؓ کی نسبت تمام چیزوں سے تولا اور محبت کرتے ہیں رسول پاک کی تعلیم و ہدایت سے ہر صحابہ کو بھی مومن و جنتی نہیں مانتے۔ علیؓ کی نسبت لاقعد و لوگوں کو مومن و جنتی کہتے ہیں۔ یہی نبوت و ہدایت کو حضور سے کاٹ کر حضرت علیؓ کو نبی و ہادی مانا ہے۔

مشرق پر اس وقت کے خاص حالات میں اس کارروائی کو دوسرے مناسب وقت کے لیے ملتوی کر دیا۔

بہر حال جبل و صغین کی جنگوں میں عبداللہ بن سبار اور اس کے چلیوں کو اس وقت کی خاص فضا سے فائدہ اٹھا کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر میں ان کے بارے میں غلو کی گمراہی پھیلانے کا پورا پورا موقع ملا اور اس کے بعد جب آپ نے عراق کے علاقہ میں کوفہ کو اپنا دار الحکومت بنالیا تو یہ علاقہ اس گروہ کی سرگرمیوں کا خاص مرکز بن گیا اور چونکہ مختلف اسیات اور وجوہ کی بنا پر جن کو مورخین نے بیان کیا ہے اس علاقہ کے لوگوں میں ایسے غالبانہ اور گمراہانہ افکار و نظریات کے قبول کرنے کی زیادہ صلاحیت تھی اس لیے یہاں اس گروہ کو اپنے مشن میں زیادہ کامیابی ہوئی۔ (گویا یہ علاقہ شیعیت کا گڑھ بن گیا۔) ایرانی انقلاب ۱۰۸۰ء، ۱۰۹۱ء۔

گو ابن سبائہم ہو گیا لیکن محبت اہل بیت کی آڑ میں اس کا سبائی گروہ اور کفریہ نظریات چلتے رہے۔ خارجی اور شیعہ کے نام سے یہ دو گروہ بن گئے اور اسلام اور مسلمانوں کو زبردست نقصان پہنچایا۔ ان کا اصل مذہب تو سیاست اور امت مسلمہ کو تباہ کرنا تھا۔ جیسے ہم مغرب بیان کریں گے لیکن ایک روپ مذہب کا بھی دھارا اور عقائد، اعمال، اخلاقیات میں افراط و غلو اختیار کیا۔ اصول اور فروع دین میں تشکیک پیدا کرنے کے لیے فضول مباحث اور کھانی مجادلات کا دروازہ کھول دیا۔ اسی اختلاف و شقاق سے وہ اپنے مذہبی وجود کا بھرم باقی رکھے ہوئے ہیں عبدالکریم مشتاق رافضی کا یہ رسالہ فروع دین میں نے سنی مذہب کیوں چھوڑا، مع مذہب سنیہ پر ہزار سوال: اسی کفریہ پالیسی کا مظہر ہے۔ جس کا تحقیقی الزامی، تشیع کش کامیاب

لے صحیح بات یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے ان مشرک سائیں کو آگ میں جلا دیا تھا۔ جیسے بخاری اور ابن تیمیہ کی منہاج السنہ میں ملاحظہ ہے شیعہ کی رجال کشی میں امام جعفر صادقؑ نے: آدمیوں کے جلانے کا ذکر فرمایا ہے اور کہتے تھے کہ اے علیؑ تیرے رب ہونے کا ہمیں یقین ہو گیا کہ آگ کا عذاب خدا کے سوا کوئی نہیں دیتا یا خود ابن سبائہ مردود کو ابن عباسؓ کے مشورہ سے جلایا نہیں ورنہ سب سبائی لشکر آپ سے بغاوت کر دیتا۔ اسے بد دعا دے کر جنگل میں ہانک دیا وہ بنی اسرائیل کے سامری کی طرح لامسباس مجھے ہاتھ نہ لھاؤ۔ کہہ کر باطل ہو گیا اور درندوں کا قہر بن گیا۔ لعنتہ اللہ علیہ وعلیٰ شیعہ واتباعہ اجمعین۔ مؤلف۔

جواب ہم نے اپنی اس کتاب میں دے دیا ہے ہم مناسب جانتے ہیں کہ اس گروہ کا سیاسی چہرہ بھی بے نقاب کر دیا جائے اور سادہ لوح مسلمانوں کو ان کے شر سے حتی الامکان بچایا جائے۔ ”فخر الاسلام“ میں علامہ احمد امین مہری نے لکھا ہے کہ پہلی اور دوسری صدی میں جو شخص یا گروہ اسلام پر حملہ آور ہوتا وہ اہل تشیع کے کیمپ میں آجاتا اور تقہ اور حب اہل بیت کی آڑ میں اسلام کی جڑوں کو کاٹتا۔ اسی کی تائید پروفیسر محمد منور نے کی ہے۔ اقتباس ۲۳ ب ملاحظہ فرمائیں۔ منت شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے منہاج السنہ میں لکھا ہے کہ شیعہ روز اقل سے مسلمانوں کے دشمن چلے آ رہے ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ مسلمانوں کے دشمنوں کا ساتھ دے اہل اسلام سے جنگ لڑی ہے۔ ان کی ساری تاریخ سیاہ اور ظلمت ظلم سے معمور ہے۔“

نیز فرماتے ہیں شیعہ نقلی دلائل پیش کرنے میں اکذب اللہ انہیں اور عقلی دلائل کے ذکر و بیان میں اہل الناس۔ یہی وجہ ہے کہ علماء انھیں اہل الطوائف کہتے چلے آئے ہیں۔ ان کے ہاتھوں اسلام کو پیچھے والے نقصان کا علم صرف رب العالمین کو ہے۔ امام غزالی، باطنیہ اور نصیریہ ایسے گمراہ فرقے اسلام میں شیعہ ہی کے دروازہ سے داخل ہوئے کفار و مرتدین بھی شیعہ کی راہ پر گامزن ہو کر اسلامی دیار و بلاد پر چھا گئے۔ مسلم خواتین کی آبروریزی کی اور ناحق خون بہایا۔۔۔۔۔ شیعہ خبیث باطن اور ہوائے نفس میں یہود سے ملتے جلتے اور غلو و جہل میں نصاریٰ کے ہمناویں۔ (الفتنی من المنہاج اردو مشہور مطبوعہ گوجرانوالہ)

اس کی تازہ مثال پاکستان میں شریعت بل ۱۹۸۶ء کی مخالفت ہے۔ آل شیعہ پارٹیز فیڈریشن نے ۶ اپریل اور ۱۹ اپریل کے اخبارات جنگ وغیرہ میں یہ پریس کانفرنس شائع کرائی ہے ”اگر شریعت بل نافذ کیا گیا تو شیعہ اس کی بھرپور مزاحمت کریں گے۔ قربانی دیں گے اور اسلام کے شہدائی سوشلزم اپنانے پر مجبور ہوں گے“ یعنی قرآن و سنت اجماع امت اور قانون شرع پر مبنی مسلمانوں کا اپنا اسلامی نظام ہرگز گوارا نہیں ہے۔ اس کے آنے پر مرثیہ منظور ہے مگر تائید نہیں کریں گے۔ سوشلزم کا، خدا و مذہب کے انکار پر مبنی نظام قبول ہے۔ اس چہرہ العجیبیت؟ انگریز کے قانون میں ایک صدی عیش و عشرت سے بسر کی نہ اس کے خلاف آواز اٹھائی نہ فقہ جعفریہ کے نفاذ کا مطالبہ کیا۔ جب سینیٹیں سال بعد پاکستان میں صدر محمد منیر الحق نے نفاذ

اسلام کی بات کی تو کھلے مخالف ہو گئے۔ اسلام آباد کا گھیراؤ کیا۔ فقہ جعفریہ کا مطالبہ لے آئے عشرہ زکوٰۃ کا انکار کیا۔ حدود شرعیہ سے خود کو مستثنیٰ کر لیا۔ اب لفاظی و شریعت سے خائف ہیں اور مسلم کش ہر دسی نظام سوشلزم اور کمیونزم سے معاف کر رہے ہیں۔ کوئی کیسے باور کرے کہ یہ مسلمان ہیں؟ تو کیسے مسلمان ہیں؟

اب ذرا مختصراً ان کی اسلام سے غداری مسلم کشی اور کفار شیعہ کی سیاسی تاریخ سے دوستی اور موالات کو ملاحظہ فرمائیں:-

۱۔ ابولولو مجوسی ایرانی نے شہزادہ ہرمزان کی سازش سے مراد نبوت، فاتح اسلام، خیر رسول اور داماد مرفعی حضرت عمر فاروقؓ کو شہید کیا۔ شیعہ اس دن عید مناتے ہیں اور قاتل عمر فیروز کو بابا شجاع کہہ کر فیروزہ نامی انگوٹھی کو تبرک جانتے ہیں۔

۲۔ حضرت عثمان ذوالنورینؓ کو جن سبائی بلوائیوں نے شہید کیا ان کو اپنا پہلا شیعہ گروہ اور متقی و صالح جانتے ہیں حالانکہ اسلام کا بڑا حادثہ یہی ہے۔

۳۔ جنگ جمل وصفین میں طلحہ و زبیرؓ اور ہزاعہ و ابیہؓ کا قاتل ہی گروہ ہے۔ ان اہم حادثات پر خوش ہیں کبھی ماتی مجلس قائم نہیں کی ہے۔

۴۔ نہروان میں حضرت علیؓ سے جنگ کرنے والے خارجی اسی گروہ سے تھے جنہوں نے حضرت علیؓ کے شوریٰ فیصلہ کے برخلاف۔ ان الحکم الا للہ حکومت صرف خدا کے مقرر کرنے سے ملتی ہے؟ کا نعروں لگایا۔ آج بھی شیعہ کا یہ نعروں ہے کہ امامت و خلافت خدا کی نص اور مقرر کرنے سے ملتی ہے۔ شوری اور سناؤا کے اسباب نے نہیں ملتی۔ شیعہ حضرت امیر معاویہؓ کی تو خوب مذمت کرتے ہیں مگر ان محاربان اہل خارجوں کی نہیں کرتے۔ آخر مذہبی برادری کے سوا اور کیا راز ہو سکتا ہے؟

۵۔ قاتل علی ابن ابی طالبؓ اور شیعہ اور مصری بلوائی تھا۔ اس کے پنے کسی عمل کی شیعہ مذمت نہیں کرتے۔ اب نمازوں کے بعد اس پر لعنتیں نہیں کرتے جیسے معاذ اللہ خلفائے ثلاثہ اکابر معارف پر کرتے ہیں۔ اس کا راز اس کا شیعہ بھائی ہونا نہیں تو اور کیا ہے؟

۶۔ اہل بیتؑ پر مظالم | حجاج طبری، منتقی الامال، جلال الہیون وغیرہ کتب شیعہ میں صراحت

ہے کہ جب حضرت حسن المجتبیٰؑ نے اپنے نانا کی پیشین گوئی اور رضا کے مطابق حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت و مصالحت کر لی۔ سب مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے وہ سال عام الجماعۃ کہلایا تو اتحاد ملی کے دشمن شیعہ حضرت حسنؑ سے ناراض ہو گئے۔ آپ کو بہت کوسا اور ملعون کیا۔ اس کی مدائے بازگشت آج بھی شیعہ ایرانیوں میں آکر ہی ہے کہ حسنؑ صرف امامت در اولاد سے ہی محروم نہ ہوئے بلکہ ان کے کسی مخصوص کمال اور بزرگی پر نہ کوئی تقریب و مجلس منعقد ہوتی ہے نہ کوئی نام نہاد خلیفہ آل محمدؐ اس عظیم کارنامہ اتحاد پر آپ کو خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ پس بعد از وفات جنازہ پر ایک جھوٹا واقعہ مشہور کر کے غیروں کو خوب گالیاں دیتے ہیں مگر جن شیعوں نے حضرت حسنؑ پر قاتلانہ حملہ کیا، ران کاٹی، مال و اسباب لوٹا ان کی مذمت میں مجلس عزاء قائم نہیں کرتے؟

۷۔ حضرت امام حسینؑ کے ساتھ اس سبائی ٹولے کا سلوک شہرہ آفاق ہے دہرانے کی حاجت نہیں۔ ۸۔ قتل حسینؑ کے بعد یہ لوگ نام اودنا متب ہوئے تاریخ میں ان کا لقب تو ابین مشہور ہے۔ قاضی نور اللہ شوشتری لکھتے ہیں (قاتلان حسین) شیعہ ایک مدت کے بعد بیدار ہوئے۔ افسوس کھلایا۔ اپنے اوپر لعنت کی کہ دنیا و آخرت کا گھانا ہمارے نصیب ہوا۔ کیونکہ ہم نے امیر المؤمنین حسین علیہ السلام کو بلایا پھر ان پر ہم نے تلوار کھینچی اور ہماری بے وفائی سے ہوا جو کچھ ہوا۔ اس جماعت کے سردار ۵ اشخاص تھے۔ سلمان بن صدوق، اعلیٰ، مسیب بن نجہ، فراری، عبداللہ بن سعد ازدی، عبداللہ بن دال تمیمی، رفاعہ بن شداد۔ اور یہ پانچوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاص اور معروف شیعہ تھے۔ (مجالس المؤمنین ص ۲۲۳ مجلس ہشتم در ذکر ملوک نامدار)

۹۔ ان تو ابین نے پھر جو ظلم و بربریت پھیلانی اور عامۃ الناس کا قتل عام کیا ایک طویل بحث اسی مجالس المؤمنین میں موجود ہے۔

۱۰۔ چند سالوں کے بعد انتقام حسینؑ کے بہانے بدترین ظالم مختار بن عبید ثقفی اٹھا۔ شہر منار مسلمانوں کا قتل عام کر کے کوفہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ شرح دیوان مرقضوی میں حسن عسکری کی روایت سے مقتولین کی تعداد ۸۰۳۰۱ ہے۔ (مجالس المؤمنین ص ۲۵۱)۔ آج بھی شیعہ اسے ناصر آل حسین کہہ کر قومی ہیرو مانتے ہیں۔ حالانکہ یہ حسن المجتبیٰؑ کو گرفتار کر کے دشمنوں کے سپرد کرنا چاہتا تھا۔ لیکن چچانے اسے ڈانٹ دیا۔ حضرت حسنؑ کے ساتھ غداری کی۔ پھر نبوت کا

دعویٰ دار ہوا۔ محمد بن الحنفیہ کو اپنا امام بتایا۔ (حالانکہ مذہب شیعہ میں غیر امام کو امام کہنا بڑا کفر و شرک ہے) ان کے نام سے دولت جمع کی۔ حضرت زین العابدینؑ اور محمد باقرؑ نے اس پر ہچکچا کر کی اور اسے بے دین بتایا۔ (سب حوالہ بات ہم سنی کیوں ہیں؟ میں دیکھئے) لیکن شیعہ کو ہر سفاک سے پیلا ہے خواہ وہ بد عقیدہ اور ملعون ہو۔ یہ فتنہ حضرت مصعب بن زبیرؓ نے ختم کیا تھا۔

۱۱۔ حضرت زید شہید بن علی زین العابدینؑ جو فاضل سادات میں سے تھے۔ ظالم حکام کے خلاف اٹھے۔ چالیس ہزار کا لشکر تیار کیا۔ عین موقع پر ان کو فنی شیعوں نے غداری کی اور کہا کہ تباہی دیں گے جب حضرت ابو بکر و عمرؓ سے تبرا کرو گے۔ حضرت زیدؑ نے فرمایا وہ تو میرے بزرگ ابا و عموں میں ان سے کیسے تبرا کروں؟ تو یہ سب ساتھ چھوڑ گئے۔ حضرت نے فرمایا: یَقْتُولُ رَفِضَتِمْوَنی "اے میری قوم تم نے میری بیعت کر کے مجھے چھوڑ دیا" اسی وجہ سے شیعوں کا لقب رافضی مشہور ہوا۔ (مجالس المؤمنین ص ۲۵۶) حضرت زیدؑ چند افراد کے ساتھ تہارٹے اور شہید ہو گئے۔ اثناعشری اور جعفری شیعوں کو کج بھی حضرت زیدؑ سے نفرت و دشمنی ہے اور مختار سفاک سے محبت ہے۔ بے دینوں کا ساتھ دے کر قتل عام کرتے ہیں اور اہل بیتؑ کو بے یار و مددگار چھوڑ کر قتل کراتے ہیں اور خود صحابہ کرامؓ کے تبرائیں لعنتی بن جلتے ہیں۔ اس لیے یہ کہنا بالکل ربحی ہے کہ شیعہ اسلام اور اہل بیت کے غدار و دشمن ہیں۔ مختار اور غمینی جیسے ظالموں کے طرف دار ہیں۔

۱۲۔ بنو امیہ کے خلاف جو ایرانیوں نے بنو عباس کے ساتھ مل کر تحریک چلائی اور پھر خونی انقلاب آیا۔ لاکھوں مسلمان تہ تیغ ہوئے اور بعض عباسی بادشاہوں کا لقب بھی۔ سفلح "بہت خون ریز" پڑ گیا۔ ان سب کا مشیر و وزیر اور درپردہ قاتل ابوسلم فرسانی تھا جو کٹر شیعہ تھا اور بنو عباس سے اسی نے سب ظلم کرائے۔ شیعہ آج بھی اس سے محبت کرتے ہیں بشو ستری نے اسے سلاطین کی فہرست میں شمار کیا ہے۔

۱۳۔ مفاد کی دوستی اور وقتی انتہائی اتفاق و اتحاد کبھی پائیدار نہیں ہوتا۔ بنو امیہ دشمنی میں تو یہ علوی عباسی اتحاد ہاں محجب بنو عباس کو اقتدار مل گیا اور علوی مجروح رہے تو یہی مفاد کا کاروانیہ علویوں نے بنو عباس کے ساتھ شروع کر دیں۔ شو ستری لکھتے ہیں "علویوں نے کوفہ میں عباسیوں کے تمام گھروں کو لوٹ لیا۔ ان کا تمام مال و اسباب اور مکانات برباد کر دیئے اور بہت سے

بچے کچے (جو جاگ نہ سکے) عباسیوں کو ملویوں نے ملو ڈالا۔ خانہ کعبہ کے خزانہ کو بنو عباس اور ان کے طرف داروں کے مالوں سمیت، اپنے قبضے میں لیا اور لشکر میں تقسیم کر دیا۔ جعفر صادق کے پوتے موسیٰ کاظم کے بیٹے زید نے عباسیوں اور بصریوں کے گھروں کو آگ لگائی کہ اس کا لقب "زید ناز" پڑ گیا۔ (مجالس المؤمنین ص ۲۵۶) ذرا دیانت سے غور فرمائیں۔ سادات کے سے یہ مظالم کسی اموی حاکم نے بھی کیے؟

بنو بویہ کے مظالم ۱۴۔ ابوسلم فرسانی عباسی دور میں تقریباً سیاح و سفید کا مالک ہو گیا۔ عباسی حکمران کٹر ہتھی بن کر رہ گئے اور بنو بویہ کا شیعہ خاندان حمایہ برابر اقدار لگیا۔ بکیرہ اخضر کے حامل پر یہ مجبور تھے۔ بویہ کے تین بیٹے فوجی تربیت پا کر قبیلہ کے دشمن ہو گئے۔ غنہ گردی اور قتل و غارت سے جہنمی ایران، شیراز پھر سب ایران پر قبضہ کر کے بغداد پر حملہ کر دیا۔ خلیفہ متکفی باللہ نے دُب کر اسے بغداد کا گورنر بنا دیا اور معز الدولہ کا لقب دیا۔ انھوں نے بغداد میں اپنا راج اتنا چلایا کہ خلیفہ کو برسرِ عام ڈنڈے ملدے کر قید کر لیا۔ ۴ سال بعد وہ قید میں مر گیا اور پھر برائے نام ایک شہزادے مطیع لدین اللہ کو خلیفہ بنا دیا۔ اپنی من مانی کارروائیوں پر اس سے دستِ کرا لیتے اور قتل عام کرتے۔ ان کا احمد معز الدولہ ظلم و سفاکی میں سب کو مات کر گیا۔ اس نے جبراً عاشورہ محرم کی چھٹی کرائی جو پہلے کبھی نہ ہوتی تھی۔ اہل سنت کی دکانیں بند کر کر تمام شیعہ مردوں اور عورتوں کو مکہ دیا کہ وہ سیاح لباس پہن کر روئیں پیشیں اور ماتم کریں۔ بغداد کی تمام مساجد کے دروازوں پر حضرت امیر معاویہؓ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ پر لعنتیں اور تبرے لکھوا دیئے۔ اہل سنت مٹا دیتے تھے، شیعہ پھر کھ دیتے تھے چنانچہ سنی شیعہ فسادات کی آگ بھڑک اٹھی۔ ہزاروں مسلمان اہل سنت شہید ہو گئے۔ یہ واقعہ ۳۵۲ھ کا ہے۔ شو ستری لکھتے ہیں: کہ یہ فتنہ اتنا بڑھ گیا کہ معز الدولہ دار السلام بغداد کے تمام سنی مسلمانوں کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا تو محمد بن مہلبی وزیر نے درخواست کی کہ معاویہؓ کے سوا لعنت کسی پر نہ کریں اور شخصی لعنتوں کے بجائے یہ کلمات لکھیں۔

لعن الله الظالمين لاول محمد رسول الله - ۴۱ سال معز الدولہ خلیفہ الخلفاء بنارہا اور عباسی خلیفہ معز الدولہ کا تابع بنارہا۔ (مجالس المؤمنین ص ۲۵۶)

۱۵۔ آل حمدان سے ایک شیعہ بادشاہ سیف الدولہ ہوا ہے۔ اس نے بھی تشیع کے نشر میں شام کے شریعت میں ہی ظالمانہ کارروائی کی۔ (ایضاً ص ۳۳)۔ جواب حافظ الاسد راضی کر رہا ہے۔

اسماعیلیوں کے مظالم | ۱۶۔ حضرت جعفر صادقؑ کے دو بیٹے تھے۔ اسماعیل اور مگر قنار النبی سے وہ باپ کے عہد حیات میں فوت ہو گیا تو شیعوں کا ایک گروہ اسماعیل اور ان کی اولاد میں امامت کا قائل ہوا۔ یہ آغا خانی اور اسماعیلیہ کہلاتے ہیں جن کا امام عبدالحکیم موجودہ آغاخان ہے ان کا مذہب اسلام سے بالکل مختلف ہے حتیٰ کہ اثنا عشری شیعہ بھی ان کو کافر مانتے ہیں۔ باقی شیعوں نے موسیٰ کاظم کو امام مانا اور اثنا عشری جعفری کہلائے۔ تاریخ گواہ ہے کہ بڑے میاں تو بڑے میاں، چھوٹے میاں سبحان اللہ۔ اسماعیلیوں نے بھی جب ذرا کچھ اقتدار پایا۔ مسلم کشی میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ ان کا ملحد لیڈر حسن بن صباح ظلم و بربریت میں شہر آفاق ہے۔ شوستری کہتے ہیں کہ اس شخص کے دور میں اس کی فدائی نامی جماعت کے ہاتھوں بہت سے اہل سنت و جماعت شہید کیے گئے۔ کیا بزرگ جو ایک اسماعیلی سردار تھا کے دور میں فدائیوں نے اہل سنت کی ایک بڑی جماعت کو شہید کیا۔ مقتولوں میں قاضی القضاۃ ابوسعید بھی تھے۔ ایک دوسرے اسماعیلی سردار دولت شاہ رئیس اصفہان نے مراغہ کے حاکم سنور کو خلیفہ عباسی سرشار کو تبریز کے رئیس کو، قزوین کے مفتی کو اور شوشی قوم کے خاص اکابر کی اکثریت کو فدائیوں کے ہاتھوں مروا ڈالا اور تیا محمد پسر کیا بزرگ کے دور میں خلیفہ عباسی کا بیٹا راشد مارا گیا اور بہت سے خاص خاص اہل سنت کے علماء، افسران قاضی حضرات قتل کیے گئے۔ مقتولوں کے ناموں کی تفصیل یعنی تواریخ میں سطور ہے۔ مؤلف (شوستری) کہتے ہیں کہ اہل سنت کے ساتھ ان مظالم کا نتیجہ یہ ہے کہ سنی اسماعیلیوں کو ملحد و زندق کہتے ہیں۔

۱۷۔ شیعوں کا ایک دور اقتدار فاطمین مصر کی حکومت ہے یہ لوگ اصل میں غلام تھے مگر ان کے مورث عبید اللہ مہدی مجوسی نے خود کو امام اسماعیل بن جعفر کا پڑپوتا ظاہر کر کے افریقہ کی بربری قوموں کو اپنا ہم نوا بنالیا اور بالآخر مصر کی حکومت پر قابض ہو گئے ان کا اقتدار دو سو برس تک رہا ظاہر علم دوست تھے۔ جامعہ الازہر ان کی یادگار ہے لیکن عام اسماعیلی باطنیہ اور ملائکہ تھے شیعوں کا یہ گروہ فدائیوں کے نام سے مسلمان امرار کو قتل کرتا تھا اور عالم اسلام میں ایک تنگہ غلیم پرا

کر رکھا تھا۔ ان فدائیوں سے لوگ بہت خائف و ترساں تھے ان ظالموں نے مسلمانوں کے عظیم فاتح و عادل سلطان صلاح الدین ایوبی کو بھی قتل کرنے کی سازش کی مگر وہ خدا کے فضل و کرم سے بچ گئے۔ (تاریخ اسلام نجیب آبادی ص ۳۳۶)

ہلاکوفوں کا بغداد پر حملہ | ۱۸۔ شیعی مظالم کا سب سے بڑا غونچاں حادثہ ہلاکوفوں کے قلم بند کرنا ہے۔ جب مغل تاتاری ہلاکوفوں ۶۵۴ھ میں مالک شرقیہ کی فتوحات کے لیے برصا تو شیعہ عالم تعمیر الدین طوسی ملاحدہ (اسماعیلیہ) کی قید سے آزاد ہو کر ہلاکوفوں سے مل گیا۔ بغداد کے شیعہ وزیر ابن علقمی نے موقع غنیمت جان کر ہلاکوفوں کو بغداد پر حملہ کی دعوت دی چنانچہ اس نے ۶۵۶ھ میں بغداد پر زبردست حملہ کیا۔ عباسی خلیفہ مستعصم کو اور اس کے صاحبزادوں ابوبکر و عبدالرحمن کو قتل کر دیا خواجہ فہر الدین کے شور سے خلیفہ عباسی کو اتنی بے دردی سے شہید کیا کہ اس کے ایک ایک عضو کو الگ الگ کاٹا۔ شوستری کہتے ہیں شیخان علی امہ معصومین کے بدلہ لینے سے خوب خوش ہو گئے۔ دجالس المؤمنین (ص ۴۲۲) لاکھوں مسلمان قتل ہوئے۔ دریائے دجلہ غنی ہو میں مارنے لگا۔ سدرے بازار لاشوں سے لٹے پڑے تھے۔ گھوڑے خون میں دھنس کر چل نہیں سکتے تھے۔ بڑے بڑے کتب خانے دریا برد ہو گئے کہ ان کی سیاہی سے دریا پھر ایک تہہ سیاہ ہو گیا۔ یہ تباہی سقوط و حاکم اور سقوط غرناطہ سے بہت بڑی تھی لیکن شیعہ وزیر اور طوسی عالم خوش ہیں کہ امہ معصومین کے خونی کا بدلہ ہو گیا خود کچھ اماموں میں سے شہید تو ۸۸۰ مخالفوں کو مقابلے میں مار کر ۲۰ ساتھیوں کے ہمراہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ تھے۔ خود قاتلوں (توابین و مختار قتل) نے ایک لاکھ مسلمان اسی بہانے سے ۷۰ تک مار ڈالے تھے۔ اب ساتویں صدی میں عباسیوں سے کون سا بدلہ امام لینا باقی تھا کہ کافروں سے عالم اسلام کو تباہ کر دیا؟

”عذر نگ بدراز گناہ“ کا مصداق شوستری نے اس حملہ اور تباہی کی وجہ یہ لکھی ہے کہ کرخ کے حملہ سے خلیفہ نے بحری کے وقت تبریز پر مشتمل ایک دُعا سنی۔ خلیفہ مشتعل ہو گیا اور محلہ کو تباہ کر دیا۔ پس ابن علقمی نے خلیفہ عباسی کو مروانے اور بغداد تباہ کرنے کی قسم کھالی۔ ذرا غور فرمائیں! یہ حملہ سازشوں اور تبرائی مجلسوں کا گروہ تھا۔ حتیٰ کہ بحری کے وقت خلیفہ خود مبارک یہ

تبرے سنا ہے تو انتہائی قدم اٹھاتا ہے اگر کوئی شیعوں کے گھر یا محلہ سے حضرت علیؑ و اہل بیتؑ پر کسی دشمن خارجی سے تباہی کلمات سنے اور انتہائی قدم اٹھائے یا شیعہ دارالافتار اس کے خلاف ایسی کارروائی کی اجازت دے گا؟ اگر نہیں تو کیا ابن علقمی اور طوسی کے اور آج اس کے مداحوں کے دشمن اسلام ہونے کی یہ کھلی دلیل نہیں ہے؟ یا فرض مان لیا جائے کہ خلیفہ کے انکسشن سے سو پچاس شیعوں گھرانے متاثر ہوئے، مگر کیا دنیا کا کوئی قانون یہ اجازت دیتا ہے کہ غیر ملکی کا فرط طاقت سے ساز باز کر کے اپنے ملک اور مسلمان قوم کو تباہ و برباد کر دیا جائے؟

اگر مسلمان ملکوں میں ذرہ بھر قومی یا دینی غیرت ہوتی تو وہ اس حادثہ کے بعد ان بارہ اکتین لوگوں سے ہوشیار رہتے نہ داخل حکومت کرتے نہ کلیدی آسامیوں پر فائز کرتے لیکن بد قسمتی یہ ہے کہ سقوط بغداد سے لے کر سقوط حاکمک مسلمانوں نے ہمیشہ ان پر اعتماد کر کے تباہی کا ڈنگ کھا لیا ہے جس کی تفصیل آ رہی ہے، اور پاکستان انہی تجربات سے گزر رہا ہے لیکن ہر بے ضمیر صحافی اور لامذہب سیاستدان ۹۵ ز اہل سنت کے مفادات کو داؤ پر لگا کر ۴-۵ ہزار کو راضی کرنے پر ہی تلا ہوا ہے۔ ایرانی انقلاب سے ۱۲-۱۳ لاکھ مسلمانوں کے قتل عام سے انھوں نے کچھ سبق حاصل نہیں کیا۔

۱۹۔ سقوط بغداد کی طرح خون کے آنسو رلانے والا بارہ لاکھ مسلمانوں شاہ تیمور لنگ کے مظالم کے قاتل تیوں لنگ رافضی کا مظالم اور بریت ہے جو اس نے بلا وجہ یورپ کے فاتح سلطان بایزید یلدرم عثمانی کے ساتھ کیا اور ایشیائے کوچک میں مسلمانوں کی سب سے بڑی سلطنت عثمانیہ کو تباہ کرنے کی ملعون کارروائی کی اور مفتوحہ یورپ پھر مسلمانوں کے قبضے سے نکل گیا۔ قیصر کے کئے پر تیمور اگر درپردہ انگریزوں کی حمایت میں یہ مسلم کش جنگ انگوڑہ نہ لڑتا اور سلطان سلیم کو شیر کی طرح لوہے کے جھگڑے میں قید کر کے جگہ جگہ نمائش و تذلیل کی یہ انسانیت سوز حرکت نہ کرتا تو تمام یورپ پر آج اسلام کا جھنڈا لہراتا ہوتا۔

تاریخ کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں :-

۱۔ سلطان بایزید فاں نے نیکوپولس کے میدان میں عیسائیوں کے ایک ایسے زبردست ہر ایک اعتبار سے مکمل و مضبوط لشکر کو شکست فاش دی کہ اس سے پہلے کسی میدان میں عیسائیوں کی اتنی زبردست طاقت جمع نہ ہو سکی تھی۔ سمجھنا شاہ ہنگری اپنی جان بچا کر لے گیا لیکن فرانس و

آسٹریا و اٹلی و ہنگری وغیرہ کے بڑے بڑے شہزادے نواب اور سپہ سالار قید ہوئے اور بعض میدان میں مارے گئے۔

۲۔ اس کے بعد وہ اپنی فوج لے کر یورپ میں پہنچا۔ ہنگری، آسٹریا، فرانس، جرمی اور اٹلی فتح کرنے کے عزم کے ساتھ یونان کا رخ کیا۔ پھر تھرموپلی کے درے میں سے فاتحانہ گذرنا سوا اتھنہ کی دیواروں کے نیچے جا پہنچا اور ۸۰۰ میں اٹھس کو فتح کر کے تین ہزار یونانیوں کو ایشیائے کوچک میں آباد ہونے کے لیے روانہ کیا اور اپنے سپہ سالاروں کو آسٹریا اور ہنگری کی طرف فوجیں دے کر روانہ کر دیا تھا جنھوں نے ان ملکوں کے اکثر حصوں کو فتح کر لیا تھا۔

۳۔ سلطان بایزید فاں یلدرم جب یونان اور اٹھس وغیرہ کو فتح کر چکا اور قیصر روم کا حال بہت پتلا ہونے لگا تو اس نے اپنی امداد کے لیے فوراً قاصد کو خط دے کر تیمور کی خدمت میں روانہ کیا۔ خط کے مضمون نے اس کے دل پر ایسا اثر کیا کہ اس کا دل ہندوستان سے اُچاٹ ہو گیا اور وہ اس نو مفتوحہ ملک کو بلا کسی معقول انتظام کے ویسے ہی چھوڑ کر ہر دوار سے پنجاب اور پھر سمرقند کی جانب روانہ ہوا۔ ہندوستان کے ایک لاکھ قیدی گراں باز سمجھ کر راستے میں قتل کر دیئے پھر سمرقند سے روانہ ہو کر اور ایشیائے کوچک کی مغربی سرحد پر پہنچ کر آذربائیجان اور آرمینیا میں قتل عام کے ذریعہ خون کے دریا بہائے اور اس علاقے پر اپنی مہبت کے سئے بٹھائے۔ اور غوب تیار کر کے اس پر آمادہ ہو گیا کہ عثمانی سلطان سے اول دود و ہاتھ کر کے اس بات کا فیصلہ کر دیا جائے کہ ہم دونوں میں سے کس کو دنیا کا فاتح بننا چاہیئے؟

۴۔ سلطان بایزید یلدرم تیمور سے جنگ کرنا یعنی خود اس پر حملہ آور ہونا ضروری نہ جانتا تھا۔ کیونکہ وہ مسلمان بادشاہوں سے لڑنے کا شوق نہ رکھتا تھا اس کو تو ابھی یورپ کے رہے ہوئے ملکوں کے فتح کرنے کا خیال تھا۔ مگر تیمور کئی سال سے نہایت سرگرمی کے ساتھ بایزید سے لڑنے اور اس کو شکست دینے کی کوششوں میں مصروف تھا۔ دوسرے ممالکوں میں کہا جاسکتا ہے کہ بایزید یلدرم عیسائی طاقت کو دنیا سے نابود کرنے پر ٹکا ہوا تھا اور تیمور بایزید کو نابود کرنے اور عیسائیوں کو پچانے پر آمادہ تھا۔ تیمور نے اپنے تمام مسلمانوں کو مکمل کر لینے کے بعد بایزید کے سرحدی شہر سیواس پر حملہ کر دیا۔ جہاں بایزید کا بیٹا قلعہ دار تھا۔ ایک خاص چال سے قلعہ کی چار دیواری کو آگ

لگا کر زمین میں دھنسا دیا اور چار ہزار فوجیوں کی مشکیں کسو کر ایک بڑی خندق میں زندہ درگور کر دیا۔
زندہ درگور کرنے کے اس ظالمانہ فعل سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

۵۔ شاہ یدرم بیٹے کی مقتل گاہ دیکھ کر غصہ سے بے تاب ہو گیا۔ مگر تیمور لنگ جنگی جال سے یہاں سے فوراً اندرون ملک شہر انگرہ پر پانچ لاکھ سے زائد مسلح لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ سلطان نے اس کے تعاقب میں جا کر ایک لاکھ تھکے ماندے لشکر سے حملہ کیا۔ زبردست کشت و خون کے بعد سلطان نے شکست کھائی اور تیمور نے اسے لڑتے ہوئے ذلت کے ساتھ قید کیا، اور شہر بہ شہر تشہیر کرائی۔ تیمور راضی تعزیر ساز نے اس ظلم سے اسلام کے غلبہ اور وقار کا فائدہ کر دیا۔ تیمور کی تم تک و تا زاد فتح مندیایں سلطان سلاطین کو زیر کرنے اور مسلمانوں کے شہروں میں (وجودہ خینی کی طرح) قتل عام کرانے میں محدود رہیں اور اس کو یہ توفیق میسر نہ آسکی کہ غیر مسلموں پر جلا کرنا یا غیر مسلم علاقوں میں اسلام پھیلاتا۔ (اقتباسات از تاریخ اسلام اکبر شاہ نجیب آبادی ص ۳۲۳، ۳۲۴) ترک تیموری سے بہت پہلے ہے کہ تیمور عالم اسلام کی اس تباہی سے پھلتا یا۔ عامۃ المسلمین نے اسے حقیر مانا۔ اس نے تلافی میں پہلی مرتبہ غیر مسلم ملک چین پر چڑھائی کی مگر راستے میں ہی مر گیا۔ آرزو فنا ہو گئی۔ مفتوحہ ملک بیٹوں کی خانہ جنگی کی وجہ سے خود مختار ریاستوں میں تبدیل ہو گئے۔ اب صرف تیمور کا نام اس کے ظالم آبار چنگیز و ہلاکو خاں کے ساتھ یادگار ہے اور رہے گا۔ تعجب ہے کہ تعزیر پرست اس موحہ تعزیر ظالم کو قومی ہیرو مانتے اور صاحب سیف و قرآن امیر تیمور باور کراتے ہیں۔ معاذ اللہ۔

۲۔ تباہ شدہ سلطنت عثمانیہ کو اللہ نے پھر زندہ کیا اور اسماعیل صفوی کے مظالم سلطان محمد ثانی اور سلطان بایزید ثانی اور سلطان سلیم عثمانی جیسے کامیاب و مدبر حکمرانوں کے ذریعے پھر عالم اسلام کی تہہ قوت بنا دیا اور یورپ میں فتوحات زور و شور سے شروع ہو گئیں۔ لیکن دسویں صدی کے آغاز میں شاہ اسماعیل صفوی شیعہ حکمران برسر اقتدار آگیا۔ اس نے تمام ایرانی سنی اکثریت کے مسلمانوں کی مساجد اور مقابر شہید کر دیئے۔ بڑے بڑے علماء اور معززین کو سولی چڑھا دیا۔ خلفاء ثلاثہ پر تبرائیم کے خطبہ میں لازم کر دیا کہ سنی شیعہ فسادات کرائے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق چالیس

لاکھ سنی مسلمان شہید کرائے اور باقی ماندہ کو شیعہ بننے پر مجبور کر دیا۔ کلیات نفیسی مؤلف سید نفیسی پروفیسر تہران یونیورسٹی میں لکھتے ہیں: "کہ ان سے سوال کیا گیا ایران جو سنی اکثریت کا ملک تھا وہ شیعہ اکثریت (۶۰-۶۵ فیصد) میں کیسے تبدیل ہوا؟" تو پروفیسر مذکور نے جواب دیا: "عمد صفوی میں سنیوں کا قتل عام کر کے ان کو جبراً شیعہ بنایا گیا۔"

اسماعیل صفوی (بن حیدر بن جنید بن ابراہیم بن خواجہ علی بن صدر الدین بن شیخ صفی الدین بن جبرئیل کے آباء و اجداد سب سنی المذہب تھے۔ پیری مریدی کرتے تھے۔ شیخ صدر الدین نے سفارش کر کے تیمور کے ہاتھوں وہ تمام ترک قیدی آزاد کرادیئے جو اس نے سلطان یدرم سے جنگ انگرہ میں پکڑے تھے وہ ہزاروں قیدی شیخ کے باصفا مرید بن کر رہ گئے اور شاہ اسماعیل تک اس کی سب اولاد سے وفادار رہے اور اسماعیل کو اقتدار دلانے میں ان کی بڑی قربانیاں ہیں۔ اسماعیل نے نصرت اہل بیتؑ کے نعرہ سے سنی و شیعہ عوام کو ساتھ ملا کر اقتدار پایا تو علانیہ شیعہ اور راضی بن گیا۔ پھر اپنے ترک مریدوں کی قوم سے جنگ کا منصوبہ بنایا اور پڑوسی ملک ترکی سلطنت عثمانیہ میں اپنے داعی، جاسوس اور ایجنٹ بھیج دیئے تاکہ اندرونی و بیرونی حملہ سے اس ملک کو ختم کر کے شیعہ سٹیٹ بنالیا جائے مگر شاہ سلیم عثمانی کو اس سازش کا پتہ چل گیا اس نے اسماعیل صفوی کے سب ایجنٹوں کو ختم کر کے ایران پر دفاعی حملہ کیا۔ اسماعیل بھاگ گیا۔ سلطان نے اندرون ملک اس کا تعاقب کر کے خالد ران کے مقام پر کامیاب جنگ لڑی اور نصف علاقوں پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ شاہ سلیم اگر دوبارہ ایران جاتا یا پھر باقاعدہ شاہ صفوی جنگ لڑتا تو اس کا اقتدار ختم ہو جاتا۔ مگر شام و مصر کے سرحدی کشیدہ حالات کی وجہ سے شاہ دوبارہ ایران نہ جاسکا اور اسماعیل صفوی کے اس سازشی جال کی وجہ سے یورپ میں بھی شاہ سلیم اپنی فتوحات آگے نہ بڑھا سکا۔ اگر اسماعیل صفوی یہ حملے اور اندرون ملک سازشیں کرتا تو شاہ سلیم کی مساعی سے آج براعظم یورپ اسلام کے زیر نگین ہوتا لیکن ظر

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

جناب ابوذر غفاریؓ نوائے وقت میں لکھتے ہیں: "اس کے علاوہ اگر ایران کے صفوی شیعہ اور ترکی کے عثمانی سنی آپس میں لڑکر خون کے دریا نہ بہاتے تو آج سارا یورپ مسلمان ہوتا۔ مزید برآں اگر مغلیہ دور میں ہندوستان کے مسلمان سنی شیعہ جھگڑوں کی نذر نہ ہوتے تو آج سارے ہندوستان پر

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ہر نازک موقع پر شیعوں نے اہل اسلام کو خنجر گھونپ کر کافروں کو بچایا، موجودہ خمینی انقلاب اور ایران و عراق جنگ ٹھیک اسی پالیسی کے تحت ہے جو شاہ اسماعیل صفوی نے وضع کی تھی اس وقت ترکوں کو مار کر عیسائیوں کو بچانا مقصود تھا اب خاص معاہدہ کے تحت امریکی اسلحہ اسرائیل جیسے دشمن اسلام سے لے کر عربوں کو ختم کرنا اور سامراجی طاقتوں کی مدد کرنا مقصود ہے۔ اسلام کا نعرہ۔ ایشو ولائنڈ، مرگ بر اسرائیل، مرگ پر امریکہ۔ تو صرف باقی کے دانت دکھانے کے ہیں۔ جن سے بدھو صحافیوں کو لڑنا ہے اور اقتدار کے بھوکے مستقبل سے اس کے سیاستدانوں کو اور سادہ لوح مسلمانوں کو تفریق اور ڈپلومیسی کے ذریعے اپنا ہم نوا بنانا مقصود ہے اللہ انھوں کو بینائی عطا فرمائے۔

۲۱۔ ایران کا عہد صفوی۔ ہند میں عہد مغلیہ کا معاشرہ ہے جس کے پہلے ہمایوں کے دور میں تشیع کو ہند میں برآمد کیا گیا خاص معاہدہ سے قاضی نور اللہ شوستری جیسے عالی شیعہ کو قاضی القضاۃ بنایا گیا۔ جس نے تشیع کی اشاعت میں ہر حربہ استعمال کیا۔ سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ نے اپنی فدا داد ایمانی فراست اور دیانت سے اسے محدود کرنے کی کوشش کی اور کامیاب بھی ہوا تبھی تو شیعہ اور ان کے بے دین ہمنوا عالمگیر کی شکایت کرتے ہیں۔ مگر شیعوں نے ایک اور چال چلی عالمگیر کے بیٹوں کو رشتے دے کر بعض کو مائل بہ تشیع کر لیا۔ پھر وہ اقتدار کی رستہ کشی اور خانہ جنگی کا شکار ہو گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت مغلیہ قریب الزوال ہو گئی۔ ادھر ہندو اور مرہٹے زور پکڑ گئے۔ جن کو شاہ ولی اللہ کی دعوت پر احمد شاہ ابدالی نے پانی پت کے میدان میں آکر بیس ہزار افغانی سپاہ کی کمک سے ختم کیا۔ ادھر اودھ، بکھنؤ، دکن وغیرہ میں شیعہ راجوں نے آزاد ریاستیں قائم کر لیں۔ انگریزوں نے ایسے پاؤں پھیلانے کہ مسلمانوں کا اقتدار دہلی کے گرد و نواح تک محدود ہو کر رہ گیا۔

۲۲۔ اس کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھانے
نادر شاہ درانی کا دہلی پر حملہ
اور مسلمانوں کو ختم کرنے کی نیت سے ہمارے
جمہور پر دوسری ایران کا نادر شاہ درانی بڑے لشکر کے ساتھ آیا۔ ایک مدبر امیر الامراء محمد امین

خان کے مشورہ سے بہت سا خراج اور کروڑوں روپے نقد دینے پر صلح ہو گئی مگر اس کے شیعہ ہونے کے بعد ایک دوسرے نادر برہان الملک سعادت علی خان راضی نے محض عہد بدلتے سے نادر شاہ کو غدر کرنے اور بادشاہ کو قتل کر کے دہلی کا خزانہ لوٹنے اور قتل عام کرنے کا پروگرام دے دیا۔ چنانچہ نادر شاہ نے لاکھوں مسلمانوں کو دہلی کی جامع مسجد میں شہید کیا۔ بادشاہ اور اس کے ترکوں کی لاشوں پر تخت بچھا کر ناستہ کیا اور دہلی کا سب خزانہ لوٹ کر لے گیا۔ اسی موقع پر ایک بڑے گناہ:

ثامینت اعمال باصورت نادر گرفت

نادر کے حملہ کو خراج تحسین شیعہ عورتیں تک پیش کرتی ہیں۔ ایک مضمون خود راقم نے لکھا ہے۔ نادر شاہ کو شاہی خزانہ سے ساڑھے تین کروڑ پانچ سو کی نقدی، ڈیڑھ کروڑ کی سونے کی تختیاں پندرہ کروڑ کے جواہرات، گیارہ کروڑ کا تخت، گاؤں، پانچ سو ہاتھی، ہزار ہا اعلیٰ نسل کے گھوڑے اور شاہی خیمے قناتیں وغیرہ حاصل ہوئیں۔

آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کے گرد بھی شیعہ جمع ہو گئے۔ درپردہ انگریزوں سے ملے ہوئے تھے اور اصل حالات کو شاہ سے مخفی رکھ کر سلطنت مغلیہ کا چراغ گل کر دیا۔ مغلیہ دور میں سید برادران کافقہ مضمون میں محمد اسحق قلبی آخری قسط میں لکھتے ہیں۔ بارہ کے بادشاہ گرافھیوں نے اپنی آٹھ دس برس کی سازشوں، ریشہ دوانیوں سے ایک عظیم الشان مغلیہ سلطنت کو نیم جان کر دیا اور ان کے بعد تیسرے راضی برہان الملک سعادت علی خان نے اپنی غداری اور تک حرامی سے اس نیم جان مغلیہ سلطنت کی پشت میں نادر شاہ کے ہاتھوں، ایسا بھر پور خنجر مارا کہ وہ اٹھنے کے قابل ہی نہ رہی لیکن یہودیوں، نصرانیوں، زرتشتیوں، مجوسیوں اور عجیوں نے تاریخ کو مسخ کرتے ہوئے ابوالفتح ناصر الدین محمد شاہ شہنشاہ کو محمد شاہ رنگیلا بنا دیا۔ انھوں نے نکھا کہ وہ عیاش تھا وہ ہنوز دلی دور است کہتا تھا۔ اس لیے سلطنت مغلیہ برباد ہوئی۔ سبھی نے ان مکاروں، بددیانتوں کی پھیلانی ہوئی خرافات پر یقین کر لیا اور اپنے اکابر کی برائی پر تل گئے۔ اور یہ بھول گئے کہ سب دشمن کی کالوائی ہے۔ (ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ اپریل ۱۹۸۶ء کو التاریخ فرشتہ)

۲۳۔ نادر شاہ کے حملہ کے بعد مسلمان انتہائی کمزور ہو گئے تو شیعہ دے دین راجوں نے انگریز کی بار دستی تسلیم کر کے اپنی ریاستوں کو ان سے اپنے نام الاٹ کر دیا۔ آج بہت سی جاگیریں

نوابوں، خانوں اور ملکوں کے پاس انگریزی عطیات ہیں۔ لیکن غیور اور مسلمان نوابوں اور سلاطین نے انگریزوں سے ٹکر بھی لی۔ ان میں سر فرہرست میور کاراجہ سلطان ٹیپو شہید بن حیدر علی ہے جو شاہ ولی اللہی خاندان کا معتقد، اہل توحید و سنت سے وابستہ اور انگریزوں کا کٹر دشمن تھا۔ یہ جب انگریزوں کے خود جنگ لڑ رہا تھا تو شیعوں کا مذاق نہ کرنے کے سلطان کو شہید کر دیا۔ جیسے اسی طرح بنگال میں میر جعفر نے غداروں کے انگریزوں کو اقتدار دلادیا۔ اسی لیے یہ شعر زبان زد عام ہے۔

جعفر از بنگال و صادق از دکن ننگ دنیا، ننگ دین، ننگ وطن

جسٹس کیانی شیعہ کے خاص دوست پروفیسر محمد منور روزنامہ "جنگ" ۲۲ مارچ ۱۹۸۳ء

کی اشاعت میں سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ شیعہ سنی فسادات کی تاریخ قدیم ہے مگر ہمیشہ یاد رہے کہ ان میں مخلص سنی اور شیعہ ہمیشہ فسادوں کی نشاندہی نہ ہونے کے باعث نقصان یا بھونے اگر ٹیپو اور حیدر علی کی سلطنت کسی شیعہ گروہ سے تعلق رکھنے والوں نے بیچ دی تو یہ ان افراد کی ذاتی بے ایمانی تھی۔

ب۔ فسادات شیعہوں میں بھی گھس آتے ہیں اور سنیوں میں بھی، جب ابو مسلم خراسانی نے کالے جھنڈے اٹھائے تھے تو اس کے ساتھ محض بنو ہاشم نہ تھے۔ موقع کا فائدہ اٹھا کر مجوسی اور مزدکی (اپنے زمانے کے کیونسٹ) اس کے لشکر میں (شیعہ بن کر) گھس گئے۔ بنو ہاشم نے تو بنو امیہ کے اکابر پر ہاتھ صاف کیا مگر مجوسیوں نے کہا جو عرب نظر آئے اڑادو۔ مزدکیوں سے کیونسٹوں نے ہر کلمہ گوارا خواہ وہ ایرانی تھا خواہ عرب اور وہی مجوسی اور مزدکی دوسری جانب بنو امیہ کے آڈیوں کو ابھار کر مجبوری کرا کے بنو ہاشم اور ان کے ساتھیوں کو قتل کراتے رہے۔ مزدکیوں کیونسٹوں نے (شیعہ) روپ بدل کر مختلف اسلامی فرقوں کو جنم دیا۔ نظام الملک طوسی سیاست نامہ اس پر گواہ عادل ہے۔ دہقان کا خانہ کعبہ میں قتل حجاج، حجر اسود کو اکھیر کر بیت الخلا میں لگانا جو قرطبی

شیعوں کے سیاہ کام ہیں، نقل کیے ہیں۔

ج۔ ایران ہمارا ہمسایہ ملک ہے ہم ایران کا احترام کرتے ہیں۔ موجودہ انقلابی حکومت کو سب سے اوّل پاکستان نے تسلیم کیا..... اسی طرح ایران کے صل و عقد کو بھی اس امر پر نظر رکھنی چاہیے کہ بعض شیعہ عناصر (جو خدا جانے شیعہ ہیں یا نہیں) اس خواہش کا برہنہ اٹھا کرتے ہیں کہ انھیں پاکستان

کو شیعہ ریاست میں تبدیل کرنا ہے اور جلد از جلد ہماری دعائے کہ ایران ایک اثناعشری اسلامی رنگ میں ترقی کرے۔ اہل ایران کو اور ایران کے جو شیعیے (پاکستانی) پرستاروں کو بھی دعا کرنی چاہیے کہ خدا پاکستان کو استحکام اور اسلامی سنی رنگ میں استحکام عطا کرے۔ اکثریت کی قوت ہی استحکام عطا کرتی ہے اقلیت کو مخلوس خاطر تعاون کرنا چاہیے۔

جناب ابوذر غفاری صاحب نوائے وقت میں رقم طراز ہیں:

انگریز اور شیعہ

انگریز تو مسلمانوں کی اس کمزوری کا خوب فائدہ اٹھاتا تھا۔ ۱۸۹۹ء میں جب افغانستان نے سلطان ٹیپو کی مدد کا ارادہ کیا تو انگریزوں نے افغانستان پر ایران سے حملہ کر دیا اور اس نے انیسویں صدی میں منصوبہ بنایا تھا کہ وہ ایران کو مضبوط بنائے گا تا کہ وہ اپنے سنی ہمسایوں کے خلاف برسر پیکار رہے۔ (مگر یا میر صادق کی ٹیپو سے غداروں کی سازش تھی۔)

۲۵۔ انگریز شراٹنگز جب جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد پورے بصر پر چھا گیا اور مسلمانوں نے اس کے خلاف تحریک آزادی جاری رکھی اور قتل، قید و بند اور بدلا وطنی کی سزائیں مجاہدین کو ملتی رہیں۔ تاریخ سے ہمیں پتہ نہیں چلتا کہ کسی شیعہ عالم لیڈر یا نواب نے انگریزوں کے خلاف کام کیا ہو یا کوئی تکلیف پائی ہو۔ بلکہ یہ لوگ قادیانیوں کی طرح انگریزوں کو اپنے لیے رحمت کا سرمایہ سمجھتے تھے کیونکہ مذہبی آزادی کی آغوش انھوں نے جس بدعت اور شرک کا نام کو چاہا اس کے لیے باقاعدہ لائسنس اور اجازت نامہ حاصل کر لیا تا کہ ٹوکنے والے علماء دین کا بھی منہ بند ہو جائے اور وہ ان شر سے بھرپور رسوم سے اپنے جلی مذہب کو بھیدا سکیں۔ یہ تعریفیہ، ذوالجناح، دلدل وغیرہ کے جلوس انگریزی دور کی پیداوار ہیں جو "راؤ اور حکومت کرو" کی پالیسی کے تحت اس نے اپنے وفاداروں کو عنایت کیے۔

چنانچہ لاہور کے شیعہ مجتہد علامہ حائری اپنے کتابی سائز کے رسالہ کے ص ۱۲۳ پر یہ فرماتے ہیں: "انگریزی حکومت ہمارے لیے سایہ رحمت ہے کہ اس کی پناہ میں ہم اپنی مذہبی رسوم آزادی سے بچا لیتے ہیں۔"

ابھی ۱۹۸۶ء میں شریعت بل کے خلاف شیعہ نے ایک ذیل یہ بھی دی کہ اس کے نفاذ سے ہماری وہ رسوم اور حقوق ختم ہو جائیں گے جو انگریزوں نے دیئے تھے۔ جو اعمال و رسوم قرآن و سنت

فتویٰ اہل بیت سے ثابت نہ ہوں بلکہ خود ساختہ، بدعت اور شرعاً ممنوع ہوں۔ ان کے جواز کی سند غیر مسلموں سے لینا اور پھر ان پر مسلمانوں سے لڑنا جھگڑنا، کفر کی حمایت نہیں تو کیا مسلمانوں سے وفاداری ہے؟

تاریخ پاکستان ۲۶۔ انگریز کے خلاف صدی بھر سے صرف سنی مسلمانوں کی جنگ آزادی جب کامیابی سے ہمکنار ہونے لگی اور انگریز نے وطن چھوڑنا چاہا تو مسلمانوں کی غالب اکثریت نے فخر پاکستان کا ساتھ دیا اور اپنی رواداری اور بے تعصبی سے یہ سوال ہرگز نہیں اٹھایا کہ قائد اعظم محمد علی جناح کس خاندان اور مذہب کے وابستہ ہیں۔ چنانچہ معمار پاکستان، مفسر قرآن، خلیفہ ہند مولانا شبیر احمد عثمانی اور ہزار کتابوں کے مصنف حکیم الامت مولانا شرف علی تھانوی دیوبندی نے اہل سنت کے سیٹھ سے اپنے لاکھوں شاگردوں اور مریدوں کے ساتھ پاکستان کا بھرپور ساتھ دیا۔ چنانچہ ہم سے پشاور تک طوفانی دوروں سے مسلم رائے عامہ کو پاکستان کے حق میں قائل کیا۔ یہی تو ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں مسلم لیگ کو کامیابی ہوئی پھر بریلوی مکتبہ فکر نے بھی بنارس کانفرنس کر کے پاکستان کے حق میں فیصلہ دیا۔ اگر ملائے دیوبند اور مذہبی گروہ کی تائید نہ ہوتی تو پاکستان کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوتا۔ عام پردیگندہ یہ ہے کہ پاکستان کا تصور سب سے پہلے علامہ اقبال مرحوم المتوفی ۱۹۳۷ء نے پیش کیا اور ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان کے بعد مسلم لیگ نے مطالبہ اور تحریک شروع کی۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ تصور انگریزوں سے صد سالہ جنگ لڑنے والے گروہ کے بویا نشین نے پیش کیا۔

تعمیر پاکستان اور علماء ربانی مسلک پر منشی عبدالرحمن لکھتے ہیں: جون ۱۹۲۸ء میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور مولانا عبدالماجد دریا آبادی تھانہ بھون میں حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مولانا شرف علیؒ نے یہ فرمایا: ”دل یوں چاہتا ہے کہ ایک خطہ پر اسلامی حکومت ہو سارے قوانین وغیرہ کا اجرا احکام شریعت کے مطابق ہو۔“ پھر ۱۹۳۸ء میں فرمایا: ”میاں ضویٰ ہوا کاٹرخ بتا رہا ہے کہ لیگ والے کامیاب ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ“۔ میں نے جو اعلان کیا ہے اس میں مسلم لیگ کی حمایت کی ہے اور میں مسلم لیگ کا حامی ہوں۔

(اسعد ابراہینؒ از مولانا ابراہیم الحق حق، بحوالہ اظہار العجب ص ۲۳، ۲۴ مولانا سر فراز خان صفحہ ۵۴)

انہی عدالت کے صلہ میں کراچی میں مولانا عثمانی کو اور ڈھاکہ میں مولانا احمر سلمیٰ کو پاکستان کی پرچم کشائی کا اعزاز بخشا گیا اور یہ دونوں دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز سیوت تھے اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے خاص ساتھی اور معتقد تھے۔ اس لیے کسی بھی گروہ کا بار بار یہ معذرت دینا کہ دیوبند مخالف پاکستان یا کانگریسی ہیں۔ ایک بددیانتی اور غلط جھوٹ ہے۔ جو طبقہ مخالف تھا وہ مسلمانوں پاکستان کا مخالف گروہ نہ تھا وہ سب ملک ہند کو اپنا وطن جانتا تھا۔ وہ چاہتا تھا تقسیم ملک نہ ہو بلکہ وہی ہی حسب سابق مسلمانوں کا دارالسلطنت ہو جن سے انگریز غاصب نے اقتدار چھینا تھا اور اب انھوں نے ہی غاصب کو جنگ کر کے نکالا تھا۔ یہ جذبہ ملک سے محبت کی دلیل تھی جیسے اب ہم تقسیم پاکستان کا تصور نہیں کر سکتے اور شرقی پاکستان کی علیحدگی پر اسوس کرتے ہیں۔ اس منفی تصور نے ۷۰ کروڑ انڈین مسلمانوں کو وہاں تھپ دیا ہے اور لوک سمجھیں وہی علماء ان مسلمانوں کی نمائندگی کر رہے ہیں ورنہ ان کو وہاں کون رہنے دیتا۔ پاکستان تو ان کا تحفظ نہ کر سکا تھا۔

اب اس ضلوع بحث کہ فلاں مخالف تھا فلاں موافق، کو ختم کرنا چاہیے۔ یہاں کے سبھی باشندے پاکستان کے وفادار شری ہیں سب کو امن سے زندگی گزارنے کا حق ہے ورنہ ایک کٹنے والا کہہ سکتا ہے کہ شیعہ تاریخ گواہ ہے انھوں نے کفر و اسلام کی ٹھکر میں کبھی مسلمانوں کا ساتھ نہ دیا برصغیر میں بھی انگریز کے خلاف جنگ آزادی، تحریک خلافت، تحریک ترک موالات اور تحریک ریشمی زوال وغیرہ میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر کوئی قربانی نہ دی بلکہ تقیہ و جاسوسی کا کردار ادا کرتے رہے تحریک پاکستان میں بعض شیعہ وکیلوں اور علماء نے اس لیے شرکت کی کہ حسن اتفاق سے وہ قائد کو اپنا ہم پیشہ اور ہم مذہب سمجھتے تھے۔ کامیابی پر انتظامی کلیدی آسامیوں پر پہنچنا مقصود تھا۔ پاکستان بننے پر ان کو وہ حاصل ہو گیا۔

لیکن سنی مسلمانوں کا مقصد صرف اسلامی حکومت کا قیام اور نفاذ شریعت مصطفیٰ علیہ السلام تھا قائد اعظم کو شیعہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے لیکن وہ کٹر مذہبی اور فرقہ پرست نہ تھے سیکولر ذہن رکھتے تھے۔ مولانا عثمانیؒ نے ترجمہ قرآن پڑھا کر ان کا ذہن اسلامی بنادیا تھا پھر وہ برابر مسلمانوں کو تقریروں میں قرآن و سنت اور خلافت راشدہ کے نظام کا حوالہ دے کر اپنی طرف کھینچتے تھے۔ اب علماء اہل سنت اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے نفاذ شریعت کا مطالبہ کرتے ہیں۔ یہ ان کا قانونی حق

ہے شیعہ کی مخالفت غیر قانونی اور نظریہ پاکستان کو ختم کرنے والی ناجائز حرکت ہے وہ شریعت کا قانون نافذ ہونے دیں اور بینک لایتم بین الاقوامی دساتیر کے مطابق اکثریت کی نفقہ کوٹھنے دیں۔ ہاں اپنے مذہبی حقوق کے تحفظ کی بات ضرور کریں مگر اپنی ساخت اور جھگڑے انگریز کی نسبت نہیں۔ بلکہ خالص قرآن و سنت اور حضرت علی و جعفر صادقؑ کی تعلیمات کے حوالہ سے۔ ہم علماء اہل سنت دیوبند ضمانت دیتے ہیں کہ شیعوں کو تعلیم اہل بیت پر مبنی حقوق یقیناً مل کر رہیں گے۔

۲۷۔ میں اپنی ملکی بات میں دور چلا گیا مناسب نہیں جانتا کہ پاکستان میں شیعہ کروار پر روشنی ڈالوں ورنہ ہر کسی کو پتہ ہے کہ سکندر مرزا راضی اپنی ایرانی بیوی کے ایما پر بلوچستان کی داؤ بھٹکت کہاں کر رہا تھا کہ صدر ایوب خان مرحوم نے بروقت ملک سنبھال لیا۔ ۱۹۷۱ء کے انتخابات کے بعد ”ادھر ہم ادھر تم“ کا نعروں لگا کر مشرقی پاکستان کو کس نے الگ کیا۔ پھر مے نوش بھی خاں راضی نے فوجی ایکشن کے ذریعے لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام کر کر اسے ہمیشہ کے لیے ہم سے الگ کر کے بنگلہ دیش کیسے بنا دیا؟ اور اب زکوٰۃ و عشر کا انکار کر کے نفاذ اسلام و شریعت بل کی ڈٹ کر مخالفت کون کر رہا ہے۔ روسی کمیونسٹ نظام اپنانے اور خون کی ندیاں بہانے کی دھمکیاں کون دے رہا ہے؟ یہ صرف سبائی فرقہ ہے جو اپنے اس طویل تاریخی سفر میں ہر منزل پر مسلمانوں کا رازنن ثابت ہوا ہے۔

بمرد اور عامی کبھی نہیں رہا۔ اس لیے ہمیں حالیہ ایرانی شیعہ انقلاب اور شدید کشت و خون پر اود اسے دیکھو مسلم ممالک میں برآمد کرنے کے عزائم پر کچھ تعجب نہیں۔ ہلاک و خاں اور تیمور کو اپنا ہیرو ماننے والے خیمین پرست مسلمانوں کی یہی خدمت کر سکتے ہیں۔ کاش بھلائی بھولی بھالی بیٹھڑی مال مسلم قوم کو سمجھ ہوتی؟

ایران کا انقلاب تاریخ کا ایک غیر معمولی واقعہ ہے ایک بورژیزین نے ایک شہنشاہ کا تختہ الٹ دیا اس

محافظ سے ایرانی عوام کی جدوجہد اور آیت اللہ خیمین اپنے تاریخ ساز کردار کی وجہ سے ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ اس پر اہل قلم نے مثبت و منفی بہت کچھ لکھا ہے اور جب تک ظلم سے خون کی ندیاں بہتی رہیں گی ان کی روشنائی سے یہ داستان کشت و خون مورخ نکتا جائے گا۔

آیت اللہ خیمین ایک قد آور عالم تھے بے دین اور مغرب پرست شاہ ایران کی مخالفت کی وجہ سے ۷ سالہ مہاجر و مدظلی اور قوم سے بذریعہ کیسٹرز پیام و رابطہ کی وجہ سے ان کی شخصیت اہم سیاسی جن گئی دہلیز

اقتدار پر لانے کے لیے سنی شیعہ سب ایرانی مسلمانوں نے زبردست قربانی دی بظاہر ان میں مذہب لگاؤ پیدا ہوا مغربیت نے پروگی اور لادینی کا سیلاب تھم گیا اسی وجہ سے دیندار مسلمان اس کی نشر پائی چکا چند سے مرعوب ہو گئے اور اسلامی انقلاب کے عنوان سے دنیا کے ذرائع ابلاغ نے خوب تشہیر کی۔ حالانکہ یہ خالص شیعہ آمرانہ، درپردہ روسی کش ظالمانہ انقلاب ہے۔ ایران جا کر شاہدہ کرنے والوں کے تاثرات اور عام اخباری بیانات کی روشنی میں مشتبہ نمونہ از خروارے چند نقائص ہم عرض کرتے ہیں:-

۱۔ خیمین انتہا پسند اور جاہل ہیں۔ اقتدار پر اپنی ہم سفر کو بھی تختہ دار پر لٹکا دیا۔ بنی صلاطینی پر مجبور ہوئے۔ صادق قلب زادہ قتل ہوئے۔ آیت اللہ شریعت مدار کاظم کو کوارکشی کر کے نظر بند کر دیا ۱۷ سال بعد ۱۹۸۶ء قید ہی میں وفات پا گئے عوام الناس کو ان کا جنازہ بڑھنے کی اجازت نہ ملی حالانکہ وہ خیمین سے بڑھ کر شیعہ کے مذہبی راہنما تھے۔ اسی طرح امام خاقانی، احمد شاہی کے ۱۲ سالہ قیدی امام قمی، ۷ سالہ قیدی امام زنجانی بھی قید میں۔ حالانکہ یہ شاہ کے خلاف خیمین تحریک کے مہر لول دست تھے محبوب خیمین کے مقبور مظلوم ہیں خراسا خیمین سے اختلاف رکھنے والے لاتعداد علماء پس زندان اور درگور ہو گئے جس سے وہ ڈکٹیٹر بادشاہ ظالم بن چکے ہیں۔

۲۔ سیاسی مخالفت میں فوج کے بڑے بڑے افسروں، انتظامیہ کے عہدیداروں کو سینکڑوں کی تعداد میں شاہ نوازی کے الزام میں تہ تیغ کرنا زبردستی قومی ملکی نقصان اور مہلک قدم ہے از روئے معاہدہ سرکاری ملازم وقتی حکومت کے وفادار ہوتے ہیں انٹرنیشنل قانون یہی ہے بعد کی انقلابی حکومت سب پر کمری طاری میں کو قتل و غارت کی سزا دے کیسی اسلامی، جمہوری اور شخصی حکومتوں کے ہاں بھی جائز نہیں رہی ہے کہ ایران کو اس کا زبردست غمازہ جگمگا پڑا۔ اپنے سے ہر لحاظ سے بہتر حکم عراق سے طویل جنگ میں ایران غالب اسکا نرپورے علاقے والیں لے سکا حالانکہ اسرائیل بھی پشت پناہ ہے۔

۳۔ سفاکی اور بے رحمی کی یہ بھی انتہا ہے کہ عورتوں، بچوں کے طبوسوں پر انجاء و ہند فائرنگ سے سینکڑوں ہنس مکھ چہرے لاشوں میں تبدیل کر دیئے جائیں خیمین کے قدیم قید و جلا وطنی کے ساتھی ڈاکٹر موسوی موسوی صفہانی الشوریۃ البائتہ ۱۸۲ پر لکھتے ہیں: ”ان کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ خیمین رحم و کرم بہت دور اور شر سے نزدیک ہیں اور قتل و غارت میں انھیں مزہ آتا ہے کہ نو عمر نوجوانوں کو بھی ان کی تیار نہیں بخشتی چنانچہ تین ماہ کے اندر تین ہزار مسلمان نوجوان مرد اور تین ہزار عورتیں مر گئیں خیمین کے جرم میں تیغ کیے گئے۔“

۴۔ تین لاکھ پاسداران انقلاب کو کر فیو آرڈر کی طرح یہ اجازت دینا کہ جو کوئی انقلاب پر ذرا تنقید کرے اسے وہیں ڈھیر کر دو اس طرح سینکڑوں علماء، طلبہ، مزدور، مجاہدین، خلق اور اہل سنت مسلمان لاکھوں کی تعداد میں تڑپائے گئے۔ یہ لینن اور ہٹلر کا شیوہ ہے۔ فاتح مکہ حسینؑ کے نانا کی سنت برگز نہیں ہے۔ ڈاکٹر موسیٰ مذکور بدترین انقلاب منہ پر لکھتے ہیں۔ خمینی نے تحریک کے دوران برسرِ اقتدار شاہ کے متعلق کہا: "خود قتل کرنے والے سے قصاص لیا جاتا ہے قتل کا حکم دینے والے سے نہیں سخت تعجب ہے کہ یہ بات کہنے والا اپنی حکومت کے چار سالوں میں چالیس ہزار انسانوں کا قتل کرتا ہے جن میں بڑے نوجوان، عورتیں بھی ہیں جرم صرف یہ نعرہ ہے حریت زندہ باد، استبدادیت مردہ باد۔ اس نے ہزاروں کردوں، عربوں، بلوچوں اور ترکمانوں کو اس پر قتل کر دیا کہ وہ شام کے زمانے کے مخصوص حقوق چاہتے ہیں۔"

۵۔ آخر کا شہری کے سفر نامہ ایران کے مطابق اپنے کا سہ لیس مذہبی طبقہ کو عوام پر ایسے مسلط کرنا کہ وہ کارڈ کے ذریعے لمبی لائنوں میں لگ کر اشیائے خوردنی حاصل کریں اور کارڈ صرف وفاداری کی سند اور جان بچانے کی ضمانت سمجھا جائے اور غیر موافق محروم رہیں۔ سوشلسٹ نظام کا چہرہ ہے۔

۶۔ ایران عراق جنگ کو صرف مند اور انا کی وجہ سے طول دینا، لاکھوں افراد کو آگ میں جھونکنا، اسلامی ائمہ کیٹی، اسلامی ممالک، غیر جانبدار ممالک، سلامتی کونسل، کسی کی بھی بات نہ ماننا اور صلح پر آمادہ نہ ہونا بلکہ ہر ۱۵-۲۰ دن بعد تازہ خونریز عراق پر حملہ کرنا حالانکہ وہ صلح کی بار بار اپیل کر چکا ہے۔ سفاکی اور درندگی ہے۔ قرآن کے قطعی خلاف ہے۔ قرآن کہتا ہے: "صلح بہتر ہے" (نسا) "یومن بھائی بھائی ہیں۔ بھائیوں کے درمیان صلح کرادو" (حجرات) "دشمن صلح چاہے تو تم بھی جھک جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو" (انفال) "کسی قوم سے دشمنی تمہیں بے انصافی پر آمادہ نہ کرے تم صل کر دو یہی تقویٰ کی بات ہے" (ملئہ)

۷۔ ایرانی آئین میں مذہب شیعوہ کو سرکاری مذہب قرار دینے پر ہمیں اعتراض نہیں لیکن ہم فیصلہ اہل سنت کے بالکل مذہبی حقوق چھین لینا بے انصافی ہے۔ تہران میں دس لاکھ سنیوں کو مسجد بنانے کی اجازت تک نہ ہو شیعوہ نام ہی جو سب سے پہلے زبردستی امام بن جائے۔ بلوچستان وغیرہ اکثریتی صوبوں میں اکثر شیعوہ ٹھہر مقرر کر کے بچوں کو مذہب برگشتہ کیا جائے سرکاری ملازمتوں میں سنی تھانیدار و کپتان تک نہ ہو۔ پارلیمنٹ میں ان کا وجود نہ ہونے کے برابر ہو وہ اپنا مذہبی لٹریچر نہ خود چھاپ سکیں نہ پاکستان و ممالک عرب سے گواہیں خلفاء راشدینؑ کی طرح اور مذہبی تبلیغ میں آزاد نہ ہوں یہ اسلامی حکومت کا کام نہیں۔

۸۔ جو سنی مسلمان اپنے مذہبی حقوق کی بحالی کے لیے احتجاج کریں ان کو بغاوت کے سبب پکڑا جائے جیسے بیس ہزار کے قریب کردوں کو مارا گیا۔ ایرانی بلوچستان اور زاہدان میں رمضان شریف تک میں بمباری ہوئی۔ ایران کے ایک عالم دین راقم کو لاہور جولائی ۱۹۸۵ء میں ملے تو بتایا: ہمارے جوان یا قتل ہو چکے ہیں یا قید میں ہیں۔ صرف بوڑھے اور عورتیں گھروں میں ہیں۔ میں نے کہا پتہ دیجئے میں اپنی تصانیف کاسیٹ بھجوں گا فارسی میں ترجمہ کروا کر اپنے صوبے میں پھیلا دینا وہ بھرائی آواز میں کہنے لگے ایسا ہرگز نہ کریں۔ میری شامت آجائے گی۔ ہم مذہبی کتاب نہ خود چھاپ سکتے ہیں نہ باہر سے ملوا سکتے ہیں۔

۹۔ یہ خاص شیعوہ انقلاب ہے۔ امام خمینی کی دستخط شدہ شیعوہ عالم ہیں۔ انھوں نے اپنی کتاب "کشف المراد" میں صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدینؑ پر جگہ جگہ زہر افگاہ ہے اور ان پر تبرک کے مخالفت قرآن کے جلی اتھاتا لگائے ہیں۔ میں وہ حوالہ جات نقل کر کے قارئین کو برہنہ کرنا چاہتا۔ مختصر یہ کہ وہ صفوی دور کے انتہائی بدزبان مصنف ملا فخر علی مجلسی کے مقلد ہیں اس کی تبرہ صحابہ پر مشتمل کتابوں کو پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں جسکے فحش حوالے راقم نے اپنے سالہ فقہ جعفریہ اور سلمان اور تحفہ امامیہ اور عقائد الشیعہ وغیرہ میں دیئے ہیں۔

خمینی کے ایسے اقوال تسلیم کرنے سے بقول مولانا غفاری قرآنی آیات اور متواتر احادیث کی تکذیب ہوتی ہے۔ رسول پاکؐ پر نااہلیت کا الزام آتا ہے۔ قرآن مجید قابل اعتبار نہیں رہتا۔ اس پر ایمان ٹھن ہو جاتا ہے سب سے سنگین ترین بات یہ کہ خمینی کی یہ باتیں اسلام اور رسول خدا کی صداقت کو مشتبہ اور مشکوک بنا دیتی ہیں۔ بلکہ خمینی نے رسول اللہؐ کی بعثت کی ناکامی کا صاف اعلان کیا ہے۔

امام مہدی کی ولادت کے موقع پر یہ کہا ہے: "امام زمان معاشرتی انصاف کے لیے اس پیغام کے حل ہوں گے جو تمام دنیا کو بدل دے گایہ وہ فریضہ ہے کہ جس میں پیغمبر اسلامؐ بھی پوری طرح کامیاب نہیں ہوئے تھے اگر ہمارے نبی کے لیے جشن مسلمانان عالم کے پر عظمت ہے تو جشن امام زمان تمام انسانیت کے لیے عظیم ہے میں ان کو لیڈر نہیں کہہ سکتا کیونکہ وہ اس سے ماورا ہیں۔ میں ان کو اول نہیں کہہ سکتا کیونکہ ان کا ثانی نہیں ہے۔" (درجہ تہران ٹائمز ص ۲۹ مورخہ ۲۹ جون ۱۹۸۰ء)۔ حالانکہ یہ کھلا جھوٹا کفر ہے۔

ایک بیان میں یہ کہا کہ میرے جانشین صاحب رسول سے زیادہ قربانیاں دیتے ہیں۔ صحابہ رسول تو جنگوں میں بھاگ جاتے تھے اور میرے جاں نثار ساتھی ہزاروں کی تعداد میں عانیں قربان کر رہے ہیں۔ (معاذ اللہ)

خمینی اپنے ائمہ کو تمام انبیاء و رسل اور ملائکہ مقربین سے افضل بتاتے ہیں

ومن منسوبات منہبنا ان لا نمتنا ہمارے مذہب شیعہ کا یہ بنیادی اور ضروری عقیدہ ہے
مقائلا یبلغہ ملکہ مقرب ولا نبی کہ ہمارے ائمہ کا درجہ اتنا بڑا ہے کہ اس تک کوئی مقرب
فرشتہ اور نبی رسل (رسول اللہ بھی نبی رسل ہیں) نہیں
مرسل۔

والحکومت الاسلامیہ مطہ پنچ سکتا۔

ان تمام باتوں سے شیعہ اور امام خمینی کا اپنا ایمان و اسلام ثابت نہیں رہتا تو ان کا انقلاب اور نظام
حکومت کیسے اسلامی کہلائے۔ بلا دلی اور گواہوں کے مقررہ وقت کے لیے کسی عورت سے جنسی
معادہ متعہ کہلاتا ہے جو شیعہ مذہب کے سب سے بڑا کارثواب عمل ہے لیکن یہ اتنا حیا سوز اور قابل غیرت ہے
کہ مذہب شیعہ پر یہ بنا داغ ہے اسی لیے بعض شیعہ اسے جزو مذہب ماننے سے ہچکچاتے ہیں۔ (الارنجف)
لیکن خمینی، تحریر الوسیلہ میں متعہ کے متعلق یہ صفات سیاہ کرنے کے بعد ایرانیوں کے کردار کو یوں سیاہ کرتے ہیں:
یجوز التمتع بالزانیۃ علی کراہۃ خصوصاً بدکاروں کے متعہ کرنا ناجائز ہے مگر اگر اس کے ساتھ خصوصاً
لوکالت من العواہر المشہورۃ بالزنا۔ (تحریر الوسیلہ ص ۲۹۲) جب کہ وہ مشہور پیشہ ور طوائف ہو۔

اور حضرت عمرؓ کے متعلق خمینی کہتا ہے۔ عمرؓ نے متعہ کے حرام ہونے کا جو اعلان فرمایا وہ ان کی طرف
سے قرآن کی صریح مخالفت اور ان کا کافرانہ کردار و عمل تھا۔ معاذ اللہ۔ تبصرہ: حضرت عمرؓ نے تو
کتاب و سنت سے حرمت متعہ والا آرٹیکل جاری فرمایا تھا لیکن کیا کریں متعہ باز کو جب شیعہ اپنے ائمہ و
رسل کے برابر درجہ دیتے ہیں۔ تو وہ عمرؓ کو گالیاں کھول نہ دیں شیعہ کی قدیم مستند تفسیر منہج الصادقین
ص ۲۷ میں ہے: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو ایک دفعہ متعہ کرے وہ امام حسینؑ کا درجہ
پائے گا اور جو شخص چار دفعہ متعہ کرے وہ میرا درجہ پائے گا۔ (معاذ اللہ) اور جو پانچ دفعہ کرے
یا ہمیشہ کرے تو.....؟

۱۔ علامہ خمینی کو چاہیے تھا کہ وہ انقلاب برپا کرنے کے بعد عالم اسلام سے دوستانہ تعلقات
بڑھاتے اور اپنے وقار و حدود انقلاب میں اضافہ کرتے لیکن شدید شیعہ تعصب کی بنا پر اپنا جذباتی
توازن برقرار نہ رکھ سکے۔ ہر اسلامی ملک کی کردار کشی اپنے ذرائع ابلاغ سے شروع کر دی جن جن
علماء اور مندوبین کو انقلاب کی سالگرہوں پر بلایا سب کو اپنے اپنے ملک میں بغاوت پھیلانے اور

ایرانی انقلاب برپا کرنے کا وعظ کیا۔ تیل کی آمدنی کا، اخصاس غنڈہ گردی اور سازشی کارروائیوں
کے لیے وقف کر دیا۔ پاکستان کے خلاف خوب زہر افگلا، انڈیا کی حمایت کی سعودی عرب اور دیگر ملک
عربہ کے خلاف وہ تیز و تند پروپیگنڈہ کیا اور مسلمانوں کو ان کے خلاف ابھارا۔ گویا سب سے بڑی
اور کافر معاذ اللہ یہی ہیں۔ عراق میں اپنے لکھنؤوں کے ذریعے بغاوت کرائی۔ نتیجہ عالم اسلام پر
جنگ مسلط ہو گئی۔ پاکستان کے شیعوں کو چپکی دی کہ ضیاء الحق کی حکومت کا تختہ الٹ کر شیعہ انقلاب
برپا کرو۔ چنانچہ ان وطن فروش بزرگواروں نے ۱۹۸۰ء میں اسلام آباد کا گھیراؤ کر کے اور زکوٰۃ و عشر
اور شرعی مدد کا انکار کر کے اسلام اور پاکستان کی خوب رسوائی کی مگر خمینی کے منظور نظر بن گئے اور اب
تک ایرانی تیل اور ملک کی بنا پر فقہ جعفریہ کے مطالبات کی آڑ میں بڑے بڑے جلسے، جلوس نکال
کر، دھمکیوں اور غیہ کارروائیوں میں مصروف ہیں۔ غضب یہ ہے کہ ۶ مئی ۱۹۸۵ء میں پاکستان کے
مرکزی پارشروں میں شیعہ احتجاج کا پروگرام بنا۔ کوئٹہ میں ایران کی مسلح مداخلت اور اسلمہ سے بھرے
ہوئے فکوں کی گرفتاری، طشت از بام ہو گئی۔ پولیس پر بے پناہ ظلم ہوا کہ لاتعداد سرکٹ کر درختوں
پر لٹکائے گئے۔ فوج آئی، دن بعد حالات قابو میں آئے۔ ۲۳ ایرانی غنڈہ گردوں کو مقدمہ چلائے
بغیر ایرانی حکومت کے حوالے کیا گیا اور مقامی مجرموں کو زندان میں ڈالا گیا۔ وزیر داخلہ نے سب کچھ بتایا
تھا لیکن انتظامیہ نے اس بغاوت کا کچھ نوٹس نہ لیا بلکہ ملوث ہزارہ قبیلہ کے ایک اہم فرد کو بلوچستان
کا گورنر بنایا گیا۔ مقدمات داخل دفتر ہو گئے۔ پولیس کی گردنیں کاٹنے والوں کو سولی کی سزا کی جاتی وہ
تو مکاری بھان تھے۔ اب اپریل ۱۹۸۶ء میں شیعوں کے احتجاج یا دباؤ سے باعزت بری کر دیے گئے۔ انا اللہ۔

۱۱۔ یہ انقلاب اسلام سوز اور مسلم کش صیوفی انقلاب ہے۔ ایک عالم بردار ایرانی بزرگ کہتے ہیں:
ایران کے قائد انقلاب کے کام کو تمام انبیاء کے کام پر ترجیح دینا خدا کے نام کے بعد صرف
ان کا نام لینے کی تعظیم دینا، اقوال رسول اور اقوال امیر علیہ السلام کی جگہ قائد انقلاب کے اقوال لکھنا
پڑھنا، بولنا، سننا اور سننا، کلمہ اسلام کے دوسرے جزو کو مٹا کر غیر اسلام کے نام نامی اہم گرامی
کی جگہ قائد انقلاب کا نام لینا اور اس طرح ایک نیا کلمہ وضع کرنا (لا الہ الا اللہ الامام الخمینی
حجة اللہ) اپنے سواسلمی دنیا کے مسلمانوں کو کافر سمجھنا عالم اسلام کے موجودہ نقشے کو بدلنے
کے لیے جدوجہد کرنا، کعبۃ اللہ پر قبضے کے لیے لوگوں کو تیار کرنا اور اس عمل کو جہاد کا نام دینا تمام

مسلم سربراہان حکومت کو کافر قرار دے کر ان کا تختہ الٹنے اور ان کی حکومتوں کو ختم کرنے کے لیے قوم کو آمادہ کرنا، مسجدوں میں کیمبرے نصب کرنا، تصویریں اُتارنا اور اُترانا مسجدوں میں جوتوں سمیت جانا اور محراب مسجد میں تصویریں بنانا یا چسپاں کرنا، مسجدوں میں بیٹھ کر سگریٹ نوشی کرنا، اپنے مخالفوں کو کافر کہہ کر ان کی قبریں اکھاڑنا اور لاشوں کو غیر مسلموں کے قبرستانوں میں ڈالنا، اختلاف رائے کا اظہار کرنے والوں کو مقدمہ چلائے بغیر گولی مار دینا، شہریوں کا رزق درباری مولویوں کے ہاتھ میں دے دینا، اشیائے ضرورت کی راشن بندی کر کے عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو بازاروں میں لانا اور قطاروں میں کھڑا کرنا، زنا جیسی قبیح بدکاری کو مذہبی تحفظ دینا۔ ولدیت کی جگہ اسم مادر کو لازم قرار دینا، کمسن اور محصوم بچوں کو قتل کرنا، جھوٹے الزامات اور تہمتیں تراش کر انسانوں کو زندگی سے محروم کرنا، نمازیوں کی جماعت پر صرف اس لیے گولی چلانا کہ وہ سرکاری مولویوں کی اقتدار میں کیوں نہیں کھڑے ہوئے۔ آیت اللہ شریعت مدار جیسے امام برحق کو منافق کہہ کر نظر بند کرنا قلمدان انقلاب کی تصویر کی پوجا کرنا۔ دھرمین شریفین میں اس بت کی نمائش کرنا، ان کے سامنے ان کے نام کا کلمہ پڑھنا اگر یہ اسلام ہے تو بتاؤ ضد اسلام کیا ہے۔ یہ اسلامی انقلاب ہے تو میسونی انقلاب کیا ہوتا ہے؟ (بروایت اختر کاشمیری از آتش کدہ ایران ص ۱۲۰، ص ۱۲۱)۔

۱۲۔ ایران اسرائیل سے اٹھنے کر عالم اسلام کو تباہ کرنے پر تلا ہوا ہے۔

چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:-

۱۔ اسرائیلی وزیر اعظم نے اعتراف کیا کہ اسرائیل نے عرب دشمنی کی بنا پر ایران کو اسلحہ فراہم کرنے کا سمجھوتہ کیا ہے۔ مگر اسرائیلی قانون انھیں اس سمجھوتے کی تفصیلات ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس لیے وہ کسی خبر کی تردید یا تائید کرنے کی پوزیشن میں نہیں۔

۲۔ ایران کے سابق صدر نے کہا کہ انھوں نے حکومت ایران کو اس معاہدہ سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی اور یہ بھی کیا تھا کہ ایران کو اسرائیل سے اس قسم کا معاہدہ کرنے کے بجائے عربوں سے تعلقات استوار کرنے کی ضرورت ہے لیکن امام خمینی نے ان کی بات نہ مانی اور ان کے حکم پر حکومت ایران نے اسرائیل سے معاہدہ کر لیا۔

۳۔ ۲۱ اکتوبر ۱۹۸۰ء کو بیرس کے ایک جریدے "زئیب" نے اپنے نائنہ خصوصی

مقیم تہران کا جو مکتوب شائع کیا اس میں یہ انکشاف کیا گیا تھا کہ اسرائیل کے سول اور فوجی ماہرین کا ایک وفد تین دن کے دورے پر تہران آیا۔ اس وفد کا مقصد ایران کی دفاعی ضروریات کا اندازہ لگانا تھا تاکہ ایران کو اس کی ضرورت کے مطابق امریکی اور اسرائیلی ساخت کے پرزے اور دھڑا سامان جنگ فراہم کیا جاسکے۔

۴۔ ۲ نومبر کو برطانیہ کے اخبار آئزروڈ میں تہران کے مکتوب نگار نے لکھا ہے کہ عراق سے جنگ کے لیے اسرائیل نے ایران کو بے حد سہارا دیا ہے۔ وہ شہر کی بندرگاہوں کے ذریعے بھی مدد مقہر میں اسلحہ فراہم کیا ہے۔

۵۔ ۳ نومبر مغربی جرمنی کے اخبار ڈائی ویٹ میں جو تفصیلی خبر شائع ہوئی اس کے آخر میں یہ ہے کہ اسرائیل نے یہ سلمان پوری راستے سے ایران کو پہنچایا۔ نیز اسرائیل ایران کو سامان جنگ مہیا کرنے کا یہ سلسلہ جاری رکھے گا۔

۶۔ ایران اسرائیلی معاہدے کی خبر جب دنیا بھر میں پھیل گئی تو ۲۱ جولائی ۱۹۸۱ء کو اسرائیل کے ارسالہ معارف نے لکھا کہ ایرانی حکومت نے اسرائیل سے براہ راست اور مختلف کمپنیوں کی وسط سے مختلف النوع اسلحہ فراہم کرنے کی درخواست کی ہے اور بڑی مقدار میں فاضل پرزے بھی منگوائے ہیں۔ (بحوالہ آتش کدہ ایران ص ۹۵، ص ۹۹ از اختر کاشمیری)

حقیقت یہ ہے کہ انقلاب پر صرف اسلام کا نام اور لیل ہے ورنہ آغاز و انجام میں کیس اسلام پر عمل نہیں۔ ڈاکٹر موسیٰ مصطفائی نے کیا خوب تبصروں فرمایا ہے:

صلی و صامہ لامرکان یطلبہ لمقاضی الامور صلی و لامامہ
صول مطلب تک تو نماز روزہ کی پابندی کی اور مطلب پورا ہو چکنے کے بعد سب کچھ فراموش کر دیا۔
۱۳۔ ایرانی انقلاب امریکہ کے خلاف روس کے ایما پر ہوا۔ حقائق ملاحظہ ہوں:-

۱۔ انقلاب ایران کا انداز نظم طریق ضبط، طرز رفتار کمیونسٹ انقلاب کے مشابہ ہے خمینی کے اقوال کی تشبیہ تصویریں کا جھیلنا، مختلف قوتوں کا گھیراؤ، کتابوں اور کیسٹوں کی بھرمار اور خود خمینی کا سیاہ و سفید کا مالک ہونا، کمیونسٹ انقلاب کی علامت ہے یہ تصویر بند کی کمیونسٹ دماغ کی ہے اور وہی یہ گاڑی چلا رہا ہے۔

۲۔ انقلابی حکومت نے روس کو تودہ پارٹی سے اتحاد کر رکھا ہے یہ مملکت حکومت روس سے

خفیہ رشتہ کی علامت ہے۔

۳۔ جب شاہ کے خلاف عوامی تحریک زردوں پر تھی اور انقلاب ایران کے دروازے پر کچکا تھا اس وقت روسی افواج ایران کی رگ جلت سے زیادہ قریب تھیں۔ چنانچہ تاشقند کے ایک مبصر ٹرولیم نے شمش اپنی کتاب "یودی جنگ سے پہلے" میں لکھتے ہیں: "ایران میں جب شاہ کے خلاف عوامی تحریک شروع ہوئی تو روس نے ایران سے ملنے والے مسلم علاقوں میں اتنی فوج جمع کر رکھی تھی کہ ان مسلم علاقوں میں مارشل لا کے نفاذ کا گمان ہوتا تھا۔"

۴۔ جنین ہیکل کے بقول جب شاہ نے روسی سفیر سے پوچھا تم میرے لیے کیا کر سکتے ہو؟ سفیر نے کوئی جواب نہ دیا۔ شاہ رات کی تاریکی میں ملک چھوڑ گیا جب امام خمینی ایران میں داخل ہوئے تو استقبالیہجوم میں، لینن اور ٹرائسکی کی کتابیں مارکسی تعلیمات کی گائیڈ بکس اور کمیونسٹ لیڈروں کی رنگارنگ تصویریں تقسیم ہوئیں۔ خمینی نے اس سرخ شاہی استقبال کے متعلق ایک لفظ بھی نہ کہا ہاں جب خمینی نے ایران کا انتظام سنبھال لیا تو ۱۹ نومبر ۱۹۷۹ء کو جناب برٹنیف کا یہ انتباہ نشر ہوا: "اگر امریکہ نے ایران میں کوئی مداخلت کی تو روس اس کا ردوائی کو اپنی سلامتی کے خلاف سمجھے گا۔" افغانستان میں روسی فوج کا بڑا حصہ آج بھی ایرانی سرحد پر موجود ہے یہ خاموش رابطے فوج کا اجتماع امام خمینی کا استقبال تو دہ پارٹی سے سیاسی اختلاط۔ ایران کے خلاف کارروائی کو روس کا اپنے خلاف سمجھنا۔

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

قارئین کرام! تاریخ شیعہ ہماری اس کتاب کا موضوع نہ تھا لیکن موجودہ حالات میں اپنی قوم و ملک کے تحفظ کے لیے اس فرقہ کی قدیم و جدید تاریخ مرتب کی ہے ان لوگوں نے ہمیشہ غیر مسلم کیمپ سے مسلم کیمپ پر حملے کیے ہیں یا جاسوسی کی ہے براہ کرم ایم۔ آر۔ ڈی یا پی۔ پی۔ پی کے راہنماؤں اور حکمرانوں پر واضح کر دیں کہ ان لوگوں کا تحفظ ضرور کریں لیکن ان پر اعتماد کر کے سیاست اور کلیدی آسمیاں ان کے حوالے کریں نہ ان کے پروپیگنڈے اور مطالبات، ایچی ٹیشن سے متاثر ہوں نہ ایرانی انقلاب کو پسند کریں۔ سوائے اس کے کہ شیعوں کو وہی حقوق پاکستان میں دیں جو ایران نے سنیوں کو دیئے ہیں۔ والسلام

سیفِ اسلام کا حصہ اول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رسالہ فروع دین مسائل پر تبصرہ

مسئلہ غسلِ برہین

نماز کے لیے وضو ضروری ہے۔ اگر وضو ہی صحیح نہ ہو تو نماز نہیں ہو سکتی۔ اس لیے بہتر ہوگا کہ نماز سے قبل ہم طریقہ وضو کی تحقیق کریں اور دیکھیں کہ کس مذہب کا طریقہ کتاب و سنت کے مطابق ہے۔ دنیا بھر کے مسلمان اور اہل سنت و جماعت وضو میں پاؤں دھونا فرض جانتے اور مانتے ہیں اور ترتیب قرآنی کے مطابق سب سے آخر میں پاؤں دھوتے ہیں "مسلمان" کے بجائے نام نہاد "مومن" کہلانے پر فخر کرنے والے شیعہ فرقہ کے لوگ پہلے پاؤں دھولیتے ہیں۔ پھر وضو مکمل کر کے پاؤں پر مسح واجب جانتے ہیں۔

ترتیب اور طریقہ وضو کے متعلق سورۃ مائدہ کی آیت ہذا نص قطعی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا
أَافْئِئْهُمُ وَآفِئْهُمُ إِلَى الْمَرْأَةِ وَامْسَحُوا
بِرُؤُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ۔ (پ، ۶۷)

دنیا بھر کے مطبوعہ قرآن کریم کے سب نسخوں میں وَآَرْجُلَكُمْ کے کلمے میں لام پر زبر ہے اور اس کا عطف و تعلق منہ اور ہاتھوں کے ساتھ ہے معنی یہ ہے کہ تم وضو میں اپنے چہرے اور اپنے ہاتھ کھینچو سمیت اور پاؤں ٹخنوں تک دھوؤ یہ الٰہی تک ہر عہد بند دھونے کے مطلب کو ہی یقینی بتاتی ہے کیونکہ قرآن میں مسح کے لیے عہد بند سر میں بھی نہیں ہے اور تیمم میں جو ہاتھ اور منہ کے مسح کا ذکر ہے اس میں بھی عہد بند نہیں ہے۔ فامسحوا بوجہکم وایدیکم نیز الی الکعبین

پر مسح کی صورت میں عمل نہیں ہو سکتا کیونکہ ٹخنے پاؤں کے دونوں کناروں پر ہیں شیعہ مسح پاؤں کے ظاہر پر کرتے ہیں اور ہاتھ کو ساق تک کھینچتے ہیں جب کہ ٹخنے مسح کے راستے میں آتے ہی نہیں پھرتو الی الکعبین کے بجائے الی الساقین ہونا چاہیئے تھا۔ معلوم ہوا کہ ٹخنوں تک دھونا ہی ضروری اور مطلوب ہے کیونکہ پاؤں دونوں طرف سے دھو کر حد بندی کی جاتی ہے۔ یہی مطلب اور پاؤں دھونے کا حکم صاحب قرآن شارح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سمجھا اور بیان کیا ہے۔

کتاب اہل سنت سے نبوی طریقہ وضو یہ ہے :

۱۔ عبد اللہ بن زید بن عامر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے وضو فرماتے تھے تو انہوں نے پانی منگوا لیا اور ہاتھوں پر ڈالا تو دو مرتبہ ہاتھ دھوئے پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر تین دفعہ چہرہ دھویا۔ پھر دو مرتبہ کہنیوں تک ہاتھ دھوئے پھر سر کا مسح دو ہاتھوں سے کیا کہ ان کو آگے سے پیچھے کو لے گئے یعنی سر کے آگے سے شروع کیا پھر گردی تک لے گئے پھر ان کو واپس اسی جگہ تک لائے جہاں سے مسح شروع کیا تھا ثم غسل رجلیه۔ پھر دونوں پاؤں دھوئے۔

(رواہ مالک، نسائی ۲۸۱، ابوداؤد ۱۲۱)

۲۔ بخاری ۳۱۱، مسلم ۱۲۳ کی اسی حدیث میں ہے :

ثم غسل رجلیه الی الکعبین ثم قال ھکذا کان وضوء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ نے دونوں پاؤں دھوئے اور فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو اسی طرح تھا۔

۳۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے : حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا مسح کیا تو آگے سے پیچھے ایک دفعہ دونوں ہاتھ پھیرے ثم غسل رجلیه الی الکعبین۔ پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے۔ (بخاری ۳۱۱)

۴۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کچھ لوگوں نے عصر کے وقت جلدی میں وضو کیا تھا۔ اڑیاں خشک رہ گئی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ویسل

للعقاب من النار اسبغوا وضوء۔ ایسی اڑیوں کے لیے دوزخ کی آگ اور تباہی ہے۔ وضو مکمل کیا کرو۔ (مسلم ۱۲۲)

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب وضو کرو تو ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں سے پانی گزارو۔ (ترمذی ۲۴۲، ابن ماجہ ۲۵)

۶۔ حضرت مسطور بن شداد کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا۔ آپ پاؤں کی انگلیوں کو بائیں چھینکیا سے ملتے تھے۔ (ابن ماجہ ۳۵، ترمذی ۲۵، ابوداؤد ۱۲۱)

۷۔ حضرت ابو جبر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ کو وضو کرتے دیکھا۔ آپ نے دونوں ہتھیلیوں کو خوب دھو کر صاف کیا۔ پھر تین دفعہ کلی کی اور تین دفعہ ناک میں پانی ڈالا، چہرہ تین دفعہ دھویا اور بازو بھی تین دفعہ دھوئے، سر کا مسح ایک دفعہ کیا ثم غسل قدمیه الی الکعبین پھر ٹخنوں تک دونوں پاؤں دھوئے پھر کھڑے ہو کر وضو کا بچا ہوا پانی پیا۔ پھر فرمایا یہ مجھے پسند لگا کہ میں تم کو دکھاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے وضو کرتے تھے۔ (ترمذی ۲۵، نسائی ۲۸۱، مشکوٰۃ ۲۵، ابن ماجہ ۳۶)

غسل رجلین اور شیعہ احادیث

شیعوں کو بھی اس کا اقرار ہے چنانچہ اصول اربعہ میں سے الاستبصار ص ۴۱ کی حدیث ملاحظہ فرمائیں :

۱۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں میں وضو کرنے بیٹھا۔ جب میں وضو کرنے لگا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیؑ آئے تو مجھ سے کہا کلی کرو، ناک میں پانی چڑھاؤ، مسواک کرو، میں نے تین مرتبہ یہ کام کر کے منہ دھویا پھر آپؐ نے فرمایا دو دفعہ دھونا بھی کافی ہو سکتا ہے پھر میں نے بازو دھوئے اور سر کا مسح دو مرتبہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا ایک مرتبہ کافی ہو جاتا ہے۔ وغسلت قدمی فقال لی یا علی خلل بین الاصابع لا تخلل بالنار۔ میں نے دونوں پاؤں دھوئے پھر حضورؐ نے مجھے کہا پاؤں کی انگلیوں میں فلال کرو (اسے چھوڑ کر گویا) آگ سے انگلیوں کا فلال نہ کرو۔ شیعہ مؤلف طوسی نے یہ کتاب اس لیے لکھی ہے کہ جتنی صحیح حدیثیں کتب شیعہ میں جمہور اہل اسلام کے مطابق ہیں اور شیعہ کے بناوٹی مذہب کے خلاف ہیں ان کی تاویل کی جائے یا تقبیہ کی بحیثیت چڑھائی جائیں۔ یہاں بھی مطابق قرآن اور مطابق اہل اسلام و اہل سنت اس صحیح حدیث

کو وہ فقہ کی نذر کرتے ہیں۔ لیکن جب حدیث صحیح ہے تو تقیہ کا عذر باطل ہے۔ حضرت زید بن علی بن حنین بن علی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مروی ہے۔ اہل بیت کا یہ سلسلہ الذہب حق گو اور راست کردار تھا۔ ان کی بات کو ہم خواہ مخواہ، خوف اور ڈر کے مارے خلاف واقعہ اور جھوٹ بتائیں بہت ہی لالچینی اور گمراہ کن بات ہے۔

۲۔ کتاب کافی واستبصار میں امام جعفر صادقؑ بھی اس کی تائید کرتے ہیں:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال اذا نسیت فغسلت ذراعیک قبل وجهک فاعد غسل وجهک ثم اغسل ذراعیک بعد الوجه فان بدت بذراعک الایسر قبل الایمن فاعد غسل الایمن ثم اغسل الایسر وان نسیت مسح راسک حتی تغسل رجلیک فامسح راسک ثم اغسل رجلیک۔

امام جعفرؑ نے فرمایا جب تو بھول جائے اور چہرے سے پہلے بازو دھو بیٹھے تو دوبارہ منہ دھو پھر بازو دھو اور اگر تو بھولے سے بائیں بازو دائیں سے پہلے دھو بیٹھا تو دائیں بازو کو پہلے دھو پھر بائیں دھو اور اگر سر کا مسح بھول جائے اور پاؤں دھو بیٹھے تو سر کا مسح کر پھر اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔

(فروع کافی ص ۳۵۱ مطبوعہ تہران، استبصار ص ۶۸)

۳۔ عن ابی عبد اللہ فی الرجل یتوضا الوضوء کلہ الارجلین ثم یخوض الماء بہما خوضا قال اجزأہ ذلک فہذا الخبر محمول علی التقیۃ۔ (الاستبصار ص ۶۵)

امام صادقؑ نے اس شخص کے متعلق فرمایا جو سارا وضو کرے مگر پاؤں کو دھونے سے پہلے پانی میں ڈلو دے تو اس کا وضو درست ہوگا۔ یہ حدیث تقیہ پر محمول ہے۔ (سبحان اللہ)

معلوم ہوا کہ پاؤں کا دھونا فرض ہے اگر پانی میں پاؤں ڈلو دے تو غسل کا مفہوم اور فرضیت ادا ہو جاتی ہے۔ اگر ہاتھ سے مسح ہی کرنا ضروری ہو تو امام یہ فتویٰ نہ دیتے کہ پاؤں ڈلو دینے سے وضو درست ہو گیا بلکہ مسح کا الگ حکم دیتے جیسے اب شیعہ دھونے کے بعد مسح کرتے ہیں۔

۴۔ عن علی قال قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یغسل احدکم باطن رجلہ الیسری بیدہ الیمنی۔ (الاشعثیات ص ۱۹)

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا کہ کوئی شخص اپنے بائیں پاؤں کا تلو اپنے دائیں ہاتھ سے ہرگز نہ دھوئے۔

معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مذہب پاؤں دھونا ہے اور وایاں ہاتھ بائیں پاؤں دھونے میں استعمال نہ کرے۔

۵۔ لبسندہ عن علی فی رجل یصیبہ وثی او کسر فی جہریدہ او رجلہ فتیوضا ویغسل ما استقبل من الجباشر ولیمسح علی العصاب۔

حضرت جعفرؑ نے اپنی سند سے حضرت علیؑ کا یہ فتویٰ اس شخص کے متعلق نقل کیا ہے کہ جس کو کوئی زخم پہنچے یا ہڈی ٹوٹ جائے اور وہ ہاتھ پاؤں پر پٹی یا لکڑی باندھے تو وہ وضو کرتے وقت لکڑی کا

(باب المسح علی الجباشر الاشعثیات ص ۲)

یہ روایت مجبوری کی صورت میں بھی پاؤں دھونے اور پٹی پر مسح کی پابندی بتا رہی ہے۔ تو عام حالات میں ہاتھ اور پاؤں کا دھونا وضو میں کیوں فرض نہیں؟

۶۔ ان علیا قال اذا توضأت فلا علیک بای رجلیک بدت وبای یدیک بدت۔ (ایضاً)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تو وضو کرے تو کوئی صرح نہیں۔ دونوں پاؤں کو دھونا شروع کرے یا دونوں ہاتھوں کو پہلے دھوئے۔

پتہ چلا کہ وضو میں ترتیب فرض نہیں۔ تقدیم و تاخیر ہو جائے تو وضو ہو جاتا ہے۔ اب پاؤں اور ہاتھوں کا یکجا ذکر دونوں کا فرض نہ دھونا بتاتا ہے۔

۷۔ اسی کتاب کے باب غسل الرجلین میں ہے:

عن جیدہ جعفر بن محمد عن ابیہ ان علیا کان یفسرہ وامسحوا برؤسکم وارجلکم الکعبین۔

امام موسیٰ اپنے داداؤں سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس آیت کو لام کی زبر ارجلکم کے ساتھ پڑھتے تھے کہ تم اپنے سر و سر کے مسح کرو اور پاؤں کو کعبین تک دھوؤ۔

قال ابو عبد اللہ جعفر بن محمد فین ثقل فہو غسل القدمین ومن خفف وقرع ارجلکم فالنما هو مسح علی القدمین۔ (الاشعثیات ص ۱۹)

امام جعفرؑ نے فرمایا جو بخاری کام کرے اصل حکم عزیمت پر چلے تو پاؤں دھوئے اور جو سہولت کے لیے موزے پہنے تو لام کے زیر کے ساتھ پڑھ کر پاؤں پر مسح کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ و اہل بیتؓ کی قرأت لام کی زبر کے ساتھ ہے اور پاؤں دھونا فرض ہیں۔ امام صادقؑ نے بھی اسی کو اولیت اور ترجیح دی ہے۔ تاہم جبر والی قرأت کا محل بھی بتا دیا ہے کہ جو شخص آسانی چاہے تو موزے پہن کر پاؤں پر مسح کر لیا کرے۔ بحمد اللہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت کا اسی پر عمل ہے وہ لام کی زبر کے ساتھ اکثر قاریوں کی متواتر قرأت کی وجہ سے غسل رجبین فرض کتے ہیں اور ایک جبر والی قرأت کو موزوں پر مسح کی دلیل بناتے ہیں۔ گویا موزوں پر مسح کتاب و سنت سے ثابت ہے۔

حضرت شریح بن بانیؒ کہتے ہیں کہ میں نے علیؓ بن ابی طالب سے موزوں پر مسح کے متعلق پوچھا: فقال جعل رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاثا ايام ولياليهن للمساحن و يومًا وليلة للمقيم۔
(رواہ مسلم ص ۱۳۵) تو آپ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن اور تین راتیں مسافر کے لیے اور ایک دن اور ایک رات مقیم کے لیے مدت مقرر فرمادی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دین اگر رائے سے ہوتا تو اوپر کے بجائے موزوں کے نیچے مسح بہتر ہوتا مگر میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ آپ موزوں کے اوپر مسح کرتے تھے۔ (ابوداؤد ص ۲۲، دارمی، مشکوٰۃ ص ۵۲)

شیعہ روایات پر ایک نظر

جب کتب رفیقین میں قرآن کریم، احادیث نبویؐ اور عملی تفسیری و اہل بیتؓ سے پاؤں کا دھونا فرض ثابت ہو چکا تو اصولاً مذہب اہل سنت کی صداقت ظاہر ہوئی اور شیعوں پر تمام حجت کا فرض ادا ہو گیا۔ اگرچہ ہم شیعوں کی مسح رجبین کے متعلق متعارض روایات کو کوئی درجہ نہیں دیتے۔ کیونکہ جھوٹے مذہب میں ایک دوسرے کی ضد اور متعارض روایات ہوتی ہیں جن سے وہ حسبِ موقع کام چلاتے ہیں تاہم اصول جرح و تعدیل کی روشنی میں ان روایات کو ہم مختصر بے اعتبار و ضعیف اور ناقابلِ حجت کتے ہیں:

۱۔ وہ قرآن کے مخالف ہیں اور قرآن کے مخالف روایت کو صحیح ہی کیوں ہو، مردود ہوتی ہے۔

خود شائقِ راضی لکھتا ہے کہ جو قرآن کے خلاف ہو وہ سنت نبویؐ نہیں ہے۔ کیونکہ حضورؐ ہرگز قرآن کی مخالفت نہیں کر سکتے لہذا ایسی احادیث ہرگز قابلِ قبول نہیں ہو سکتی ہیں جو قرآن کے خلاف ہوں۔
(فروع دین ص ۱۳-۱۴)

امتقاد یہ شیخ صدوق میں ہے:

وكل حديث لا يوافق كتاب الله هو حديث كتاب الله کے مطابق نہ ہو وہ باطل فہو باطل۔
اور جھوٹی ہے۔

۲۔ درج ذیل تفصیل کے مطابق ان کے راویوں پر بھی کلام ہے:

۱۔ الاستبصار طوسی میں مسح کی دو روایتیں ہیں۔ پہلی میں سالم راوی مجہول ہے۔ فہرست تنقیح ص ۱۰۱ میں اس نام کے ۳۲ راوی ہیں۔ صرف دو ثقہ، دو حسن، باقی سب مجاہیل اور ضعاف ہیں۔ ایک روایت میں غالب مولیٰ ہذیل بھی مجہول ہے۔ تنقیح ص ۱۰۲ کے ۱۲ ناموں میں سے صرف ایک ثقہ و حسن کے سوا سب ضعیف ہیں۔ شیعوں پر لازم ہے کہ اگر وہ ثقہ ہیں تو صحیح نسب و تعارف کے ساتھ ثابت کریں کہ واقعی یہی دو ثقہ رجال ان احادیث کے راوی ہیں ورنہ مجہول اور غیر معتبر ہی سمجھے جائیں گے۔
ب۔ شیعہ کے ہاں سب سے معتبر اور مفصل کتاب کافی ہے اس کے حصہ فروع باب مسح الرأس والقین میں گیارہ روایتیں ہیں جو سب ناقابلِ استدلال ہیں۔ قرآن کے مقابل وہ دیوار پٹے ملنی چاہئیں۔ پہلی سندیں عمر بن عمرؓ کے سوا باقی پیلو لویوں کی طرح اماکی مجہول ہے۔

(فہرست تنقیح ص ۱۵۲، تنقیح المقال ص ۲۳۲)

دوسری سندیں ابن ابی عمیر مجہول ہے اور محمد بن مسلم بھی ہے جسے امام صادقؑ نے دین میں شک کرنے والا تباہ حال بتایا ہے۔ (تنقیح ص ۱۸۶)

تیسری سندیں مرکزی راوی زرارہ بن اعین ہے جو اگرچہ شیعہ کا بڑا راوی ہے مگر امام صادقؑ نے اسے کذاب اور طعون بتایا ہے۔ (رجال کشی ص ۹)

چوتھی روایت میں محمد بن ابی نصر صاحب انزال ہے۔ مامقانی اسے مہمل بے کار کہتے ہیں۔ (فہرست تنقیح ص ۱)

پانچویں روایت میں انیس بن فی من راوی الحسن یہ مجہول و نامعلوم ہے۔ نیز یہ روایت

غسل کی مؤید ہے۔ مسح میں صریح نہیں۔

چھٹی روایت میں حکم بن مسکین ہے۔ توثیق و عدالت سے محروم ہے۔ شہید ثانی اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ جرح کا نہ ہونا کافی نہیں، توثیق کا ہونا ضروری ہے کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔ (تنقیح المقال ص ۳۶)

ساتویں روایت میں محمد بن مردان ذہلی بصری ہے جو امامی مجہول ہے۔ (تنقیح المقال ص ۱۸۲) پر ہے مجھے اس کی اتنی خوبی کا بھی علم نہیں جو اسے حسن درجے کے راویوں میں شمار کرائے۔

آٹھویں روایت میں غسل اور مسح دونوں کا ذکر ہے۔ جو زرارہ سے مروی ہے۔ امام جعفر نے فرمایا ہے: "اپنے دین میں شک کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ جن میں زرارہ، بریدہ، محمد بن مسلم اور اسماعیل جعفی (شیعہ کے مرکزی چار راوی) ہیں۔ (تنقیح المقال ص ۱۸۶)

نویں روایت کے راویوں کا حال معلوم نہ ہو سکا۔

دسویں روایت میں قاسم بن محمد بن سلیمان مہمل ہے۔ (فہرست تنقیح)

گیارہویں روایت میں مسح نفلیں کا ذکر ہے۔ سنی و شیعہ میں سے جو تین چرمح کا کوئی قائل نہیں روایت میں صراحت ہے: "وہم یدخل یدہ تحت الشرائع کہ حضرت علیؑ نے مسح اوپر کیا۔" تسمہ کھول کر اندر پاؤں پر نہیں کیا۔ اس سے تو موزوں پر مسح ثابت ہو گیا۔ الحمد للہ تعالیٰ کہ جس کے شیعہ منکر ہیں وہی ان کی کتب سے ثابت ہے۔

ج: من لا یحضرہ الفقیہ کی مسح کے متعلق صحیح بائند اور صریح روایت کا ہمیں علم نہیں۔

یہ توان کی اپنی روایتوں کا حال ہے جن کی وجہ سے قرآن کے مخالف ہو کر وہ مسح ربطین کے قائل ہوئے۔ ایک جردالی قرأت کو علماء اسلام نے جرجوار پر محمول کیا ہے۔ جس کی تشریح "ہم سنی کیوں ہیں؟" میں ہم کر چکے ہیں۔

مزید وضاحت یہ ہے کہ جرجوار کو علامہ سیبویہ، اخفش اور ابوالبقار وغیرہ تمام متبرخویوں نے جائز قرار دیا ہے۔ یہ نعت میں بھی اور عطف میں بھی درست ہے۔ خود قرآن کریم میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

نعت اور صفت کی مثال عَذَابٌ یُؤْذِرُ الْبَیِّنَاتِ کہ الیم (دروناک) دراصل عَذَابٌ

مرفوع کی صفت ہے لیکن یُؤْذِرُ کے پڑوس کی وجہ سے ایسی مجرور ہے۔ عطف کی مثال یہ ہے کہ امام کسائی اور امام حمزہ کی قرأت میں اور امام عاصمؒ سے مفضل کی روایت میں وَحُورٌ عِیْنٍ کَمَا مَثَالُ التُّلُوءِ الْمَكْنُونِ (واقعہ ۱)۔ (خوب صورت موٹی آنکھوں والی عورتیں چھپے موتیوں کی مانند) مجرور آیا ہے۔ حالانکہ واو عاطفہ ہے اس کا عطف یَطْوُونَ عَلَیْهِمْ وَلِلنَّاسِ مَخْلَدُونَ۔ بِاصْوَابٍ وَابَارِئِیْ (کہ اہل جنت کی خدمت میں سدا رہنے والے لڑکے، کٹورے اور ہلکے کر گھومتے پھریں گے) مرفوع پر ہے کہ اور خوب صورت عورتیں جنتی عورتیں بھی ان کے پاس گھومتی پھریں گی۔ باصواب و اباریق مجرور پر نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب لڑکے عورتوں کو اٹھاتے پھریں گے، صحیح نہیں بنتا۔

عربیت کے مشہور شاعر نابغہ کا یہ شعر بھی عطف میں جرجوار کو جائز بتاتا ہے۔

لَمْ یَبْقِ إِلَّا اسْبِقُ غَیْرِ مَنْفَلَتٍ وَمَوْثِقٍ مِنْ عَقَالِ الْأَسْرِ مَكْبُولٍ

صرف ایک قیدی باقی رہا جو کھسک نہیں سکتا قید کی زنجیروں میں جکڑا پڑا ہے اور بیڑیاں اس کو لگی ہوئی ہیں یوثیق اور مکبول مجرور میں منفلت کے پڑوس کی وجہ سے ورنہ معنی کے اعتبار سے مرفوع ہیں کیونکہ ان کا عطف وتعلق غَیْرِ کے ساتھ ہے یعنی یہی جکڑا ہوا اور بیڑیوں میں بندھا ہوا قیدی باقی ہے جو چھوٹ نہیں سکتا۔ اسی لیے علامہ عربیت اور النہ لغت نے اسے جائز کہا ہے کہ قرآن مجید اور بلغار کے کلام میں وہ استعمال ہوا ہے۔ علامہ زجاج کا نفی کرنا تتبع و تلاحش کا قصور ہے۔ نیز یہ شہادت بر نفی ہے اور نفی کی شہادت قبول نہیں ہے کہ کلام بلغاریں اس کا وجود اسے ختم کر دیتا ہے۔ متن متین والے کا۔ المغنی اور الفیہ کے حوالے سے نفی کرنا بھی بے بنیاد پر مبنی ہے۔ بالفرض والتسلیم ارجلکم کا عطف وجوہکم پر نہ مانا جائے اور برؤسکم پر ہی اصرار کیا جائے۔

تو اہل سنت کے نزدیک تطبیق اور صحت کلام کی دو صورتیں ہیں جن کی وضاحت آگہی ہے۔ اور شیعہ کے ہاں غسل پر عطف کی صورت و اکثر قاریوں کی نصب سے قرأت میں توجہ اور تطبیق کی کوئی صورت نہیں کیونکہ وہ دھونے کے قائل ہی نہیں۔ مشاق لکھتا ہے:

"حقیقت یہ ہے کہ نہ تو پاؤں کو دھونا جائز ہے اور نہ ہی موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔" (ذریعہ دین ص ۷۷)

اہل سنت کی دو تلبیقیں ہیں:

۱۔ مسح سے مراد ہاتھوں سے پانی ڈالنا اور ملنا ہے۔ یہ غسل کو چاہتا ہے۔ ابو زید انصاری اور لغت والوں نے تصریح کی ہے۔

المسح في كلام العرب يكون غسلا يقال للرجل اذا توضع له مسح ويقال مسح الله مابك اي ازال عنك المرضي ويقال مسح الارض المطر۔ مصباح اللغات پر ہے مسح بالماء غسل کا۔
عربی زبان میں مسح بمعنی دھونا بھی آیا ہے۔ کہا جاتا ہے جب آدمی وضو کرے کہ اس نے مسح کیا اور کہا جاتا ہے کہ اللہ تجھ سے بیماری کو دھو دے یعنی دور کر دے اور کہا جاتا ہے بارش نے زمین کو دھو دیا۔

اگر کہا جائے کہ امسحوا برسکم میں تو یہ معنی نہیں لیا گیا تو جواب یہ ہے کہ یہاں امسحوا ارجلکم مقدار مان کر مسح کا معنی ترک کرنا اور دھونا بھگوانا مراد لیں گے تو معنی کے تعدد میں مضائقہ نہیں۔ امامیہ میں سے شارح زبدۃ الاصول اور ماہر عربیت نے حقیقت و مجاز کے جمع کی مثال یہ آیت پیش کی ہے:

لَا تَقْرُبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِ سَبِيلٍ (نسا، پ، ۴۷)
نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ تا وقتیکہ جان لو کہ تم کیا کہتے ہو اور جنابت کی حالت میں مسجد کے قریب نہ جاؤ بجز راہ گزرنے کی مجبورگی۔

تو ولا جنباً کا عطف الصلوۃ پر ہے معطوف علیہ صلوۃ کا حقیقی معنی ارکان نماز کی شکل ہے اور معطوف (مقدّر صلوۃ) کا معنی جائے نماز یعنی مسجد ہے۔

۲۔ اور برسکم کے ساتھ متعلق مان کر غسل کا معنی لینا کلام عرب کے مطابق ہے۔ قاعدہ عربیت یہ ہے۔

اذا اجتمع فعلا من متقاربين في المعنى وكل منهما متعلق بواحد هما وعطف متعلق المحذوف على المذكور كانه متعلقه كما في قول لبيد بن ربيعة
جب قریب المعنی دو فعل اکٹھے ہوں ہر ایک کا الگ الگ متعلق ہو تو ایک کو حذف کرنا اور محذوف کے متعلق کا مذکور پر عطف کرنا جائز ہے گویا وہی اس کا متعلق ہے جیسے لبيد بن ربيعة

ربیعة العامری:

عامری کہتا ہے۔

فعلی فروع الایہقان واطفلت بالجليلتين طباءها ونعامها
اعی باضت ومنه اذا ما الغائيات برزن يومها
وزجحن الحواجبا والعيونا
اعی كحلن العيون
ومنه كان الله يجده
الفه وعينه۔ ومنه
علفتها تبا وماء اباردا۔
ای سقیتھا۔
وہ بارش جنگلی ہالوں کی شاخوں پر غالب آگئی (یعنی وہ اُس میں ڈوب گئیں) اور دونوں کناروں پر ہرنیوں اور شتر مرغیوں نے بچے نکالے ہیں۔ (یعنی انڈے دیئے ہیں کیونکہ شتر مرغی بچے نہیں دیا کرتی)۔ ۲۔ وہ گانے والی حسین عورتیں جب نکلیں اور اپنے ابرؤں اور آنکھوں کو برھیاں بنایا۔ (یعنی آنکھوں کو سرمہ لگایا)۔ ۳۔ گویا کہ اللہ نے اس کی ناک اور آنکھ کاٹ ڈالی۔ (یعنی آنکھ پھوڑ ڈالی)۔ ۴۔ میں نے اونٹنی کو گھاس اور ٹھنڈا پانی کھلایا۔ (یعنی پلایا) یہ اردو محاورہ بھی ہے روٹی پانی کھایا۔

(تحفة الاثنی عشریہ ۶۳، اردو کید ہفتم)

مشاق کے پیش کردہ حوالہ جات پر ایک نظر:

کتاب اہل سنت کی جن عبارات سے مطلب برآری کی سعی ناتمام کی گئی ہے ان کی حقیقت یہ ہے:

۱۔ کہ غیر مقلدین کے حوالہ جات اور تحقیقات ہم پر حجت نہیں۔ یہ لوگ آزاد منش ہیں۔ اجماع امت تک کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کی استدلالی ایج انفرادیت اور تشیع کی آئینہ دار ہوتی ہے لہذا تنہا ان کی نقل یا استدلال قابل اعتماد نہیں ہوتا۔

ب: تفسیر امام رازی کے حوالہ میں زبردست خیانت کی ہے۔ انھوں نے شیعوں کے استدلال نقل کر کے آگے جوابات دیئے ہیں۔ یہ جوابات کو ہمضم کر گئے اور استدلال کو علامہ کی اپنی تحقیق بتا کر اہل سنت پر الزام قائم کر دیا۔ ہوا اسفا۔

علامہ رازیؒ اپنی تفسیر کبیر ص ۱۶۲ مطبوعہ بیروت مقام ہذا پر لکھتے ہیں:

واعلم انه لا يمكن الجواب عن تم جان لو کہ اس کا جواب دو طرح ممکن ہے

هذا الامن وجهين الاول ان الاخبار
الكثيرة وردت بايجاب الغسل
والغسل مشتمل على المسح ولا
ينعكس فكان الغسل اقرب الى
الاحتياط فوجب المصير اليه
وعلى هذا الوجه يجب القطع بان غسل الرجلين
يقوم مقام مسحهما والمثاني ان فرض
الرجلين محدود الى الكعبين
والتحديد انما جاء في الغسل لا في المسح
۱۔ بہت سی احادیث صحیحہ و مرویہ، موقوفہ غسل
کو واجب قرار دیتی ہیں اور دھونا مسح (ہاتھ پھیرنے)
کو شامل ہے اور اس کا اُلٹ نہیں تو دھونا ہی
اقرب الی الاحتیاط ہے تو اسی کی طرف رجوع کرنا
اور مذہب بنانا واجب ہے اور اس وجہ سے
یقیناً کہا جائے گا کہ پاؤں کا دھونا مسح کے قائم مقام
ہو جاتا ہے۔ ۲۔ پاؤں دھونے کی ٹخنوں تک
حد بندی کی گئی ہے اور حد بندی دھونے میں
ہوتی ہے مسح میں نہیں ہوتی۔

پھر جو شیعوں کی طرف سے یہ جواب نقل کیا ہے کہ ٹخنوں سے مراد وہ اندرونی ہڈی ہے
جو قدم کے جوڑ کے نیچے ہوتی ہے (تو حد بندی صحیح ہے)۔ ہم کہتے ہیں یہ ظاہر عرف و لغت کے
بھی خلاف ہے اور کعبین کے ترجمہ کے بھی کیونکہ تمام لوگ پاؤں کے دو ٹخنے مانتے ہیں، جو
کناروں پر ظاہر ہیں اور جوڑ کے نیچے کی ایک ہڈی کو کوئی بھی نہ دیکھتا ہے، نہ ٹخنے مانتا ہے تو مسح
ٹخنوں سمیت نہیں ہو سکتا، دھونا ہی ہو سکتا ہے۔
پاؤں دھونے پر صحابہ و تابعین کا اجماع ہے

ج: پھر پیش کردہ تمام حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ، آپ کے شاگرد
عمرؓ اور شعبیؓ مسح رجلین کے قائل تھے۔ اسی طرح حضرت علیؓ اور محمد باقرؓ مسح کرتے تھے۔
ہماری گزارش یہ ہے کہ رافضی قسم کے لوگوں نے روایتیں بنا کر اور خوب پروپیگنڈہ کر کے
ان اکابر کے سیدھے سادے عمل کو متعارض اور مخالف قرآن بتانے کی سعی نامشکور فرمائی ہے۔
ورنہ تفسیر طبری سے، جس کا حوالہ یہاں مشتاق رافضی نے دیا ہے۔ سب سے پہلے مستند
تفسیری روایات حضرات صحابہ و تابعین سے یہ مروی ہیں:-

۱۔ عاریث اعمور حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

اغسلوا الاقدام الى الكعبين

۲۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے وارجلکم الی الکعبین کہ ٹخنوں تک پاؤں

دھوؤ! آیت پڑھی اور حضرت علیؓ نے سنی جب آپ لوگوں کے فیصلے کر رہے تھے تو فرمایا وارجلکم
اس کلام میں تقدیم و تاخیر ہے (یعنی ارجلکم پہلے لفظ اغسلوا کے تحت ہے اور ذکر میں
ترتیب کی وجہ سے مؤخر ہے)۔

۳۔ بروایت وکیع از حسین بن علی شیبان سے مروی ہے۔ فرمایا میرے ہاں یہ ثابت ہے
کہ حضرت علیؓ نے وارجلکم زبر کے ساتھ پڑھلے۔

۴۔ حضرت علیؓ نے عاریث سے کہا: پاؤں ٹخنوں تک دھویا کر۔

۵۔ عبد خیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا آپ نے دھونا
کیا اور قدیموں کو اوپر سے دھویا اور فرمایا اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے نہ دیکھا
ہوتا تو پاؤں کو نہ دھوتا۔

غسل رجلین کا یہی عمل متفقہی ہم کتب شیعہ سے بھی نقل کر چکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب حضرت
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوالائمہ کا یہی عمل ہے تو حضرت باقرؓ اس کے خلاف کیسے عمل کر سکتے
ہیں؟ لہذا ان کی طرف مسح کی نسبت شیعہ اپنی کتب میں کریں یا اہل سنت کا حوالہ بتائیں۔ سب
جعلی کاروبار ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے ابتداء مسح سمجھا تھا مگر پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
حضرت علیؓ اور تمام صحابہ کرامؓ کا جب عمل معلوم ہوا تو غسل رجلین کے ہی قائل ہوئے اور اسی پر فتویٰ
دیا۔ تفسیر طبری کی روایات ملاحظہ ہوں۔

۶۔ حضرت عمرؓ ابن عباسؓ سے راوی ہیں کہ آپ نے و امسحوا برؤسکم
وارجلکم نصب کے ساتھ پڑھا اور فرمایا بات دھونے پر لوٹی ہے۔

۷۔ ابن وکیع از ابوسفیانؓ اور وہ خالدؓ سے راوی ہیں کہ ابن عباسؓ کے شاگرد حضرت
عمرؓ نے یہی کچھ فرمایا ہے۔

۸۔ سدی کہتے ہیں کہ آیت وضو میں تقدیم و تاخیر ہے یعنی پاؤں دھونے کا حکم فاعسلوا
پہلے ہے اور دھوئے آخر میں جاتے ہیں۔

۹۔ مشام عروہؓ سے اور وہ اپنے باپ زبیرؓ سے راوی ہیں کہ وارجلکم ہے حکم

غسل رجليں کا ہے۔

۱۰۔ حماد ابراہیم نخعیؒ سے راوی ہیں کہ ارجلکم فاعسلوا کا مفعول ہے۔ بات دھونے پر لڑتی ہے۔

۱۱۔ زر بن حبیشؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے راوی ہیں کہ وہ ارجلکم زبر کی قرأت کرتے تھے۔

۱۲۔ شریک اعمشؒ سے راوی ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ کے شاگرد، ارجلکم زبر سے پڑھتے، اور پاؤں دھوتے تھے۔

۱۳۔ مجاہد (شاگرد ابن عباسؓ) سے مروی ہے کہ انھوں نے ارجلکم الی الکعبین زبر سے پڑھا اور کہا بات دھونے کی طرف لڑتی ہے۔

۱۴۔ ضحاک (شاگرد ابن عباسؓ) نے کہا۔ پاؤں کو وضو میں خوب دھویا کرو۔

۱۵۔ امام مالکؒ سے پوچھا گیا ارجلکم سے کیا مراد ہے فرمایا صرف دھونا واجب ہے۔ مسح جائز نہیں۔ پاؤں کو دھویا جائے، مسح نہ کیا جائے۔

۱۶۔ عبدالملک عطار بن ابی ربیعؒ (شاگرد ابن عباسؓ) نے فرمایا: میں کسی کو نہیں جانتا کہ وہ پاؤں پر مسح کرتا ہو۔

۱۷۔ ابو قلابةؒ کہتے ہیں ایک شخص نے نماز پڑھی اس کے قدموں پر ناخن کے برابر جگہ خشک تھی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا دوبارہ وضو کرو اور نماز پڑھو۔

۱۸۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا پانی سے پاؤں کی انگلیوں کا فلال کرو۔ (خشک چھوڑ کر) آگ کا فلال نہ کرو۔

۱۹۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کو وضو میں پاؤں دھوتے دیکھا تو فرمایا: مجھے دھوتے کا ہی حکم ملا ہے۔

۲۰۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک دن وضو کرتے دیکھا تو فرمایا: پانی انگلیوں میں بھی پہنچاؤ۔

۲۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ وضو کرتے تو پاؤں دھوتے۔ پھر انگلیوں میں فلال کرتے تھے۔

۲۲۔ میں (ابراہیم نخعی) نے اسود تابعی سے پوچھا: کیا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاؤں دھوتے تھے؟

اس نے کہا: جی ہاں! خوب دھوتے تھے۔

۲۳۔ سب صحابہؓ کا بیان ہے کہ انھوں نے حضور کو پاؤں دھوتے دیکھا ہے۔ حضور کے

سب زیادہ نزدیک مغیرہ بن شعبہؓ تھے۔

پھر علامہ طبری بعض آثار مسح رجليں کے نقل کر کے یوں تطبیق دیتے ہیں:

والصواب من القول عندنا في

ذلك ان الله امر بعموم مسح

الرجلين بالماء في الوضوء كما

امر بعموم مسح الوجه بالتراب في

التيمم. فاذا فعل ذلك المتوضئ

كان مستحقا اسم مسح

غاسل۔ (تفسیر محمد بن جریر طبری ج ۳ ص ۵۵، ۵۶، ۵۷)

یہ وہی امام طبری المتوفی ۳۱۰ھ میں جنہیں اہل بغداد نے

ابن جریر طبری کا مذہب

تشیع سے متهم کر کے اپنے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا تھا

گوشتیہ نہیں ہیں تاہم اپنی تاریخ یا تفسیر میں ایسی کچی پکی روایات خوب نقل کر دیتے ہیں جو شیعہ کی

موضوع یا مشہور کی ہوئی ہوتی ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ طبری مسح رجليں کے قائل تھے جیسے

مشتاق نے بھی کہا ہے لیکن یہ ان پر اہتمام ہے وہ غسل رجليں کے ہی قائل تھے۔ مسح کے بعض غیر مستند

آثار کو نقل کر کے جو فیصلہ دیتے ہیں وہ پاؤں دھونے کا ہی ہے۔ مسح کے آثار کی توجیہ یوں کر رہے

ہیں کہ ہاتھوں کے ذریعے پانی سے پاؤں کو اتنا ملو اور ترک رو کر بالکل استیعاب ہو جائے۔ جیسے تیمم

میں بازوؤں اور چہرے پر مٹی والا ہاتھ اتنا ملا جائے کہ استیعاب ہو جائے۔ کوئی جگہ باقی نہ رہے

جب ہاتھ ملنے سے پاؤں پر پانی سے استیعاب ہو گا اور کوئی جگہ نہ ہو جائے سے نہ بچے گی تو یہی

غسل کا مفہوم ہے اس سے صرف وہ صورت نکل جاتی ہے۔ جب پاؤں کو ہاتھ نکلے بغیر پانی

میں ڈبو دیا جائے۔ لیکن الاستبصار ص ۶۵ سے ہم امام صادقؑ کا فتویٰ نقل کر چکے ہیں کہ اس سے

بھی وضو درست ہو جاتا ہے۔ لہذا شیعی استدلال کو طبری سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

د: مرقاة شرح مشکوٰۃ کا حوالہ بھی غلط دیا ہے۔ کیونکہ غسل رجليں کی امادیت کے تحت حضرت

ملا علی قاری المتوفی ۱۰۱۲ھ فرماتے ہیں:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضَيِّعَ إِيمَانَكُمْ ۚ اللَّهُ تَعَالَىٰ تَهْتَكُ أَيْمَانُكُمْ (نمازوں، کوضائع

موزہ پہننا انسان کی ایک طبعی ضرورت ہے۔ تھائی یا چوتھائی دنیا کے حصہ پر موسم سرما میں فربڑی رہتی ہے۔ پاؤں کو سردی سے بچانا بھی لازمی ہے۔ شریعت کے احکام آسانی اور سہولت پر بھی مبنی ہیں۔ اس لیے موزوں پر مسح کا حکم دے کر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کو یہ آسانی فراہم کر دی کہ حالت موزہ میں مسح کر لیں۔ جس کی خاص شرائط ہیں۔ محض جراہوں یا کٹے پھٹے موزہ پر مسح درست نہیں۔ اب یہ کس قدر زریع یا دماغی انقلاب ہے کہ گرد و غبار سے اٹے ہوئے ننگے پاؤں پر تو مسح کر لیں لیکن پاک و صاف وضو کی حالت میں پہنے ہوئے موزوں

پرنے وضو کی حاجت میں مسح نہ کریں۔ سرودی میں کھول کر ان پر صرف مسح کریں۔

مذہب شیعہ کا ہر انفرادی عمل عقل و نقل کے خلاف ہوتا ہے۔ ورنہ حضرت جعفر صادقؑ سے حالت تخفیف میں موزوں پر مسح کا جواز اور بحر والی قرأت کا محل کتب شیعہ سے ہم ثابت کر چکے ہیں الغرض وضو میں پاؤں کا دھونا فرض ہے اور موزوں پر مسح درست ہے۔ رافضی کا یہ کہنا بالکل جھوٹ ہے کہ ”حقیقت یہ ہے نہ تو پاؤں کو دھونا جائز ہے نہ ہی موزوں پر مسح کرنا جائز ہے“ کسی تارک شریعت ملنگ کا یہ اپنا مذہب ہونو ہو مگر کتاب الہی، سنت نبویؐ، عمل صحابہ کرامؓ و تابعینؓ، مذہب اہل بیتؑ و اہل سنت کے بالکل مخالف ہے۔

منہ دھونا

وضو میں منہ دھونا فرض قطعی ہے۔ تین دفعہ، یا بقول شیعہ دو دفعہ، دھونا مسنون ہے۔ منہ کی سطح بیضوی یا گول ہوتی ہے۔ ناک آنکھ کی وجہ سے سطح ہموار نہیں ہے۔ لہذا دونوں ہاتھوں سے منہ پر پانی ڈالا اور کلا جائے تب منہ تر ہوگا۔ ورنہ شیعہ کے بقول صرف بیدھے ہاتھ سے دو یا تین دفعہ دھویا جائے تو اعضا تر ہونے کی بجائے خشک رہ جائیں گے۔ تجربہ شرط ہے۔ اگر تین سے زائد مرتبہ تکلف سے بار بار منہ دھویا جائے تو خلاف سنت ہوگا۔ اگر سنت کا عدد ملحوظ رکھا جائے تو فرض ادا نہ ہوا۔ اس لیے اہل سنت حسب ضرورت دونوں ہاتھوں سے چلو بھر کر آہستہ سے منہ پر پانی ڈالتے ہیں۔ پھر منہ کو تسلی سے ملتے ہیں تاکہ سنت و فرض دونوں بکمال ادا ہو جائیں۔ اگر شیعہ دونوں ہاتھ مل کر دھوئیں، بازو دھوئیں دونوں سے سر اور پاؤں کا مسح کریں۔ بایں ہاتھ کا استعمال مکروہ نہ ہو مگر چہرہ دھوتے وقت کراہت یا عدم جواز کی نئی آنکج نکال لیں۔ یہ شریعت میں بے جا مداخلت اور ڈھکوسلہ سازی ہے۔ صرف ایک ہاتھ سے منہ دھونے والی حدیث نبویؐ صحیح نہیں ہے یا اتفاقی واقعہ ہے۔ آپؐ نے بایں ہاتھ استعمال کرنے کی ممانعت نہیں کی ہے۔ بلکہ دونوں ہاتھوں سے منہ کو دھویا ہے۔

ابوداؤد شریف ص ۱۶۱ پر ہے حضرت علیؑ، حضرت ابن عباسؓ کو فرماتے ہیں۔ کیا میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وضو کر کے نہ بتاؤں؟ پھر وضو کے دوران منہ دونوں ہاتھ سے

دھویا شمر ا دخل یدیدہ فی الاناء جمیعاً فاخذ بہما حفنۃ من ماء ف ضرب بہ بہما علی وجہہ۔ (الحدیث) پھر دونوں ہاتھ برتن میں ڈالے دونوں سے چلو بھرا اور منہ پر ڈالا۔

بازو کمینوں سے انگلیوں تک دھونا

اپنا الگ شخص و مذہب جتنا نے کے لیے شیعہ نے یہ بھی تکلف فرمایا ہے کہ بازوؤں کو ٹنگا کمینوں سے انگلیوں کی سمت، کپڑے پر قیاس کر کے دھویا جائے۔ حالانکہ ہاتھ کا کمینوں سے مڑنا اور اونچا نیچا ہونا ایک طبعی عمل ہے۔ دونوں طرح دھونا صحیح ہے۔ قیاس مذہب شیعہ میں درست ہی نہیں تو پھر قرآن و سنت کے بغیر بلکہ برخلاف یہ پابندی کیوں لگائی جاتی ہے۔ ظاہر قرآن کے تحت ایدیکم الی المرافق۔ ہاتھوں کو کمینوں تک دھوؤ، پر عمل کیا جائے اور ماء مستعمل کمینوں سے خود بخود نیچے گرے گا اور بازو کو نہیں پہنچے گا تو اس میں کیا خرابی ہے؟ لیکن شیعہ لوطعن یا علیحدہ پسندی کے ہیضہ کے مریض ہیں۔ خدا ان کو صحت دے۔ فتح الباری والے یہ نہیں کہ رہے کہ انگلیوں سے کمینوں تک دھونا مکروہ یا ناجائز ہے۔

سر اور پاؤں کا مسح

سر کا مسح نص قطعی سے ثابت ہے برء و سکم کی بار مصاحبت کی ہے اگر تعیض کی ہو تو مطلق سر کا مسح کرنا چاہیے۔ اب سنت کی طرف رجوع ہوگا۔ آپؐ نے اکثر و بیشتر پورے سر کا مسح کیا ہے لہذا مسنون پورے سر کا مسح ہوا۔ ایک خبر مشہور کے ذریعے ثابت ہے کہ ایک دفعہ آپؐ نے صرف ناصیہ پر اکتفا فرمایا۔ بیاناً الجواز تو ہم چوتھائی سر کے مسح کو فرض کہتے ہیں اور سارے کو مسنون۔ حکم قرآنی و امسحوا پر دونوں صورتوں میں عمل ہو جاتا ہے اور بامصاحبت و تعیض کا اتفاق پورا ہو جاتا ہے۔ فرض قطعی کو اہتمام سے بجالانا چاہیے۔ اس لیے مسح سر میں نیا پانی لینا افضل ہے گو پیلے سے تر ہاتھ سے بھی مسح کافی ہے۔ نیا پانی لینے پر شیعہ کا اعتراض کرنا بھی وہی ہیضے کی بیماری ہے۔

اور یہ تو بڑے ظلم کی بات ہے کہ پاؤں کا دھونا ناجائز کہ کر مسح واجب بتایا جائے اور پھر

”ہمارے ہاں اسی بقیہ تری سے دونوں پاؤں کا مسح ٹخنوں تک کیا جاتا ہے“ (مشاق) ہاتھوں کی ہنی سے رُفادیا جائے۔ کہنیوں سے انگلیوں تک جب ہاتھوں کو پھیر لیا تھا معمولی بقیہ تری سے سر کا مسح ادا ہو گیا اب ہاتھوں پر سوائے نمی یا ٹھنڈک کے نہ پانی کی مقدار ہی نہیں تو پاؤں کا فرض مسح کیسے ادا ہوگا۔ دراصل شیعہ مسائل ظلمت بعضہا فوق بعض اور اندھیر نگری کا مصلق ہیں۔

شیعوں کو اس پر بھی اعتراض ہے کہ یہ نہ ہی قرآن سے ثابت **کانوں اور گردن کا مسح** ہے نہ عمل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے۔ لہذا ایسی بات جو کتاب و سنت میں موجود نہ ہو اس پر عمل ضروری نہیں ہے؛ کیا آپ نے سابق وضو میں مخالف اہل سنت باتیں قرآن و حدیث سے ثابت کی تھیں؟ اگر صرف کتاب و سنت ہی حجت ہیں تو سنی بتے رہتے امامیہ اور اثنا عشریہ بن کر تیسرا اصول و مذہب کیوں نکالا؟ کان سر کا حصہ ہیں، مرکز سماعت سر میں ہے لہذا کانوں کا مسح بھی قرآن کا تقاضا ہوا۔ گردن پر مسح ہمارے ہاں سنت سے ثابت ہے الگ الگ روایات کو ضعیف ہیں مگر مجموعہ درجہ حسن تک پہنچتا ہے اور فضائل اعمال میں، عقیدہ و اصول میں نہیں، اتنا ثبوت عمل کے لیے کافی ہے۔

(بحوالہ شرح نقایہ ص ۹، فتح المغیث ص ۱۱، مستدرک حاکم ص ۱۱۹)

گردن پر مسح طبی نقطہ نگاہ سے ہرگز مضر صحت نہیں نہ آج تک یہ سنا کہ کروڑوں میں سے کسی مسلمان کو گردن پر سردی مسح کی وجہ سے لگ گئی ہے۔ گلو بند کا استعمال مسح سے منع نہیں کرتا۔ لہذا مسح گردن سے جسمانی ضعف کے لاحق ہو جانے کا مشابہتی خطرہ نئی بدعت ہے۔ سردیوں میں پاؤں پھٹ جانے کے امکان میں یہ طبی مشورہ، کہ موسم سرما میں پاؤں کو لپیٹ کر سوؤ کہ سردی پاؤں سے چڑھتی ہے۔ بے موقع ہے، کیونکہ وہ محض پاؤں دھونے کو سردی کی وجہ نہیں بتاتے۔ پھر حسب طبع گرم پانی مل جاتا ہے۔ موزوں کے مسح کی یہی علت و ضرورت شریعت نے بتائی ہے۔ طبی رائے تو مسح موزہ کی دلیل بن گئی۔ اپنی دلیل غصب ہو جانے پر اسے ماتم کرنا چاہیئے۔ اس کے برعکس موسم گرما زیادہ مدت ہوتا ہے۔ دنیا کے اکثر حصے گرم ہیں زیادہ لوگوں کے پاؤں گرمیوں میں جلتے ہیں۔ پاؤں دھونا گرمی دور کرنے کا مفت اور قدرتی علاج ہے جو وضو اور پنج وقت نماز کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔

شیعہ مؤلف اسلام **پاؤں نہ دھونے میں غیر مسلموں سے برابری کا دعویٰ** کے بہترین شعار وضو

اور ذریعہ نظافت و طہارت کو بے قدر قرار دیتے ہوئے غیر مسلموں سے برابری کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ بھی اٹھ کر صرف ہاتھ منہ دھوتے ہیں۔ پاؤں نہیں دھوتے؛ تو ”دھونے ایک عالمی محاورہ ہے“ حالانکہ عبادت کے ساتھ ہاتھ منہ دھونے کے رواج کو تعلق نہیں ہے۔ عبادت کے لیے تو مستقل طہارت اور پاکیزگی کا نظام اللہ نے صرف مسلمانوں کو دیا ہے۔ یہ کیسی بچکانہ اور سفیانہ حرکت ہے کہ اپنی اس فخریہ متاع کو استعمال کرنے کے بجائے غیر مسلموں کی نقالی پر فخر کیا جائے۔ وہ تو استنجا نہیں کرتے۔ سر پر مسح بھی نہیں کرتے۔ طہارت ثوب بھی ان کے ہاں لازمی نہیں۔ کیا مسلمان یہ سب چیزیں چھوڑ دیں؟ جب نور ایمان و سنت سے کوئی محروم ہو تو کفار کا طریقہ اسے اچھا نظر آتا ہے۔

اہل سنت اسی اذان و اقامت کے قائل ہیں جو شارع علیہ الصلوٰۃ **اذان و اقامت** والسلام نے خود سکھائی ہے جو اللہ اکبر سے شروع ہو کر لا الہ

الا اللہ پر ختم ہوتی ہے۔ (مسلم ص ۱۲۲، ص ۱۲۳) صبح کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم نماز نیند سے بہتر ہے۔ اور اقامت میں قد قامت الصلوٰۃ بے شک نماز کھڑی ہو چکی ہے۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم ہے۔ دیکھئے حضرت ابو محذورہ کو تعلیم اذان کے وقت آپ نے یہ بھی فرمایا: فان كان صلوٰۃ الصبح قلت الصلوٰۃ خیر من النوم (ابوداؤد ص ۱۲۲، ص ۱۲۳) جب صبح کی نماز کی اذان ہو تو کہے (دو مرتبہ) الصلوٰۃ خیر من النوم ”نماز نیند سے بہتر ہے“ مؤذن نے ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کو الصلوٰۃ خیر من النوم کہہ کر جگایا۔ جیسے حضرت بلالؓ نے حضورؐ کو یہ کہہ کر جگایا تھا تو حضرت عمرؓ نے سنت نبویؐ والی بات دہرا دی جیسے مطابق قرآن بات منہ سے نکل جاتی تھی۔ رافضی کا یہ کہنا کہ حضرت عمرؓ نے حتی علی خیر العمل سے روک دیا تھا۔ مسلم، کنز العمال، نیل الاوطار، ایک جھوٹ ہے۔ صحیح مسلم وغیرہ میں ایسی کوئی روایت نہیں۔ البتہ قاضی شوکانی، جو خود زیدی مسلک کے ہیں۔ الصلوٰۃ خیر من النوم کی تصحیح نقل کرنے کے بعد ”حتی علی خیر العمل“ کی تردید اور جزو اذان کی نفی کرتے ہیں۔ ”حدیث مرفوع میں حتی علی خیر العمل کا ذکر

نہیں ہے۔ عزت اثبات کرتے ہیں کہ حی علی الفلاح کے بعد اس کا مقام ہے۔ ممدی نے بحر میں ایک قول امام شافعی کا بتایا ہے مگر یہ کتب شافعیہ کے خلاف قول ہے ہم یہ بات کسی شافعی کتاب میں نہیں پاتے بل خلاف ما فی کتب اہل البیت۔ بلکہ کتب اہل بیت (میں مذکور اذان) کے بھی خلاف ہے۔ انتصار میں ہے کہ فقہار اربعہ کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حی علی خیر العمل کلمات اذان میں سے نہیں۔ امام عزالدین نے اس روایت کا انکار کیا ہے۔ پھر تابعین سے چند غیر مستند آثار نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:-

واجاب الجمهور عن ادلة اثباته بان الاحادیث الواردة بذكر الفاظ الاذان في الصحيحين وغيرهما من دواوين الحديث ليس في شيء منها ما يدل على ثبوت ذلك (نیل الاوطار منہ) ص ۳۲، جمہور نے ان مثبت دلیلوں کا جواب یہ دیا ہے کہ صحیحین وغیرہ تمام کتب احادیث کے دفاتر میں جس اذان کے الفاظ مروی ہیں کسی میں بھی ایسا جملہ نہیں ہے جو حی علی خیر العمل کے ثبوت پر دلالت کرے۔ معلوم ہوا کہ یہ قول اہل بیت سے منسوب کر کے شیعوں نے بنایا اور چالو کیا ہے۔ حی علی خیر العمل شیعوں کی اصنافی بدعت اور اذان میں تحریف ہے جیسے بدعتی مشرک شیخی شیعوں کی صلوٰۃ و سلام بدعت ہے اور اب سنی کہلانے والے کچھ لوگوں نے بھی ان سے سیکھ لی ہے اور نجفی وہابی وغیرہ ہابی سب شیعوں کی اذان میں اشہد ان علیا امیر المؤمنین۔۔۔ الخ کے اصنافی کلمے خالص بدعت ہیں۔ یہ ایجاد کرنے والے فرقہ مفوضہ کے ملعون لوگ تھے جن کو شیعہ علماء نے کافر مشرک اور لعنتی کہا ہے۔ شیعہ کی معتبر کتاب "من لا یحضرہ الفقیہ" ص ۱۸۸ باب الاذان سے ملاحظہ ہو:- "دو مرتبہ بطور تقیہ صبح کی نماز میں حی علی خیر العمل کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم کہا جائے" اس کتاب کا مصنف (شیخ صدوق) کہتا ہے یہی اذان (مثل اہل سنت) صحیح ہے اس میں کوئی کلمہ کم و بیش نہ کیا جائے۔ مفوضہ پر اللہ کی لعنت ہو انھوں نے کچھ حدیثیں گھڑی ہیں اور اذان میں محمد وال محمد خیر البریۃ دو مرتبہ بڑھایا ہے اور ان کی بعض روایات میں اشہد ان محمد رسول اللہ کے بعد اشہد ان علیا ولی اللہ دو مرتبہ ہوتا ہے۔ بعض نے اس کے بعد

اشہد ان علیا حقاً مرتین بڑھایا ہے۔ کوئی شک نہیں کہ حضرت علیؑ اللہ کے دوست ہیں اور امیر المؤمنین ہیں اور حضرت محمدؐ اور آپؐ کی آل صلوات اللہ علیہم خیر البریہ ہیں لیکن یہ اصل اذان (نبوی) کے کلمات نہیں۔ میں نے یہ اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ اس زیادتی کرنے سے وہ لوگ پہچانے جائیں جو تفویض سے متم ہیں اور چپکے سے ہم شیعوں میں گھس آئے ہیں۔

مفوضہ کے متعلق مشہور شیعہ عالم شیخ ابو جعفر محمد بن علی ابن بابویہ قمی الفقیہ لکھتے ہیں:-

مفوضہ اور مشرک شیعہ کا تعارف

اعتقادنا فی الغلاة والمفوضۃ انہم کفار غالیوں اور فرقہ مفوضہ کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ باللہ جل اسمہ والہم شر من الیہود و النصارى والمجوس و اهل البدع والالہواء عیسائیوں، آگ پرستوں، بدعتیوں اور خواہش المضلۃ۔ (اعتقاد یہ شیخ صدوقؒ مترجم اعجاز الحسن بلونی) پرست تمام گمراہ فرقوں سے زیادہ بُرے ہیں۔ اعجاز الحسن بدایونی مترجم و محشی ان کے تعارف میں لکھتے ہیں:-

غالی وہ لوگ ہیں جو حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کو خدا جانتے ہیں۔ (یعنی آپ کو عالم الغیب نور من نور اللہ، مختار کل، ہر جگہ موجود و حاضر ناظر، مشکل کشا، حاجت روا اور کار ساز مان کر یا علی مدد کے نعرے لگاتے ہیں اور آج تمام شیخی شیعوں کا یہی عقیدہ ہے۔ مہر محمد)

فرقہ مفوضہ کا مذہب یہ ہے کہ خدا نے صرف جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی بن ابی طالب کو پیدا کیا پھر وہ بیکار ہو گیا اور اس نے تمام دنیا کا انتظام انہی دونوں بزرگوں کے سپرد کر دیا ہے انہی دونوں بزرگوں نے سارے عالم کو پیدا کیا ہے اور یہی دونوں مائتے ہیں اور یہی دونوں رزق دیتے ہیں۔ (اور مصائب وغیرہ ٹالتے اور امداد کرتے ہیں) خدا کو کچھ بھی غرض و مطلب نہیں ہے۔ (حاشیہ ص ۱۷۱)

ہمارے مخاطب مشتاق رافضی اور شیخی العقیدہ تمام شیعوں کے یہی تفویضی اور غالیانہ عقائد ہیں۔ وہابی شیعہ علامہ محمد حسین ڈھکو نے اپنی کتاب "عقائد الشیعہ" میں ان لوگوں کا رد کر کے موجودہ اکثر شیعوں کو کافر و مشرک بتایا ہے۔

تعجب ہے کہ یہ مشرک لوگ صلوٰۃ و سلام اور جعلی کلمات کے ذریعے اذان کے شعار اسلام

کو بدل دیں۔ اکابر علماء ان پختہ کریں مگر شیعہ اس جعلی اذان کو اپنالیں جس کا ثبوت عند نبوت یا عند ائمہ تو کجا شیعہ کی کسی کتاب میں نہیں اور الصلوٰۃ خبیث من النوم والا جملہ نبوی جو بعض صحاح ستہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ سے اتنی چکر کھائیں کہ تمام مسلمانوں اور ان کے امام عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کستے رہیں؟۔ جب انظر من الشمس ہو گیا کہ اہل سنت کی اذان ہی سنت نبوی اور شعار اسلام ہے۔ شیعہ کی رواجی اذان بدعت اور محرف شدہ ہے۔

اب مشتاق نے یہاں جو اعتراضات حضرت عمرؓ اور مسلمانوں پر کیے ان کی زد میں وہ خود آگئے۔ تماشہ ملاحظہ ہو:

مشتاق اپنے جال میں گرفتار

۱۔ جب دین مکمل ہے اور اس میں حضورؐ کے بعد کسی کو رد و بدل کرنے کا اختیار نہیں ہے تو پھر ایک امتی کے ایسے حکم کو کس طرح قابل عمل سمجھا جاسکتا ہے جو بالکل ظاہری سنت کو تبدیل کرنے کا ارتکاب کر رہا ہے۔ (فروع دین ص ۱۷)

۲۔ جب آپ دین کو الہامی مانتے ہیں۔ مذہب کی بنیاد وحی قرار دیتے ہیں تو پھر اس تحریف کو جو ایک غیر معصوم و غیر منصوص انسان کے حکم سے کی گئی آج تک کیوں تسلیم کیا جا رہا ہے۔ (ص ۱۷)

۳۔ تقاضائے ایمان یہی ہے کہ آپؐ کی سنت کے خلاف کسی بھی بزرگ کے عمل کو واجب الطاعت نہ سمجھیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کو مکمل دین عطا فرمایا ہے لہذا اس میں کمی بیشی کرنا یا ایسی کمی بیشی قبول کر لینا دراصل خدا و رسولؐ کی مخالفت کرنا ہے۔ (ص ۱۷)

۴۔ لیکن جو شخص دین اسلام کا شارع سرکار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہی تسلیم کرتا ہے وہ یہ کس طرح کر سکتا ہے کہ حکم رسولؐ کے خلاف کسی غیر رسولؐ کا حکم مانے خواہ اس کا مرتبہ کیسا ہی کیوں نہ ہو؟ لہذا شیعوں کی اذان بمطابق سنت پیغمبرؐ ہے اور غیر شیعوں کی اذان محرف و خلاف سنت رسولؐ ہے۔ (ص ۱۷)

تبصرہ : یہ کس قدر چوری اور سنیہ زوری ہے کہ اذان کی سنت کو خود محرف و متغیر کر دیں۔ جعلی صلوٰۃ و سلام اور شہادت ولایت امیر المومنین کے پیوند لگائیں مگر مطعون حضرت عمر فاروقؓ اور مسلمانوں کو کریں۔ دراصل شیعہ سرکار رسالت مآبؐ کو شارع اور خاتم النبیین معصوم و منصوص پیغمبر نہیں مانتے۔ تبھی تو وہ حضورؐ کے ہم مثل اور ہم رتبہ بارہ منصوص

معصوم، ہادی، صاحب وحی و ائمت اور واجب الطاعت خدا کے فرستادہ مانتے ہیں۔ ان کو یحللون مایشاءون ویجرمون مایشاءون (کافی) کا عہدہ دیتے ہیں۔ (جبکہ اہل اسلام کے ہاں حق حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی محل نہیں ہے) کہ وہ حسب رضی حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتے رہتے ہیں۔ اگر شیعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکمل دین دینے والا مانتے ہیں تو بارہ اماموں کا انکار کریں اور ان کے خلاف سنت اعمال و احکام کو واجب الطاعت ہرگز نہ جائیں کیونکہ انھوں نے بقول شیعہ سدی عمر تقیہ کر کے دین نبویؐ کو چھپایا اور اپنی مصلحتوں سے خلاف شرع نبوی احکام دیتے رہے کہ ایمان کا یہی تقاضا ہے۔

جب مذہب کی بنیاد وحی الہی ہے اور حضورؐ کے بعد کسی کو رد و بدل کرنے کا اختیار نہیں ہے تو بارہ انسانوں کو اپنی عقیدت و خوش گمانی سے معصوم و منصوص کہ کر نبیؐ کی تعلیم کردہ شریعت میں تحریف اور رد و بدل کرنا اور امامیہ اثنا عشریہ مذہب کی بنیاد رکھنا کیسے درست ہے جس میں رسول اللہ کی سنت، سالمیت قرآن، صحابہ کرامؓ، اہل بیتؓ، اہل بیت نبویؐ، بنات طاہرات نظام اسلام، فتوحات اسلام، رسول اللہ کے تیار کردہ مثالی اسلامی معاشرہ ایک ایک چیز کا صاف انکار ہے بلکہ خمینی جیسے سفاک کہتے ہیں کہ جملہ انبیاء اور ہمارے پیغمبر بھی عدل و انصاف کی حکمرانی کرنے آئے تھے مگر وہ مکمل طور پر کامیاب نہ ہوئے۔ یہ کام صرف آنے والے قائم زمان امام ہمدی کریں گے۔ معاذ اللہ! (خلاصہ تقریر نیم شعبان ۱۴۰۰ھ مطبوعہ خانہ فرہنگ ایران ملتان) جو گروہ خاتم النبیین پیغمبرؐ کو کامیاب نہیں کہتا ان کے دست ہدایت پر ۱۰-۱۵ آدمی بھی مومن و مسلمان نہیں مانتا، کیا وہ رسول خدا کا منکر دین کا محرف، قرآن کا مذبذوب اور خارج از ایمان و اسلام نہیں ہے؟

جب ہم شیعوں کا کوئی عقیدہ و عمل بنظر غور جانچتے ہیں تو پتہ چلتا ہے

نماز دست بستہ

کہ اسے عقل تو رہی ایک طرف نقل کی بھی تائید حاصل نہیں۔ چونکہ ان میں خدا و رب ہٹ دھرمی زیادہ ہے تو رسول خدا کی شریعت اسلامیہ سے منہ موڑ کر اپنے ٹھکوسلوں کے پیروکار ہیں۔ کس قدر باعث شرم ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۲۳ برس امت کو نماز پڑھائی، ہر روز یہ عمل دوہرایا، امت نے حضورؐ کا ہاتھ باندھنا روایت کیا لیکن شیعوں نے اسلام و نماز کے ان عینی گواہوں کو رد کر کے، نماز میں بھی جھگڑا کھڑا کر دیا کہ

آپ نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھی ہوگی۔ کیونکہ ہاتھ کھولے رہنا انسانی فطرت ہے۔ اسلام فطری جذبہ کو پامال نہیں کرتا۔ (فروع دین ص ۲۶)

ان عقل سے بے بہرہ لوگوں کو یہ شعور بھی نہیں کہ عبادت اور عادت میں فرق ہوتا ہے۔ عادت میں آزادی ہے عبادت میں خاص شکل اور وضع کی پابندی ہے۔ عبادت عید کا فعل ہے عید کا فرض منصبی عیدیت پابندی اور تابعداری ہے۔ نماز جب سب سے اعلیٰ عبادت ہے تو اس کے لیے پابندیاں سب سے زیادہ ہیں۔ روزے میں کھانے پینے کی پابندی ہے۔ یہاں حرکت و سکون پر بھی پابندی ہے۔ ارسال یدین آزادی اور عام عادت کی نشانی ہے، اور ہاتھ باندھنا، عیدیت اور عبادت کی علامت ہے۔ مالک کے سامنے دست بستہ غلام قابل مدح ہے۔ والدین کے سامنے دست بستہ ماضی سعادت ہے تو احکم الحاکمین کے دربار پر جلال میں ارسال ایک گونہ بے ادبی ہے اور ہاتھ باندھنا اصل تعظیم اور کمال ادب ہے۔

وضع یدین پر یہ عقلی دلیل ہے۔ نقلی دلیل سائل کی طلب کے مطابق توثیق شدہ نو (۹) احادیث صحاح ستہ سے ہم سنی کیوں ہیں؟ میں راقم نے پیش کردی ہیں اور شیعوں سے صرف پانچ مانگی تھیں جو پانچ سال میں کوئی بیخ تنی پیش نہ کر سکا۔ اب صرف ایک صحیح حدیث نبویؐ کا چیلنج ہے کہ اپنی صحاح اربعہ سے صرف ایک حدیث نبویؐ دکھادیں جس کے راوی جرح سے محفوظ ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھی یا مسلمانوں کو اس کی تعلیم دی تھی۔ مشتاق دنیا تو کہا، عشرہ محرم میں خون حسینؑ کی تجارت کرنے والے مکھ پتی ”غلبا آل رسول“ بھی انشاء اللہ عاجز ہوں گے۔ نماز دست بستہ کی سنت نبویؐ کو سب صحابہ و اہل سنت نے روایت کیا۔ شیعوں نے اسے نہ مانا، نہ خود روایت کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا تھا یہی سنت رسولؐ ہے۔ (مشکوٰۃ) اسے بھی تسلیم نہ کیا، دروغ سے متم راویوں نے ایک روایت جعفر صادقؑ کے ذمے لگا دی کہ انھوں نے اپنے نانا و دادا کے خلاف ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھی تو شیعہ نے اسے اپنا لیا۔ کیا جعفریوں کی یہ کارروائی ان کو امت رسولؐ سے خارج نہیں کر دیتی؟

نماز رسولؐ کی ابتدا انشاء اور سورت فاتحہ سے ہوتی تھی۔ اقتحام سلام پر جس سے شیعہ

محروم ہیں۔ اس وقت تعلیم کے طور پر بعد از سلام حاضرین مسجد سے اللہ اکبر کی بلند آواز اٹھتی جس سے پتہ چلتا کہ نماز ختم ہو گئی ہے۔ صحیح بخاری، مسلم اور مشکوٰۃ میں یہی بات لکھی ہے۔ جس سے شیعہ اپنے انکار اسلام کا حوالہ دے رہے ہیں۔

جہر بسم اللہ پر بحث ”ہم سنی کیوں ہیں؟“ میں ہو چکی ہے۔ اہل سنت میں سے ثواف و ضابطہ کی دلیل یہی حضرت ابوہریرہؓ والی حدیث ہے۔ (دروی وغیرہ دیکھیں) جب کہ احناف اور مالکیہ حضرت انسؓ کی حدیث مشہور سے استدلال کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام، حضرت ابو بکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں وہ سب الحمد للہ سے قرأت شروع کرتے تھے۔

شیعوں کو جہر بسم اللہ پر اپنی کتب سے دلیل لانی چاہیے۔ اہل سنت کی احادیث میں ٹانگ اڑانے کی حاجت نہیں۔ کتب شیعہ بھی اخفاء بسم اللہ کی تصدیق کرتی ہیں۔ مثلاً الاستبصار ص ۳۱۲ پر ہے: امام جعفرؑ سے پوچھا گیا جو شخص امامت کرائے اور الحمد سے شروع کرے بسم اللہ نہ پڑھے (تو کیا نماز ہو جائے گی) فرمایا لا یضرہ ولا بأس بذاک۔ کہ اس کی نمازیں کوئی نقصان نہیں نہ کوئی حرج ہے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص جہر بسم اللہ پسند نہ کرنے والوں کو نماز پڑھائے تو کیا کرے فقال لا یجہر وہ بسم اللہ بلند آواز سے نہ پڑھے اور تیسری روایت کے مطابق امام جعفرؑ نے خود بھی بسم اللہ نہ پڑھی۔

آمین سورت فاتحہ دُعا ہے۔ آمین میں قبولیت دعا کی درخواست ہے۔ اے اللہ یہ دُعا قبول فرما۔ یہ بدعت نہیں۔ سنت رسولؐ ہے۔ اہل سنت کی مندرجہ ذیل کتب دیکھئے۔ بخاری شریف ص ۱۱۱ پر باب فضل التائین ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص آمین کہے تو فرشتے آسمانوں میں آمین کہتے ہیں۔ اگر ایک کی آمین دوسری سے موافق ہو جائے تو نمازی کے پہلے (صغیرہ) گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح مسلم وغیرہ صحاح میں ہے۔ الاستبصار ص ۳۱۸ کی ایک روایت میں ہے۔ امام جعفرؑ نے فرمایا آمین کیا ابھی بات ہے۔ پست آواز سے کہا کر۔

تجیر تحریر کے وقت رفع یدین نہ کرنے کا رافضی نے اہل سنت کو طعنہ دیا ہے اور ایک صفحہ فضولیات سے اپنے نامہ اعمال کی طرح سیاہ کر دیا ہے حالانکہ اس جعلی مؤلف کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ تمام اہل سنت اور تمام شیعہ تجیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں اس متفقہ بات کو اختلافی بنا کر پیش کرنا اور سخن سازی کرنا بددیانتی کے علاوہ جاہلانہ کام ہے۔ امام نووی شرح مسلم ۱۶۸ ج ۱ پر لکھتے ہیں: اجمعت الامة على استعجاب رفع الیدین عند تکبیرة الاحرام واختلافوا فیما سواها۔ تحریر کے وقت رفع یدین کو تمام امت مستحب کہتی ہے اس کے سوا میں اختلاف ہے۔ نماز کے اندر رکوع میں آتے جاتے ہم رفع یدین نہیں کرتے کہ وہ منسوخ ہو چکا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ کی صحیح احادیث شاہد ہیں۔ دیکھئے صحیح ابوعوانہ ج ۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴، الطحاوی ج ۱، باسناد صحیح از ابن عمرؓ و نسائی ج ۱۲۳-۱۱۶، ترمذی ج ۳۵، ابوداؤد ج ۱۰، مسند احمد ج ۲۲، از ابن

۴۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ شَمْسٍ سَیْ پلے (صبح) اور غروبِ شمس

۲۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ

طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ - سے پہلے (عصر) خدا کی تعریف اور ہاکی بیان
(سورۃ ق پ ۱۷ ع ۱۷) کریں۔

۳۔ عصر کی صراحت بالاتفاق مفسرین سنی و شیعہ اس آیت میں بھی ہے:
حَفِظُوا عَلَيَّ الصَّلَاةِ وَالصَّلَاةِ نمازوں کی پابندی کرو خصوصاً درمیانی (عصر کی)
النُّسْطَلِ - (بقوہ ع ۳۰) نماز کی۔

صبح اور ظہر کی نمازیں دن کی ہیں اور مغرب و عشاء رات کی ہیں۔ درمیانی عصر ہے جو نص
قطعی سے ثابت ہے۔ ہمارے ہاں جن روایات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مرض، بارش
اور سفر کی وجہ سے کبھی جمع کرنا مذکور ہے تو وہ صرف جمع صوری اور جمع فعلی ہے نہ کہ جمع حقیقی اور
وقتی کیونکہ بخاری ص ۲۳ اور مسلم ص ۲۲ پر ہے کہ آپ نے عرفات کے سوا کبھی نماز بلا وقت نہیں
پڑھی تو سنت اور عام قانون وہی قرآنی حکم ہے کہ ہر نماز اپنے اپنے وقت میں پڑھی جائے۔ تمام
مسلمان اپنے اپنے وقت پڑھنا افضل کہتے ہیں۔ شیعہ کے متعلق مشتاق لکھتا ہے: اور اکثر شیعہ
لوگ جمع بین الصلوٰتین کے عامل ہیں۔ حالانکہ ان کے مذہب میں الگ الگ پڑھنا افضل بھی ہے۔
(فروع دین ص ۳۲) جب بالاتفاق اپنے اپنے وقت میں پڑھنی افضل ہیں تو قرآنی حکم اور ۹۹٪
حضور کی سنت اور عمل یہی ہے تو حنفیہ نے اسے قانون کلی قرار دے کر کوئی جرم نہیں کیا کہ شیعہ لوگ
ان کو کاٹنے کے لیے زنجیر تڑائیں ایک فیصد موہوم۔ خلاف قرآن ہونے کی وجہ سے واجب
التاویل۔ سنت کی حفاظت کا دعویٰ کرنا اور دود و اکٹھی نمازوں کا معمول بنالینا۔ ایک دھوکہ اور
ڈراوٹ ہے۔ اتباع سنت ہرگز نہیں ہے۔ سنت کے نام سے بھی شیعہ بدکتے ہیں اس پر عمل کیسے؟
اصل میں تن آسانی اور شارٹ کٹ نام کا اسلام مطلوب ہے۔ کسی نہ کسی بہانے اس کے لیے
یہ جعلی استدلالی کوششیں اور کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔

شیعہ مذہب کا بھی رنگ ٹرالا ہے۔ نماز کی پابندی کا خاص اہتمام
خاک کی ٹیکہ پر سجہ نہیں ہے۔ امام باڑے آباد اور مسجدیں اجاڑا درمفضل ہم نے خود
دیکھی ہیں جس نے کبھی پڑھی تو دود جمع کر لیں۔ شرک چونکہ اس مذہب کے عقیدہ، عمل اور گھٹی
میں ہے۔ اس لیے نماز جیسے افضل الاعمال کو بھی اس گندگی سے ملوث کر دیا۔ خاک کر بلا

کی ایک تعظیم ٹیکہ بنا رکھی ہے اس پر سجدہ ہی نہیں کرتے بحالت سجدہ آنکھیں و رخسار اس پر ملتے پھر
اسے اٹھا کر بار بار چومتے اور تسبیح کے ساتھ جیب میں ڈال لیتے ہیں۔ خدا کی عبادت تو خاص
افعال ہیں، خدا کی تعظیم اور اپنی لپٹی و عاجزی نمازی کے بدن سے ظاہر ہونی چاہیئے۔
مگر حضرت امام حسینؑ کی نسبت و تعظیم سے اس فرضی مٹی کی بنی ہوئی ٹیکہ کی اس قدر
تعظیم اور بوس و چاٹ اور عبدیت کی پیشانی صرف اس پر ٹیک کر تسکین و لذت پانا کچھ اور ہی باور
کرنا ہے اور وہ "دال میں کالا کالا" بلکہ ساری دال ہی کالی ہے اور یہ شرک ہی ہے۔

مشرکین۔ اپنے معظم بزرگوں، سرکاروں، دیوتاؤں کی شکل پر یادگاری بُت بنا کر ان کی بھی
تعظیم و عبادت کرتے ہیں۔ اور اسے خدا کے تقرب کا ذریعہ جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ:
مَا دَعَبُدْهُمْ إِلَّا لِيُقَرَّبُوا إِلَى اللَّهِ اَللّٰهُ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ
ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے بطور
وسیلہ کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر
دیں گے یقیناً اللہ جھوٹے اور بڑے
منکر کو ہدایت نہیں دیتا۔ (سورۃ زمر پ ۲۳)
ما فوق الاسباب تو سل شرک کی جڑ ہے۔

شیعہ دعویٰ اسلام کی دگر سے بُت بنانے کی جرات تو نہ کر سکے گو خاص خاص گھروں
میں اور خصوصاً ایران میں عام گھروں میں اہل بیت کے نام کی تصاویر اور بُت بنے ہوئے ملتے
ہیں۔ لیکن حضرت علیؑ و حسینؑ کی نسبت و تعظیم سے کر بلا و نجف کی یادگار ٹیکیاں بنالی ہیں۔ تعزینے
علم، تابوت، ضربیح، شہید ذوالجناح جیسی عقیدت سے خود بنائی ہوئی بخیال خویش معظّم چیزوں نے
بتوں کی جگہ لے لی ہے۔ آج شیعہ معاشرہ بلا سابعہ سو فیصد وہ تمام تعظیمی امور ان چیزوں کے ساتھ
بجالاتا ہے جو مشرکین بتوں کے ساتھ بجالاتے تھے اور خدا و رسولؐ نے اسی کو شرک اکبر کہا تھا۔
بظاہر سجدہ کی جرات نہ تھی لیکن شیطان نے اپنی تسویل اور کارستانی سے شیعوں کا یہ مسئلہ حل کر دیا کہ
خاک کر بلا و نجف کے نام سے ٹیکہ کو "سجدہ گاہ" بنا لو۔ تقرب علی و حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے
اس تعظیمی فعل و عبادت کو میں خدا تک پہنچا دوں گا۔ رحمن بھی راضی ہو جائے گا میں بھی خوش ہو
جاؤں گا۔ عر رند کے رند رہے، جنت بھی ہاتھ سے نہ گئی

ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

شیعہ دوست کہا کرتے ہیں کہ رنج یدین اس لیے جاری ہوا کہ قوم کی نفل میں بت تھے وہ گرا دیئے گئے اور یہ بالکل بے اصل بات ہے۔ لیکن شیعوں کا یہ امامیہ بت۔ ٹیکہ یا سجدہ گاہ ہے یا جیب میں بوسہ گاہ ہے کسی لمحے اپنے بچاری سے جدا نہیں ہو پاتا۔ شیعوں سے جب اس بات ہو تو بظاہر بڑے مہمانہ انداز میں کہتے ہیں ”ہم بشر فاک ہیں خاک پر سجدہ زیادہ افضل ہے“ اگر یہی بات ہے تو ہم نے کبھی تمہیں منع نہیں کیا کہ سادہ پاک زمین پر سجدہ نہ کرو۔ پھر خاک کر بلا کی کیا خصوصیت؟ گھاس والی جگہ اور فرش بھی تو مٹی کی جنس ہیں۔ ان پر نماز و سجدہ کر لو۔ مختلف گھاسوں کی چٹائیاں اور سوتی جائے نمازیں اور دریاں بھی مٹی کی پیداوار سے بنائی گئی ہیں ان پر نماز پڑھ لو۔ لیکن شیعوں کا عام مٹی اور اس کی ان پیداواری اشیاء پر سجدہ کرنے سے اعراض کرنا اور صرف حضرت علی و حسین کی جبین نیاز کی طرف منسوب خیالی مٹی کو ہی سجدہ گاہ بنالینا اور مذکورہ بالا تمام تعظیمی امور سب لانا دراصل اسی مٹی کی معظم ٹیکہ کی پرستش ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ فقہ شیعہ جعفریہ میں ایسی ٹیکہ سجدہ گاہ بنالینے کی کوئی تعلیم اور مذہب کا مسئلہ نہیں ہے۔ الاستبصار سے چند ابواب ملاحظہ فرمائیں۔ اونچی جگہ پر سجدے کا بیان، روٹی اور کپڑے پر سجدے کا بیان، کتابت شدہ کاغذ پر سجدے کا بیان ہے۔ برف پر اور کسی ایسی چیز پر سجدے سے روکا گیا ہے جس پر باقی بدن نہ ہو (تو مٹی والی ٹیکہ پر سجدہ منع ہوا)۔ لیکن ٹیکہ پر سجدہ کا کہیں حکم نہیں ہے۔ چونکہ موجودہ شیعہ جعفری نہیں بلکہ مختاری، تفلوینی اور غالی ہیں اور یہ لوگ اعلانیہ ائمہ کو خدا، خالق، مالک، رازق، مشکل کشا اور فریاد رس مانتے تھے ٹیکہ کی پرستش بھی انھوں نے چالو کی تھی۔ اس لیے سب شیعہ اپنے ائمہ کو جھٹلا کر اندھی تقلید میں شرک پر شرک کرتے جا رہے ہیں۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

بخاری شریف میں غمرہ سے مراد چٹائی ہے۔ شیعوں کی ٹیکہ نہیں۔ طاہر فتنی کا حوالہ غلط ہے۔ کیونکہ امام لغت ابو عبیدہ قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ یہ کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی چٹائی ہے۔ جوہری کہتے ہیں یہ وہ مصلیٰ ہے جو کھجور کے پتوں اور دھاگوں سے بنا ہوتا ہے۔ صاحب مشارق کہتے ہیں یہ چھوٹی مٹی چٹائی کی طرح ایک جائے نماز و سجدہ ہے اور نہایہ میں بھی یہی لکھا ہے۔

ابوداؤد کی یہ روایت اسی کی مؤید ہے کہ ایک دفعہ آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ چوبے نے چراغ کی بتی اس پر لا ڈالی اور یہ کچھ جل گئی۔ (عاشیہ ابوداؤد ص ۹۶)۔ الاستبصار میں بھی غمرہ کا معنی چٹائی کیا گیا ہے۔ ص ۳۳۵۔

نماز تراویح | مسلمانوں کی خوش قسمتی ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے افضل ترین ماہ رمضان نزول عبادت کے لیے عنایت فرمایا جس میں نفل فرض کے برابر اور فرض ۷۰ فرضوں کے برابر ثواب رکھتا ہے۔ خدا نے قرآن کریم اسی ماہ اور اسی کی شب قدر میں جو ایک ہزار مہینہ کی عبادت سے بھی افضل ہے اتارا ہے۔ مہمان کا استقبال ہوتا ہے اور خوب خدمت ضیافت کی جاتی ہے اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول قرآن کے اس مہینہ میں تلاوت قرآن زیادہ کرتے۔ حضرت جبریل علیہ السلام سے حافظوں کی طرح دور کرتے، تکمیل قرآن کے آخری سال کے رمضان میں آپ نے دو مرتبہ دور فرمایا اور رات کو قیام رمضان کی نماز اور اس میں قرآن سنانے کا اہتمام فرمایا جس کا نام صحابہ میں تراویح اس لیے مشہور ہوا کہ ہر چار رکعات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پنکھے جھل کر گرمی دور کرتے اور آرام کرتے تھے۔ بیس رکعتوں میں ایسے پانچ ترویجے ہوئے کسی چیز کا نام معرض وجود میں آنے کے بعد رکھا جاتا ہے۔ پنکھے جھلنے اور آرام کرنے کی مناسبت سے اس کا عرفی نام تراویح مشہور ہوا۔ ورنہ اصل نام قیام شہر رمضان ہے جو خود حضور نے یہ عبادت جاری کر کے تجویز فرمایا۔

من قامر رمضان ایمانا واحتسابا بغفر له جس نے ایمان اور طلب ثواب کے لیے قیام رمضان کیا تو اس کے پہلے گناہ معاف ہو جائینگے۔ (بخاری و مسلم)

آپ نے یہ نماز باجماعت صرف تین دن پڑھائی اور ایک قرآن شریف ختم کیا۔ تبھی تو تمام علماء ایک ختم قرآن کو سنت نبوی کہتے اور اس پر عامل ہیں۔ خاتمے پر سحری ختم ہونے کا اندیشہ ہو جاتا تھا۔ چونکہ حضرات صحابہ کرام نے اس نماز کے لیے غیر معمولی جوش و خروش کا مظاہرہ کیا اور مسجد بھر جاتی تھی۔ آپ نے عمدہ خود پڑھائی چھوڑ دی مبادا حکم آجائے تو یہ فرض ہو جائے تو اُمت پر شفقت کے لیے آپ نے اسے سنت رہنے دیا اور فرمایا: لوگو! یہ نماز اپنے گھروں اور مسجدوں میں پڑھا کرو۔ (مشکوٰۃ) عہد صدیقی اور شروع عہد ناردقی میں یہی انفرادی حیثیت

رہی اور لوگ الگ الگ جماعتوں کے ساتھ مسجدوں اور گھروں میں پڑھتے تھے۔

لہم من اللہ فاروق اعظم نے اصل بڑی جماعت تراویح کی سنت بھی دیکھی اور فرضیت کے اندیشے سے عارضی حکم کے تحت چھوٹی جماعتیں بھی ملاحظہ کیں۔ اب وحی بند ہو چکی تھی۔ لہذا وہی سابق مسجد میں بڑی جماعت کرانے کا حکم دے دیا اور دو قاری مقرر فرما دیئے جو دس دس رکعتیں مسلمانوں کو پڑھا دیتے تھے۔ (موطا امام مالک)۔ تمام حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر اتفاق و اجماع رہا۔ کسی نے کبھی بعد میں بھی اس کی خلاف ورزی نہ کی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعائیں دیں۔ اللہ عمرؓ کی قبر روشن فرمائے جس نے ہماری ساجد روشن کیں۔ (تاریخ الخلفاء للبیہقی ص ۱۸۱) اپنی چوتھی خلافت میں خود بخود تھے لیکن بیس تراویح خود ہی پڑھائیں اور مخالفت نہیں کی سب لوگ بیس ہی پڑھتے رہے۔ (ترمذی، مجالس المؤمنین، نیل الاوطار ص ۱۵۵) اور تمام شرق و غرب کا عالم اسلام تاحنوز۔ اس پر عامل ہے اور ایک صدی سے برصغیر کے چند غیر مقلدوں کے سوا۔ ۲۰ رکعات تراویح ہی پڑھتا چلا آ رہا ہے۔

یہودیت کی پیداوار فرقہ شیعہ کو چونکہ سنت رسول، عمل صحابہ، فرمان مرتضویٰ ہر چیز سے علانیہ بیرو دشمنی ہے اس لیے انھوں نے تراویح کو بھی تختہ اعتراض بنایا۔ بقول مشتاق، "شیعہ اس جہانی ورزش سے محروم رہتے ہیں" آپ تلاوت قرآن اور قیام رمضان کی اس عظیم عبادت سے محروم رہیں "انگریز کی اتباع میں بے شک ترک اسلام" کر دیں۔ آپ کو رمضان اور غیر رمضان میں تبرے، ماتم، سینہ کوبی، حسناؤں سے متعہ وہم آغوشی، سیزن محرم میں دولت کے ڈھیر، آوارہ گردی، موسیقاری، مرثیہ خوانی اور مسلمانوں کے خلاف جاسوسی جیسے۔ فاسقے ذاکروں کے سکھائے ہوئے اعمال مبارک ہوں۔ ہمیں قرآن کی تلاوت، سماعت، نماز تراویح قرآن کا حفظ و ناظرہ اور قرأت سے پڑھنا پھر اس پر عمل مبارک ہو ہم تو اس خدائی تقسیم پر خوش ہیں۔ بقول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

رضینا قسمة الجبار فینا لنا علم وللجهال مال

اں کام پر ہمیں ملاؤں کے سردار مولانا حضرت رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے لگا دیا ہے۔ اسے ہم کبھی نہیں چھوڑ سکتے۔ اس تقریر سے دشمن اسلام و قرآن مشتاق دنیا کی نراڑ خانی کا جواب ہو گیا جو اس نے تین صفحے پر کی ہے:

بخاری شریف کی روایت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آٹھ رکعت نماز تہجد کا ذکر فرمایا۔ غیر رمضان کا لفظ اس کا قرینہ ہے لیکن مشتاق دنیائے باب قیام رمضان کی صراحت چھوڑ کر غیر مقلدوں کی طرح روایت عائشہؓ سے تراویح کا انکار نکال دیا۔ حضرت عمرؓ نے ایک جماعت سنت نبویؐ کو ہی جاری فرمایا اور اس سے چند سال پہلے جو چھوٹی چھوٹی جماعتیں ہوتی تھیں یا افراد مسلمان پڑھتے تھے اس کی بہ نسبت اسے لغوی بدعت اور نئی چیز فرمایا۔ ورنہ دراصل یہ وہی مسنون نماز ہے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے چالو فرمائی تھی۔ کچھ مؤرخین کا اسے اولیات عمرؓ میں شمار کرنا بھی اسے دوبارہ جاری کرنے کی وجہ سے ہے ورنہ اصل آغاز تو حضورؐ نے فرمایا تھا۔ رہی یہ بات کہ سجدہ تلاوت نماز میں کرنا پڑتا ہے تو اس میں کیا عرج ہے؟ آخر جو شرائط نماز کی ہیں وہی سجدہ تلاوت کی ہیں لیکن شیعہ سجدہ تلاوت بے وضو پڑھتے ہیں اس لیے اعتراض ہے۔ سجدہ نماز کی جنس سے ہے تو نماز میں کرنا درست ہوا۔ ترتیب نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز میں آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کرتے تھے جیسے جمعہ کے دن صبح کی نماز میں آپ سورۃ الحمد سجدہ تلاوت فرماتے اور سجدہ کرتے تھے۔ (کتب احادیث)

آپ کے بقول تراویح کی نماز ایک مشقت اور انسانی ضروریات کے تقاضوں کے خلاف ہے تو روزے کا بھی انکار کر دیجئے۔ طویل ایام میں سترہ اٹھارہ گھنٹے بھوکا پیاسا رکھ کر اسلامی شریعت نے تو آپ کے خیالی انسانی اقدار و تقاضوں کی حفاظت نہیں کی ہے۔

بجاء اللہ ہم تو افطار کے بعد کھاپی کرتا رہ دم ہوتے اور گھنٹوں یہ عبادت چستی سے بجالاتے ہیں۔ آپ تھکے ہارے فی وی اور فلم بینی سے دل بہلاتے ہیں۔ مبارک ہو۔

شیعہ کی الاستبصار ص ۱۴۱ باب عدد التکبیرات علی الاموات

تکبیرات جناب زہ

میں ہے امام باقرؑ سے پوچھا گیا کیا ان کی تعداد معین ہے فرمایا نہیں

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گیارہ، نو، سات، پانچ، چھ اور چار تکبیریں جنازہ پر کی ہیں۔ کتب اہل سنت میں ہے کہ نماز جنازہ کی تکبیرات کبھی آپ نے چھ کبیریں کبھی پانچ اور کبھی چار۔ لیکن اکثر دفعہ اور آخر میں آپ نے چار پر ہی اکتفا فرمایا، زائد نہیں کبیریں۔ بعض حضرات صحابہ کرام کو آخری چار تکبیرات مقررہ سنت ہونے کا علم نہ تھا۔ انھوں نے زائد کبیریں۔ حضرت عمرؓ تو سنت رسولؐ کے محافظ اور نامشرک تھے چار مقرر ہونے کا اعلان فرمادیا۔ حضرت علیؓ وغیرہ سب حضرات صحابہؓ نے تائید کی۔ کسی نے چار سے زائد نہ کبیریں۔ شیعہ کو چونکہ حضرت عمرؓ سے اور مسلمانوں کے اتفاق سے سخت بیرہے۔ اس لیے آپ نے ولی الامر کی حیثیت سے جس اختلاف کا خاتمہ کیا اور مسلمانوں کو متفق و متحد کیا۔ شیعوں نے بعد میں اسی عمل پر عمرؓ کو کوسا اور پھر اختلافات اور جھگڑے پیدا کر دیئے۔ اولیات کی بحث کا راز یہی ہے جنھیں دشمنان دین مطاعن بنا کر پیش کرتے ہیں۔ الاستبصار کی بالا روایت کے متعلق طوسی کہتے ہیں ۵ سے زائد تکبیریں بالا جماع موقوف ہیں۔ ہم کہتے ہیں چار سے زائد بالا جماع موقوف ہیں۔ شیعہ کا یہ کہنا کہ ۴ تکبیریں منافق یا تمت زدہ پر آپ پڑھتے تھے ایک لایعنی بات اور سنت نبویؐ پر اہتمام ہے سچی بات یہ ہے کہ مومنوں پر آپ نے ۴ تکبیریں دائمی سنت بنادیں اور منافقین پر جنازہ سے آپ کو منع کر دیا گیا۔ وَلَا تَصِلْ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ۔ (توبہ) یہی یہ حجت بازی کہ منافق کی حرمت جنازہ کے بعد ایک تکبیر کیوں گھٹ گئی دراصل خدا اور رسولؐ پر طعن ہے۔ وہ حکیم کی دوائی کی طرح احکام شرع میں تصرف کرنے کے مجاز ہیں۔ اس پر اعتراض کوئی ملحد و زندق ہی کر سکتا ہے، مومن نہیں کر سکتا۔ چار تکبیرات کی دائمی سنت بننے میں راز یہ ہے کہ تکبیرات نماز کی رکعتوں کے قائم مقام یا مشابہ ہیں۔ کوئی نماز پانچ رکعات کی نہیں ہے بلکہ اکثر چار رکعتوں کی ہیں تو چار تکبیرات سے نماز جنازہ تاقیامت مشروع رہے گی۔

محمد مبین لکھنوی کی وسیلۃ النجات کے حوالہ سے "مول خدا کے بعد ستون دین نماز میں تفریق و تفریق کا ذکر کیا ہے۔"

پھر حضرت انسؓ سے بھی ایسی روایت نقل کی ہے۔ گزارش یہ ہے کہ محمد مبین نہ خود مستند عالم ہیں نہ کتاب وسیلۃ النجات حجت ہے۔ انھوں نے رافضی مذہب کی تائید میں بھی ہے۔ رسول

خدا کے بعد کا زمانہ طویل ترین ہو سکتا ہے۔ صحابہؓ پر طعن غیر ضروری ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ میں مستقل مقیم رہے۔ ۸۳ یا ۸۵ھ میں وفات پائی ان کے زمانے میں تابعینؓ اور تبع تابعینؓ کی کثرت تھی۔ صحابہؓ خال خال تھے۔ حضرت انسؓ کے مخاطب صحابی نہیں بلکہ غیر صحابی ہیں۔ پھر تغیر سے مراد ارکان فرائض، واجبات و سنن وغیرہ کے احکام میں تبدیلی ہرگز نہیں بلکہ نماز میں خضوع خشوع اور اخلاص و سکون کی کمی ہے اور کاملین اسے تغیر سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہی بات محدثین نے اس حدیث کی شرح میں کہی ہے۔ دیکھئے فتح الباری و عینی۔

تغیر نماز کے سلسلے میں منکرین حدیث اور بلاغ القرآن کا ذکر ہم سے کوئی تعلق نہیں رکھتا وہ آپ ہی کے آزاد فاش بھائی ہیں۔ آپ نے پہلی اور دوسری صدی میں حجیت حدیث نبویؐ کا انکار کیا، تمام تلامذہ نبوت کو فیل کہ کر مکتب نبوت کو بند کر دیا۔ اہل سنت۔ متبع حدیث نبی ہونے سے پوری چڑھے۔ ہاں سنت کے مقابل مرکز امامت اختراع کیا اور کذابوں کی وضع کردہ روایات کو اماموں سے منسوب کر کے امامیہ، جعفریہ، اسماعیلیہ، اثنا عشریہ وغیرہ گروہوں میں بٹ گئے۔ اگر اسی آزادی اور سنت سے تبرا اور صحابہ دشمنی کی کوکھ سے فرقہ نام نہاد اہل قرآن منکر حدیث و تقلید جہنم لیا تو شیعوں کو اپنے ان بیٹوں پر مبارک ہو۔ لہذا فروع دین مسلک تک کی اس بحث کو ہم اپنے تبصرے سے خارج سمجھتے ہیں البتہ اپنے چار اقتباسات پر آپ غور فرمائیں:

۱۔ اَيُّكُمْ نَعْبُدُ وَاَيُّكُمْ نَسْتَعِينُ۔ "چونکہ ہم تجھے معبود اعتقاد کرتے ہیں اور تجھے سب رجم کرنے والوں سے زیادہ رجم کرنے والا عادل، حاکم تسلیم کرتے ہیں لہذا تیری ہی مدد مانگتے ہیں خواہ تو خود براہ راست کریا اپنے کسی مقرر کردہ کے ذریعے اعانت فرما"۔

جب قرآنی تعلیم ہی ہے دن میں چالیس مرتبہ نماز ہی خدا سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہے۔ تو اب نماز سے باہر حضرت علیؓ و آئمہؓ سے مدد مانگ کر شرک نہ کریں نہ اللہ تعالیٰ سے معاہدہ توڑیں وہ خدا خود مدد کرے گا، مصائب ٹالے گا، تمھیں یہ پیوند لگا دینا درست نہیں۔ "خواہ کسی مقرر کردہ کے ذریعے اعانت فرما"۔ خدائی اختیارات کسی کو حاصل نہیں ہیں۔

۲۔ "اور نہ ہی تجھ سے کوئی پیدا ہوا کہ تیری ذات ان احداث سے منزہ ہے اور ایسا بے مثل و

بے مثال ہے کہ کوئی تیرا ہمسر نہیں ہے۔ تیری کوئی نظیر نہیں ہے تو نے اپنے جیسا کسی کو ہونے ہی نہیں دیا۔ **وَمِمَّنْ يَكْفُوا أَحَدًا** (ص ۴۵)

جب سورۃ اخلاص کے ترجمہ میں آپ خدا کو حدوث اور تجزی سے پاک بے مثال و بے نظیر اور بے مثل و بے ہمسر مانتے ہیں تو خدا را اس باطل شرکیہ عقیدہ سے توبہ کریں کہ بارہ امام خدا کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ خدائی کا بندوبست ان کے ہاتھ میں ہے وہ جو چاہیں سو کر سکتے ہیں۔ حلال و حرام اور مشیت میں خود مختار ہیں وہ فریادرس و مشکل کشا ہیں ان سے استمداد عین خدا سے مدد مانگنا، کیونکہ فرقہ مفوضہ نے یہ عقائد شیعیت میں داخل کر کے مشرک اور ملعون ہونے کی سند حاصل کی ہے۔

۳۔ چونکہ ہمیں یقین ہے کہ تو نے ہمارے معروضات سنے لہذا یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ تیرے جیسے احکم الحاکمین نے ہماری شنوائی کی جبکہ دنیا کے عام افسر تک اپنی فریاد پہنچانے کے لیے کئی کئی پاڑے پہنچتے ہیں۔ (ص ۴۷)

آپ کی اس تشریح کا تقاضا ہے کہ اپنے بنیادی عقیدہ "۱۲ آئمہ کے ذریعہ خدائی جناب میں توسل کرنا اور ان کو بطور تقرب خدائی حقوق دینا" پر نظر ثانی کریں اور بغیر کسی وسیلہ کے پاڑے پہنچنے کے خدا سے فریاد کریں کہ وہ معروضات بلا وسیلہ سنتا ہے۔

۴۔ فلاح کا ضامن کلمہ۔ **أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ** تو کھامگر شرک کی بیماری نے ترجمہ نہ کرنے دیا (جو یہ ہے) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود اور خدائی صفات و حقوق والا نہیں ہے ہی یکتا ہے اس کا کوئی بھی شریک کار و شریک صفت نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

بلکہ یہ لکھ کر تفویضی مشرکانہ عقیدہ کا صاف اعلان کر دیا "تو نے اپنے محبوب کی محنت کا صلہ بھی باقی نہیں رکھا ہے اور اتنا خوش ہوا ہے کہ پوری خدائی کا بندوبست اسے سونپ دیا ہے۔ (ص ۴۹)

(معاذ اللہ تعالیٰ) ہم اعتقاد یہ شیخ صدوق **مک** کے حوالہ سے بتا چکے ہیں کہ کائنات کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر دینے کا عقیدہ فرقہ مفوضہ کا ہے جو ائمہ اور محققین شیعہ کے ہاں کافر مشرک اور یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر ہیں۔ خدا را اس مشرکانہ عقیدہ

سے توبہ کریں ہمیں اس تالیف کا حق المحنت مل جائے گا کیونکہ عبد ملوک مالک کی ملکیت کا مالک یا شریک نہیں بن سکتا۔ خدا فرماتا ہے "خدا نے تمہارے لیے مثال بیان کی ہے کیا تمہارے مملوک غلام تمہیں ہمارے دیئے ہوئے رزق میں شریک ہیں؟ کہ تم اور وہ غلام تصرف میں برابر ہو جاؤ۔" (الآیۃ۔ روم ع ۴، پ ۲۱)

روزہ کی بحث میں رافضی قلم کار پھر اہل سنت پر طعن کرتا ہے:

وقت افطار "مذہب اہل سنت نے محض روافض شیعوں (اپنا رافضی ہونا تسلیم ہے) کی خدا اور مخالفت میں اس قرآنی حکم کی بھی پروا نہیں کی اور برابر اپنے روزے رات کے بجائے دن ہی میں افطار کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اگر خدا کا حکم وقت مغرب کو ساعت افطار قرار دینا ہوتا تو آیت میں اللہ تعالیٰ الی المغرب فرماتا نہ کہ الی اللیل" (فروع دین ص ۶)

راقم "ہم سنی کیوں ہیں؟" میں فروع کافی سے حضرت جعفر صادقؑ کی احادیث کے حوالہ سے بتا چکا ہے کہ وقت افطار اور وقت نماز مغرب ایک ہی ہے جو سورج ڈوبنے اور مشرق سے سیاہی پڑھنی شروع ہو جانے پر ہو جاتا ہے اور مذہب اہل سنت اور فرمان صادقؑ میں کوئی اختلاف نہیں شیعوں نے اسے صرف اپنی جھوٹی شہرت کے لیے بات کا بتنگڑ اور جدال کا معرکہ بنا رکھا ہے کیونکہ خدا نے گمراہوں کی ایک عادت یہ بھی بتائی ہے: **بَلْ لَّهُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ**۔ یہ مشرک قریشی جھگڑالو قوم ہیں۔ (پیشا ع ۱۲)

ان حق کے منکروں کو اتنا معلوم نہیں کہ مغرب رات کا حصہ ہے۔ جب غروب آفتاب ہے مغرب شروع ہوئی رات شروع ہو گئی اس لیے اتھوا الصیام الی اللیل۔ رات آنے تک روزہ مکمل کرو کا تقاضا ہے کہ مغرب کا وقت ہونے پر روزہ کھول دو۔ اب تاخیر کرنا تعمیل حکم میں تاخیر ہے جس کا مکروہ ہونا واضح بات ہے۔

اگر شیعوں کا خیال ہے کہ وقت مغرب ختم ہونے اور مکمل رات چھا جانے پر روزہ کھولا جائے تو ریخت و شرع کے خلاف ہونے کے علاوہ عمل شیعہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ تو صرف دس۔ بارہ منٹ لیٹ کر کے وقت مغرب میں ہی روزہ کھول ڈالتے ہیں۔ حالانکہ ان کو، شفیق مریخ یا شفیق امین غائب ہو چکنے کے بعد (پون گھنٹہ یا سوا گھنٹہ غروب آفتاب کے بعد)

روزہ کھولنا چاہیئے؛ واضح تر بات ہے کہ فجر تک سحری کھانا درست ہے۔ فجر شروع ہوگئی تو اب پہلے منٹ میں بھی کھانا روانہ رہا۔ حالانکہ ابھی خوب اندھیرا ہے۔ اسی طرح رات وقت صوم سے خارج ہے۔ جب غروب آفتاب سے رات شروع ہوگئی تو اب روزہ کھولنا روا ہوگیا۔ گوروشنی گھنٹہ بھر بعد مکمل ختم ہوگی۔" یہی بات کہ حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ نماز مغرب کے بعد روزہ افطار کرتے تھے کیونکہ وہ حضرات عمل رسولؐ کو جانتے اور سنت رسولؐ کو سمجھتے تھے؛ تو اگر شیعہ حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کو واقعی عالم اور سنت رسولؐ کا پابند جانتے ہیں تو براہ کرم ان کی خلافت اور فضائل کو بھی تسلیم کر کے ان کے خلاف دشمنی اور محاذ آرائی بند کریں ورنہ یہ پُر فریب بات ہوگی۔

جب نماز اور افطار کا وقت مغرب ایک ہی ہے تو جو کام بھی پہلے کیا جائے درست ہے۔ تاخیر میں ثواب کا عقیدہ جاننا بدعت اور ممنوع ہے۔ ہم جمہور حضرات صحابہؓ و ائمت کے عمل کے مطابق افطار سے پیاس بجھا کر تسلی سے نماز مغرب پڑھتے ہیں جب کہ آپ پہلے دس بارہ منٹ تو بلا وجہ انتظار کرتے ہیں پھر جلدی بغیر تسلی و سکون کے نماز پڑھا کر روزہ کھولتے ہیں۔ انصاف سے بتائیے کہ شریعت کا بہترین تقاضا ہم نے پورا کیا یا آپ لوگوں نے کیا؟

بحث روزہ میں رافضی قلم کار نے چند مبنی بر حقیقت جملے ایسے تحریر کیے جن سے اہل سنت والجماعت اور اکابرین حضرات صحابہ کرامؓ کی شان نمایاں ہوتی ہے۔ "عبادت کی اصل روح احسان عبودیت ہے اور یہی ادراک روحانی ارتقا کی راہیں واضح کرتا ہے انسان کو اپنے افعال و اعمال کا محاسبہ کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ جس قدر بندے کو اپنی حاجت مندی کا بارگاہ الہی میں زیادہ اقرار ہوگا اتنی ہی اس کی نگاہ آرزو اس کی جانب مڑے گی اور دست توسل اس کی طرف بڑھے گا۔ (ص ۵۳)۔ اور جس قدر خدا کی محبت و عظمت نگاہوں میں زیادہ ہوگی اتنا اپنے افعال کی کوتاہیوں کا اندیشہ زیادہ ہوگا۔ پس یہی تقویٰ ہے" (ص ۵۵)۔

حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور عام حضرات صحابہ کرامؓ سے اپنی عاجزی، انکساری اور خوف خدا کے ایسے واقعات بکثرت منقول ہیں جن کو شیعہ مطاعن بنا کر اچھالتے ہیں۔ حالانکہ ایسی باتوں سے حضرت سجادؓ کا صحیفہ کاملہ بھر اڑا ہے۔ اسی طرح اہل سنت کسی کی عیب جوئی اور غیبت نہیں کرتے بلکہ برابر اپنی کوتاہیوں پر نظر کرنے اور اصلاح عمل کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ جب کہ شیعہ ان کی اس

صفت تقویٰ کو کمزوری چمک کر کے ان سے مجادلے اور مباحثے کرتے ہیں۔

الحمد للہ دشمن کے اقراری فارولہ کے مطابق اہل سنت متقی اور خدا کے نیک بندے ہیں اور شیعہ اسی بنیاد تقویٰ کے قاتل ہیں۔

بحث روزہ میں رافضی قلم کار نے بلا وجہ حیوان عقور کی طرح اہل سنت پر غوغا شروع کر دیا۔ یہی سالم ہدیہ اہل کی خدمت اسلام ہی ضامن نجات ہے میں واپس کیا جاتا ہے جس (شیعہ) مذہب کا ہر رکن اور عقیدہ

کتاب و سنت کے خلاف ہو کیونکہ وہ امامی اثنا عشری ہونے کی وجہ کتاب و سنت کی ضرورت اور حجت کو تسلیم ہی نہیں کرتا۔ اس سے نجات کی امیدیں باندھنا عیسائیوں کے عقیدہ کفارہ کو زندہ کرنا ہے یہ ایسا موضوع مسلک ہے کہ جسے نہ ہی عقل قبول کرتی ہے اور نہ ہی نقل اس کی تائید کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئے دن اس کے افراد کمیونسٹ بن رہے ہیں اور اب سوشلزم اپنانے کے دعوے کر رہے ہیں کوئی شیخی العقیدہ بن کر کفر و شرک کے سیلاب میں بہہ رہا ہے کوئی بہائی بن کر ختم نبوت کا منکر ہو چکا ہے۔ کوئی خمینی یہودیوں کا ایجنٹ بن کر عالم اسلام کو تباہ کرنے کے عزائم رکھتا ہے۔ مگر خود مرکز زیر زمین ہو رہا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام کے پورے ٹریچر کو ناقابل قبول کر رہے ہیں۔ پوری تاریخ اسلام کو یکسر کالعدم قرار دیتے ہیں اور تمام حضرات محدثین و فقہاء مفسرین کی مساعی جلیلہ کو دست برد کرتے اور تمام اسلامی سنہری فتوحات کو زوال اسلام اور وبال دین سمجھتے ہیں۔ مذہب شیعہ کی یہ روش حضرت رسولؐ اور اسلام سے یہودیہ انتقام کی مکمل کارروائی ہے۔

کسی مذہب کے غیر الہامی ہونے کی اولین دلیل اس کا محرف و لچک دار ہونا ہے جب شیعوں نے قرآن کو محرف اور ساقط الاعتبار کہا جو صحیح تھا اسے امام مہدیؑ بارہ سو سال سے غار میں چھپا کر لے گیا اور اس مال مسروق کا ابھی تک خمینی حکومت کو بھی سراغ نہ مل سکا۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام عمر کی کمائی سو الاکھ حضرات صحابہ کرامؓ کو اس مذہب نے مرتد قرار دیا۔ جب رسول خدا کی سنت کو نقل دوم اور حجت تاقیامت تسلیم ہی نہ کیا جب آپؐ کی حضرات ازواج اور حضرات بنات طاہرات تک کو بے ایمان اور نفی نسب کی گالی دی جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہم مرتبہ جو بارہ امام بن کر آگئے اور انھوں نے تحلیل و تحریم کا منصب

پاکر پوری شریعت محمدیہ کا صفایا کر دیا۔ جب فقہ جعفریہ کے نام سے ایک ایسا اخلاق سوز اور اسلام کش نظام امامت دیا جس نے قرآن و سنت، ختم نبوت، ایمان صحابہ، وقار اسلام، فتوحات صحابہ اور اور شرف امت محمدیہ مقام اہل بیت اور نظام شریعت کی ایک ایک کڑی کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا تو کیا اب صرف وہی شخص یا گروہ مومن اور عتبی ہے جو تنگ ملک مامی ہو، متحر کی عیاشی کا مرتکب یا قاتل ہو، کلمہ توحید و رسالت پڑھنے والے تمام مسلمانوں کا دشمن ہو اور ان کو بے ایمان مانتا ہو اپنے خیالی بارہ اماموں کو خدا اور رسول کا شریک جانتا ہو، ملت محمدیہ کے بجائے ملت جعفریہ کہلانے پر فخر کرے فاسق و موسیقار، ذاکروں کا پکاتا بعدار ہو، گوشت شریعت محمدیہ کا تارک ہو، تمام معاصی کا مرتکب ہو۔ کیونکہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ حُب دار علیؑ بخشتا ہوا اور تمام گناہوں سے پاک ہے، اہل سنت کی نیکیاں اس کے نصیب ہیں اور شیعوں کے تمام گناہ اہل سنت پر بوجھ ہیں۔ معاذ اللہ۔ اس کو وہ مسئلہ طینت کہتے ہیں کہ خدا نے جو پاک مٹی شیعوں کے لیے بنائی تھی اس سے نیک سنی بن گئے اور جو پلیدی مٹی اہل سنت کے لیے بنائی تھی اس سے بُرے شیعوں بن گئے۔ (اصول کافی ج ۱، الغرض مذہب شیعہ اسلام کا مکمل توڑ اور عین ضد ہے۔ اس میں خدا کو جاہل، غیر مدبر اور صاحب بداد ماننا پڑتا ہے۔ ہادی اعظم، معلم انسانیت اپنے مشن تبلیغ و تعلیم میں بالکل ناکام ہیں۔ نہ یہ رسول اللہ سے متواتر چلا ہے اور نہ تقیہ باز مسائل بدل بدل کر بیان کرنے والے آئمہ نے اس کی صحیح تعلیم دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں اب بیسیوں فرقے ہیں۔ ہر ایک امام کی حدیث پڑھ کر دوسرے کو کافر کہتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معلمانہ اور پیغمبرانہ کلی اطاعت اس مذہب میں ہے ہی نہیں۔ یہ اطاعت کلی اور مذہب کی پیشوائی صرف بارہ اماموں کو دیتا ہے اور لطف یہ ہے کہ برملا اعلان کرتا ہے کہ ”صرف قرآن اور امام کی پیروی واجب ہے“ قرآن امام کے بغیر نہ حجت ہے، نہ ہدایت دے سکتا ہے اور اب امام و قرآن غائب ہو چکے ہیں سب دنیا گمراہی اور کفر پر سر رہی ہے اور آئمہ عالم لدنی ہیں۔ پیدائشی مومن و مسلمان ہیں وہ علم و ہدایت کی کسی بات میں رسولؐ کے بھی محتاج و شاگرد نہیں، براہ راست خدا کا نور اس کا علم اس کا چہرہ، اس کے اعضاء اور اس کی خدائی کو چلانے والے ہیں۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ یہ تمام باتیں اصول کافی کتاب الحجۃ سے ہم تحفہ امامیہ میں نقل کر چکے ہیں جس کا جی چاہے وہ یہ کفریہ مذہب کتاب الحجۃ سے پڑھ دیکھے

الحمد للہ دنیا میں سچا دین اسلام اور اس کی صحیح و مکمل تعبیر مذہب اہل سنت ہی ایسا ہے جو قرآن و سنت سے براہ راست ثابت ہے۔ یہ متواتر اور تاقیامت ظاہر ہے اس میں کفر و شرک کا شائبہ نہیں اپنے ماننے والوں اور شیعوں کا روں کے لیے جنت کا ضامن ہے۔ اور بروں کو دوزخ کا پیغام دیتا ہے عقل و نقل اور عدل و انصاف کے عالمی پیمانوں کے عین مطابق ہے۔ دعا کیجئے اللہ سب مسلمانوں کو اسی پر زندہ رکھے۔ اسی پر وفات دے کر جنت میں پہنچائے۔ آمین۔

زکوٰۃ ہر صاحب نصاب مسلمان پر فرض ہے۔ فرضیت کا منکر کافر ہے۔ تارک فاسق ہے اس کا ایسا مال ایک گونہ حرام ہو جاتا ہے۔ مذہب اہل سنت ہی نے اس فرض کا تحفظ کیا اور وہ ہر قسم کے مال سے زکوٰۃ نکالنے کے قائل ہیں۔ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مانعین زکوٰۃ سے جہاد و رک اسلام کی اس بنیاد کو بچایا اور فرمایا اللہ کی قسم! جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا اس سے لڑوں گا۔ اگر اونٹ کی رستی بھی نہ دیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زکوٰۃ میں دیتے تھے۔ خدا کی قسم اس پر بھی ان سے جہاد کروں گا۔ (بخاری و مسلم چنانچہ سب کو راہ راست پر لا کھڑا کیا۔ اہل سنت اس آیت کریمہ کے تحت ہر قسم کے مال کی زکوٰۃ نکالتے ہیں:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اَلْفَقُّوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ - (بقرہ، س ۲۴)

اے ایمان والو اپنی پاکیزہ کمائی میں سے راہ خدا میں خرچ کرو اور جو کچھ ہم نے زمین سے تمہارے لیے نکالا ہے (اس سے بھی خرچ کرو)

کمائی میں ملازمت کی تنخواہ، مزدوری، مال وراثت و ہبہ، تجارتی کاروبار (نوٹ: سونے چاندی کے زیورات اور زائد ضروریات سامان) سبھی شامل ہیں۔ جب نصاب کے برابر ایسے مال کی بچت پر سال گزر جائے۔ چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا فرض ہے۔ اسی طرح اونٹ، گائے، گھوڑے، بکریاں وغیرہ بھی قابل زکوٰۃ ہیں۔ زمین کی ہر پیداوار۔ گھاس اور سوختنی لکڑی کے علاوہ۔ پر بارانی زمین سے دسواں حصہ اور نہری و چاہی زمین سے بیسواں حصہ عشر و زکوٰۃ نکالنا فرض ہے۔

مشتاق صاحب لکھتے ہیں: ”چونکہ لوگ اس فرض کو اہمیت نہیں دیتے، زکوٰۃ میں

جیلے بہانے کر کے خورد برد کرتے ہیں۔ لہذا اسلام کا مقصد زکوٰۃ خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں کر سکا ہے۔“ (فروع دین ص ۷۷)

”حضور کے زمانہ مبارک میں زکوٰۃ کا نظام اجتماعی تھا جو کارندوں کے ذریعے جمع کی جاتی تھی پھر معینہ مصارف پر اسے صرف کر دیا جاتا تھا۔“ (ص ۷۵)

سوء اتفاق سے اس اجتماعی نظام زکوٰۃ کا انکار سب سے پہلے شیعہ اور زکوٰۃ کی چوری شیعہ نے کیا۔ جن مانعین زکوٰۃ سے حضرت صدیق اکبرؓ نے جہاد کیا تھا۔ صدیق دشمنی میں یہ خلیفہ اول سے ناراض اور مرتدوں اور زکوٰۃ کے منکروں کی طرف داری کرتے ہیں۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ (دیکھئے مصائب النواصب سوشتری)

پاکستان میں صدر ضیاء الحق نے اجتماعی زکوٰۃ لینے کا آرڈی ننس جاری کیا لیکن شیعوں نے زبردست مخالفت کر کے اپنے آپ کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ کر لیا اور ویسے بھی رائے نام زکوٰۃ کے قائل ہیں کیونکہ مسلمان کے لیے یہ لیبیل ضروری ہے ورنہ درج ذیل وجہ سے فرضیت زکوٰۃ میں تقصیر کرتے ہیں:-

۱۔ سونے چاندی کے ٹکڑے اور زیورات پر زکوٰۃ نہیں مانتے۔ حالانکہ دولت کا سب سے بڑا سرمایہ یہی چیزیں ہیں۔

۲۔ نوٹوں پر زکوٰۃ کے قائل نہیں۔ حالانکہ یہی سونے چاندی کا بدل ہے اور بینک دولت پاکستان اس کی ادائیگی کی ضمانت دیتا ہے۔ جب سونے چاندی کے دینار و درہم رائج تھے شیعہ زکوٰۃ نکالتے تھے اب جب اس کی جگہ کاغذی زر نے لے لی ہے اور دنیا کے ۹۹٪ کاروبار اسی زر ضمانت اور نوٹوں پر چل رہے ہیں۔ دس بیس روپے کے تنازعہ پر آدمی قتل ہو جاتا ہے۔ ہمارے شیعہ بھائی نوٹوں پر زکوٰۃ نہیں مانتے۔ کس قدر سرمایہ داری کی پرستش اور خدا کو فریب دینے کی بات ہے مشتاق صاحب بھی دبی زبان میں اقرار کرتے ہیں۔

”بعض علماء کے نزدیک نوٹوں پر زکوٰۃ نہیں ہے اور زیورات بھی زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ علماء کے اختلاف ہیں..... اپنی رائے یہ ہے کہ زیورات اس لیے مستثنیٰ ہیں کہ وہ مسکوک نہیں ہیں۔ (بطور رسک و کرنسی استعمال نہیں ہو رہے۔) اور نوٹ کاغذ ہیں“ (ص ۷۷)

۳۔ مال تجارت، مال وراثت و ہبہ میں شیعہ زکوٰۃ کے قائل نہیں۔ البتہ عمر میں ایک مرتبہ بطور استحباب وغیرہ خمس نکالنے کے قائل ہیں یعنی اگر کوئی دیندار شیعہ خمس بھی نکالے تو یہ آٹھ سال کی زکوٰۃ بنی باقی سب عمر سے چھٹی مل گئی۔

۴۔ زمینی پیداواری اجناس میں صرف گندم (۲۲ من مقدار) جو، خرے، مویز پر تین سو صاع وزن ہونے پر عشر یا بیسویں حصہ کے قائل ہیں باقی کثیر اجناس چنا، مکئی، چاول، گنا، جوار باجرو وغیرہ بڑی آمدن والی فصلوں پر عشر کے قائل نہیں۔

۵۔ جانوروں میں صرف اونٹ، گائے، بھیڑ بکری پر زکوٰۃ مانتے ہیں۔ گھوڑے، خچر وغیرہ پر زکوٰۃ کے قائل نہیں خواہ کتنی بڑی تعداد اور مقدار میں ہوں۔

حاصل یہ نکلا کہ شیعہ کے نزدیک زکوٰۃ صرف چار فصلوں اور تین قسم کے پالتو جانوروں پر ہے باقی نقدی، زیورات، کرنسی نوٹ، سامان تجارت کسی بھی چیز پر زکوٰۃ نہیں۔ بتلائیے مشتاق کے اس قول ”زکوٰۃ میں جیلے بہانے کر کے خورد برد کرتے ہیں“ کا مصداق خود شیعہ ہوئے یا نہیں؟

بجاء اللہ تعالیٰ مکمل اسلام اور محافظ زکوٰۃ، مری یتامیٰ و مساکین مذہب صرف اہل سنت والجماعت ہی ہے۔ بسم اللہ خفیہ پڑھنے پر ہمیں نماز کا چور کہا تھا لیکن خود شیعہ تو زکوٰۃ چور ثابت ہوئے۔ اب نام نہاد فقہ جعفریہ کا فارم پڑ کر کے زکوٰۃ سے جان چھڑا لیتے ہیں۔ (معاذ اللہ تعالیٰ) خمس کے مسئلہ کو بھی مشتاق نے شیعہ مذہب کی صداقت پر دلیل بنایا ہے کہ اس خمس کی ارکان اسلام کی طرح پابندی صرف شیعہ مذہب میں ہی کی جاتی ہے مذہب خمس

سُنیہ میں واضح حکم قرآنی کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ (ص ۷۷)

ہماری گزارش یہ ہے کہ حسب سابق یہ بھی شیعہ مؤلف کی لغافی اور چابک دستی ہے نہ تو خمس دیگر ارکان کی طرح ہے کہ اس کا نکالنا باقاعدہ ہر مسلمان پر فرض ہو کیونکہ قرآن و سنت میں ایسی کوئی تعلیم نہیں اور نہ اہل سنت نے ضمنی مالی مسئلہ کی حیثیت سے اس کی مشروعیت کا انکار کیا ہے۔

خمس کے متعلق پہلے کی پہلی آیت کا ترجمہ مشتاق نے یہ کیا ہے:

اور جان لوجو کچھ تمہیں غنیمت سے حاصل ہو اس میں کا پانچواں حصہ (۱/۵) خدا کے لیے

ہے اور رسول اور رسول کے قربت داروں اور یتیموں اور یتیموں اور یتیموں کے لیے ہے۔ (ص ۵۸)

یہ آیت سورۃ انفال کی ہے جہاد کے احکام بیان ہو رہے ہیں کہ جنگ کے بعد جو مال غنیمت حاصل ہو اس کے چار حصے فوجیوں کا حصہ ہے اور پانچواں حصہ پانچ قسم کے حقداروں میں تقسیم کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا نام بطور تبرک ہے یعنی پانچوں اقسام میں خدا کے حکم کے مطابق بانٹنا گویا خدا کا حصہ نکالنا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حصہ آپ کی زندگی سے خاص تھا۔ آپ کے انتقال کے بعد خود بخود ختم ہو گیا۔ رشتہ داروں کا حصہ عہد نبوت کے بعد عہد صحابہ میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رشتہ داروں کو ملتا رہا اور اب بھی جہاد کے مال غنیمت سے ان کو پانچواں حصہ مل سکتا ہے۔ اہل سنت اس کے منکر نہیں ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ اولاً شیعوں نے زکوٰۃ کو تو ذاتی کمائی سے، نص قرآنی کے خلاف۔ خارج کر دیا اور خلاف قرآن عام اموال سے خمس کے بطور استحباب قائل ہو گئے حالانکہ یہ شریعت میں بے تصرف اور ناجائز مداخلت ہے کیونکہ خمس صرف مال غنیمت و جہاد سے نکالا جاتا ہے یا ان معدنیات اور زمینوں سے جو شاملات زمینوں سے حکومت کو مل جائیں۔ دوم یہ کہ مال غنیمت یا معدنی خزانے کے خمس کے حقدار چار گروہ ہیں۔ سادات، یتامی، مساکین، مسافریں۔ شیعوں نے صرف سادات کو حق دار مان لیا اور باقی تین اصناف کو ان کے حق سے محروم کر دیا۔

حالانکہ سادات کو بھی غربت اور احتیاج کی صورت میں ملے گا کیونکہ زکوٰۃ ان پر حرام کی گئی ہے اگر وہ مال دار ہوں تو وہ خمس نہ پائیں گے۔ جیسے صحیح احادیث آگے کتاب میں اسی مسئلہ کے ضمن میں آپ پڑھیں گے۔ کہ حضرت عمرؓ نے خمس سادات کو دینا چاہا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ہم مال دار ہیں ہمیں حاجت نہیں یتیموں اور مساکین کو دے دیں۔ (ابوداؤد)

اہل بیت کے مقام عالی کا تقاضا یہی ہے اور اسلام کا معاشی زریں اصول بھی یہی چاہتا ہے کہ طلب حاجت کی شکل میں تو قربت داران رسول کو مال خمس میں اولیت حاصل ہے لیکن ان کے استغناء کی شکل میں یہ مد اسلامی خزانہ کا حصہ ہے۔ حاکم اپنی صوابدید سے دیگر مصارف پر خرچ کرے گا جیسے مال زکوٰۃ کو وہ آٹھ مصارف میں تقسیم کرنے کا مجاز ہے خواہ سب اصناف میں برابر تقسیم کرے یا حسب ضرورت کسی ایک کو مخصوص کرے یا دوسروں سے زیادہ دے۔ مال فرائی کی تقسیم

کی حکمت خدا نے یہ بیان فرمائی۔

لَا يَكُونُ ذَلِكَ بَيْنَ الْأَعْيَانِ مِنْكُمْ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ (حشر ۱، ۲۸)

تاکہ یہ مال تمہارے مال داروں میں ہی گردش نہ کرتا رہے اور جو کچھ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیں لے لو اور جس سے روک دیں نہ لو۔

تو صرف غیر غنی افراد میں تقسیم اور کمی بیشی میں حاکم کی صوابدید اسی آیت سے معلوم ہوئی۔ اصول کافی ص ۳۴۹ میں امام جعفر صادقؑ کا فرمان ہے: عطیات جن پر مسلمانوں نے لشکر کشی نہیں کی۔ اموال صلح، ہجرین، پست وادیاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلیفہ کے قبضہ و تصرف میں ہوتی ہیں جیسے چاہے ان کو (حق داروں پر) خرچ کرے۔

فہو للرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو للامام من بعده یضع حیث یشاء کتاب الخراج اور الفاروق کے حوالہ سے مشاق نے حضرت علیؓ کا جو عمل نقل کیا ہے وہ ہماری تائید کرتا ہے۔

حضرت علیؓ نے اگرچہ صلح بنو ہاشم کو نہیں میں سے حصہ نہیں دیا لیکن رائے ان کی بھی یہی تھی کہ بنو ہاشم واقعی حق دار ہیں۔ حضرت عمرؓ نے سادات و بنو ہاشم کی مال خمس و عطایا سے خوب کفالت کی۔ حضرت عباسؓ و علیؓ کو ان مالوں کا متولی بنایا۔ خود بھی مسلسل تقسیم کیا۔ حسنینؓ کے اہل بدر کی طرح پانچ پانچ ہزار سالانہ وظائف مقرر کیے۔ (کتاب الخراج)

مشاق رافضی کا یہ لکھنا انتہائی بھوٹ اور بکواس ہے

”جس طرح دیگر احکام کو روشن نصوص کے باوجود قیاس اجتہاد کی نذر کیا گیا۔ اسی طرح رسولؐ کی اولاد کا یہ حق بھی پامال کیا گیا۔ غالباً اس غصبت کی وجہ اقتدار کا استحکام تھا کہ اہل بیت کو مالی لحاظ سے لاغر رکھا جائے اور اس پالیسی کے نفاذ سے حکومت کو متعدد سیاسی فوائد حاصل ہوئے جن کا بیان خارج از موضوع ہے۔“ (ص ۵۸)

در اصل مذہب شیعہ سرمایہ داری کا حامل ہے پاکستان کے سرمایہ دار ارب پتی ۲۲ خاندانوں کی اکثریت مذہب شیعہ رکھتی ہے۔ یہ لوگ اہل بیت کو بھی جاگیر دار اور خمس و فک وغیرہ کا مستقل مالک اسی جذبے سے سمجھتے ہیں اور ان کی تشہیر سے اپنا مقصد بھی صرف دولت حاصل

کرنا ہے۔ انھوں نے اس کے لیے اہل بیت کے مقام و کردار کو بھی داؤ پر لگا دیا ہے۔ مسئلہ فدک کے تنازعہ اور رزق کشی کو بھی دیکھا جائے تو شیعہ مذہب کے باطل و سرمایہ دار ہونے اور مقام اہل بیت کے قاتل ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ صحابہ و دشمنی میں تو یہ لوگ کمیونسٹ بن جاتے ہیں اور کہتے ہیں:-

”اسلام کا بنیادی معاشی اصول یہ ہے کہ ضرورت سے فاضل رقم پر فرد اسلام کا کوئی حق نہیں بلکہ اس کی حیثیت امین کی سی ہے۔“ (ص ۸۴)۔ حالانکہ اسی فاضل رقم پر تو زکوٰۃ، حج اور صدقات کی عبادتیں قائم ہیں۔ اگر فرد اسلام کا اس پر کوئی حق ملکیت نہیں تو پھر یہ عبادات بھی اس پر فرض نہیں۔

لیکن جب حضرت عمرؓ اور خلفاء رسولؐ قرآنی اصول اور سنت رسولؐ کی روشنی میں حسبِ عہدہ مستحقین میں کمی بیشی کے ساتھ بانٹتے ہیں تو یہ ان کے خلاف آسمان سر پر اٹھالیتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اہل بیت کا حق غصب کر لیا۔ ان کو خمس میں کمی بیشی کرنا درست نہ تھا۔ بنو ہاشم سب خمس کو اپنا ذاتی حق سمجھتے تھے وغیرہ۔

ذی القربیٰ کی تشریح میں بنی اسرائیل کی آیت وَاٰتِ ذِی الْقُرْبٰی حَقَّہٗ، درمنثور وغیرہ کے حوالے سے یہ لکھا ہے: ”کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فاطمہ کو بلایا اور فدک عطا فرمایا۔“ (ص ۹۷)

حالانکہ یہ روایت محض جعلی ہے۔ سورت بنی اسرائیل اور سورۃ روم دونوں میں فدک کا اس وقت تصور بھی نہ تھا وہ تو ۷ م میں مدینہ میں آیا تھا۔ مکہ میں تو حضرت فاطمہؓ صغیرہؓ تھیں نہ علی المرتضیٰؓ قربت داران میں شامل ہوئے تھے نہ حنینؓ تھے۔ پھر جو رؤف رحیم پیغمبرؐ اپنی لخت جگر کو بیت المال سے خادم نہیں دیتے بلکہ اسے عام فقراء کا حق قرار دیتے ہیں (کتب سیرت) وہ ایک بہت بڑی جائیداد اپنی بیٹی کو کیسے ہبہ کر دیتے ہیں۔ بلکہ بچپن میں قبل از حصول یہ پروگرام بناتے ہیں؟ دراصل یہ سرمایہ دار اور زرپرست شیعوں کا زاہد ترین رسول امینؐ پر زبردست حملہ ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔

زرپرست مشاق آخر میں یہ بڑھ مارتا ہے:

”اس کے برعکس شیعہ مذہب خمس کی ادائیگی متواتر کرنے کی تعلیم دے رہا ہے۔ خدا کے مقرر کردہ حصہ میں وہ کمی بیشی کرنا صحیح نہیں سمجھتا ہے اور اولاد رسولؐ کے حقوق کی پاسداری کر رہا ہے پس یہ مذہب یقیناً بہتر ہے۔“ (ص ۸۶)

ذاتی اغراض کے لیے خدا کے قانون زکوٰۃ میں ترمیم کر کے جو مسند خمس شیعوں نے تراشا ہے اس کی جھلک ہم دکھانے کے لیے چھوٹے چھوٹے سادات تک پہنچاتا ہے سب کو معلوم ہے کہ یہ نہیں تو موٹی موٹی فیسوں کی شکل میں بڑے بڑے مرثیہ خواں مراشیوں، گلوکاروں، نوحہ خوانوں اور ذاکروں، مجتہدوں کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں اور غریب سادات تو اہل سنت کے گھروں اور کھلیانوں سے بھیک مانگ کر گزارہ کرتے ہیں۔ تجربہ و مشاہدہ سب سے بڑی دلیل ہے۔ یہی ”اولاد رسولؐ کے حقوق کی پاسداری“ یہ خوش نما و فریب لیل ہے ورنہ دوست بن کر شیعوں نے جواہل بیت پر ظلم ڈھائے اور ۱۳۱۳ مومنوں کی انتظار میں ۱۲۰ سال سے امام زمانہ حضرت مہدیؑ آج بھی غار میں غائب ہیں۔ کسے معلوم نہیں ہے؟ مذہب شیعہ اس دنیوی لحاظ سے یقیناً بہتر ہے کہ دھوکہ سے اہل بیت رسولؐ کو بلا کر ذبح کر دے پھر مظالم کی عمارت استوار کر کے خوب دولت کماؤ، عیاشی کرو، جب سیاسی پاور حاصل ہو جائے تو انقلاب ایران کی طرح مسلمانوں کو خوب مارو اور مرواؤ۔ (معاذ اللہ)

حج اسلام کا پانچواں عظیم رکن حج ہے جو عبادت مالی اور بدنی کا مجموعہ ہے۔ ہر اس صاحب استطاعت تندرست آزاد مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے جو پر امن راستہ سے حج کے سفری اخراجات آمد و رفت، گھریلو اخراجات کے علاوہ۔ رکھتا ہو جس پر حج فرض ہو اور وہ عمدانہ کرے تو فاسق ہے۔ حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے کہ ایسا شخص یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ مجھے اس کی پروا نہیں۔ (صحیحین)

حج کا اجتماع ایک عالمگیر مسلمانوں کی کانفرنس ہوتی ہے جس میں وہ خدائے واحد کی دہائی عبادت سے جہاں روحانی فوائد حاصل کرتے ہیں وہاں باہمی اخوت و ادا داری، محبت و انس اور ہمدردی کے دافر جذبات کا انعام پاتے ہیں۔ اسی طرح تجارتی، معاشی اور مادی ذرائع کو بھی ترقی ملتی ہے اور ان کی مسلم قومیت، اتحاد، تنظیم اور شان و شوکت کا بھی اظہار ہوتا ہے میدان

عرفات اگر محشر کا نمونہ پیش کرتا ہے اور عاشقانہ ادائوں، مجذوبانہ چالوں اور ایک ہی قسم کے لباسِ احرام میں ہر شخص کو اپنی ہی فکر رہتی ہے اور میدانِ آخرت میں کامیابی کے لیے یہاں سے بھرپور جذبہ حاصل کرتا ہے اور گناہوں سے تائب ہو کر اعلیٰ متقیوں کا کردار اپنالیتا ہے۔ وہیں اسے میدانِ جہاد کی بھی تربیت دی جاتی ہے۔ کہیں وہ اپنے مرکز کے گرد طواف کی پریڈ کر رہا ہے۔ مرکز کعبہ کے چاروں طرف وسیع و عریض پھیلی ہوئی دنیا کو اپنا میدانِ دعوت سمجھتا ہے۔ ریل کی سڈت سے کفار کو مرعوب کر رہا ہے۔ مقامِ ابراہیم پر نفل پڑھ کر اپنے قائد و جرنیل سے ہدایات لے رہا ہے۔ صفاد مردہ کی سچی اور مشقوں میں جوشِ جہاد کو ابھار رہا ہے، شیطانوں کو کنکریاں مار کر نشانہ بازی کی مشق کر رہا ہے۔ اپنے ہاتھوں سے پیارے جانوروں کو ذبح کر کے مالِ دُجان کی قربانی کی رہبر سل کر رہا ہے اور قتل و شہادت کے خوف کو عملاً دور کر رہا ہے۔ باریک بینی سے دیکھا جائے تو گویا یہ ساری باتیں سول اور فوجی، دفاعی اور اقدامی جہاد کی ٹریننگ ہیں۔

شیعہ اور تقصیر حج مذہبِ شیعہ اسلام کے دعویٰ کی حیثیت سے اگرچہ فرضیت حج کا زبانی قائل ہے مگر اس کی بزرگی گھٹانے عوام کو دُور کرنے یا پھر سیاسی اور گردہ پی مقاصد حاصل کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کرتا۔

۱۔ بزرگانِ دین کے مزارات پکے بنا تا شریعت میں منع ہیں۔ کافی باب تطہیر القبر و تجسسہ ملانہ کی احادیث پر محشی علی کبر غفاری لکھتے ہیں۔ شیعہ امامیہ کے ہاں یہ مشہور مسئلہ ہے کہ قبر چونا کچ کرنا مکروہ ہے اور یہی ہمارے علماء کا فتویٰ ہے۔

ان کے ارد گرد طواف کرنا اور ان کے نام کی منت ماننا یا ان سے استمداد کرنا بھی شرکِ حرام ہے۔ مگر مذہبِ شیعہ قہوراًئم کو کعبہ سے افضل کہتا اور ان کی زیارت کو حج سے ۹۰ گنا زیادہ بتاتا ہے۔ ابو عبد اللہ (امام جعفر صادقؑ) فرماتے ہیں جو مومن حضرت حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت کرے عید کے دن کے سوا جب کہ آپ کا حق پہچانتا ہو تو اللہ اس کے نامہ اعمال میں بیس حج، بیس قبولِ عمرے اور بیس وہ فاص حج لکھے گا جو اس نے نبی مہرسل یا امام عادل کے ساتھ کیے ہوں۔ (فروع کافی ص ۵۸)۔ ایک اور روایت میں حج سے ۹۰ گنا زیادہ ثواب کا ذکر ہے۔ قاضی نور اللہ شوشتری یہ شعر لکھتا ہے: ۷

کعبہ بگدر و صفہ او، میکند طواف رکب الحجج این تروخون این این
کعبہ تو امام حسینؑ کے روضے کا طواف کر رہا ہے۔ اسے حاجیوں کو کدھر بھٹکے جا رہے ہو۔ معاذ اللہ
(مجلس المؤمنین ص ۵۸)
ملا باقر علی مجلسی زناہ متع کے مقابلے میں حج و عمرہ کی یوں توہین کرتا ہے:
"جب مرد و عورت (متع والی) کا بوسہ لیتا ہے خدائے تعالیٰ انہیں ہر بوسہ پر ثواب حج و عمرہ بخشتا ہے" (رسالہ متع ص ۱۵)

حضرت سید عالمؑ نے فرمایا جس نے زن مومنہ سے متع کیا گویا اس نے ستر مرتبہ خانہ کعبہ کا حج کیا" (رسالہ متع ص ۱۶) ملا باقر علی مجلسی
یہی وجہ ہے کہ شیعہ حج کو بہت کم جاتے ہیں۔ ہر سال اندرون ملک و بیرون ملک سے لاکھ بھر پاکستانی مسلمان حج سے شرف ہوتے ہیں لیکن پڑتال اور اعداد و شمار کر لیجئے شیعہ ایک فیصد بھی نہیں نکلیں گے۔ جب کہ زواری والے حج کے لیے ہزاروں افراد تناسب حج سے دس گنا سے بھی زائد شیعہ کربلا، نجف، کاظمین، نمران وغیرہ جاتے ہیں۔
مجتہد شیعہ مولانا محمد حسین ڈھکو لکھتے ہیں:

عقباتِ عالیہ کی زیارات کو اگر سو جائیں گے تو حج کے لیے دس بھی نہیں۔
۲۔ چند سالوں سے ایرانی حجاج کی کثرت ہوئی ہے مگر ان کے پیش نظر حج کی سعادت نہیں بلکہ خمینی کے بُت کی جگہ جگہ نمائش "اللہ اکبر خمینی رہبر" کے نئے کلمے کا اعلان، عربوں سے نفرت دلانے کے لیے سیاسی جلوس اور ایرانی قوم کا منظم مظاہرہ دکھانا اور اسرائیل کی نمائندگی کرتے ہوئے عربین شریفین پر ناپاک قبضے کے عزائم کا اظہار ہوتا ہے۔ ہر سال عربین شریفین میں گڑبڑ اور الحاد پھیلتے ہیں۔ تصادم اور لاطھی چارج اور آنسو گیس شیلز کی نوبت آتی ہے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کو کوستے ہیں اور اس ملعون کا ردائی سے مسلمانوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ جاتی ہے اور خمینی پرتوتوں پر عین وطن کی بارش برستی ہے اس الحاد اور شرارت پسندی کی سزا ختم ہونے والی تباہ کن جنگ کی صورت میں انکوں ہی ہے لیکن اسلام دشمنی اور توہینِ عربین کی اس مشہوم حرکت باز نہیں آتے۔ ۱۴۰۷ھ کے حج میں مسلح ہو کر عرب شریفین پر حملہ اور قبضہ کرنے کے غرضی تصادم میں تین سو ایرانی مرد مارے گئے۔ خدا کا فرمان سچا ہے:

وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِالْحَادِ يُظْلِمُ نَفْسَهُ
 مَنْ عَذَابِ الْيَمِّ - (حج، ۳۷، پ ۱۷) گاہم سے دردناک عذاب چکھائیں گے۔

حج کے مسائل میں بھی اپنی فطرت کے مطابق اختلاف کرتے ہیں جن کی تفصیل یہاں غیر ضروری ہے۔ قرآن و سنت کی دلیل سے نہیں محض بناوٹی روایات، ڈھکوسلوں اور اختلاف برائے اختلاف "حق اہل سنت سے برخلاف کرنے میں ہے" جیسے اصولوں سے اہل اسلام سے جدائی اس مذہب کا شعار ہے۔

بچھو کو ڈنگ مارے بغیر چین نہیں آتا اور نہ زہرا سے خود کھاتا رہتا ہے۔ حج کی بحث میں مشاق نے بڑی قلم کاری دکھائی۔ مناسک کی حکمتیں اور فلسفے بیان کیے اور تان ان باتوں پر آٹوڑی "اہل بیت نجات کا وسیلہ ہیں"

"شیطان کے تین رُوب ہیں اور تینوں صورتوں سے تبرک کرنا ہے۔ لحاظ نسبت محترم ہے پس راہ حق میں غیر خدا کی چیز خواہ وہ شبیہ ہی کیوں نہ ہو کا احترام اس لیے ضروری ہے کہ نسبت محترم ہے۔ جب ہم شعائر اللہ کی تعظیم کرتے ہیں تو تعظیم حاصل ہوتی ہے کہ خاصانِ خدا کی نشانیوں کا احترام کرنا شرک نہیں بلکہ عین ثواب ہے۔ حسین یادگار ہیں کیونکہ ابتداء حج ہے اور انتہا یاد کر بلا ہے" ص ۹۲۔

پھر تمام اسلام کی سبکی کرتے ہوئے یہاں تک لکھتے ہیں:

"اور کائنات کے تمام واقعات میں سے صرف اور صرف ایک ہی واقعہ ایسا ہے جس میں حقیقی اسلام کی پوری تعلیم عملاً دکھائی دیتی ہے اور یہ واقعہ کر بلا ہے جسے بھولنا دراصل اسلام کو بھول جانا ہے" ص ۹۲۔

"ماروں گھٹنا چھوٹے آنکھ" کا مصداق ان باتوں کو مناسک اور ان کی حکمتوں سے کیا تعلق ہے بس شیعیت اور شرک کا سودا ہے جو دماغ پر ایسا چھایا ہے کہ بلی کو خواب میں چھپڑے نظر آ رہے ہیں۔

اہل بیت کعبہ وہ تمام صحابہ کرام ہی ہیں جنہوں نے بتوں کو ہٹا کر خانہ کعبہ شریف میں سب سے پہلے باجماعت نماز پڑھی۔ ان کے لیڈر حضرت عمر فاروقؓ تھے یا وہ دس ہزار قدوسی صحابہ کرام

ہیں جنہوں نے مکہ شریف کو فتح کر کے کعبہ کو بتوں سے پاک کیا۔ ان کعبہ والوں سے تو شیعوں کا بچہ نفرت کرتا ہے شیعوں کو کعبہ کے اہل بیت سے کیا تعلق؟

حضرت علی المرتضیٰؓ یقیناً کعبہ والے ہیں کہ خدا کی توحید کا درس دیا ہے اور اصنام و شبیہ پرستی سے تبرک کیا ہے۔ مگر شیعوں کو علیؓ کے عمل و کردار سے کیا واسطہ؟ وہ تو عینی جیسے ظالموں کی تصاویر اور خیالی شبیہات کی باقرار خود عین خدا جیسی تعظیم کرتے اور پوجتے ہیں۔ کعبہ میں حضرت علیؓ کی پیدائش۔ ایک شبیہ کا مشہور کردہ قصہ ہے۔

جس کے متعلق ہم یہاں کچھ نہیں کہتے، عقل و دین بھی اس سے انکاری ہیں کیونکہ کعبہ شریف مقام عبادت تھا۔ زچہ و بچہ کا سنہرا اور برتھروم نہ تھا کہ عمداً ڈیوری کیس کے لیے کوئی خاتون وہاں آئے پھر وہ تین سو ساٹھ بتوں کا مرکز اور صنم خانہ بنا ہوا تھا۔ اس ماحول میں نومولود بچے کی فضیلت تلاش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

تبرک شیطاں سے ہو رہا ہے یا اس کے سکھائے ہوئے اعمال سے جو کفر و شرک اور نافرمانی ہیں شیعوں نے آج تک تبرک شیطاں سے کیا نہ اس کے اعمال کفر و شرک اور معاصی بلکہ ان سے توبہ ستور تو لا کیا ہے یہاں حقیقتہً تبرک، قرآن کریم، سنت نبوی، توحید الہی، تمام صحابہ کرام اور تمام ملت اسلامیہ محمدیہ سے ہے۔ شعائر اللہ معظم ہیں۔ اس لحاظ سے کہ اللہ والوں نے ان کو استعمال کر کے اللہ کی بے مثال عبادت کی ہے نہ اس لحاظ سے کہ ان کی شکلیں اور شبیہیں بنا کر چومنا، چاٹنا یا پوجنا شروع کر دو۔ مسلمان حاجی سنت ہاجرہ میں صفامردہ کی پہاڑیوں پر چڑھتا اور پتھروں کو سنت ہاجرہ میں پاؤں سے روندنا اور اللہ سے والہانہ دعائیں تو مانگتا ہے لیکن ان کو بوسہ گاہ نہیں بناتا ہے تو شیعوں کی خیالی تعظیمی شبیہیں، خود بخود شرک اور بت پرستی کا مظہر ثابت ہوتی ہیں۔

سیدنا حضرت امام حسینؓ کا مقام اور شرف شہادت اپنی جگہ بجا ہے۔ لیکن اسے کعبہ سے مربوط کرنا یا ذبح عظیم کا مصداق بنانا ایک زیادتی اور شععی دجل ہے آپ تو عین حج کے موقع پر جب کعبہ شریف میں سب مسلمانوں کا اجتماع تھا اور وہ مرکز اتحاد بنا ہوا تھا، کوفیوں کی پُرفریب دعوت حج کعبہ شریف چھوڑ کر چل دیئے اور حضرت اسمعیلؑ نے تو اسے تعمیر کیا اور آخر دم تک آباد رکھا تھا۔

کعبہ واسمعیل سے نسبت تب بجا تھی کہ آپ مسلمانوں کی خواہش کے مطابق یہاں کعبہ میں رہ کر دعویٰ خلافت کرتے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرح جام شہادت نوش فرماتے۔ آپ شہید کر بلا اور انتہا یاد کر بلا ہیں، ابتداء کعبہ نہیں۔ علامہ اقبالؒ کی طرف منسوب شعر پر مبالغہ یا قابل تاویل ہے۔
مشاق صاحب لکھتے ہیں: "ایسے عاشقان خدا کی یاد کو ہر سال تازہ کرنا زندہ قوموں کی نشانی ہے اگر اصل نشانی دستیاب نہ ہو سکے تو نقلی نشانیاں پیش کرنا بھی ضروری ہے۔" ۹۳

انہی نقلی نشانیوں سے تو بت بنے اور صنم پرستی وجود میں آئی۔ اب قرآن و سنت سے دلیل لانے کے بجائے قیاس و دھوکہ سلسلہ سے نقلی نشانیوں کو ضروری کہا جا رہا ہے تاکہ تفسیر، شبیہ، دُلیل، علم، مزین وغیرہ بناؤٹی یادگاروں اور نشانیوں کی تعظیم و پرستش کی جاسکے۔
مذہب شیعہ گرگٹ کی طرح کیا کیا رنگ بدلتا ہے؟ بحث حج میں "یادش بخیر" حضرت عمرؓ پر طعن کیا ہے کہ متوجہ حج اور متوجہ النساء کو آپ نے بند کر دیا تھا۔ متوجہ النساء سے شیعہ کی محرومی اور اس غم میں نوحہ و بکا کی فریاد تو کچھ سمجھ آتی ہے لیکن تمتع حج کی بندش کا دعویٰ انتہا محض ہے۔ زاد المعاد کی روایت وقتی انتظامی امر سے تعلق رکھتی ہے کیونکہ اہل سنت کے تمام مکاتب فکر کے نزدیک حج کی تین قسمیں ہیں، حج تمتع، حج قرآن، حج افراد اور تینوں درست ہیں۔ شافعیہ کے ہاں حج تمتع افضل ہے جس میں پہلے عمرہ کر کے احرام کھولا جاتا ہے۔ پھر حج کا الگ احرام باندھا جاتا ہے۔ حنفیہ کے ہاں حج قرآن افضل ہے کہ حج و عمرہ کی معانیت سے ایک ہی احرام باندھا جاتا ہے حج کر کے پھر کھولا جاتا ہے اور مفرد حج کرنے میں حاجی مختار ہے عمرہ پھر کبھی اگر کرے یا پہلے اسے موقع نہ ملے اور پھر سیدھا میدان عرفات پہنچ کر حج کے ارکان بجالائے تو بھی اسے حج مفرد کہا جائے گا۔ اگرچہ اس سفر میں بعد میں عمرہ بھی کرے۔

مشکوٰۃ شریف باب الاحرام والتلبیہ کی دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ حجۃ الوداع کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرنے نکلے۔ ہم میں سے کچھ حضرات نے عمرے کا احرام باندھا اور کچھ نے حج و عمرہ دونوں کا باندھا اور کچھ نے صرف حج کا باندھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی صرف حج کا احرام باندھا تھا۔ جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا وہ عمرہ

کر کے حلالی ہو گئے۔ (احرام کھول دیا) اور جنہوں نے حج کا یا حج و عمرہ دونوں کا (بصورت قرآن) احرام باندھا تھا وہ قربانی کے دن (قربانی کرنے پر) حلالی ہوئے۔

۲۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں حج تمتع کیا تھا۔ پہلے عمرے کا احرام باندھا، پھر حج کا باندھا۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حج تمتع و قرآن درست ہے۔ حضرت عمرؓ بھی اسے درست سمجھتے تھے۔ ملاحظہ ہو: نسائی شریف ص ۱۳ پر ہے بنو قریظہ کا ایک شخص جس کا نام مہبئی بن مجہد تھا، عیسائیت سے مسلمان ہوا۔ پہلی دفعہ حج اور عمرہ کرنے آیا تو حج اور عمرہ کا اکٹھا تلبیہ کیا اور اسی طرح سب اعمال میں تلبیہ کہتا رہا۔ دو شخصوں نے اس پر اعتراض کیا وہ کہتا ہے:

لَقِيتَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَذَكَرْتَ میں حضرت عمرؓ سے ملا اور یہ بات ذکر کی تو آپ
ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ هَدَيْتَ لِسُنَّةِ نے فرمایا تجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی
نَبِيِّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہدایت نصیب ہوئی۔

معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ اصولاً تمتع اور قرآن کو سنت رسول اور جائز سمجھتے تھے۔ مگر یہ ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص عمرے کا احرام کھولے، جامع کرے پھر حج کا احرام باندھ لے اور بالوں سے پانی ٹپک رہا ہو۔ عارضی ممانعت کی یہی وجہ نسائی ص ۱۵ پر آپ کی زبان سے منقول ہے اور امام نوویؒ نے وجہ یہ بتائی ہے کہ وہ مفرد حج کو افضل مانتے تھے تو اولویت حاصل کرنے کے لیے قرآن و تمتع سے روکا تھا ورنہ ناجائز نہ مانتے تھے کیونکہ ان تینوں کے بلا کراہت جواز پر اجماع ہو چکا ہے۔ (نووی شرح مسلم ص ۳۹۲)

مؤلف لے "طواف نسا" چھوڑنے کا الزام بھی اہل سنت کو دیا ہے "مذہب سنیہ کے نزدیک طواف نسا و نماز طواف نسا ضروری نہیں لیکن اگر کوئی ادا کرے تو خطا کار بھی نہیں لیکن مذہب شیعہ کے نزدیک انھیں ترک کر دینا عورتوں کو حرام قرار دیتا ہے۔ لہذا حفظ ما لقم کے تحت یہ ارکان بجالانا ہر صورت میں بہتر ہے۔" ص ۹۹

ہمیں معلوم نہیں کہ طواف نسا سے مؤلف کی کیا مراد ہے۔ ہمارے ہاں حج کا رکن دوم طواف زیارت جو ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ میں کرنا لازمی ہے۔ طواف نسا بھی کہلاتا ہے

اور پھر حسب قاعدہ دو نفل طواف کے پڑھے جاتے ہیں! اس طواف سے پہلے بیوی حرام ہوتی ہے اور طواف کے بعد حلال ہو جاتی ہے اگر یہی مراد ہے تو اس کے ہم قائل ہیں اور اگر اس کے علاوہ کچھ اور نیت سے کوئی مستقل اور طواف نسائے اور دو رکعت نفل طواف ہیں تو قرآن و سنت سے اور کتب فریقین سے اس کا ثبوت پایہ تھا۔ ایک چیز خود ہی گھڑ لینا دوسرے کو نہ کرنے پر الزام دینا اور حفظ یا تقدم کے لیے ان جعلی ارکان کے ادا کرنے کو بہتر بنانا شریعت میں کھل مداخلت اور تحریف فی الدین ہے۔

اس بحث میں چند اقتباسات نہیں اچھے نظر آئے ہم بلا تبصرہ ان کو نقل کرتے ہیں اور شیعوں سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ ان کی روشنی میں اپنی اصلاح و عامۃ المسلمین کی بھلائی اور ان سے اخلاص کا دامن کبھی نہ چھوڑیں۔

۱۔ پس حسنات دنیا اور حسنات آخرت دونوں اہم ہیں۔ پھر آتش عذاب کا تذکرہ ہے تاکہ تمام افراد کو یہ بات معلوم رہے کہ اس کے تمام اعمال کا محاسبہ ہوگا اور عمل کے مطابق جزا و سزا ملے گی جب پڑتال کا خوف رہے گا تو یقیناً تمام امور خیانت سے پاک ہوں گے۔ ص ۹
۲۔ دستور اسلام یہ ہے کہ کسی بھی فرد کو رائی برابر عمل بھی ضائع نہ ہو۔ چنانچہ اسلام بھلائی میں اٹھائے گئے ہر قدم کی حفاظت کرتا ہے اور اسے آئندہ نسلوں کے لیے نقش راہ قرار دیتا ہے۔ ص ۹۲ دکاش السابقون الاولون سلمان صحابہ کے اعمال کو بھی شیعہ یہ مقام دیتے۔

۳۔ دلائل و آثار علوی سے موجود موجودات اور خالق کائنات کے وجود کو معلوم کرنا، اسے واجب بالذات اور جامع جمیع صفات کمالیہ و جمالیہ تسلیم کرنا اور تمام بڑی صفات سے منزہ سمجھنا وغیرہ۔ چنانچہ ارشاد خدا ہے کہ اٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے اللہ کا ذکر کرو اور اسی طرح کہا گیا ہے کہ کعبہ کی ہر طرف توجہ کرو کیونکہ مشرق و مغرب اللہ ہی کے ہیں اور ہر طرف اللہ موجود ہے۔ ص ۹۴
۴۔ اسلام نے عبادت کا یہ عجیب و غریب طریقہ اس لیے مقرر فرمایا ہے کہ مسلمان اس کے ذریعہ روحانی و باطنی تزکیہ نفس، لطف تقویٰ اور قوت اتحاد حاصل کرے۔ تعصب و تنگ نظری اور نفرت و جوہام باطنوں میں سکھائی جاتی ہیں۔ م، کا خاتمہ کرے اپنے اندر انکساری، ایثار اور قوت کے جذبات پیدا کرے، ہر صاحب ایمان میں یقین محکم پیدا ہو کہ وہ صرف ایک ہی مالک

حقیقی کا بندہ فرمانبردار ہے۔ اقتدار اعلیٰ اسی بادشاہ حقیقی کے لیے ہے اور اس کے قانون کی پابندی ہر طرح واجب ہے۔ سارے مسلمانوں کے معاشی، سیاسی، علمی، فکری اور تمام مادی و روحانی مسائل ایک ہی ہیں اور سب کو مل کر اتحاد و اتفاق سے انہیں احکام خالق کی روشنی میں حل کرنا ہے۔ ص ۹۵

جہاد

فروع دین میں حج کے بعد چھٹی فرع مؤلف نے جہاد ذکر کی ہے۔ جہاد کی اہمیت یا ترغیب کے بجائے مجاہدین اسلام کے خلاف خوب زہر اگلا ہے جب کہ شیعہ کے کسی امام نے اپنے دور امامت میں یا کسی شیعہ حاکم نے کافروں سے جہاد نہیں کیا۔ ان کا فتویٰ یہ ہے کہ امام غائب ہے اور جہاد معطل ہے۔ لہذا وہ اہل سنت کے مجاہدین اور فاتحین اسلام کو بہت بڑا جانتے ہیں۔ اہل سنت کے ہاں یہ اعلیٰ واجبات اسلام میں سے ہے جو مردوں پر فرض علی الکفایہ ہے، اور ہنگامی خاص حالات میں عورتوں پر بھی فرض ہو جاتا ہے۔

مجاہد یا غازی اور فاتح ہو گا یا مقتول اور شہید ہو گا۔ دونوں صورتوں فضیلت جہاد میں بشرط ایمان و اخلاص اتنا بڑا درجہ پائے گا جس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ عتبہ بن سلمیٰ کی روایت میں ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو مومن اپنی جان مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور دشمن سے مقابلے میں مارا جائے تو یہ وہ شہید ہے جو امتحان سے پاس ہو کر عرش کے نیچے اللہ کے خیمے میں ہو گا۔ صرف نبوت کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام اس سے اعلیٰ ہوں گے۔ (مشکوٰۃ ص ۳۳۵)

بروایت سعد بن ابی وقاص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے ایک دن اللہ کی راہ میں جہاد کا کیمپ لگانا دنیا اور اس کی سب نعمتوں سے بہتر ہے۔

بروایت انسؓ آپؐ کا فرمان ہے: اللہ کی راہ میں ایک صبح کی کوچ یا شام کی کوچ دنیا اور اس کی سب چیزوں سے بہتر ہے۔ نیز فرمایا ہے: جس بندے کے اللہ کی راہ میں قدم غبار آلود ہو جائیں ان کو آگ نہ چھوئے گی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے اگر مجھے یہ گذشتہ نہ ہوتا کہ مومن میرے سوا پیچھے نہیں رہ سکتے اور میں سب کی ساریوں کا

بندوبست نہیں کر سکتا تو اللہ کی قسم میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والی کسی پلٹن سے پیچھے نہ رہتا۔ مجھے یہ پسند ہے کہ میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں۔ (مشکوٰۃ ص ۳۲۹)

نیز فرمایا: "اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا، روزے دار قائم البیل اور عابد کی طرح ہے۔ جو روزے اور نماز سے رکتا نہیں۔ تا آنکہ یہ مجاہد فی سبیل اللہ واپس لوٹ آئے۔"

جہاد اسلام کی چوٹی ہے، ایمان کی لذت ہے، کافروں پر رب اور ملک و قوم کی حفاظت ہے۔ دین کی عزت ہے، خدا کا قرب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا نیک پیشہ ہے، جنت میں جانے کا ٹکٹ ہے، دوزخ سے برآء نامہ ہے، دنیا و دین کے تمام مصائب کی پناہ گاہ ہے۔

اگر جہاد نہ ہو زمین کا نظام برباد ہو جائے، اشرار کی حکومت قائم ہو جائے، کسی کی جان مال اور عزت و دین محفوظ نہ رہے۔ کفار و فجار مسلمانوں اور نیکو کاروں کا جینا دو بھر کر دیں۔

اہل سنت اور فریضہ جہاد الحمد للہ ثم الحمد للہ یہ جہاد کی سعادت، اسلام کی اشاعت اور فتوحات کی کثرت، صحابہ کرامؓ اور ان کے ماننے والے مسلمانان اہل سنت والجماعت ہی کے مقدر ہیں آئی۔ ان کی فاتح تلواریں نے جہاں بڑے بڑے اشرار اور ان کی مجوسی و مشرک حکومتوں کو مٹایا، ان کے پاک نفوسِ مہلنین نے کلمہ توحید و رسالت کا پیغام دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا اور اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہا، لَیْظْهَرَنَّ عَلَى الدِّیْنِ کَلِمَہُ، "اللہ اس نبیؐ والے دین کو تمام ادیان پر غالب کرے گا" (فتح)

"اللہ مومنین، صالحین کو زمین میں ایسا اقتدار دے گا کہ ان کے دین کو مستحکم و پائیدار کر دے گا۔ خوف کو امن سے بدل دے گا۔ وہ صرف خدا کی عبادت کریں گے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔" (نور)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافران سچا ہو کر رہا کہ اس دین کی دعوت تمام جھوٹی پڑی والوں اور کوٹھیوں والوں تک پہنچے گی۔ مشرق و غرب میں اس دین کی حکمرانی ہوگی۔ (الحمدیث) سونے سے لدی ہوئی عورت اگر تنہا سفر کرے گی تو اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ (الحمدیث)

شیعہ کی جہاد دشمنی اتنا یہ نعمتِ عظمیٰ مسلمانان اہل سنت کو ملی تو دشمنِ حسد کے مارے بُل شیعہ کی جہاد دشمنی اٹھا اس نے غیر مسلموں کا جاسوس اور ایجنٹ بن کر، فریضہ جہاد مجاہدین ان کی فتوحات اور اشاعتِ اسلام پر جو جو حملے کیے اس کا ادنیٰ نمونہ مشاق کے غلیظ اقتباسات ہیں ہم نے بعض مغالطوں کا رد ساتھ ساتھ کر دیا ہے۔

۱۔ لیکن تم اگر ہتھیار استعمال کر کے ان کو جبر سے مسلمان کرو گے تو اسلام حلق سے نیچے نہ آئے گا محض زبانی مسلمان ہونے کا اظہار ہوگا اور ایسے لوگ خواہ کتنے ہی گروہ درگروہ تمہارے دین میں آجائیں گے وہ دل کے کھوٹے ہی رہیں گے..... چنانچہ دیکھا گیا کہ جو لوگ فتح مکہ کے بعد فوج در فوج لالچ و خوف و ہراس کے باعث مسلمان ہوئے وفاتِ رسولؐ کے بعد اسی طرح گروہ درگروہ خارج ہو گئے۔" ص ۱۰۳

حالانکہ فتح مکہ خود حضورؐ کا کارنامہ تھا اور گروہ درگروہ مسلمان ہونے کی پیشین گوئی خود قرآن نے کی تھی۔ (نصرؓ) مگر اس دشمنِ اسلام کو سیرتِ نبویؐ اور صداقتِ قرآن پر بھی اعتراض ہے کہ سب فتح مکہ والوں کو معاذ اللہ ارتداد کے حوالے کر رہا ہے۔

۲۔ سورت انفال میں ہے کہ "اے رسولؐ ان کافروں سے کہ دو کہ اگر وہ اپنے افعال سے باز آجائیں تو جو ہو چکا معاف کر دیا جائے گا لیکن اگر وہ اپنی حرکات کو جاری رکھیں گے تو پہلے لوگوں کی طرح جو طریقہ جاری ہو چکا ہے وہی برتا جائے گا۔" یعنی معلوم ہوا کہ اسلام آخری گھڑی تک یہ موقع دیتا ہے کہ نوبت قتال و جدال تک نہ آئے۔ آپ حضرات پورا قرآن پڑھ جائیے کسی جگہ یہ حکم نظر نہیں آئے گا کہ تم لوگ غیر مسلمان اقوام کے ممالک پر چڑھائی کرو جب کہ وہ کوئی ذبحِ مخالفت بیان نہ کریں۔" ص ۱۰۴۔

قرآن سے اعراض اور تحریف کی کتنی دلیری ہے حالانکہ اسی سے متصل آیت میں ہے: وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ اور ان سے جنگ لڑتے رہو تا آنکہ مشرک نہ رہے اور صرف اللہ کا دین جاری ہو جائے۔ (پ ۸۷)

ذبحِ مخالفت وہی شرک ہے خدا سے جہاد کے ذریعے مشاکر صرف دین اسلام دیکھنا چاہتے ہیں۔ شیعہ تفسیر مجمع البیان ص ۵۳۲ پر ہے یہ خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور مومنین

کو حکم ہے کہ وہ کافروں سے جہاد کریں تاکہ فتنہ شرک نہ رہنے پائے۔ (ابن عباسؓ)

۳۔ یہ فتوحات جن پر بھائی لوگ خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ ظاہراً آنکھوں کو خیرہ کرتی ہیں لیکن اگر بنظر عمیق دیکھا جائے تو یہ کارنامے باعث رنج ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ ایسی شاندار فتوحات ہمیشہ قوموں کی بربادی کا پہلا زینہ ثابت ہوئی ہیں۔ ظاہراً تو فتوحات طاقت و عروج کی نشانی دکھاتی دیتی ہیں لیکن دراصل یہ ایک دیکھ ہے جو کسی قوم کی جڑیں لگتا ہے۔ اس کی مثال ریل کے مریض کی سی ہے۔ ص ۱۷

۴۔ سنی مسلمان جن فتوحات کو جہاد سے تعبیر کرتے ہیں جب ان کو یہ جنگیں اسلامی شریعت اور قرآن مجید کے خلاف معلوم ہوتی ہیں تو پھر حسب عادت احکام قرآن کو اپنے قیاس کے تابع کرنے کی کوشش کرتے ہیں چنانچہ جہاد سے متعلقہ منقولہ بالا دونوں آیات کے متعلق ان کا مذہب یہ ہے کہ جب مسلمان کمزور تھے تو آیت لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّينِ نازل ہوئی اور جب مسلمان طاقت ور ہو گئے تو پھر یہ آیت جہاد وَاَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ تَقِفْتُمْ مَوْهُمْ نازل ہوئی۔ ص ۱۸

حالانکہ یہ تعارض مریض شرک ذہن کی پیداوار ہے ورنہ لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّينِ بھی مدنی آیت ہے جب جہاد کا حکم آچکا تھا اس میں جنرل اور کلی قسم کا تاقیامت حکم بیان ہو رہا ہے کہ کسی کو جبراً مسلمان نہ بنایا جائے۔

اور آیت وَاَقْتُلُوهُمْ خاص مشرکین عرب سے متعلق ہے۔ واقعی کمزوری کے دنوں میں جنگ کی اجازت نہ تھی ارشاد تھا فَاَعْفُوا وَاَصْفَحُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرٍ (بقہ) تم معاف کرو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (جہاد) نازل فرما دے۔ پھر قوت اور جمعیت حاصل ہونے پر جہاد کی آیات نازل ہو گئیں اب درج ذیل عبارت میں شیعوں نے حضرت عمرؓ پر طعن نہیں کیا بلکہ خدا و رسولؐ پر کیا ہے۔

۵۔ غالباً جیسی ذہنیت ان (سنی) حضرات کی اپنی ہے ویسا ہی یہ رسول اللہ اور خداوند عظیم کو سمجھتے ہیں کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے مطلب پرست تھے کہ جب کمزور تھے تب تو نرمی کا سبق دیا اور جب اس نرمی کے نتیجے میں حامل قوت ہوئے۔۔۔

معاذ اللہ اب سختی کا حکم دے دیا کہ غیر مسلم جہاں ہو ختم کرو ایسی باتیں کس قدر افسوس ناک ہیں۔“ فروغ دین مشن

۶۔ لہذا جب ہم اس معیار جہاد پر عراق و شام پر مسلمانوں کی لشکر کشی کو جانچتے ہیں تو یہ جنگیں جہاد تو درکنار خلاف اسلام لڑائیاں ثابت ہوتی ہیں۔ ص ۱۸

۷۔ اس لیے ماننا پڑتا ہے کہ اسلام کو اس بات کی قطعی ضرورت ہی نہیں ہے کہ سلطنت کی حد کو فروج کشی اور جارحیت سے وسعت دی جائے اگر اسلام کا ایسا حکم قرآن میں موجود ہوتا تو ضروری تھا اس کی وضاحت اور قواعد سے امت کو آگاہ کر دیا جاتا اور ایسا خلاف عقل حکم اسلام کبھی نہ دیتا۔ ص ۱۹۔ دائرہ ایسی گیارہ آیات ملاحظہ کریں۔ مہر محمد

۸۔ پس چونکہ ایسا حکم نہ قرآن میں ہے اور نہ ہی سنت سے ثابت ہے کہ دوسری اقوام پر ان کی مخالفت و مخالفت اسلام کے بغیر حملہ کر کے دنیا کے امن و چین کو غارت کیا جائے۔ لہذا ایسی تمام فتوحات منشاء دین و امن و سلامتی کے خلاف ہیں کیونکہ ایسی جارحیت عدل و انصاف کے اصولوں کے منافی ہے۔

۹۔ پس حضور اکرمؐ کی پیشین گوئی کے مطابق مسلمانوں میں حرص مال پیدا ہو گئی اور اسی کے تحت فتوحات ہوئیں کیونکہ جن ممالک پر فوج کشی کی گئی ان کی طرف سے کوئی مخالفت دین یا مخالفت اسلام پیدا نہ ہوئی تھی۔ محض ان کی کمزوری دیکھ کر ان کو مغلوب کرنے کی کوشش کی گئی۔ ص ۱۹

یہاں حضور علیہ السلوۃ والسلام کی پیشین گوئی کو غلط استعمال کیا گیا ہے جو یہ ہے جس چیز سے میں ڈرتا ہوں وہ یہ ہے کہ تمہارے اوپر دنیاوی دولت و وجاہت کے دروازے کھل جائیں گے۔“ فتوحات ہوئیں مسلمان دولت مند ہو گئے اور پہلی سی سادگی اور جذبہ نہ رہا۔ گویا فتوحات سے دولت مندی اور اس کا اثر لازمی بتلایا گیا۔ یہ نہیں کہ مسلمان پہلے دولت کے حریف بنے پھر اسی لالچ اور نیت سے جہاد کر کے فتوحات پائیں اور بلا ویر مخالفت ان کی کمزوری کو نشانہ بنایا یہ دشمن اسلام رافضی کا صحابہ کرامؓ پر ناپاک بہتان اور حدیث کی معنوی تحریف ہے۔

۱۰۔ جب کہ جن فتوحات پر ناز کیا جاتا ہے ان کا عالم یہ تھا کہ مسلمان تو جگہ جگہ پھیلے مگر اسلام اپنے وطن میں بے وطن ہو گیا اور یہ نہایت قابل غور بات ہے۔ ص ۲۰

۱۱۔ تاریخ شاہد ہے کہ ان فتوحات کے بعد مسلمانوں کی حالت بدتر ہو گئی۔ حرص و ہوس نے ان کو اس قدر اندھا کر دیا کہ فاتح اعظم کے جانشین کو چالیس دن محصور رکھ کر مدینہ رسول میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔۔۔۔۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ خاندانہ رسول کو (شہید کر دیا گیا) لڑنے دن بدن داخلی و خارجی اعتبار سے نہ ہی دین رہا اور نہ ہی دنیا۔ بس ایک خواب سہانا تھا جو ٹوٹ گیا۔“ فروع دین ص ۱۲

”لو آپ اپنے دام میں سیٹا دے گئے“ کے مصداق رافضی نے یہاں تسلیم کر لیا کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں، بلوائیوں کا جذبہ دشمنی و عناد یہی تھا کہ مسلمانوں اور ان کے خلفاءؓ نے ہمارے مالک کفر کو کیوں فتح کر لیا اور ہمارے مجوسی آبار کو کیوں تہ تیغ کیا۔ ابن سبأ یہودی کی یہ پارٹی منافق اور درپردہ کافر ہی تھی آج اس کی حمایت کرنے والے شیعہ بھائی اسی قماش کے ہیں مشاق کو یہ بھی تسلیم ہے کہ خاندانہ رسولؐ کو نینوی کے مقام پر بے دردی سے شہید کرنے والے یہی لوگ ہیں اگر جنگ بدر کے عناد میں مسلمانوں کے لیے نقصان دہ جنگ احد ہو سکتی ہے اور بدر کی صداقت مزید نکھرتی ہے۔ اسی طرح فتوحات اسلام کے عناد میں منافقوں کے ہاتھ سے حضرت عثمانؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، علیؓ و حنینؓ کی شہادتیں ہو سکتی ہیں لیکن قاتل خود ننگے بے ایمان ثابت ہوتے ہیں اور فتوحات کی صداقت دوبالا ہوتی ہے۔ رافضی اسلام کو ٹوٹنے والا خواب سنانا کہ کر خوش نہ ہو اسلام زندہ ہے، زندہ رہے گا، رافضی خود ماتم کر کے متر ہے گا۔

۱۲۔ ان فتوحات کی بدولت جو اسلام پھیلا اس کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ دین میں تفرقہ بازی ہوئی۔ اتحاد، تنظیم اور یقین محکم سب رخصت ہوتے گئے۔ کبھی ملوکیت اور کبھی غلامی مقدر ٹھہری۔۔۔۔۔ لہذا جس عمل کا نتیجہ ہی بد ہو اس پر فخر کرنا بے وقوفوں کی جنت میں رہنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ تفرقہ بازی فتوحات کی وجہ سے نہیں۔ یہودی منافقانہ سازشوں سے ہوئی اور سب سے پہلے تفریق کی گراہی کا علم بردار شیعہ گروہ ہے۔ حکومت و خلافت علی المرتضیٰؑ کی ہوا حالات ملوکیت کو جنم دیں ایک محمّدؐ ہے جس کا حل شیعوں اور سبائیوں کی سازشیں ہیں۔ اگر یہ فتنہ باز اور منافق نہ ہوتے تو حضرت معاویہؓ کی ملوکیت عاقلہ قائم نہ ہو سکتی۔ خلفاء صحابہؓ کے مفتوحہ ممالک میں مسلمانوں کو غلامی کبھی نصیب نہ ہوئی یہ بعد کی فتوحات تھیں اور مسلمانوں کی اپنی بد عملی اور اختلافات کا اس میں

دخل ہے۔ فاتحین ذمہ دار نہیں ہیں۔ عمل بد کا نتیجہ شیعوں کا وجود ہے۔ ایسے وجود پر فخر واقعی جنتہ الحمقار میں بسنے والی بات ہے۔

۱۳۔ پس چونکہ دین میں ناجائز فتوحات ارضی کا کوئی کارنامہ ہی نہیں ہے بلکہ عدل و انصاف کے خلاف فساد فی الارض ہے۔ (معاذ اللہ) اس لیے اس کو غوی سمجھنا اور کسی فضیلت کا معیار خیال کرنا شریعت محمدیہ کے خلاف ہے۔“ فروع دین ص ۱۲۹

۱۴۔ ہمارا چیلنج ہے کہ آج جو لوگ دعوت اسلام کو اس طرح پیش کرنے کے حامی ہیں۔ ”کہ اسلام قبول کرو، جزیہ ادا کرو یا لڑائی کرو“ کا حکم اگر زبان رسولؐ سے کسی مرفوع حدیث سے پیش کریں جس کے راوی ثقہ ہوں تو ہم ان کی حمایت کرنے کو تیار ہیں کیونکہ حضورؐ نے اپنی حیات طیبہ میں کبھی ایسا سکھا شاہی حکم نازل نہیں فرمایا ہے“ اسی صفحہ پر جزیہ کو غنڈہ ٹھیکس کہا ہے۔ ص ۱۲۲

یہ رافضی قرآن و حدیث کا منکر ہو کر اب خالص کافروں کے کیمپ سے مسلمانوں پر توپ چلا رہا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ
وَلَدِ الْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ
مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا
يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ
الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى
يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ
وَهُمْ صَافِرُونَ۔ (پہل، ع ۱۰، توبہ)

مسلمانو! ان لوگوں سے لڑتے رہو جو اللہ اور
یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔ اللہ اور اس
کے رسول کے حرام کردہ امور کو حرام نہیں جانتے
اور دین حق اسلام کی پیروی نہیں کرتے اور
وہ اہل کتاب (یہودی، عیسائی ہیں)۔ (اس
وقت تک لڑو) کہ وہ اپنے ہاتھ سے تم کو
جزیہ دیں اور ذلت قبول کریں۔

پتہ چلا کہ خدا کا یہ حکم ہے کہ مسلمان اہل کتاب کو مسلمان کریں ورنہ جزیہ لیں اور آخری صورت جنگ کی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے جرنیلوں اور سپہ سالاروں کو ہدایات دیتے تھے کہ مشرکین کو تین باتوں کی دعوت دو وہ جو بھی مان لیں اسے قبول کرو۔ پہلے اسلام کی دعوت

دو۔ مان لیں تو ان کی مال و جان کی حفاظت کرو اور دارالہجرت میں منتقل کرو ورنہ وہ مسلمان بڈوں کی طرح زندگی گزاریں گے مال غنیمت اور فے سے حصہ نہ پائیں گے۔ اِلَا یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر کافروں سے جہاد کریں۔ اگر اسلام سے انکار کریں تو ان پر جزیہ اور ٹیکس لگاؤ، مان لیں تو ان کی جان و مال کی حفاظت کرو۔ فان ابوا فاستعن بالله وقاتلہم۔ اگر وہ جزیہ دینے سے بھی انکار کریں تو پھر اللہ سے مدد مانگو اور ان سے جنگ لڑو۔ الحدیث مشکوٰۃ ص ۳۴۱ یہ حدیث شریف مسلم شریف کی صحیح ہے راوی سب ثقہ ہیں۔ حدیث صحیح قول گئی مگر رافضی کیوں مانے؟ وہ تو حکم نبوی کو سکھا شاہی اور قرآنی حکم جزیہ کو غنڈہ ٹیکس کہ کر بڑا سکھ اور بدین کافر ہو گیا۔ (معاذ اللہ)

۱۵۔ غیر مسلموں کی طرف داری میں رافضی قلم کار رقم طراز ہے:

"آج زمانہ مجبور ہو گیا ہے کہ اس فطری اصول کو تسلیم کرے کہ ہر قوم کو اپنے ملک میں بسنے کا حق ہے۔ اس کا اپنا طرز حکومت ہونا چاہیے کیونکہ ہر قوم کی تہذیب، معاشرت، معیشت، زبان، رسم و رواج، خوراک و پوشاک علیحدہ ہوتے ہیں۔" ص ۱۲۳

۱۶۔ بہر حال ایک ایسا مذہب جو دنیا کو رجم و عدل کی تعلیم دینے کے لیے طلوع ہوا۔ اس کا نظریہ اس قدر وحشیانہ نہیں ہو سکتا کہ محض حدود و مملکت کی وسعت اور دولت و ثروت کی خاطر کمزور ہمسایوں کو غلام بنا کر ان کے آٹائے غضب کر لے۔ ص ۱۲۳

کب تک بھوسات نقل کروں کلیجہ منہ کو آتا ہے کیونکہ اسلام پر یہ حملے منکرین خدا کی یہ کھلی وکالت اور ننگا کفر حضرت عمرؓ اور فاتحین خلفاء اسلام کی دشمنی کے نشہ میں شیعہ کرتے ہی ہوتے ہیں ورنہ اگر ذرا ہوش میں آئیں تو قرآن و حدیث کا یوں استہزاء و انکار نہ کریں۔ زمینی فتوحات اور انکی وسعتوں کی پیشین گوئی اور گویا فاتحین کو ترغیب خود خدا نے دی ہے۔ ان آیات پر غور فرمائیں:-

فتوحات ارضی اور قرآن کریم

۱۔ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي

ایمان اور اعمال صالحہ والے مسلمانوں سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان (خلفاء راشدین) کو یقیناً خلافت ارضی دے گا جیسے پہلے لوگوں کو غلیف بنا یا تھا اور یقیناً ان کا وہ دین انکے ہاتھوں سے مضبوط

ارْقَضِي لَهُمْ۔ (نورع ۷) کرے گا جو خدا نے ان کے لیے پسند کیا ہے۔ زمین میں یہ خلافت و اقتدار اور دین کا استحکام و راج فتوحات ارضی اور اپنی مسلم حکومت کے قیام کے بغیر ممکن ہی نہیں تھا۔ دلالت النص سے گویا خدا نے فتوحات کی تعلیم دی۔

۲۔ الَّذِينَ إِنْ مَكَتُكُمْ فِي الْأَرْضِ أَنْتُمْ مَوْلَاهُمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (پ ۱۷، ۱۸)

ان مہاجرین مظلومین کو اگر ہم زمین میں اقتدار دیں گے تو وہ نماز کی پابندی کریں گے، زکوٰۃ دیں گے۔ اچھے کاموں کا حکم دیں گے بُرے کاموں سے روکیں گے۔

اپنی مرضی کی اسلامی حکومت کے بغیر نفاذ دین ممکن نہیں۔ خود مختار حکومت فتح کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

۳۔ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ لَنَا وَإِسْطِ عِبَادِيَ الصَّالِحِينَ۔ (انبیاء، ۷)

ہم نے تورات کے بعد زبور میں بھی یہ بات لکھ دی کہ بے شک سر زمین مقدس کے وارث میرے نیک بندے (امت محمدیہ و شکر عمرؓ) ہوں گے۔

"الارض" سے مراد فتح بیت المقدس ہے۔ یہ حضرت عمرؓ کے حق میں پیشین گوئی ہے۔ جلنے والے کامزہ کالا جن لوگوں کے اللہ کی راہ میں ظلم سہنے کے بعد ظلموا لنبی و نھم فی الدنیا حسنة و الآخرۃ الاخرۃ اکبر۔ (بخاری ۶۷، پ ۱۲)

گھر بار بھی چھوڑا ہم یقیناً ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے۔

مہاجرین مظلومین کو دنیا میں بہترین ٹھکانہ دینے کا وعدہ ہے اور وہ ان کی خلافت و فتوحات ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

دُنیا میں ٹھکانے دو ہی تو ہیں آزاد منش انسانوں کے یا تختہ عجب آزادی کی، یا تخت مقام آزادی کا آیات بالا کی تشریح و تفسیر ہم "تخت امامیہ" میں مسئلہ خلافت میں کر چکے ہیں۔ یہاں اجمالی حوالہ کافی ہے۔

۵۔ أَوَلَمْ يَسِرُوا أَنَا نَآئِي الْأَرْضِ فَنَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا وَاللَّهُ

کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ ہم سر زمین کفر کو اس کے کناروں سے گھٹاتے آرہے ہیں۔

يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ
(در مدع پ ۱۳)

۶۔ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَأْتِي الْاَرْضَ مِنْ مَقْصُصِهَا مِنْ اَطْرَافِهَا اَفَلَا يَفْهَمُونَ - (الانبیاء، پ ۱)

۷۔ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضَنَا لَمْ تَطُؤْهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا - (احزاب ع ۳)

۸۔ وَاُخْرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا - (فتح ع ۳)

۹۔ هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ أَن يَخْسِرُوا وَظَنُّوا أَنَّهُمْ مَانِعَتُهُمْ حُصُونُهُمْ مِنَ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ - (سورة حشر، ع ۱)

یہ یود بنی نصیر کی جلا وطنی اور ان کی زمین پر قبضے کا ذکر ہے۔ ضرورتاً اجاڑنا، اجڑوانا اور فصلوں کا درختوں کا کاٹنا بھی درست ہے۔ اس سورۃ میں فدک وغیرہ کی زمینیں لوٹ کر

ان سے چین کر مسلمانوں کو دلا ہے ہیں) اللہ اپنا فیصلہ کرتا ہے اسکے فیصلے کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔ کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم زمین کو چاروں طرف سے کم کرتے آرہے ہیں پس کیا وہ مشرکین غالب رہیں گے؟ (نہیں مسلمان غالب رہیں گے)۔

خدا نے تم کو یود بنی قرظہ کی زمینوں اور شہروں اور مالوں کا وارث بنا دیا اور اس زمین کا بھی جس پر تم نے ابھی قدم نہیں رکھا ہے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

اور دوسری فتح (غیر) کا بھی تم سے وعدہ کیا جس پر تم قادر نہیں مگر اللہ نے اسے گھیر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر کام کر سکتا ہے۔ اسی خدا نے اہل کتاب کے بنی نصیر یودی کافروں کو ان کے گھروں سے پہلے حشر و اجتماع کے موقع پر نکالا تمہارا گمان بھی نہ تھا کہ وہ نکلیں گے۔ ان کا خیال تھا ان کو قلعے خدا کے عذاب پہنچائیں گے لیکن خدا نے ان کو وہاں سے پکڑا کہ ان کو وہم و گمان بھی نہ تھا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا وہ اپنے مکانات اپنے ہاتھوں سے ٹھاتے اور مومنین سے برباد کراتے تھے۔

پس اے دانشوروں و عبرت پجڑو۔

ملنے وغیرہ سب باتوں کی تصریح ہے۔

۱۔ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا

لِلَّهِ وَاصْبِرُوا اِنَّ الْاَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَّشَاءُ مِنْ

عِبَادِهِ... اِلٰه... عَسَى

رَبُّكُمْ اَن يَّهْدِيَكُمْ عَذْوَكُمْ

وَيَسْتَحْلِفَكُمْ فِي

الْاَرْضِ - (سورة اعراف، پ ۱، ع ۵)

۱۱۔ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ اٰمَنُوا

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَيُؤْمَرُنَّ كَيْفَ نَحْنُ

الْاَشْهَادُ - (پ ۲، مومن ع ۶)

حضرت موسیٰ نے قوم سے کہا اللہ سے مدد

مانگو اور ایمان و جہاد پر پکے رہو تو زمین اللہ

کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہے

وارث بناتا ہے۔ (یہ فرعون کے ملک مصر پر

قبضے کی بات ہو رہی ہے) عنقریب اللہ تمہارے

دشمن کو ہلاک کر دے گا اور تم کو زمین میں خلافت

دے گا۔

ہم یقیناً اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی

دنیا میں مدد کرتے ہیں اور اس دن بھی کریں گے

جب گواہ کھڑے ہوں گے۔

نصرت اہل ایمان عداوت کی فتح، قتل کفار اور اسلامی حکومت قائم ہو جانے سے بھی ہوتی ہے۔

یہ تو قرآنی آیات کا نمونہ تھا۔ سیرت نبویؐ کا ایک

ایک دن اسلامی جہاد اور فتوحات کا آئینہ دار ہے

جسے خلفاء راشدین نے اپنا نصب العین اور ماٹو بنا کر عظیم الشان فتوحات حاصل کیں اور

شیعہ جل رہے ہیں۔ شیعہ کی فروغ کافی ج ۵ ص ۵۰ تا ص ۵۱ کتاب الجہاد پر ہے: امام باقرؑ

فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ تلواروں کے ساتھ بھیجا۔ تین کھلی اور بے نیام

ہیں۔ اس وقت تک نیام میں نہ جائیں گی جب تک جنگ مکمل نہ ہو۔ جنگ تک مکمل ہوگی کہ سورج

مغرب سے طلوع ہو۔ جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تب تک سب لوگوں کا ایمان معتبر

ہوگا اور اس دن کسی کو تازہ ایمان نفع نہ دے گا۔ چوتھی تلوار بند ہے۔ پانچویں نیام میں ہے پھر

امام نے کھلی تین تلواروں کی تفسیر فرمائی سیف علی مشرکین العرب، والسیف الثانی علی

اہل الذمہ، والسیف الثالث علی مشرکین العجم یعنی الترتک والذیلیم

والخزینہ پہلی تلوار مشرکین عرب پر ہے (جو حضور نے خود چلائی) دوسری اہل ذمہ پر ہے اور

تیسری ترکوں، یلیوں اور بربری اقوام پر ہے۔ دیہ دونوں خلفاء راشدین حضرت معاویہ اور بعد کے خلفاء اسلام نے جلائی ہیں، معلوم ہوا کہ خلفاء راشدین اور فاتحین اسلام صحابہ و غیرہ محمدی تھے محمدی تلواریں چلا کر فتوحات سے تائید اسلام اور اتباع رسول کی۔ شیعوں کا اس پر اعتراض خود کافر ہونے کی دلیل ہے۔

عہد نبوت کی جنگوں پر غور کیجئے! جنگ بدر اگرچہ دفاعی اور اپانک تھی لیکن اس سے پہلے اور بعد چھوٹے چھوٹے سرایا سب اقدامی اور فاتحانہ انداز کے تھے غزوہ احد اور خندق بھی دفاعی تھیں لیکن اس عرصے میں لاتعداد سرایا خالص اقدامی اور قابضانہ تھے مسلمانوں نے ان سے خوب فائدہ اٹھا کر اپنی جہادی طاقت اور پوزیشن کو مستحکم کیا حتیٰ کہ ۱۰ ہزار قدسیوں نے اپانک مکہ شریف فتح کر لیا پھر جنگ حنین اور ہوازن بھی اقدامی تھیں۔ مسلمانوں نے پیش قدمی کر کے مخالفانہ اٹھنے والی طاقتوں کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا اور سارا عرب اسلام کے زیرِ نگیں آ گیا مسلمانوں نے افواہ سنی کہ قیصر عرب پر حملہ کرنا پاہتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۷۰ ہزار کا لشکر جرار انتہائی گرمی، غربت اور نامناسب حالات کے باوجود قیصر روم کی سرحدوں پر لا جمع کیا اور وہ مغرب ہو گئے۔ اگر جنگ ہوتی تو یہ دشمن کے ملک میں اقدامی ہی کھلاتی۔

یودیوں نے پے در پے سازشیں اور غداریاں کیں جن کی وجہ سے ان کو تہ تیغ یا جلا وطن ہونا پڑا۔ آخری وصیت آپ نے انہی کے متعلق فرمائی۔

اخرجوا المشركين (ای الیہود والنصارى) یودیوں اور عیسائیوں کو جزیرہ عرب سے من جزیرۃ العرب۔ (بخاری ۱۲۹، مشکوٰۃ ۲۵۵) نکال دو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی فرمان کی تعمیل میں خطہ عرب کو ان سازشیوں، تقیہ بازوں سے پاک کیا۔ عہد نبوت میں یمن اسی پالیسی کے تحت فتح ہوا۔ قیصر و کسری کی فتوحات کی آپ نے بار بار پیشین گوئی فرمائی۔ خندق کے موقع پر چٹان ٹوٹنے اور چنگاریوں میں قیصر و کسری کے محلات نظر آنے اور حضور کے ہاتھ آنے اور مسلمانوں کی فتوحات بننے کا ذکر کتب شیعہ میں بھی متواتر ہے۔ دیکھئے حیات القلوب از باقر مجلسی ص ۳۹۵، روضہ کافی ص ۲۶، ۲۱۶، محشی علی اکبر الغفاری کہتے ہیں خبر الصخرۃ من المتواترات قدر واه الخاصۃ

والعامۃ باسانید کثیرۃ... الخ۔ یہ حدیث متواتر ہے اسے سنی و شیعہ علمائے بہت سی سندوں سے روایت کیا ہے۔

بلکہ فتوحات کا یہ دروازہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو دکھایا۔ قیصر کو دھمکی آمیز خط لکھا:

ادعواک بدعاۃ الاسلام اسلم تسلم
و یوتک الله اجرک مرتین فان
تولیت فان علیک الشکر
الیریسین۔ (بخاری ص ۱۱۵)

بعض روایات میں ہے کہ میرے قدم تیری حکومت تک پہنچیں گے۔ (سیرت ابن ہشام)
کسری ایران کو بھی یہی دعوت دی جب اس نے خط پھاڑ دیا تو اپنی بد دعائیں گویا اسے فتح کر دیا۔

ان یمنز قوا کل محنزق۔ (بخاری ص ۲۳۳) کہ ایرانی پوری طرح تکم ہوئی ہو جائیں۔
چنانچہ حضرت عمرؓ اور آپ کے جیلے سپاہیوں نے ان پہلوانوں کی تکم ہوئی کر دکھائی۔

آج کا طاغی اور ظالم ایران پھر عالم اسلام سے لڑ رہا ہے۔ کاش کوئی عمرؓ اور اس کا سعد بن ابی وقاصؓ جیسا جرنیل ہوتا جو عمرؓ کے مفتوحہ ملک کو عمرؓ کے دشمنوں سے چھین کر عمرؓ کے ملنے والوں کے حوالے کرتا۔ بد قسمتی سے پاکستان کو زوال سے دین دشمن حکمران ملے ہیں ورنہ عراق کی مدد لازم تھی۔ سیرت نبویؐ کے بعد فرمانِ مرتضویؑ بھی حضرت عمرؓ کی فتوحات اسلامی کی گواہی دے رہا ہے۔

ایران کی لڑائی میں حضرت عمرؓ نے خود جانا چاہا تو حضرت علی المرتضیٰؑ نے ارشاد فرمایا:
مشن فتوحات کی کامیابی یا ناکامی فوج کی کمی یا زیادتی سے وابستہ نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کا دین ہے جسے خدا نے غالب کر دیا ہے اور اسی کا لشکر ہے جو اس نے تیار کر کے پیدا دیا ہے یہاں تک کہ وہ (دور دور تک) پہنچا ہے جہاں پہنچنا تھا اور دنیا پر طلوع ہو گیا ہے جہاں چکنا تھا۔ ہم تو اللہ کے وعدے پر (لڑ رہے) ہیں۔ اللہ اپنا وعدہ پورا کر رہا ہے اور اپنے لشکر کی امداد کر رہا ہے آپ امر خلافت کے قیم و سربراہ بنے رہیں جیسے لڑی موتیوں کو سنبھالے اور ملے

رکھتی ہے اور جب لڑی ٹوٹ جائے تو سب موتی بکھر جاتے ہیں... الخ (منہج البلاغۃ قسم اول ص ۲۸۳)
اس سے پتہ چلا کہ حضرت علیؑ نے گو سپہ سالار بن کر کسی علاقے کو فتح نہ کیا مگر ان جنگوں اور فتوحات پر
دل سے خوش تھے ان کو خدائی وعدہ جلتے تھے لہذا مشتاق کا یہ لکھنا: "حضرت علیؑ نے ان فتوحات
کی حمایت نہ کی" یا "۱۲۵ھ، محض جھوٹ ہے۔"

جہاد عمر اور سادات | خدا، رسول اور حضرت علیؑ تو حضرت عمرؓ کی فتوحات کو اسلامی
اور خدائی کہہ رہے ہیں۔ بلکہ ائمہ اور سادات کا حلالی وجود فتوحات

عمری کا بہین منت ہے کبریٰ بی شربانو بنت یزدگرد شاہ ایران دور عمرؓ میں ہی باندی بن کر
حضرت حسینؑ کے حرم میں داخل ہوئی اور ۹ ائمہ اور ہزاروں سادات اس کی نسل ہیں لیکن
حضرت اہل بیت اور خون حسینؑ کا تاجر ذکر ایک ایک لاکھ روپے کی فیس لے کر فتوحات عمری
کو ظلم اور تمام سادات و ائمہ اہل بیت کو غیر حلالی تو باور کر سکتے ہیں لیکن عمرؓ اور لشکر عمرؓ کو مومن
کبھی نہیں مان سکتا ورنہ اسی لمحے دین امامیہ اور فقہ جعفریہ سے مرتد اور کافر ہو جائے گا۔

حضرت عمر فاروقؓ اور خلفاء راشدینؓ کی فتوحات کے خلاف شیعہ کی یہ ہرزہ سرائی نہ ہوتی
اگر ایک ایسے کفار کی زمین شیعہ یا ان کے ائمہ نے فتح کی ہوتی۔ خیر سے شیعہ کے بقول ان کے
ائمہ توثیقہ کے نہاں خانہ میں پناہ گزین رہے۔ دین حق کا کتمان کیا اور لادین نظریات کا اقرار و
اعلان کیا: التفتیۃ من دینی ومن دین اکیاء (تقیہ دین حق چھپانا اور خلاف
حق ظاہر کرنا میرے اور میرے باپ دادا کے مذہب ہے۔ فرمان جعفرؑ) یہی مطلب ہے
سے شیعہ تو ہر مسلمان دشمن طاقت کے ایجنٹ اور جاسوس بن کر مسلمانوں کے لیے مار
آستین بنے رہے۔ جیسے شروع کتاب میں ان کی تاریخ ہم بتا چکے ہیں۔ اپنے محسنوں کی
شکر گزاری ہر شریف آدمی کا فرض ہے۔ مگر جس عمرؓ نے ان کو آگ پرستی سے چھڑا کر کلمہ پڑھایا
اور ایران فتح کر کے اسلامی ملک بنا کر ان کو دے دیا۔ یہ اسی محسن کو تبرؤں اور کردار کشی
کا صلہ دے رہے ہیں؟ "منہ بھٹ مشتاق نے جنگوں اور فتوحات کے لیے جوڑے نقصانات
جتلانے ہیں اور حضرت عمرؓ کے خلاف تڑا خانی کی ہے وہ یہ حق گوئی اپنے دور کے ظالم و
جنگ جو تیرھویں امام غاصب خمینی کے خلاف کیوں نہیں کرتا، وہ جو یہودی امریکی اسلحہ سے

عراق و عربوں کو مارنے اور اپنا ملک تباہ کرنے پر تگلا ہوا ہے۔ اور عالم اسلام کا امن و چین
غارت کر رکھا ہے۔ اسے "فوج کشی، جارحیت اور توسیع پسندی" سے کیوں نہیں روکتا اسے
اپنا یہ فطری اصول کہ "عراق و عربوں کو بھی اپنے ملک میں بسنے اپنا طرز حکومت بنانے اور تہذیب
و معاشرت اپنانے کا حق ہے" کیوں نہیں سنا؟ انقلاب ایران اور اس کی خونریزی
نے یہ ثابت کر دیا کہ شیعہ کامہ کام، ہر نعرہ اور ہر اصول منافقت اور مسلم دشمنی پر مبنی ہے۔
(اللہم اھلکم مثل عاد و ثمود)

ایک شبہ کا ازالہ | "اسلام تلوار کے زور سے پھیلا" ایک مردود فقرہ ہے،
جو عیسائیوں اور یہودیوں سے زیادہ شیعوں نے مشہور کر کے اپنے
آقاؤں کو راضی کیا ہے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اسلام اپنی اخلاقی پاؤں و قوانین عدل کی سوت
اور عالم گیر صداقت کے بل بوتے سب دنیا پر چھایا ہے۔ اسلام کی جنگیں دفاعی بھی ہیں اور تبلیغ اسلام
میں رکاوٹ کفار اشرار کو ہٹانے کے لیے اقدامی بھی ہیں۔ خدائی فرمان اور اسوۂ نبویؐ زبردست
دلیل ہے۔ خلفاء راشدینؓ نے اسی مشن نبویؐ کو تازنگی آگے بڑھایا اور جانیں قربان کی ہیں اس
لیے اب کفار سے مرعوب ہو کر اسلامی جہاد کو صرف دفاعی کہنا اور خلفاء راشدینؓ کی کردار کشی کرنا
کفر کی ہمنوائی ہے۔ کفار تو سیرت نبویؐ پر بھی اعتراض کرتے ہیں۔ قرآنی احکام جہاد کو غیر منصفانہ
کہتے ہیں تو کیا ان سے مرعوبی میں قرآن و سنت کو بھی سمان چھوڑ دیں گے اور تا قیامت جہاد
کا دائمی فریضہ قصہ پارینہ بن جائے گا؟ حالانکہ آپؐ فرما گئے ہیں: الجہاد ماضی الیوم القیمۃ
مسلمان کی کس قدر زلوں حالی اور مقام افسوس ہے کہ اس نے صحابہ کرامؓ کے دشمنوں کی
اصلیت کو نہ پہچانا، ان کو مسلمان بھائی سمجھ کر دوست بنایا تو عظمت قرآن و صحابہؓ ہی کو نہیں،
مشن صحابہؓ جہاد فی سبیل اللہ کو بھی صدیوں سے بھلا بیٹھا ہے۔ غیر مسلموں کی نقالی پر تو فخر کرتا ہے
لیکن صحابہ کرامؓ کی فتوحات اور جہادی قربانیوں کو مشکوک اور بے اعتبار جاننے لگا ہے معاذ اللہ!
چھر صحبت طالع ترا طالع کند

ہمارا یہ دعویٰ ناقابل تردید ہے کہ جب تک مسلمان عظمت صحابہؓ سے سرشار ہو کر دشمنان
اسلام رداخص سے پوری طرح متنفر نہیں ہوں گے اور جہاد کو جاری نہیں کریں گے کبھی اپنا

گم شدہ اور کھویا ہوا مقام جہاں بانی اور عالمی حکومت کا پایہ تخت حاصل نہیں کر سکتے۔

چند مطاعن کا دفعہ | بحث جہاد میں مشاق باگیر واری نظام نے حضرت عمرؓ پر یہ طعن بھی کیا ہے کہ آپ نے عراق کی مفتوحہ وسیع زمینوں کو فوجیوں میں بانٹنے کے بجائے سیٹ کی ملکیت کیوں قرار دیا؟ یہ اعتراض ایسا ہے کہ شاہی امور میں ایک بھنگی مداخلت کرے اور کہے یہ بادشاہ میری نظر میں گر گیا ہے جیسے مامون الرشید کے متعلق ایک بھنگی نے ایسا ہی کہا تھا۔

جب اس پر بحث ہوئی اور حضرت عمرؓ نے آیات قرآنیہ سے استدلال کر کے سب کو اپنا ہمنوا بنالیا حضرت علیؓ کی رائے تو پہلے ہی یہی تھی اور اس پر سب صحابہ کرامؓ کا اتفاق و اجماع ہو گیا۔ (الفاروق) اب پندرہ سو برس بعد ایک رافضی آپ پر اعتراض کر کے "آسمان کا تھوکا اپنے منہ پر" نامعلوم کیوں بدنامی کر رہا ہے۔ یہ کہنا کہ حضرت عمرؓ نے "وَالَّذِينَ حَبِئُوا مِنْكُمْ يَكُونُ حَرَمًا" الایہ، ایسے موقع پڑھی اور تحریف کی "رافضی کی آتش حد ہے۔ حضرت علیؓ اور صحابہ کرامؓ اس استدلال کو تسلیم کرتے ہیں منکر قرآن و دشمن عمر ایک شیعہ نہ مانے کیا حرج ہے؟

مشاق طعن کو یہ شبہ بھی ہے کہ بغداد دار غصب ہے۔ حالانکہ بغداد خلفاء عباسیہ نے آباد کیا۔ ممکن ہے انھوں نے مالکان اراضی کو صحیح معاوضہ نہ دیا ہو اور بعض علمائے اس کی شکایت کی ہو۔ اس کا عہد صدیقی میں فتوحات عراق سے کیا تعلق ہے؟ جو ڈیڑھ سو سال پہلے ہوئی تھیں۔ رافضی نے اس بحث میں اُحد و خندق میں فرار والا طعن بھی بار بار دہرایا ہے ہم اسکا مفصل اصولی اور تحقیقی جواب ہم سنی کیوں ہیں؟ میں ارقام کر چکے ہیں۔ یہاں دوبارہ اتنا کہنا کافی ہے کہ چھوٹی بڑی ۳۷ جنگوں میں سے صرف اُحد و خنین میں بھگدڑ مچی تھی۔ اُحد میں اس کی وجہ امیر کی نافرمانی اور زلزلت شیطان خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے پھر وَكَفَدَ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ فَمَا كَرِهُوا قَطْعَ مَعَاذٍ اب معترض اپنے ایمان کی خیر منائے۔ خنین میں فرار کی وجہ اپنی کثرت تعداد پر ناز تھا۔ تنگ درے میں سے سحری کے اندھیرے میں چند افراد گزر رہے تھے کہ مورچہ نشین تیر اندازوں کی تاب نہ لاسکے۔ بھگدڑ مچی مگر جلدی ہی مجاہدین و انصار کو آواز دینے سے

سب حضرات واپس آئے اور ایسے ڈٹ کر لڑے کہ چالیس ہزار پر اللہ تعالیٰ نے زبردست فتح عطا فرمائی۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے:

ثُمَّ أُنْزِلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ
وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ الْجُنُودَ اب
تَسْوَهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ
كَفَرُوا۔ (توبہ، ع ۴)

شیدہ تفسیر مجمع البیان ص ۱۱۱ پر ہے: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی سکینت و رحمت اپنے رسولؐ اور ایمان والوں پر اتاری حین رجعوا الیہم و قاتلوہم جب وہ مؤمنین و باہر لوٹ کر کافروں کے مقابلے میں آگئے اور ان سے جنگ لڑی۔

پتہ چلا کہ بھاگنے والے مؤمنین کو خدا نے رحمت و سکینت اور مغفرت سے نوازا اور بٹل کر کفار پر زبردست فتح دی اب جو اس کا طعنہ مسلمانوں کو دیتا ہے اس کا قرآن اور جماعت صحابہؓ پر ایمان ہو ہی نہیں سکتا۔

اسی شیعہ تفسیر میں سورۃ انفال إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ مگر جنگی چال کے طور پر پیچھے ہٹنے والا ہو کی تفسیر میں (ص ۵۳) ہے:

"اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ بھاگنے پر وعید بدر کے دن کے لیے تھی۔ اس وقت مسلمانوں کی جائے فرار نہ تھی کیونکہ زمین میں کہیں مسلمانوں کی جمعیت نہ تھی۔ ہاں اس کے بعد مسلمان ایک دوسرے کے لیے جمعیت اور طاقت بن جاتے تھے تو پارٹی میں ملنے کی خاطر بھاگنا اور طاقت بنانا، گناہ نہ ہوگا۔ حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے یہی تفسیر کی ہے۔" تو خنین کا بھاگنا اسی قسم کا تھا۔

ہماری اسی کتاب میں حضرات شیخینؓ اور اکابر صحابہؓ کی ثابت قدمی آپؐ پر تھیں گے، کسی مختصر روایت میں کسی نام کا نہ ہونا فرار پر دلیل نہیں جب کہ مفصل میں موجود ہے۔ مستدرک والی روایت تو ایمان صدیقی کی گواہی دے رہی ہے کہ جب اور لوگ آپؐ سے ہٹ گئے ہیں تو ابوبکر صدیقؓ اور ابوعبیدہ بن الجراحؓ آپؐ کی خدمت میں پہنچے ہیں۔ حضرت عمرؓ بھی ہرگز

نہیں بھاگے البتہ حضور کی شہادت کی خبر سن کر دل شکستہ اور مایوس ہو کر وہیں بیٹھ گئے پھر ثابتن جنت کے ساتھ پہاڑی پر چڑھے وہیں سے حضرت زبیر و چند صحابہؓ کے ساتھ آپ نے ابوسفیان اور خالد بن ولید کو پتھروں سے مار بھگایا۔ اس پہاڑی پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پناہ لے رکھی تھی۔ (ابن ہشام) اُحد کے موقع پر اتنا اضطراب اور ٹکھڑا نا حضرت علی المرتضیٰؓ سے بھی ثابت ہے۔ کلینی نے بسند حسن حضرت جعفر صادقؓ سے روایت کی ہے ”وچوں حضرت رسولؐ نظر کر دیا ہائے امیر المؤمنین و دید کہ از بیاری قتال و جدال لے لرزید گریاں شد و رو بجانب آسمان کرد و گفت پروردگار مرا وعده دادی کہ دین خود را غالب گردانی و اگر غاہی بر تو دشوار نیست“ (حیات القلوب ص ۵۲) کہ جب حضرت رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ کے پاؤں کو دیکھا کہ وہ جنگ و جدال کی شدت و کثرت کی وجہ سے کانپتے اور ٹکھڑا رہے ہیں تو رو پڑے اور آسمان کی طرف منہ کر کے دعا فرمائی اے پروردگار! تیرا مجھ سے وعدہ تھا کہ تو اپنے دین کو غالب کرے گا اگر تو غلبہ دینا چاہے تو تیرے سامنے کوئی مشکل نہیں ہے۔ (پھر حضرت جبریل خیزوم گھوڑے پر سوار ہو کر امداد کرنے آئے حضرت علیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر بتایا کہ یہ آوازیں میرے کان میں آرہی ہیں۔ اے خیزوم آگے بڑھو، آگے بڑھو۔)

حضرت ابن عمرؓ حضرت عثمانؓ کا فراموشی بتا رہے بلکہ ایک کوئی منافق جو دشمن اسلام و عثمانؓ تھا اس کے تین سوالوں کا علیؓ فرض التسلیم جواب دے رہے ہیں کہ ایسا اگر ہوا بھی تھا تو خدا نے معاف فرما دیا۔ اے اللہ ان لوگوں پر کروڑوں لغتیں فرما جو تیرے قرآن کے منکر ہو کر صحابہؓ کو فرار کا طعنہ دیتے ہیں اور خود نو اسے رسولؐ کو بلایا بے یار و مددگار ان کا ساتھ چھوڑ کر خود ان کو شہید کر دیا اور انہیں دیکھے اسلام زندہ شد کا غرہ چلا دیا۔ حالانکہ مشاق کو یہ تسلیم ہے؟ گزارش ہے کہ بلاشبہ اُحد کے دن مسلمانوں کی بے ثباتی کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا“ (فروع دین ص ۱۲)

حنین کی اس بے ثباتی کی بخشش اور فتح کو ابھی ہم تفسیر مجمع البیان کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔ جنگ میں بڑے بڑے بہادر آگے پیچھے ہوتے اور ایک دوسرے کی اوٹ و پناہ لیتے رہتے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں: کنا اذا الحمى الباس اتقينا برسول الله صلي الله عليه وسلم فلم يكن منا اقرب الى العدو منه۔ (فتح البلا ص ۱۰۷ طبرست)

کہ جب جنگ گرم ہوتی تھی تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اوٹ میں اپنا بچاؤ کرتے دشمن کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر ہم میں سے کوئی نہ ہوتا۔

”الوقادہؓ کہتے ہیں کہ ہم حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے جب ہم نے جنگ لڑی تو مسلمانوں میں پسپائی ہوئی میں نے ایک مشرک کو دیکھا کہ وہ مسلمان پر چڑھا بیٹھا ہے۔ میں نے پیچھے سے اس کی گردن پر تلوار ماری تو زہر کاٹ ڈالی اس نے اُٹھ کر مجھے دلوچا۔ مجھے اس سے موت کی بو آئی اس نے مجھے چھوڑا اور مر گیا پھر میں حضرت عمرؓ بن خطاب سے ملا تو پوچھا یہ لوگوں کو کیا ہو گیا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا امر تقدر ایسا ہی تھا۔ پھر سب مسلمان واپس لوٹ آئے۔ معلوم ہوا کہ حضرت ابوقادہؓ و حضرت عمرؓ دونوں نہیں بھاگے بلکہ مسلمانوں کی پسپائی پر افسوس کر رہے تھے پھر مسلمانوں کی فوری واپسی کا بھی ذکر کر رہے ہیں۔“

پھر حضرت ابوقادہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی گواہی سے اس مشرک مقتول کی تلوار اور سامان وغیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انعام میں پایا۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص ۳۹۸) یہ رافضی اصحابؓ رسولؐ پر زبان پر رازی کے بعد اب عام مجاہدین اور مسلمان فوجیوں کو بھی کاٹ کھانے کے لیے دوڑتا ہے:

”جہاد ایک رکن اسلام ہے۔۔۔۔۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا کوئی نمازی نماز پڑھنے کی اجرت یا تنخواہ لینا اپنا حق سمجھتا ہے؟ یا کوئی روزے دار روزے رکھنے کا مشاہرہ طلب کر سکتا ہے؟ اسی طرح زکوٰۃ و خمس کی ادائیگی پر کمیشن کا مطالبہ کر سکتا ہے یا حج کرنے کے لیے کسی قسم کی وصولی کا مجاز ہے۔ یقیناً نہیں ہے پس پھر جہاد کرنے والے مجاہد کے لیے ماہانہ تنخواہ وصول کرنا کس شرعی اصول کے مطابق ضروری ہے؟“ ص ۱۲۹۔

گزارش یہ ہے کہ جہاد فرض کفایہ ہے، فرض عین نہیں، خالص فرض عین (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) کی ادائیگی پر اجرت لینا صحیح نہیں ہے۔ فرض کفائی پر ایک شخص اپنے وقت اور کاروبار کو قربان کر کے یہ ڈیوٹی دیتا ہے۔ اصول اجارہ کے تحت اس کا معاوضہ یا تنخواہ اس کا حق ہے عمد بنوی کے سادہ ابتدائی دور میں بھی مال غنیمت، سلب و اعطار، نفل، مقررہ انعام دے کر مجاہد کی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی۔ پھر جب خلافت فاروقی میں اسلام دنیا کے بڑے رقبے پر

چھا گیا اور اصولِ تمدن نکھر گئے تو جہاں قاضیوں، مدرسوں، مال کلکٹروں، سرکاری عہدیداروں اور ملازمین کی تنخواہیں مقرر ہوئیں، فوجیوں کے بھی درجہ بندی کے ساتھ وظائف مقرر ہو گئے۔ حضرت علیؑ نے بھی تنخواہ کھائی۔ سب صحابہ کرامؓ کا اس پر اتفاق و اجماع تھا۔ حضرت علیؑ و حسنؑ کے فوجی بھی تنخواہار تھے۔ (مدار العیون) مسلمانوں ہی نے یہ نظام عسکریت، سیاست اور اصولِ تمدن ساری دنیا کو سکھائے۔ اب صحابہ کرامؓ کا ایک جنونی دشمن فوج کا بھی مخالف ہو کر رحبت قہقری چاہتا ہے۔ تو میں مشورہ دوں گا کہ وہ دریائے جہنم اور لگلا کے کنارے ہندو سا دھوؤں کے پاس عمر کے بقیہ دن گزارے۔ شاید اس کی آتش غضب و حسد ٹھنڈی ہو جائے؛ کتنے تعجب کی بات ہے کہ رشتے زمین کا فاسق ترین ذکر و مجتہد عشرہ محرم میں مسلمانوں پر تبراً و منافرت۔ اہل بیتؑ کو خدا و رسولؐ کا شریک بنانے اور ماتم و بد عمل سکھانے کے لیے۔ توشیعہ قوم سے ہزاروں روپے مقررہ فیس مع متعانی حیدرہ طلب کرے اور شیعہ لاکھوں کروڑوں روپے ان کی ناز برداریوں پر خرچ کریں لیکن ایک مسلمان فوجی جان کا نذرانہ پیش کرے، کافروں سے لڑے تو یہ شیعہ اس کی تنخواہ بھی بند کر دیں کیا اب بھی ان کا اسلام اور مسلمانوں کا دیری دشمن ہونا ثابت نہ ہوا؟

سنی مجاہد کی فتح | مجاہدین کا وہ گروہ کتنا خوش قسمت ہے کہ ایک دشمن اپنے پورے مال و زر کے ساتھ اس سے رطاب ہے مگر شام کو وہ ہتھیار ڈال کر اپنا وجود اور سب مال و سامان مجاہد گروہ کے حوالے کر دے۔

الحمد للہ رافضی اس "مغلظات اور مطاعن" کی تیز جنگ میں بری طرح شکست کھا گیا اور اپنا سب کچھ ہمارے حوالے کر دیا۔ ہتھیار ڈالتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

الا ومن مات علی حب آل محمد مات علی السنۃ والجماعۃ۔ ص ۱۳
سنو! جو آلِ محمدؑ کی محبت پر فوت ہو گا وہ اہل السنۃ والجماعت کے مذہب پر فوت ہو گا۔ پتہ چلا کہ سنۃ نبویؐ اور جماعت نبویؐ آلِ محمدؑ کی محبت کی ضامن ہے جو آلِ محمدؑ سے محبت کرتا ہے وہ اہل السنۃ والجماعت پر ہے اور جو اہل سنۃ مذہب کھلتا ہے وہی آلِ محمدؑ کی محبت سے مرشار ہے۔

محبتِ اہل بیتؑ سے مرشار مسلمانوں کا وصف عنوانی اور تعارفی نام و لقب حضورؐ نے

اہل السنۃ والجماعت ہی فرمایا ہے۔ ایسے حب دار محمدؑ کا نام آپؐ نے امامیہ، اثنا عشریہ، شیعہ رافضہ وغیرہ ہرگز نہیں فرمایا۔

پس سچا مذہب وہی ہے جس کا نام حضورؐ نے اہل السنۃ والجماعت رکھا اور آلِ محمدؑ کی سچی اور معیاری، ناجی۔ قرآن و سنۃ اور مقامِ اہل بیتؑ کے مطابق۔ محبت وہی ہے جو اہل سنۃ رکھتے ہیں کہ سب آلِ محمدؑ پر درود بھیجتے، عزت سے نام لیتے۔ ارشادات و اعمال کی پیروی کرتے اور تمام مسلمانوں کا ان کو محبوب مانتے ہیں۔

شیعہ مذہب یقیناً جھوٹا ہے اور ان کے دعویٰ محبتِ آلِ محمدؑ کو حضورؐ نے کبھی قبول نہیں فرمایا کیونکہ ۱۔ یہ صرف تیرہ آلِ محمدؑ کے افراد سے محبت جتلے ہیں باقی ہزاروں اہل بیتؑ کے کھلے دشمن ہیں۔ ۲۔ ان کو خدا و رسولؐ کے حقوق و منصب میں شریک کرتے ہیں جو کھلا کفر ہے۔

۳۔ قرآن یا آلِ محمدؑ کی یہ تابعداری ہرگز نہیں کرتے۔ صرف فاسق و اکر دوں مجتہدوں کی کرتے ہیں۔ ۴۔ اہل بیتؑ کو تمام مسلمانوں کے دشمن اور مبغض ترین مانتے ہیں۔

۵۔ تمام ملتِ اسلامیہ کو اہل بیتؑ کا دشمن جانتے ہیں اور ان سے تبراً کرتے ہیں حالانکہ یہی بات اہل بیتؑ سے دشمنی اور ان سے تبراً ہے۔

۶۔ ان کی تاریخ شاہد ہے کہ انھوں نے اہل بیتؑ سے غداریاں کر کے ان کو شہید کیا اور اب ان کی تعلیم کے برخلاف ماتم کرتے، دولت کاتے، توندیں بڑھاتے، شرک و بدعت کرتے اور مسلمان دشمنی کا کاروبار چمکاتے ہیں۔

اے اللہ! تیری رحمت کا سایہ پانے، مالوسی سے بچنے، حالت ایمان میں فوت ہونے موتِ کفر سے محفوظ رہنے اور جنت کی خوشبو سے محظ ہونے کے لیے ہم کو تا وفات محبتِ اہل بیتؑ اور مذہبِ اہل السنۃ والجماعت پر قائم و دائم رکھ۔ کیونکہ یہ شرف صرف سنی مذہب کو حاصل ہے۔ کہ وہی قرآن و سنۃ کا پابند، اصحابِ رسولؐ و خلفاء راشدینؓ کا محب، اہل بیتؑ کا تابعدار اور کافروں کا دشمن ہے۔

والسلام

مہر محمد عفا اللہ عنہ۔ در اعتکاف ۲۶ رمضان ۱۴۰۶ھ، ۵ جون ۱۹۸۶ء

حصہ دوم

”مذہبِ سنیہ پر ہزار سوال“

کے تحقیقی جوابات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

مطالعن بر توحید الی

س ۱۔ شاہی اختیارات سے الگ بادشاہ کی حیثیت کیا ہوگی؟
ج : خدا کے متعلق یہ خیال ہی باطل ہے۔ کیونکہ وہ مالک الملک اور احکم الحاکمین ہے
”تو جسے چاہے بادشاہ بنائے اور جس سے چاہے بادشاہی چھینے۔ (پ ۳، ع ۱۱) اسی کی
شان ہے۔ ہاں اگر دنیوی بادشاہ و امام سے کوئی اختیارات چھین لے تو وہ ساری عمر یا تقیہ میں
گزارے گا یا غار میں ہزاروں برس کے لیے چھپ جائے گا اور اس کی رعایا پر ابنِ زیاد، مختار
ثقفی، معز الدولہ، ہلاکوفان، تیمور لنگ، ابنِ علقمی اور غمینی جیسے ظالم حکمران انسانیت کش
مظالم توڑیں گے۔

س ۲۔ کیا کٹھ پتلی بادشاہ مستحسن سربراہ ہو سکتا ہے؟
ج : نہیں! تبھی تو ہم تقیہ باز اور رعایا سے ڈرپوک امام و خلیفہ نہیں مانتے۔

فکرِ آخرت پیدا کرنے والی کتب

سداک شمس علیہ السلام	عالمہ زنگ	عورتوں کا قبرستان میں جانا
و طائف نبوی علیہ السلام	توحید و جودہانی تعالیٰ	خدا اب قبر (۱) اختیار میں پیشاب
مجموعہ طائف	قرآنی سورتوں کے خواص	منزل (بیوی)
آدابِ لہذا	فلاحِ دین (عملیات)	منزل (جھوٹی)
اعمالِ قرآنی	مسلمان خواتین کیسے ہیں سبق	مستون دعائیں
احکامِ سنت	معجزات رسول ﷺ	تعمیر اخلاق (بچوں کے لئے)
مناجات قبول علیہ السلام	زادِ عقوبتی (مفہوم)	تعمیر حیات (بچوں کے لئے)
میری نماز	اسرارِ قدسی (عملیات)	جنت کے پھول (بچوں کے لئے)
ذکر کی اہمیت	میاں سے بی کی حقوق	جو اہلِ یار (بچوں کے لئے)
تاریخِ فقہ	اللہ والوں کے پچاس قصے	اقوالِ زریں (بچوں کے لئے)
کتاب المرشد (طب)	حضرت جی کی چوبیس	اقوالِ رسول (بچوں کے لئے)
تعلیم الاسلام (محل)	مرد و عورت کے مخصوص مسائل	نماز حقی (محل)
بارہ مینوں کے فتاویٰ	حقوق العباد	فتاویٰ اصحابِ رسول ﷺ
ایصالِ ثواب	غزیرہ عملیات	نماز کی آسان کتاب
رحمت کے نظارے	وضو کے محل مسائل	توکل کرہ
نماز اور احادیث	گھر کا دروازہ	شبِ جمعہ اور جمعہ کے فضائل
سرکارِ مدینہ کا ایک ستارہ	آسان علاج	نی۔ بی۔ اور غائب قبر
حضور پر نور پوری	طبی نسخے	چوبیس گھر عورتیں
مسلمان خاندان کی	دراز میں بوجہ	اللہ کے لئے رحمت کرہ
جنت کا فنک	سازِ بھر کے مستون نماز	مفت کے نسخے
جنت کا راستہ	نہد سے	نفس نمازیں
جہنم کی رملہ	قبر کی پہلی ریت	بچوں کی شش کی بیماریاں
ازدواجی زندگی کے شرعی احکام	عورتوں کی نماز	مجموعہ طائف
گنجینہ اسرار	نفسی چلن حدیث	طبِ زمانہ
نعت رسول قبول علیہ السلام	بچے کی صحت (طب)	کلیاتِ فکر (طب)

عمران اکیڈمی 40/B اردو بازار لاہور، فون 7221645

ملنے کا پتہ: مکتبہ عثمانیہ بن حافظ جی ضلع میانوالی

ازواج ابلاغ میں ہے کہ حضرت علیؑ نے قتل عثمانؓ کا بدلہ چاہنے والوں سے فرمایا ہم یمکوننا ولا نمکھم۔ قاتل ہمارے مالک بنے ہوئے ہیں ہم ان کے مالک نہیں؛ ذرا اس فرمانِ مرقوی کی تشریح کر کے کٹھپتلی کا مفہوم ہمیں بھی سمجھائیں۔

س ۳: خدا سے اس کی صفات جدا سمجھی جائیں تو کیا وہ بے اختیار کٹھپتلی حکمران ہو گا یا نہیں؟

صفات الٰہی عین ذات نہیں، لازم ذات ہیں

ج: یہ بیتان ہے خدا کی صفات ہم خدا سے جدا نہیں مانتے البتہ عین ذات بھی نہیں کہتے۔ بلکہ لازم ذات مانتے ہیں ایسے کہ صفت موصوف کا عین نہیں ہوتی۔ لہذا اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میرا معبود اور میرا خالق اللہ کی صفت علم یا قدرت ہے اور میں اللہ کی اس صفت کی پرستش کرتا ہوں تو یہ باطل ہے ہاں اگر یہ کہے کہ میرا معبود علم اور قدرت ہے جس کی صفت علم اور قدرت ہے تو یہ صحیح اور درست ہے۔ اور اسی طرح اگر کوئی دعائیں یہ کہے یا حیات یا علم یا تصکوین یا ترزیق تو جائز نہیں معلوم ہوا کہ اللہ کی صفات اس کا عین نہیں۔ لیکن غیر بھی نہیں کہ اس سے جدا اور علیحدہ ہو سکیں اور کٹھپتلی بادشاہ ہونے کا طعنہ کسا جائے۔ کیونکہ غیریت کا معنی یہ ہے کہ ایک غیر کے فنا اور عدم کی صورت میں دوسرے غیر کا وجود اور بقا جائز ہو اور یہ معنی حق تعالیٰ میں درست نہیں اس لیے کہ خدا تعالیٰ اور اس کی صفات جدا جدا چیزیں نہیں۔ معلوم ہوا کہ صفات خداوندی خدا تعالیٰ کا غیر نہیں بلکہ اس کی ذات کے لیے ایسے لازم ہیں کہ ان صفات کا ذات سے جدا ہونا ناممکن اور محال ہے جیسے چار کے لیے زوجیت (جفت ہونا) اور پانچ کے لیے فردیت (طاق ہونا) لازم ہے مگر اس کا عین نہیں۔ چار کا مفہوم علیحدہ ہے اور زوجیت کا مفہوم علیحدہ ہے۔ مگر زوجیت چار کی نفس ماہیت کے لیے ایسی لازم ہے کہ نہ ذہن میں اس سے جدا ہو سکتی ہے اور نہ خارج میں۔ اسی طرح علم علم کا عین تو نہیں مگر اس سے علیحدہ اور جدا بھی نہیں ہو سکتا۔ ایک تیسری دلیل یہ ہے کہ قرآن حکیم میں حق تعالیٰ نے علم اور قوت اور عزت کو اپنی طرف مضاف کیا ہے۔ اَنْزَلَ بِعِلْمِهِ، وَلَا يُحِيطُونَ

بَشِيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ اِلَّا بِمَا شَاءَ، اِنَّمَا اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ، ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنِ، وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا، ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ، ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا علم اور قدرت اور عزت اور جلال (جیسی صفات) اس کا عین ذات نہیں۔ اس لیے کہ کوئی شے اپنی طرف مضاف نہیں ہوتی۔ (کنزانی عقائد اسلام ص ۲۸، معنی مولانا محمد ادریس)۔

س ۴: مذہب شیعہ میں صفات عین ذات ہیں۔ حنیفہ میں ذات سے الگ ہیں۔ تو خدا بعد میں ضرورت کے تحت متصف ہوتا رہا اور اس کی کنہ ذات میں تبدیلی ہوتی رہی تو وہ عاجز بھی ٹھہرا اور حادث بھی؟

ج: پہلی مفصل مدلل تقریر سے دونوں سوال ختم ہو گئے کیونکہ اس کی صفات ذات سے لازم ہیں جدا نہیں۔ تو نہ وہ عاجز ہے نہ کنہ میں تبدیلی ہوئی نہ حادث و متغیر ہوا۔ جب صفات اور موصوف جدا جدا مفہوم رکھتے ہیں تو عین ذات مانتے سے کئی خدا اور کئی قدیم ماننے پڑے جو توحید کے برخلاف ہے۔ توحید عقیدہ باطل ہوا۔

س ۵: کیا خدائے واحد قدیم ہے یا نہیں؟ اور کیا لاشریک بھی قدیم ہے؟

ج: قدیم ہے اور لاشریک بھی اس کی صفت ہے جو قدیم ہے۔ لاشریک سے مراد کوئی معبود باطل نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ ازل سے ابد تک خدا کی شان و صفت یہ ہے اور رہے گی کہ اس کا شریک نہیں ہے جن لوگوں نے شریک بنائے وہ خود باطل اور شرک ہیں۔

س ۶: آپ کے عقائد کے مطابق اس کی صفات بھی قدیم ہیں تو وہ لاشریک کس طرح ہے؟

ج: جب لاشریک اس کی صفت ہے اور اس کے ساتھ لازم ہے تو قدیم ہونے میں خدا کا کمال ہے۔ اگر خدا مانی جائے تو صفت موصوف میں جدائی اور خدا میں نقص لازم آئے گا۔ لاشریک کا معنی بیان ہو چکا ہے۔

س ۷: کیا قوی شخص سے قوت جدا کی جائے تو قوی ہو گا یا غیر قوی۔ اگر ذات خدا سے صفات کو الگ اعتقاد کیا جائے تو اسے بے قدرت سمجھنا ہے۔ اگر صفات کو قدیم مانا جائے تو اس کے ساتھ دوسری قوت و قدرت کا شرک و کفر ثابت ہو گا؟

رج: وہی پہلا غلط مفروضہ دوہرایا جا رہا ہے۔ خدا کی صفات اس سے جدا نہیں تو وہ قوی ہی رہا اور اس کی صفات جب لازم ذات ہیں تو ذات کی طرح قدیم ماننے میں کوئی کفر و شرک نہ ہوا۔

س ۱۴: کیا وہ ماکم خطا وار نہ ہوگا جو اپنی مرضی سے حکم دے کر پھر محکوم کو سزا دے تو نفع و ضرر، خیر و شر موافق قضا و قدر ماننے میں خدا کو خطا وار ماننا ہوگا، یا اسے عاجز و ریاکار کہا جائے گا؟

س ۱۵: اگر عاجز یا خوف زدہ یا مجبور ہے تو پھر خدا کیوں کر ہوا؟

مسئلہ قضا و قدر

رج: ان کا مفصل جواب ہم سائل کے رسالہ ”اموال دین“ کے جواب ”ہم سٹی کیوں ہیں؟“ مسئلہ ۱ تا ۱۵ میں سائل کے سوال ۲۵ کے تحت دے چکے ہیں۔ یہاں خلاصہ یہ ہے کہ کائنات کا ہر کام خدا کے علم ازلی، تقدیر اور مشیت کے تحت ہو رہا ہے کیونکہ اسی نے ہر چیز کو پیدا کر کے اس کی تقدیر بنائی۔ (فرقان، آیت ۲)۔ اب اگر کوئی کام اس کے علم، تقدیر اور ارادے کے مطابق نہ ہو تو اس کا مایل اور عاجز ہونا لازم آتا ہے، جس سے وہ پاک ہے۔ وہ بندے کو حکم نیکی کا دیتا ہے برائی کا نہیں دیتا وینہی عن الفحشاء والمنکر بندہ اپنے کسب و ارادہ اور خدا و محدود وقت سے جب نیکی اور بدی کا کام کرتا ہے تو وہ اجر و سزا کا حق دار بنتا ہے۔ وہ تقدیر کی اور خدا کے علم ازلی کی آڑ لے کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ جب میری تقدیر و قضا تو نے ہی رکھی تھی تو میں ارتکاب سے مجرم کیوں؟ اور مجھے سزا دینا تیرا ظلم ہوگا؟ کیونکہ بندے کو تو یہ علم نہیں کہ میری تقدیر میں کیا لکھا ہے؟ وہ تو ہر کام اپنے ارادہ و شوق سے کرے گا۔ چونکہ حکم خدا کے تحت وہ نیکی کا یا بندہ برائی سے روکا گیا ہے تو خدا کے علم و تقدیر سے وہ برائی کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا جب اس پر جبر ثابت نہ ہوا تو عادل خدا سزا دے کر خطا وار و ظالم بنا اور نہ ایسی ریاکاری کی کہ بندے سے گناہ کر کے اسے سزا دے دی۔ الغرض حق تعالیٰ خالق خیر بھی ہیں اور خالق شر بھی۔ (اللہ خالق کل شیء) لیکن خیر سے راضی ہے۔ شر سے راضی نہیں۔ (ولا یسئو

لعبادہ الکفر) نور و ظلمت، طہارت و نجاست، فرشتے اور شیاطین، نیک و بد سب اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں مگر نیکیوں سے راضی ہے اور بدوں سے ناراض مشیت اور رضا کے درمیان یہ بڑا دقیق فرق ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اہل السنۃ والجماعت کو ہدایت فرمائی اور شیعہ وغیرہ فرقے گمراہ ہو گئے کہ یا وہ بندہ کو مجبور محض مان کر خدا کی سزا کو ظلم کہتے ہیں۔ یا بندوں کو اپنے افعال اور امور کا خالق مان کر صفت خلق میں اربوں شریک بناتے ہیں۔ تو خدا مجرم کو سزا دینے میں ظالم نہیں ہے کیونکہ وہ کفر و گناہ پر راضی نہ تھا اور اس کی قضا و تقدیر کے بغیر بھی یہ کام نہیں ہوگا کیونکہ وہ جہل و غفلت سے پاک ہے اور مجبور و خوف اس پر طاری نہیں ہوتا۔ نہ وہ مجبور ہے نہ اس کے خدا ہونے میں کوئی شک و شبہ ہے۔ ہاں شیعہ خود خدا کی صفات و کمالات میں شک و شبہ کر کے مومن نہ رہے۔ جبکہ کسب قبیح برا کام ہے۔ خلق قبیح قبیح نہیں ہے۔

س ۱۶: رَبِّ لِمَا عَصَاؤُنِي كَرِهْتَ كَرَامِلِيسْ لمون نے سنی عقیدہ بتایا۔

رج: اغوا سے مراد نیکی کی توفیق نہ دینا ہے اور یہ اضلال کے ہم معنی ہے جس کا مقابل ہدایت و اہدای یعنی نیکی کی توفیق دے دینا ہے۔ ان دونوں کاموں کی نسبت بارہا خدا نے اپنی طرف کی ہے۔ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِي اِلَيْهِ مَنْ اُنَابَ (رعب) (آپ فرمائیے کہ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور اسے ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے) اور خیر و شر کی یہی قضا و قدر ہے جس کی نسبت اللہ نے اپنی طرف کی ہے۔ شیطان نے خدا کو ریب کہا تو ہم اس کی اتباع میں خدا کو ریب نہیں کہتے بلکہ تعلیم خداوندی سے کہتے ہیں۔ اسی طرح اغوا و اضلال کی بصورت خلق و تقدیر نہ بطور سبب و عمل، خدا کی طرف نسبت کر کے ہم اتباع شیطان نہیں کرتے، اتباع رحمن کرتے ہیں۔

س ۱۷-۱۸: اگر بندہ فاعل اپنے افعال کا مختار نہیں تو وہ اس سے حسبِ مرضی کیسے سزا دہوئے۔ اگر خدا ذمہ دار ہے تو جزا و سزا کیوں کر معقول ہے؟

رج: بندے کے افعال دو قسم کے ہیں، اضطراری غیر اختیاری۔ جیسے نبض کا چلنا اور حرکت قلب و ریشہ وغیرہ ان میں بندہ مختار نہیں ہے تو سزا و جزا کا بھی حق دار نہیں۔ جیسے دوا لہ بچہ اور ریشہ دار بوڑھا کوئی برتن ہاتھ سے گرا کر توڑ دے تو ہر عقل مند اسے معذور سمجھے گا۔

آپ کے سب صحابہ کرام اور شاگردوں کو عدول، استیاز اور پاک کردار مانتے ہیں کہ معلم کی تعلیم کا اثر و پر تو یقیناً شاگردوں پر پڑتا ہے۔ ہمارا خدا عادل ہے، ظالم نہیں، وہ تو ظلم سے لوگوں کو روکتا ہے تبھی تو ہم خدا کو ایسے امیر کا بھیجے والا، اور ان کو خدا کا مخصوص و نمائندہ نہیں مانتے جو اپنے مفاد و دنیا کے تحت حق چھپاتے رہے، تقیہ کر کے، عوام کو امر معروف اور نہی منکر کرنے کے فریضہ سے غافل رہے حتیٰ کہ غار میں جا چھپے اور دنیا ان کی رہنمائی سے محروم و گمراہ چل آ رہی ہے۔

س ۲۵: مذہب امامیہ کی اصل عدل پر آپ کو کیا معقول اعتراض ہے؟
ج: پہلا اعتراض تو یہی عقیدہ امامت ہے کہ خدا نے انبیاء و ہادی بھیجے تو ان کی پوری نصرت فرمائی:

۱۔ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ اٰمَنُوْا
ہم یقیناً اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں
فِی الْحَیٰوَةِ الدُّنْیَا۔ (پاک ۱۱)
کی دنیا میں مدد کرتے ہیں۔
۲۔ کَتَبَ اللّٰهُ لَہٗ غَلِبَیْنَ اَنَّا
اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر
وَرُسُلِی۔ (پاک ۳۷)
یقیناً غالب ہونگے۔

مگر بارہ اماموں سے خدا نے ان کا جائز تحت بھی چھینوا دیا۔ دشمنوں کے مقابل مدد نہ کی۔ وہ عمر بھر تقیہ میں خائف رہے۔ اپنا مذہب بھی ظاہر نہ کر سکے۔ حتیٰ کہ خدا کی ہدایت لے کر کتاب کو بھی چھپا کر اپنے ساتھ لے گئے۔ دنیا فیض امامت اور قرآن کی ہدایت سے یکسر محروم ہو گئی مع ہذا شیعہ کے اعتقاد میں وہ حجۃ اللہ ہیں کہ خدا نے اپنے بندوں پر حجت پوری کر دی ہے اور ان کی اتباع نہ کرنے پر سب بنی نوع انسان کو خدا دوزخ میں ڈالے گا کیا شیعہ عقیدہ کے مطابق معاذ اللہ ہدایت کے بارے میں لوگوں سے اتنا بڑا فراڈ کرنے والا خدا عادل ہو سکتا ہے؟ یا خدا کو عادل ماننے یا عقیدہ امامت و تشیع سے توبہ کیجئے۔

س ۲۶: خدا کو ابر سے زمین میں اُترنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوتی ہے؟
ج: آپ نام نہاد مسلمان کہلا کر خدا کے قرآن سے ٹھٹھا کر رہے ہیں کیونکہ یہ بات قرآن میں یوں ہے:

دوسرے افعال اعتباری ہیں جیسے اپنی آنکھ کو غیر محرم سے بچانا یا دیکھنا، ظلم کی نیت سے کسی کو پکڑنا یا ہاتھ نہ لگانا، قادر ہو کر نیکی کا کام کرنا یا نہ کرنا، ان میں بندے کی مرضی اور خواہش کو ضرور دخل ہے تبھی تو جزا و سزا کا حق دار ہے تو ایسے کام کا ذمہ دار ہم اللہ تعالیٰ کو نہیں کہتے بلکہ کاسب، عامل اور ذمہ دار خود بندہ ہے۔ خدا تو خالق، قاضی اور تقدیر ساز ہے۔ وَ خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقْدَرَهُ تَقْدِیْرًا۔ (فرقان ۱۷، آیت ۲، پک ۱) اور یہ کاسب سے جدا چیز ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی ذات پر کوئی حرف نہیں آتا۔ امیر اہل بیت کا بھی یہی مذہب ہے۔ شارح عدہ وغیرہ نے ایسی بہت سی روایات نقل کی ہیں کہ بندوں کے کام خدا کے پیدا کیے ہوئے ہیں، (کذا فی التخصیص)۔ اصول کافی ص ۵۵ پر حدیث نبوی ہے: جو یہ عقیدہ رکھو کہ س ۱۹ کا جواب بھی اسی سے ہو گیا کہ خدا نہ بندوں پر ظلم کرتا ہے نہ مذہب اہل سنت خدا کو ظالم بتاتا ہے اور یہی قرآن و سنت کے مطابق خدا اور رسول کا حقیقی اسلام ہے اور عقل فطرت کے مطابق دین ہے۔

س ۲۷: بجلی دیکھنا جب ناممکن ہے تو دیدار خدا کیوں ضروری ہے؟
ج: نصوص کے مقابلہ میں ڈھکوسل بازی حرام ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: اس دن کچھ چہرے تر و تازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے (پاک ۱۸، سورۃ قیامت) عقل کا بھی یہ تقاضا ہے کہ خدا بندوں کا سب سے بڑا محبوب ہے۔ محب محبوب کی زیارت کے لیے بے قرار رہتا ہے۔ محبوب جب محب سے راضی اور اس پر مہربان ہے خصوصاً قیامت کے دن تو ضرور ان کو اپنے جمال و انوار سے مشرف و منور فرمائے گا۔ اور شیعہ وغیرہ منکر زیارت لوگ، اس نعمت سے محروم ہوں گے۔

کَلَّا اِنَّہُمْ عَنْ رَبِّہُمْ یَوْمَیْذٍ
یقیناً وہ اس دن اپنے رب سے پردے
لَمَّحْجُوْثُوْنَ۔ ثُمَّ اِنَّہُمْ لَمَّا تَوَا
میں ہوں گے۔ پھر یقیناً دوزخ میں داخل ہو
الْجَحِیْمِ۔ (پک ۱، تطفیف)
جائیں گے۔

س ۲۸ تا ۳۰ کا جواب: ہم عدل کو پسند کرتے
خدا عادل ہے دھوکہ نہیں دیتا
ہیں۔ رسول خدا نے عدل ہی کی تعلیم دی تبھی تو ہم
خیر اور شر اللہ کی مشیت کے بغیر ہیں اس نے خدا کو اس کی بادشاہی سے نکال دیا اور جو یہ
اعتقاد رکھے کہ گناہ اللہ کی قوت کے بغیر ہوتے ہیں اس نے اللہ پر جھوٹ بولا... الخ۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلُلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ... الخ - (پ، ع ۹)

ہر چند کہ یہ آیت متشابہات میں سے ہے۔ بادلوں میں خدا کے آنے اترنے سے اس کا عذاب مراد ہو سکتا ہے مگر اسے صرف اہل سنت کا عقیدہ مشہور کر کے "ضرورت پوچھنا" خدا کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔

س ۲۷ تا ۳۰ کا جواب اسی آیت سے ہو گیا کہ یہ رحمت بھی اس کی ایک شان ہے۔ بلاشبہ وہ لامحدود ہے، جسم سے مبرا اور پاک ہے۔ سنی مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے مگر شیعہ کو انکار قرآن نہ کرنا چاہیے۔ سورۃ انعام میں ہے هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ نَفْعُ الْآيَةِ رَبِّكَ۔ کہ کفار فرشتوں یا خدا کے پاک یا اس کی کچھ نشانیوں کے آنے کے منتظر ہیں۔

نوٹ: یہاں تھوڑے سے الہیات کا بیان ہوا ہے۔ ہم تحفۃ اثنا عشریہ سے بسلسلہ توحید تمام مسائل اختلافیہ کا خلاصہ اور فہرست نقل کر دیتے ہیں۔

توحید اور الہیات کے متعلق فریقین کے نظریات

مسلمانوں کے عقائد	شیعوں کے عقائد
۱۔ معرفت الہی شرعاً واجب اور کامل ہے۔	امامیہ کے نزدیک عقل ہے۔
۲۔ حق تعالیٰ موجود یگانہ، زندہ، مستأ، دیکھتا وانا اور توانا ہے۔	اسماعیلیہ کے ہاں نہ خدا کی یہ صفات ہیں نہ ان کی انفراد ہیں۔
۳۔ خدا واحد ہے، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ۔	شیعوں میں سے خطابیہ، خمسیہ، اثنیہ اور مقننہ فرقے متعدد خدا کے قائل ہیں۔ (موجودہ شیعہ حضرات ائمہ کو خدا مانتے ہیں۔)
۴۔ صرف اللہ ہی ازلی قدیم ہے باقی سب	کالیہ، زرامیہ، عجلیہ، قرامطہ، نزاریہ فرقے آسمان

اشیاء مخلوق و حادث ہیں۔

۵۔ اللہ حیات سے موصوف اور زندہ ہے عالم بہ علم ہے۔ قادر بہ قدرت ہے یعنی اس کے لیے صفات ثابت ہیں۔

۶۔ خدا کی صفات قدیم ہیں وہ ہمیشہ ان سے موصوف ہے کبھی وہ صفات سے عاری یا عاجز نہ تھا نہ ہوگا جیسے ارشاد ہے: كَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا۔

۷۔ اللہ تعالیٰ قادر و مختار مطلق اور فَعَالٌ لِّكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ہے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں۔

۹۔ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا اندازہ ہے وہ تقدیر و علم کے مطابق ہر کام صادر فرماتا اور پہلے سے جانتا ہے۔

۱۰۔ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے۔ لوگوں کی دست برد اور کی بیتی سے پاک ہے۔

۱۱۔ اللہ تعالیٰ صاحب ارادہ قدیم ہے۔ حکم خدا کے بغیر ذرہ نہیں ہلتا جو خدا چاہے ہوگا جو نہ چاہے وہ نہ ہوگا۔

۱۲۔ اللہ تعالیٰ جسم، طول، عرض، عمق، شکل اور صورت سے پاک ہے۔

۱۳۔ خدا تعالیٰ جنت، مکان، اوپر، نیچ

زمین کو قدیم اور دائمی مانتے ہیں۔

امامیہ گو خدا کو حسی، سمیع، بصیر، قادر و قوی کر سکتے ہیں لیکن یہ نہیں کر سکتے کہ اس کی حیات، علم، قدرت سمیع و بصیرت کی صفات بھی ہیں۔

شیعوں کے مرکزی راوی زرارہ بن اعین، بکیر، سلیمان، جعفری، محمد بن مسلم خدا کو ازلی عالم، سمیع، بصیر نہیں مانتے۔ حالانکہ کافی میں بھی ہے: لَمْ يَزَلْ عَالِمًا سَمِيعًا بَصِيرًا۔

اسماعیلیہ خدا کو قادر و مختار نہیں مانتے۔ اس کے افعال بے اختیار ہیں جیسے سورج کی کرنیں۔

ابو جعفر طوسی، شریف تفسیر اور بہت سے امامیہ کے ہاں خدا بندوں کے تحت القدرت افعال پرور نہیں ہے شیعہ تقدیر کے منکر ہیں۔ کام ہو چکنے کے بعد اللہ کو علم ہوتا ہے۔ جزئیات کو قبل وقوع نہیں جانتا۔

شیعہ قرآن میں تحریف کے لازمی قائل ہیں، یہ قرآن نہ پورا ہے نہ اصلی منزل ہے۔

اسماعیلیہ ارادہ کے قطعی منکر ہیں امامیہ اور زیدیہ کے آٹھوں فرقے کہتے ہیں کہ خدا کی ارادہ کردہ بعض باتیں نہیں ہوتیں اور شیطان کی ہو جاتی ہیں۔

امامیہ میں سے حکمیہ، سالمیہ، شیطانیہ خدا کو مجسم مانتے ہیں۔

شیعوں میں سے حکمیہ، یونس، سالمیہ، شیطانیہ

سے پاک ہے۔

۱۴۔ اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول نہیں کرتے نہ کسی کی شکل و روپ میں ظاہر ہوتے ہیں۔
۱۵۔ حق تعالیٰ میں اعراض محسوسہ کی صفتیں نہیں کہ رنگ و بوم و مزہ وغیرہ ظاہر ہو۔

۱۶۔ خدا کی ذات کا عکس و سایہ کسی چیز پر نہیں پڑتا۔

۱۷۔ خدا کو بدار نہیں ہوتا نہ وہ جاہل ہے۔

۱۸۔ حق تعالیٰ بندوں میں سے کسی کے کفر و ضلالت پر غور نہیں ہوتا۔ (دَلَّائِيْهِمْ فِيْ عِبَادِهِ الْكَفُّرُ)

۱۹۔ خدا کے ذمے کوئی چیز واجب نہیں ہے وہ جو کچھ دے اس کا فضل ہے۔

۲۰۔ مخلوق سے صادر اعمال بھی خدا کے پیدا کردہ ہیں۔ ہاں بندے کا سب اور ذمہ دار ہیں۔

۲۱۔ بندوں کو خدا سے قرب جسمانی اور اتصال مکانی ممکن نہیں۔

۲۲۔ مومنین کو جنت میں خدا کا دیدار ہوگا۔ خدا کا فرمان ہے لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَ زِيَادَةٌ۔ نیکوکاروں کے لیے جنت اور اس سے زیادہ بھی ہے۔

دیکھئے، حدیث مرفوعہ میں یہود کی تفسیر دیدار خداوندی کی گئی ہے۔

(مسلم ص ۳۳ بخاری)

مطالعن بر مذہب اہل سنت

میشیہ خدا کے لیے مکان وغیرہ کے قائل ہیں۔

غالی شیعہ، بنانیہ، نصیریہ، اسحقیہ ائمہ میں حلول کے قائل ہیں۔ موجودہ شیعی شیعہ بھی ہی کہتے ہیں۔ حکمہ اور غالی شیعہ اماموں میں حلول مان کر خدا کے لیے انسانی کیفیات و صفات کے قائل ہیں۔

غلاۃ شیعہ کہتے ہیں کہ پانی اور آئینہ پر اس کا سایہ و عکس پڑتا ہے۔

شیعوں کے ہاں بد بڑا کمال اور لازمی عقیدہ ہے۔

شیعہ کہتے ہیں کہ غیر شیعوں کی ضلالت و گمراہی پر خدا غور نہیں ہے اور ائمہ بھی راضی ہیں۔

سب شیعہ کا اتفاق ہے کہ موافق عقل امور خدا کے ذمے واجب ہیں گویا خدا حکم عقل کا محکوم ہے۔

امامیہ اور زیدیہ بندوں کو اپنے افعال کا خالق کہتے ہیں۔

اکثر امامیہ فرقے مکانی اور اتصال بدنی کے قائل ہیں۔

شیعہ منکر ہیں۔ کَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمِئِذٍ لَّمْ يَحْجُبُوْنَ۔ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوْا الْجَحِيْمِ۔ (خدا کے دیدار سے محروم اور

دور خی ہیں۔)

مسلمان ترقی یافتہ کیوں نہیں؟ بد عمل کفار کیوں غور حال ہیں؟

ج: مذہب اہل سنت دونوں کی کامرانی کا ضامن ہے۔ سوال ۲۵ کے جواب میں مذکور ۲

آیتیں اس پر کافی دلیل ہیں۔ عہد رسالت، عہد خلافت راشدہ، عہد بنو امیہ، عہد عباسی، عہد آل عثمان ہزار برس سے زائد تک مندرجہ عہد سمیت مسلمانوں کی ترقی و کامیابی کے ادوار ہیں۔ بے شمار

ان کی ایجادات ہیں، علوم و فنون کی کثرت ہے۔ اقتصادیات اور مادی ترقی میں کوئی قوم ان کی ہمسر نہ ہو سکی مگر جب سے ایران کے شاہان صفویہ نے داب کے خمینی کی طرح، غنی انقلاب

برپا کر کے اہل تشیع و اہل سنت کی جنگ مسلمانوں میں برپا کر دی۔ شاہ سلیم خاں سے غداری کر کے برطانیہ فتح نہ کرنے دیا۔ تیمور لنگ نے بارہ لاکھ مسلمان قتل کر کے سلطنت عثمانیہ تباہ کر دی اور سلطان

جہاد سے غافل رہ کر امامت و خلافت کے زخم چاٹنے لگے۔ اپنے لوگوں سے اپنے ہی مال و جان اور سرحدوں کی حفاظت کرنی پڑ گئی تو انگریز وغیرہ قوموں کو صنعتی ترقی کا میدان ہاتھ آگیا اور وہ بازی

لے گئے تو اب مسلمانوں کی مادی ترقی میں پس ماندگی، مذہب کی کمزوری کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ تشیع و اختلافات کا مرہون بنتا ہے۔ بد عملی صرف مسلمان کے لیے نقصان دہ اس لیے ہے کہ یہ خدا

کی فرج کا سپاہی ہے جس نے وفاداری کا عہد کر رکھا ہے اور فوجی سپاہی کو بہ نسبت سول کے مزاحمت دی جاتی ہے۔ اس کی کچھ تفصیل ہمارے رسالہ ”سنی مذہب سچا ہے“ میں ملاحظہ کریں۔

س ۳۳، ۳۴: آپ کے مذہب کی بنیاد اقوال اصحاب ہیں جو مختلف الاجتہاد رائے تھے تو یحجتی کی ضمانت کیا ہے جب صراط مستقیم صرف ایک راستہ ہے؟ آپ کے مذہب

کے اصول دین کا حقیقی معیار کیا ہے؟

ج: ہمارے مذہب کی اصل بنیاد اور حقیقی معیار تین چیزیں قرآن مجید، سنت نبوی، اجماع اُمت جس میں صحابہ کرام کا اجماع بھی آجاتا ہے۔ ان تینوں کی مکمل تشریح مع دلائل

تحفہ امامیہ ص ۲۳۶ تا ص ۲۵۳ کر دی گئی ہے۔ ایک ظنی اصول قیاس شرعی بھی ہے یعنی جس نئے مسئلے میں قرآن و حدیث خاموش ہوں، اجماع اُمت بھی نہ ملے تو اہل اجتہاد و علماء اس بنیاد مسئلہ

قرآن و سنت اور اجماع میں تلاش کریں اگر مل جائے تو اسے اصل و مقیس علیہ بنا کر نئے مسئلے پر بھی وہی حکم لگا دیں۔ حضرات صحابہ کرام اور ائمہ اجتہاد یہ کام کرتے آئے ہیں اور قیاس کا یہ مختلف

س ۳۱ تا ۳۳: آپ کا مذہب مادی اقدار کو اہمیت دیتا ہے یا روحانی اقدار کو؟

النوع لپک آمیز اصول قانون اسلام کی وسعت، دیگر مذاہب پر اس کی برتری اور جدید سائنسی دور میں ترقی کا ضامن ہے۔ تعجب ہے کہ شیعہ اس قیاس شرعی۔ مبنی بر قرآن و سنت کے تو منکر ہیں مگر بہت سے مسائل محض عقل کے بل بوتے پر طے کرتے ہیں۔ خواہ مزاحمت وہ قرآن و سنت کے خلاف ہوں۔ جیسے رسوم عزاداری، مذہبت صحابہ کرام اور ایجاد امامت وغیرہ۔ مذہبی یک جہتی کی ضمانت یہ ہے کہ قرآن و سنت اور اجماع ائمہ میں تو سب متفق ہیں ان سے ہم کسی کو اختلاف کا حق نہیں دیتے۔ اجتہادی مسائل میں ایک مجتہد کی رائے دوسرے سے مختلف ہو سکتی ہے مگر عامی شخص کو یہ حق ہے کہ جس مجتہد کو اپنے عقیدہ و امانت کی رو سے قرآن و حدیث اور اجماعی مسائل کے زیادہ قریب سمجھے اس کی تقلید کرے، باقی ائمہ مجتہدین کا احترام کرے۔ ایک امام کا مقلد دوسرے کے پیچھے اقتدار کر سکتا ہے اور یوں یہ ائمہ ایک ہی صراط مستقیم پر گامزن ہے۔ تعجب ہے کہ زندہ اماموں کا سلسلہ ملنے کے باوجود شیعہ تقلید مجتہدین کے قائل ہیں پھر مجتہد کے مرنے پر اس کا فتویٰ مرجع ہے۔ نیا مجتہد تلاش کر کے پہلے فتویٰ کے برعکس اس کی تقلید لازم سمجھی جاتی ہے اور وہ دوسرے کے مقلد کے پیچھے نماز پڑھنے کا مجاز نہیں یہ تو ایک امامیہ کا حال ہے کہ صرف پاکستان میں ۹ مختلف فقہوں والے شریعت مداروں اور مجتہدوں کے مقلد شیعہ ۹ فرقے موجود ہیں۔ باقی آغا خانی، زیدی، تفضیلی شیعوں کو دیکھا جائے تو سب ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔ ہر ایک کے امام جہاد بنے ہوئے ہیں تو شیعہ بے چاروں کو تو صراط مستقیم کی سمت کا بھی پتہ نہیں ہے کیونکہ صراط مستقیم منعم علیہم چار گروہوں کے راستے کا نام ہے۔

انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین۔ ان چاروں میں ائمہ نہیں ہیں بلکہ شیعہ تو ائمہ کو

انبیاء سے افضل مانتے ہیں تو امامیہ صراط مستقیم کیسے پائیں؟ اور مذہبی یک جہتی کیسے چلے ہو؟

س ۳۳: اگر قرآن میں ایمان با عدل نہیں ہے تو کیا ایمان بتوحید اللہ کا بھی حکم ہے؟

ج: بالکل غلط خیال ہے۔ قرآن میں عدل و انصاف کرنے کا حکم ہے مگر اصول دین میں "عدل" کا اضافہ کرنے اور اس پر ایمان لانے کا سوال کے اقرار کے مطابق کہیں ذکر نہیں ہے، جس سے اس کی رکنیت ختم ہو گئی ہاں سینکڑوں آیات میں اللہ کو ایک اور معبود نہ ماننے کا حکم ہے اور دین و ایمان کا بڑا رکن ہی ہے۔

۱۔ وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا إِلَهَيْنِ اثْنَيْنِ
إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهُ وَاحِدٌ۔ (پ ۱، ع ۱۳)

۲۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَكَتَبَ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ.... وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ
وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَ
الْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ
ضَلَالًا بَعِيدًا۔ (پ ۱، ع ۱۴)

۳۔ وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا
بِهِ شَيْئًا۔ (پ ۱، ع ۳)

اور اللہ نے کہا دو دود معبود نہ بناؤ۔ اللہ ہی
صرف ایک معبود ہے۔

اے ایمان کے دعوے دارو! اللہ پر، اس کے
رسول پر اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو اس نے
اپنے پیغمبر پر اتاری.... جس نے بھی اللہ کا،
اس کے فرشتوں کا، اس کی کتابوں کا، اس
کے پیغمبروں کا اور آخرت کا انکار کیا وہ دُور کا
گمراہ ہو گیا۔

اور تم اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی چیز
کو شریک نہ کرو۔

بعد از رسول طریقہ ہدایت

س ۳۴: کیا بعد از رسول ہادی و رہبر کی عقل ضرورت ہوگی جو جھگڑے نمٹائے اور
دین و شریعت کی تعلیم دے؟

ج: عقل کا تقاضا ہے کہ حضور کی ذات کے سوا مرکزی ہادی اور کوئی نہ ہو کیونکہ آپ
خاتم النبیین والمصومین اور خاتم ہدایت الوحی ہیں۔ البتہ آپ کی نیابت میں قرآن و سنت مرکز ہدایت
رہیں گے اور ان کو نافذ کرنے کے لیے خلفاء و حکام اور فقہاء دین ہوں گے۔ جو منصوص نہ ہوں گے
بلکہ لوگوں میں سے ہی سربراہ آوردہ اور منتخب شدہ ہوں گے۔ واولی الامر منکم اور لوگوں
کے باہمی تنازعات کا فیصلہ یہ کریں گے لیکن اگر لوگوں کا خود ان سے کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے
تو یہ ممکن ہوگا پھر اختلاف نمٹانے کے لیے مرکزی سرچشمہ قرآن و سنت کی طرف فریقین رجوع کریں گے
اور یہی ایمان کا تقاضا ہے اور انجام کے لحاظ سے بہتر بات ہے۔ ملاحظہ ہو (آیت: اولی
الامر منکم پ ۱، ع ۵)

س ۳۵: ایسا ہادی منصوص بہتر ہوگا یا غیر منصوص؟

ج: غیر منصوص بہتر اور کامیاب ہوگا کیونکہ جب تاقیامت تمام خطہ ارض کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت رہے گی اور اربوں مسلمان شرق و غرب میں آباد رہیں گے تو ان کے لیے ہر ایک ایک ہادی ہر دور میں ناکافی رہے گا اور ایسے چار۔ چھ۔ بارہ منصوص بھی کر دیئے جائیں تو وہ سب روئے زمین پر تو پھیل نہ سکیں گے تو تشکیلی ہدایت برقرار رہے گی اور شیعہ تو اس کا تلخ و ناکام تجربہ اپنے عقیدہ کی روشنی میں کر ہی چکے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنینؑ سے حضرت حسن عسکریؑ تک (ان کے بقول منصوص ہادی) صرف مدینہ، کوفہ، بغداد وغیرہ چند خاص شہروں میں ہے معمولی اقلیت نے ان سے فیض پایا تو باقی شہروں اور ممالک کے لوگ منصوص کی ہدایت و تعلیم سے محروم ہی رہے پھر ۲۵۵ھ کے بعد یہ سلسلہ ہدایت بالکل ہی بند ہو گیا اور بارہویں امام قرآن اور آثار نبوت لے کر باعقاد شیعہ ایک غاریں ایسے روپوش ہوئے کہ ۱۲۰۰ سال تک عجل اللہ فرجہ واللہ امام کو جلدی رہا فرمائے کی ہزاروں دعاؤں کے بعد بھی ظہور نہ ہوا اور اربوں مسلمان اس عرصہ میں قرآن و تعلیم امام سے محروم رہے اور معلوم نہیں کب تک رہیں گے۔ اگر خیال ہو کہ امام ظاہر ہوتا فقیر نہ کرتا تو اپنے نائبین کی بدولت ساری دنیا کا انتظام ہدایت کر لیتا تو ہم کہتے ہیں کہ "کاش ایسا ہوتا" کی فرضی تمنا سوائے حسرت و یاس کے کوئی فائدہ نہیں دیتی اور ان کے نائب در نائب فیض ہدایت بالفرض عام کر سکتے ہیں تو حضور علیہ السلام کے ہزاروں لاکھوں شاگرد در شاگرد و فریضہ کیوں سرانجام نہیں دے سکتے؟ آخر گنبد خضریٰ میں ایک خاص کیفیت کے ساتھ آپ زندہ ہیں، جو غار والے امام منصوص کی زندگی سے ہزار درجے بہتر ہے۔

الغرض سب دنیا کے لیے تبلیغ ہدایت اور اتمام حجت کی خدانے ہی سنت قائم کی ہے کہ امت کے ہزاروں لاکھوں علماء، صلحاء، فقہاء، مبلغین قرآن و سنت کی تمعیں لے کر دنیا کے کونے کونے اور قریہ قریہ پہنچ جائیں ان کو اسلام و شریعت کی تعلیم دیں اور وہ منصوص نہ ہوں تاکہ کسی کی عملی کوتاہی سے اگر کچھ شکایت ہو تو وہ دوسرے سے قرآن و سنت کا فیض پاسکے اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما گئے ہیں:

علماء امتی کانبیاء میری امت کے علماء و فیض عام اور کثرت میں،
بنی اسرائیل۔ بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔

اور قرآن نے فرمایا: ہم نے تورات نازل کی اس میں ہدایت و نور تھا۔ اس کے مطابق انبیاء مسلمین، یہودیوں کے لیے فیصلے کرتے تھے اور اللہ والے اور علماء بھی۔ کیونکہ وہ کتاب اللہ کے مظلوم بنائے گئے تھے۔ (پت ع ۱۱)

تو جیسے یہ ربانین اور علماء بکثرت تھے، غیر منصوص ہادی عوام اور محافظ کتاب خدا تھے، اسی طرح امت محمدیہ کے ہزاروں علماء، فقہاء، مجتہدین، غیر منصوص طور پر ہادی عوام اور محافظ کتاب تھے۔ کیونکہ یہ سنت اللہ ہے اور سنت اللہ میں تبدیلی نہیں ہوتی۔

س ۳۹: کا جواب بھی اس تقریر سے ہو گیا کہ ہر دور کے لوگ اپنے اختلافات اپنے حاکم یا فقیہ سے قرآن و سنت کو کسوٹی بنا کر نکالیں گے۔

س ۴۰: حضرت سالم کے پیچھے شیخین نے نماز پڑھی کیا وہ ان سے افضل نہ ہوئے؟
ج: "بصیر" نامی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہمارے یہاں افضل مفضل کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے تو استدلال باطل ہو گیا۔ ہاں جب مستقل امام بنانا ہو تو افضل بنایا جائے کیونکہ حدیث شریف میں ہے:
یسوم القوم اقسوہم للكتاب لوگوں کو امامت ان کا بڑا قاری کرانے۔ اگر
اللہ فان كانوا في القراءه سواء قرأت میں برابر ہوں تو جو سنت کا بڑا عالم ہو وہ
فاعلمهم بالسنة... الخ۔ امامت کرانے۔ مشکوٰۃ، وکذا فی الفقہ بالامام

اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امام نماز بنایا اور حضرت علیؓ رضی اللہ عنہما سمیت تمام صحابہ کرامؓ نے ان کی اقتدار میں نماز پڑھی۔ پھر صدیق اکبرؓ نے حضرت عمرؓ کو خلافت و امامت تفویض فرمائی کسی نے اختلاف نہ کیا سب نے نمازیں بھی پڑھیں اور جہاد بھی کیے۔ پھر مجلس شوریٰ نے مستقل طور پر حضرت عثمانؓ کو امام و خلیفہ منتخب فرمایا اور سب صحابہ کرامؓ نے ان کی اقتدار کی۔ اسی طرح حضرت علیؓ مہاجرین و انصار کے انتخاب و بیعت سے امام و خلیفہ قرار پائے تو مستقل امامتیں افضل کی مفضل کے لیے تھیں اور سنت پیغمبر، تعلیم قرآن، اتفاق صحابہ کرامؓ کے مابین اصول کے تحت تھیں ان کو حضرت سالمؓ یا حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی وقتی و اتفاقی امامت نماز پر قیاس نہ کیا جائے گا اور حضرت علیؓ کو خلفائے ثلاثہ سے افضل نہ مانا جائے گا۔ کیونکہ مستقل باضابطہ امامت میں امام افضل اور مقتدی مفضل ہوتے ہیں۔ نیز خلفاء راشدینؓ کی خلافتیں قرآنی و عہدہ تھیں انکی افضلیت اسی ترتیب سے ہے۔

س ۴۱: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا وارث قرار دیا۔ (غلامان اسلام) وراثت پیغمبر ثابت ہوگئی۔

ج: ”غلامان اسلام“ ایک اردو کتاب ہے۔ اصل روایت کا علم نہیں کہ کہاں سے لی گئی ہے تاکہ اس کی سند اور معنی تحقیق کی جاتی ہو۔ مؤلف کی صحت ثابت کرے ورنہ یہ مجاز ہے۔ حضرت زیدؓ نے اپنے والدین کو جواب دے دیا کہ میں تمہارے ساتھ نہیں آسکتا، میں تو حضورؐ کو اپنا باپ اور بزرگ جانتا ہوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس محبت اور وفاداری کے جواب میں ان کو مقبلی قرار دیا اور عرف عام کے مطابق ایسی بات فرمائی جو ان کی صاحبزادگی پر مہر تصدیق ثبت کر دے بعد میں جب قرآن نے اس نسبت کو ہی منسوخ کر دیا اور وراثت رشتہ داروں کے ساتھ خاص ہوگئی۔ واولوالارحام لبعضہم اولیٰ ببعض فی کتب اللہ (اعزاب چھٹی آیت) تو اس بات کو قرآن نے منسوخ کر دیا۔ علاوہ انہیں حضرت زیدؓ غزوہ موتہ میں آپ کی وفات سے تین سال پہلے شہید ہوئے اور کسی روایت سے کچھ ثابت نہیں کہ حضورؐ نے ان کا ترک وراثت پایا ہو۔ تو معلوم ہوا کہ پہلی بات منسوخ ہے اور یہ حدیث مشہور برحق ہے: ”ہم گروہ انبیاء نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے۔ ہمارا سب ترکہ صدقہ ہوتا ہے“ (بخاری) نیز یہ کیوں کہ وراثت علمی اور ہواکلا سوال اسکا قرینہ ہے۔

س ۴۲: قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہے: ”اگر حضرت زید رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو خلیفہ نہ بناتے“ (ابن کثیر)

ج: یہ مقولہ فرضیہ اور شرطیہ ہے جب شرط نہ پائی گئی تو مہموم جزا سے استدلال غلط ہوا۔ ورنہ ایسا ہے جیسے قادیانی اس حدیث سے اجراء نبوت پر استدلال کرتے ہیں: ”اگر ابراہیمؑ (بن محمد) زندہ ہوتے تو نبی ہوتے“ یا قرآن میں ہے: ”اگر رحمن کا بیٹا ہو تو سب سے پہلے میں، اس کی عبادت کرو“ (ہشج) اس مقولہ سے زیادہ سے زیادہ حضرت زیدؓ پر اعتماد نبوی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اُمت کو ان کی تلقین کر جاتے۔ اب شیخینؒ کے متعلق تلقین فرما گئے ”میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کی پیروی کرنا“ (ترمذی) یہی اُمت کو بیعت خلافت کی سپردگی ہے۔

س ۴۳: حضرت اسامہؓ کی سرداری پر صحابہؓ کا طعن ظاہر کرتا ہے کہ انھوں نے حضرت علیؓ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اہل نہ سمجھا۔

ج: یہ کچھ لوگوں کا خیال تھا جب حضورؐ نے اس کی تردید کر دی تو سب حضرت اسامہؓ پر متفق ہو گئے مگر حضرت علیؓ کے لیے آپؐ نے ایسی نص فرمائی تھی نہ تقرری کی تھی۔ اس لیے تاریخ کی کوئی روایت یہ نہیں بتاتی کہ کسی صحابی نے یہ کہا ہو ”چونکہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نو عمر ہیں ہم ان کی سرداری نہیں مانتے“ یہ سائل کا فرضی خیال ہے بالفرض اگر صحابہؓ نے ایسا کہا ہوتا تو سنت کے خلاف تب ہوتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کا تقرر کر دیا ہوتا۔ مگر جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علانیہ تقرری نہ فرمائی تھی اور امر ہم شوریٰ بینہم (اور ان کی حکومت وغیرہ کے کام باہمی مشورے ہوں گے) کے تحت صحابہؓ ہی مجاز و مختار تھے کہ جس کو موزوں ترین سمجھیں چنیں اور انھوں نے اسلام میں سبقت، اسلام اور خدمت نبویؐ میں بے نظیر مالی و جانی قربانیوں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خاص رفاقت و تعلق، عمر کی بچگی و تجربہ کاری اور عوام میں مہر و عزیزی کو دیکھ کر بالاتفاق ابوبکرؓ کا انتخاب فرمایا، جو فی نفسہ درست نکلا۔ حضرت علیؓ کا حق ضائع نہ ہوا کہ ان کو اپنے وقت پر خلفاء ثلاثہ کی خلافتوں کی بنیاد پر ہی یہ حق مل گیا۔ اگر انصاریں سے کوئی خلیفہ بن جاتا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہاجر کو یہ حق کبھی نہ ملتا اور اگر حضرت علیؓ پہلے خلیفہ بنتے تو خلفاء ثلاثہ اپنی اپنی اجل پر وفات پا کر اس خدمت جلیلہ سے محروم رہ جاتے۔ لہذا ہم کہتے ہیں کہ یہ خلافت کی تاریخی ترتیب مؤید من اللہ، مصدقہ عوام اور مفید اسلام تھی۔ نہ یہ خلاف سنت ہے نہ اس پر کسی قسم کا طعن درست ہے۔

س ۴۴: بھی اسی تقریر سے رفع ہو گیا کیونکہ حضرت اسامہؓ بطعن چند لوگوں کا فعل تھا سب کا نہ تھا تو یہ پوچھنا کہ ”بعد از رسول اصحاب کا خلاف منشاء رسول عمل کرنے کو آپ کس بنیاد پر ناممکن سمجھتے ہیں“ ایک لالینی بات ہے۔ نص قرآنی یطیعون اللہ ورسولہ (وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں) کے تحت۔ حضرت علیؓ کی نامزدگی اور تقرری اگر ہوتی تو نشانہ طعن نہ بنا سکتے نہ ان کی اطاعت سے گریز کرتے کیونکہ گمراہی پر ان کا اجتماع محال ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نہج البلاغہ میں ارشاد ہے:

وما کان اللہ لیجمعہم علی الضلال۔ اور اللہ نے ان کو گمراہی پر جمع نہ کیا تھا۔

نیز حضور کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ میری اُمت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا۔ (حیات القلوب ص ۱۳۷)
اور خدا نے اس اُمت کو بہترین اُمت، پسندیدہ اُمت قرار دے کر یہ ضمانت بھی دی:
وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ عَاكِفِي مَآئِكَ
الَّذِي كَانَ اللَّهُ بِالسَّابِقِ شَهِيدًا
والا نہیں بے شک اللہ (مومن) لوگوں پر بڑا
شفیق و مہربان ہے۔ (پ، ۱۴)

اس لیے سب صحابہ کرامؓ نے جو حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ پر اتفاق کیا اور
شیعہ کو بھی اقرار ہے کہ حضرت علیؓ اور ان کے تین ساتھیوں سمیت سب صحابہ کرامؓ نے خلفائے ثلاثہ
کی بالترتیب بیعت خلافت کی۔ (اصول کافی، رجال کشی، احتجاج طبرسی) تو معلوم ہوا کہ یہ تین
خلافیتیں برحق اور عادلہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نامزدگی اور نص خلافت بالکل نہ
تھی۔ ورنہ سب صحابہ کرامؓ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر متفق ہوتے کیونکہ اللہ نے ان کو
گمراہی سے بچایا ہوا تھا۔ اور حضرت علیؓ نے فرماتے مہاجرین اولین اپنی فضیلت پاگئے۔ (نہج البلاغہ ص ۱۰۷)
س ۲۵ تا ۲۷: شفاعت کبریٰ اور مقام محمود کے متعلق اعتراضات۔

ج: مذہب سنیہ میں شفاعت کبریٰ سے مراد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نبیات
کے دن تمام اُمتوں کی سفارش فرمائیں گے۔ باقی قوموں کا حساب کتاب آپ کی سفارش سے
شروع ہوگا اور اس اُمت کے گناہ گاروں کی بخشش ہوگی۔ نبی کی بھی دعا قبول ہوتی ہے
اور عام اُمت کی بھی۔ جیسے ہم درود شریف میں اللہُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى
آلِ مُحَمَّدٍ پڑھ کر ان کے لیے دعائے رحمت طلب کرتے ہیں اور نہیں کہا جاتا: کہ
ہم لوگ اپنے رسول اور آل رسول کو اُمت کی سفارش کا محتاج تصور کرتے ہیں۔ اسی طرح
اذان میں دعائے وسید میں قرب الہی اور مقام محمود پر جلوہ افروزی کی دعا اُمت کو محتاجی
پیغمبر پر چسپاں نہ کیا جائے گا۔ یہ سائل کی زینغ قلبی اور دشمنی رسول کی آئینہ دار ہے۔ عَسَى
أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا۔ (قریب ہے کہ آپ کا رب آپ
کو مقام محمود میں کھڑا کرے) مستقبل پر دال ہے۔ جس کا وقوع ابھی نہیں ہوا تو ایسی چیز کے ملنے
کا یقین ہونے کے باوجود اس کے لیے دعا و اشتیاق معقول بات ہے اور اپنے سوا دوسرے

بھی یہ دعا کر سکتے ہیں خصوصاً جب کہ شفیع المذنبین نے ہم کو حکم دیا ہے جیسے درود پڑھنے کا ہم
کو حکم دیا ہے اور ہمارا درود ہمارے رفع درجات کے علاوہ حضور کے مراتب عالیہ میں بھی
اضافہ کرتا ہے، اُمت کی دعا اس لیے بھی معقول ہے کہ بالآخر مقام محمود اور شفاعت کبریٰ سے
فائدہ خود ان کے گناہ گاروں کو حاصل ہوگا جیسے ہم اللہ بے نیاز کی عبادت کر کے، آخر روی
ثواب کا مفاد حاصل کرتے ہیں۔ شیعہ کی جلا اعیون مک پر ہے: کہ مقام محمود میں اپنی اُمت کی شفاعت کروں گا۔
س ۲۸: سب قومیں اپنے اپنے پیغمبروں کی سفارش سے مایوس ہو کر آخر میں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سفارش کمانے کیوں آئیں گی؟ وہ پیغمبر ایک دوسرے پر ٹالنے
کے بجائے براہ راست حضور کے پاس کیوں نہیں بھیجتے؟

ج: ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف عروج و ترقی ایک فطری اور معقول عام بات ہے۔ آپ
دکان پر سودا لینے جائیں تو وہ پہلے معمولی نمونے دکھائے گا پھر آخر میں سب سے اعلیٰ دکھائے گا سب
قوموں کا پہلے حضرت آدمؑ کے پاس یا پھر حضرت نوحؑ کے پاس جانا ایک معقول بات ہے کہ وہ
سب سے اعلیٰ اور پدراؤل ہیں۔ اولاد باپ کے رحم و سفارش کی درخواست کیا کرتی ہے وہ اپنے
سے اعلیٰ شان والے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام، پھر موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اور عیسیٰ روح اللہ
علیہ السلام کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں تو ان پیغمبروں کی خصوصیت اور عزت و عظمت کا بھی
اظہار ہو رہا ہے جس کے وہ شایان ہیں۔ اگر اولاً ہی لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف بھیجے
جائیں تو نہ ان کے مراتب کا اظہار ہوگا اور نہ تقابل سے حضور کی برتری ظاہر ہوگی پھر ہر ایک
اپنی کسی لغزش کا ذکر فرما کر معذرت کرے گا تو یہ اللہ مالک یوم الدین کی ہیبت و جلال کا اظہار
ہے۔ لغزش سے ان کا گناہ گار ہونا لازم نہیں آتا۔ آخر میں حضور حیب ان کی درخواست قبول
کر کے شفاعت کے لیے سجدہ الہی میں گر جائیں گے جو آٹھ دن رات لمبا ہوگا اور آپ
اللہ کی وہ خوبیاں اور کمالات بیان فرمائیں گے جو ابھی تک کسی نے بیان نہیں کیے تو اس میں
بھی ایک طرف تو جلیل القدر رسل پر آپ کی عظمت ظاہر ہوگی اور دوسری طرف رب تعالیٰ
احکم الحاکمین کے رعب و جلال کا اقرار ہوگا۔ عقل سلیم رکھنے والا کوئی بھی فرد شفاعت کبریٰ اور
مقام محمود کے ان مراحل پر اعتراض نہیں کر سکتا۔

فضائل اہل بیت (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

س ۵۲: حدیث نبوی ہے کہ جو علیؑ، فاطمہؑ اور حسینؑ سے لڑے اس سے میری جنگ ہے اور صلح کرے میری اس سے صلح ہے۔ تو کیا اتباع کا تقاضا یہی نہیں ہے؟
ج: الہدایہ والنہایہ کی اس حدیث کا اصل ماخذ ترمذی ہے اور امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے اس کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں اور (راوی) صبیح ام سلمیٰ کا غلام معروف نہیں ہے۔ (ترمذی مناقب فاطمہؑ)

تقریب التہذیب سے پوری سند کے راوی مع سند و جرح یہ ہیں:

۱۔ سلیمان بن جبار بغدادی صدوق ہیں۔ ۲۔ علی بن قادم خراسانی کوئی صدوق اور شیعہ ہیں۔ ۳۔ اسباط بن نصر الہمدانی ابو یوسف یا ابو نصر صدوق ہیں، بہت غلطیاں کرتے ہیں اور عجیب و انوکھی روایتیں کرتے ہیں۔ ۴۔ اسمعیل بن عبد الرحمن، سند ہی، صدوق اور وہی ہے تشیع سے متہم ہے معلوم ہوا کہ پہلے راوی کے سوا آگے مسلسل راوی شیعہ، وہی، کثیر الخطا اور غریب الروایہ ہیں تو یہ روایت بہت کمزور ہے۔ اس کی بنیاد پر کوئی عقیدہ یا طعن برصاحب کرام قائم نہیں کیا جاسکتا۔ مع ہذا جب حضرت حسنؑ نے صلح و بیعت کر لی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت معاویہؓ سے راضی ہو گئے اب معاویہؓ کا دشمن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھی دشمن ہے۔ اس لیے امت اور اہل سنت نے اتباع نبوت کی۔

س ۵۳: جواب بھی اسی تحقیق سے ہو گیا۔ بالفرض اگر صحیح تسلیم کی بھی جائے تو عرب گناہ سے کناہ ہے۔ محاربین سے مطلقاً بیزاری جائز نہیں۔ جیسے سکود خواروں کے متعلق وعید ہے اگر تم باز نہ آئے تو خدا اور رسولؐ سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ (بقرہ) تو حکم عرب رسولؐ گناہ ہے۔ اسے تسلیم کرنے کے بعد ہم ان کی توبہ تاریخ سے ثابت کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ہماری کتاب "فضائل صحابہ" ص ۲۴ تا ۲۸۔ حضرت علیؑ معاویہؓ اور اس کے لشکر کو ایمان و اسلام میں اپنے برابر مانتے ہیں۔ (دعج البلاغہ ص ۱۲۵) پھر حسن المجتبیٰؑ معاویہؓ سے صلح و بیعت کر لیتے ہیں۔ (جلاء العیون) توجب ان کا انجام اہل بیت کی شہادت و عمل

سے اچھا ثابت ہو گیا تو رسولؐ خدا کے وہ دوست ہی ہوئے۔ ان سے دشمنی و بیزاری پیغمبرؐ سے دشمنی ہوئی جو شیعوں کے مقدر میں آئی۔

س ۵۴: بروایت ترمذی حضرت علیؑ و فاطمہؑ حضورؐ کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔
ج: روایت میں تصریح ہے یعنی من اہل بیت۔ یعنی اپنے اہل خانہ میں سے یہ جوڑا زیادہ پیارا تھا۔ ہمارا بھی یہی اعتقاد ہے اور اہل سنت خاندان رسالت میں سے اس جوڑے سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

س ۵۵: کیا موذی رسولؐ پر آپ لعنت کرتے ہیں؟
ج: اعراب کی اس آیت میں خدا کے فعل کا ذکر ہے۔ فرمان یا حکم نہیں ہے۔ اتباع و تعمیل فرمان و حکم کی ہوتی ہے فعل تو لیس اوقات بادشاہ کا خاصہ سمجھا جاتا ہے البتہ ہم موزیان رسولؐ سے نفرت ضرور کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ۔ قرآن کے اسی صفحہ پر مذکور ازواج و بنات کے۔ کانکار کریں۔ ازواج مطہرات اور بنات طاہرات کی عظمت و شان بلکہ حسب و نسب کا انکار کر کے رسولؐ خدا کو ایذا دیں آپ کی ساری جماعت صحابہؓ کو دچار شاکر دان علیؑ کے سوا مرتد کہیں، سب امت محمدیہ کو خنزیر اور ولد الزنا کہہ کر گویا پدراقت حضرت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دیں۔ رسولؐ خدا کے ہم رتبہ معصوم و واجب الاطاعت بارہ امام مان کر رسولؐ خدا کی ختم نبوت کا مذاق اڑائیں ایسے موزیان رسولؐ کو ہم بہت برا اور دشمن اسلام جانتے ہیں۔

سوال ۵۶ تا ۶۳ کے جوابات

۵۶: حضرت فاطمہؑ کو ناراض کرنے کا طعن بھڑانا الزام ہے۔ جواب ہم سنی کیوں ہیں؟ کے ۱۴۵ تا ۱۵۵ میں دیکھئے۔

۵۷: بی بی پاک کے والد مقدس کے جنازہ کو چھوڑنے کا طعن بھی بھڑانا ہے۔ دیکھئے تحفہ الامیہ ص ۱۴۵ تا ۱۵۵۔
۵۸: خانہ بتول کو نذر آتش کرنے کا الزام بھی بھڑانا ہے۔ تاریخ طبری ص ۱۹۸ خوب دیکھ لی۔ دیگر متوقع مقالات میں بھی یہ الزام تلاش کیا کہیں نہیں ملا۔ الملل و النحل شہرستانی کو بھی

دیکھا کہیں سراغ نہ ملا۔ دراصل یہ وہی تباہی بہتان ہے۔ عیار اور دروغ گو شیعہ اسی طوفان ہڈیاں سے سادہ لوح مسلمانوں کے جذبات بھڑکاتے اور اسلام کی صداقت اور اہل بیت کی مقبولیت پر حملہ کرتے ہیں۔ بالفرض و الحال اگر کچھ ہو بھی تو ان چند جوانوں کو ڈرایا دھمکایا ہو گا جو خلافت اور مسلمانوں کے اتفاق رائے کے برخلاف سیدہ کے مکان میں آکر سازشیں کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دھمکا دیا۔ سیدہ نے منع کر دیا تب انھوں نے بیعت کر لی اور اختلاف کا بیج ہی ختم ہو گیا۔ بتلایے اب حضرت عمرؓ پر کیا اعتراض ہے۔ آپ تو خراج تحسین کے حق دار ہیں۔ کیا ایک ذمہ دار حاکم و افسر فتنہ بازوں کو ڈرا دھمکا بھی نہیں سکتا؟ حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان لوگوں کو مع مکان جلا دینے کی دھمکی دی جو باجماعت نماز آکر نہیں پڑھتے تھے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقرر کردہ امام اور جانشین تھے نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابن اخطل شاعر کو خانہ کعبہ میں مار ڈالنے کا حکم دیا تھا۔ حضرت علیؓ نے ان ستر آدمیوں کو زندہ در آگ پھونک ڈالا جو حضرت علیؓ کی فدائی اور کارساز بنی و مشکل کشائی کے نعرے مار رہے تھے جو آج مشرک شیعوں کا دل پسند مذہب بن چکا ہے۔ خلافت و اجتماعیت کے وقار کو قائم رکھنے کے لیے حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ نے اس سے کئی گنا اہم خطرناک اقدام کیے جنگ جمل میں حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت، ام المؤمنینؓ سے لڑائی، صفین میں ہزاروں مسلمانوں کا قتل عام اگر درست ہے تو یہاں محض زبان سے دھمکی کوئی جرم نہیں۔ (فلا صہ تحفہ اثنا عشریہ طعن ۲ ص ۶۰۶)

۵۹: باغ فدک کے مسئلہ کا تحفہ امامیہ از ۱۵۲ تا ۲۱۳ مفصل خاتمہ کر دیا گیا ہے۔

۶۰: حضرت علیؓ سے لڑائی کا طعن ابھی مردود کر دیا گیا ہے۔

۶۱: حضرت حسنؓ کو زہر کھلانے کا الزام بھی غلط ہے۔ آپ کی اہلیہ جعدہ بنت اشعث چونکہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھانجی تھیں تو ان کو بدنام کرنے کے لیے یہ قصہ گھڑا گیا۔ اس کو معرض تحریر میں لانے والا سب سے پہلا مؤرخ مسعودی شیعہ ہے جس نے رُوی سے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے اس سے پہلے نہ طبری جیسی ضخیم اور موضوعات سے بھی لبریز کتاب تاریخ الامم والملوک میں اس کا اشارہ ہے، نہ ابن قتیبہ دیوری اور الاخبار الطوال میں اس کا

تذکرہ ہے۔ حضرت حسنؓ کی وفات کے متعلق تاریخ الخلیس للاعظم کو فی، جو شیعہ کے ہاں بڑی معتبر ہے۔ میں ہے کہ چالیس دن بستر مرض پر رہے (ص ۳۲۶) دیمیری نے مدت علالت دو ماہ بیان کی ہے۔ ذیابیطس کا عارضہ تھا اور شہد کا شربت پینے سے بڑھ گیا۔

عقلی طور پر بھی یہ قصہ لغو ہے کیونکہ حضرت امیر معاویہؓ اور حسنؓ کے تعلقات بہت اچھے رہے ہر سال دونوں بھائی دمشق جاتے اور لاکھوں روپے کے وظائف اور مال سے لدے اونٹ لاتے۔ حسنؓ سے آپ کو کوئی خدشہ نہ تھا، نہ حضرت حسنؓ وعدہ خلافی کرنے والے تھے۔ اہل کوفہ تو حضرت حسینؓ کو اکساتے تھے مگر آں محترم بھائی کی صلح و بیعت کا حوالہ دے کر ان کو ٹال دیتے تھے۔ (جلال العیون) بالفرض اگر یہ حرکت کسی نے کی تو وہ شیعیان کوفہ ہی تھے جنھوں نے صلح کے انتقام میں آپ پر قاتلانہ حملہ کیا تھا اور حضرت حسنؓ شہزادہ امن و صلح کو۔ اپنی مفسدانہ کارروائیوں کے سلسلے روڑا سمجھتے تھے۔

۶۲: جو لوگ حضرت حسینؓ کو گھر بھلا کر غداری سے لڑے، واقعی وہ رسول خدا کے بھی محارب ہیں شیعہ اگر مان لیں تو صاف بات اتنی سی ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف بلوہ کرنے والے اور شہید کرنے کے مجرم، جمل و صفین میں غلط فہمیاں پھیلا کر مسلمانوں کو باہم لڑانے والے، خارجی بن کر حضرت علیؓ کے خلاف چڑھائی کرنے والے اور آپ کے قاتل، حضرت امام حسنؓ سے غداری کر کے پھر قاتلانہ حملے کرنے والے اور اسلام علیک یا مذل المؤمنین پڑھنے والے پھر حضرت امام حسینؓ کو دارالامن منکے سے بھلا کر غدر کر کے شہید کرنے والے سب ایک ہی گروہ ہیں جو اہل تشیع اور حب دار اہل بیت کھلا کر مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلتے رہے۔ تعجب ہے کہ قاتلان عثمان کو شیعہ اپنا ہیرو مانتے ہیں جب یہی حضرت علیؓ و حسنؓ پر ظلم کرتے ہیں تو ان کو خارجی بنا دیا جاتا ہے۔ شیعہ کھلا کر جب حسینؓ کو بلاتے ہیں تو مومن ہیں جب قتل کر دیتے ہیں تو بُرے پھر جب تو ابین بن کر اور مختار ثقفی کے ساتھ ہو کر کوفہ میں قتل و غارت کا بازار گرم کرتے ہیں تو ناصران حسین بن جاتے ہیں؟ فیاللعجب!

ان کے سب کروت ہم تحفہ امامیہ میں باحوالہ لکھ چکے ہیں۔

۶۳: یہ جس کیمپ میں بھی ہوں ہم ان کو دشمنان اہل بیت، موفیان رسول، یہود

مجوس کی سازش سے اہل تشیع و تفریق کا علمبردار اور تہی نارسمجھتے ہیں۔ اگر آپ کو لعنت کا شغل پسند ہے تو ان سب پر ضرور کیجئے اور اپنی کمائی خود بھی کھائیے۔

س ۶۴: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کوئی صحابی بتائیں جس کے متعلق حضورؐ نے فرمایا ہو۔ لا یحبہ الا مومن ولا یبغضہ الا منافق۔

ج: یہ حدیث ترمذی ۲۳۵ کی ہے مگر ضعیف ہے قابلِ حجت نہیں۔ کیونکہ پہلا راوی واصل بن عبد اللہ اعلیٰ ثقہ ہے، دوسرا محمد بن فضیل بن غزوان صدوق ہے مگر تشیع سے متہم ہے شیعہ صدوق کی روایت جب بدعت کی مؤید ہو تو قبول نہیں ہے، تیسرا ابو نصر کو فی ثقہ ہے مگر چوتھا مساور الحمیری مجہول ہے، پانچواں ام الماسور الحمیری یہ بھی مجہول ہے جس کا حال کہیں نہیں ملتا۔ (دیکھئے تقریب التہذیب)۔ البتہ سلم شریف کی یہ حدیث مستند ہے۔

اسی کے ہم معنی اسی صفحہ پر ایک یہ حدیث ہے: ”کہ ہم انصار منافقین کو حضرت علیؑ سے دشمنی رکھنے کی وجہ سے پہچان لیتے تھے“ امام ترمذیؒ کہتے ہیں حدیث غریب ہے اور امام شعبہؒ نے ابو ہارون عبدی پر جرح کی ہے تقریب التہذیب میں ہے کہ ہارون عبدی کا نام عمارہ بن جویں ہے یہ متروک ہے۔ بعض نے اسے کذاب کہا ہے۔ یہ شیعہ ہے، طبقہ رابعہ کا ہے، ۱۳۴ھ میں مرا ہے۔

شیعہ کا جب یہ قلعہ پاش پاش ہو گیا تو اس کے برعکس تمام انصار کے حق میں بلفظ یہ حدیث ہے :-

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الانصار ولا یحبہم الا مومن ولا یبغضہم الا منافق من احبہم فاحبہ اللہ و من ابغضہم ابغضہ اللہ
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انصار کے متعلق فرمایا ہے ان سے وہی محبت کرے گا جو مومن ہوگا اور ان سے وہی بغض رکھے گا جو منافق ہوگا جو ان سے محبت رکھے گا اللہ اس سے محبت رکھے گا جو ان سے دشمنی رکھے گا اللہ اس سے دشمنی رکھے گا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

مسلم شریف باب حب الانصار و علیؑ میں ۵ حدیثیں حضرات انصار کی محبت میں اور ایک

حضرت علیؑ کی محبت کے متعلق ہے۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ مہاجرین کا درجہ انصار سے بڑا ہے تو بدرجہ اولیٰ ان کا محب مومن اور مبغض منافق ہوگا، بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے محبت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی محبت اور ان سے دشمنی کو اپنے سے دشمنی قرار دیا ہے جس سے بڑھ کر مومن و منافق کی پہچان کا معیار نہیں ہے۔

”میرے صحابہؓ کے بارے میں لوگو اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے بعد ان کو نشانہ نہ بناؤ جس نے ان سے محبت کی تو مجھ سے محبت کی اور جس نے صحابہؓ سے دشمنی رکھی تو اس نے (دراصل) مجھ سے دشمنی کی وجہ سے ان سے دشمنی رکھی اور جس نے صحابہؓ کو ستایا اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ کو ستایا اور جس سے اللہ کو ستایا، عنقریب اللہ اسے پکڑ لے گا۔ (ترمذی ص ۲۲۹)

س ۶۵: ”اے علیؑ تو میرا دنیا اور آخرت میں بھائی ہے“ کیا غیر کے لیے بھی ہے؟
ج: حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت زید بن عارثہؓ کو بھی حضورؐ نے اپنا بھائی، مولا و محبوب اور صاحب و رفیق فرمایا، تفصیلاً احادیث بخاری ص ۵۱۱ اور ص ۵۱۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔
س ۶۶ تا ۶۹: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق فرمایا ہے: ”اے اللہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ جو ان سے محبت کریں“ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا قبول ہوئی؟

ج: دعا قبول ہے مگر محب صرف اہل سنت ہیں کیونکہ شریعت میں محبت اتباع اور موافق شرع مقبول ہے اور یہ صرف اہل سنت میں پائی جاتی ہے کہ وہ بھی حضرت حسینؑ کی طرح تقیہ نہیں کرتے نماز کے پابند ہیں، ڈار بھی رکھتے ہیں، قرآن کے حافظ ہیں ماتم سے ممانعت کی وصیت حسینؑ کو عزیر جان بنائے ہوئے ہیں شیعہ نہ محب حسینؑ ہیں نہ اللہ کے محبوب ہیں کیونکہ وہ عقیدہ اور عملاً قرآن اور تعلیم حسینؑ کے برخلاف ہیں تو حسینؑ کے برخلاف لوگوں کا خدا دشمن ہے لہذا شیعہ کے مخالفین اہل سنت ہی متبعین حسینؑ اور خدا کے دوست ہوئے۔ حضرت حسینؑ نے خطبہ کربلا میں فرمایا: ”کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور میرے بھائی کو فرمایا تم جنتی نوجوانوں کے سردار ہو اور اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔ (تاریخ کامل ابن اثیر ص ۶۲)۔ جو لوگ حضرت حسینؑ کو باغی و مفسد

کہتے ہیں اور آپ سے دشمنی رکھتے ہیں وہ حضرت حسینؑ اور خدا کے محب نہیں ہیں۔

س ۱۷۷: مذمت یزید اور ردِ ناصبیت سے متعلق ہیں ہمیں جواب کی ضرورت نہیں ہے۔ مع ہذا ثابت بالسنتہ کی روایت قابلِ تحقیق ہے جب تک ثابت نہ ہو تو مطاعن کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اور یہ کتاب ہمیں مل نہ سکی۔

عترت و اہل بیت کا مفہوم

س ۱۷۸: عترتی اہل بیتی کا ترجمہ کریں۔ کیا بیوی بھی عترت ہو سکتی ہے؟
ج: کتب لغت میں عترت کے معانی یہ لکھے ہیں۔ اولاد، عزیز و اقارب، خویش و اقارب اپنے لگانے۔ (فیروز اللغات ص ۱۳۴)۔ ۲۔ کنبہ، اولاد، مشک خالص کا ٹکڑا وغیرہ (مصابح اللغات ص ۱۵۳) ان معانی کی روشنی میں ترجمہ حدیث یہ ہوگا۔ کتاب اللہ، اللہ کی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک ٹکلی ہوئی ہے اور میری اولاد و ورثہ دار، عزیز و اقارب میرے گھر کے لوگ ہیں، جو میرے پاس تاحوض پہنچنے تک جُدا نہ ہو گئے تو عترت جیسے اولاد پر بولا گیا جن میں چار بیٹیاں بھی ہیں، خویش و اقارب پر بھی صادق ہے۔ جن میں چچا اور چچا کی اولاد، بیویاں اور داماد بھی آ جاتے ہیں اسی لیے اہل بیت کا اطلاق احادیث میں ان پر بکثرت ہوا ہے۔ زوجہ کو جب "خویش" اور اپنا کہا جاسکتا ہے تو اہل بیت میں داخل ہوئی اور آیت تلمیح میں قرآن نے نفیساء الحبیبارک کہ جمع مؤنث کے صیغہ استعمال کر کے ان کو اہل بیت (نبی کے گھر والوں) سے خطاب کیا ہے شیعہ پر بسا اس لیے ہے وہ قرآن کا انکار کرتے ہیں۔

س ۱۷۹: جب یزیدی بھی قرآن پڑھتے تھے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزیدوں کے قرآن میں کیا فرق تھا؟

ج: دونوں کا قرآن تو ایک تھا مگر جب شیعیان کو فد (حامیان ابن زیاد و یزید) نے حضرت حسینؑ سے غداری کی تو قرآن نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ قرآن سے آج تک محروم ہیں، اس پر ہر قسم کے ناپاک حملے کرتے ہیں۔ ۹۹، حملے صرف مشاق دشمن قرآن نے اس کتاب میں کیے ہیں ان میں کبھی حافظ نہیں ہو سکتا بلکہ یہ امام حسینؑ کے ہم شکل و ہم ریت

حافظوں اور قاریوں کو دشمنی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں شیعہ کی یہ قرآن دشمنی اور قرآن کی ان سے جدائی ان کے قاتل حسینؑ ہونے کی وہ زبردست دلیل ہے جو ان کے اقرار سے ثابت ہے۔
س ۱۸۰: وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا۔ بتلائے ظالمین کے ساتھ یزید کا ذکر کیوں ہے؟

ج: یہ سوال جہالت یا خیانت پر مبنی ہے؟ یہاں یزید فعل مضارع کا صیغہ ہے۔ اسم نہیں ہے۔ ترجمہ یہ ہے؟ کہ قرآن ظالموں کو خسارے میں ڈالتا ہے۔ یعنی جب شیعوں نے ظلم کر کے امام حسینؑ کو شہید کیا تو قرآن ان کے دل اور ایمان سے خارج ہو گیا اور نقصان میں لگ گئے۔ اگر لفظ یزید سے ہی استدلال ہے تو (بطور لطیفہ نہ بطور تفسیر و استدلال) ہم کہتے ہیں کہ خدا کا فرمان ہے وَيَزِيدُ لَكُمْ مِنْ فَضْلِهِ "اللہ مومنین کو اپنے فضل سے بڑھاتا ہے۔" تو یزید تو خدا کا فضل ثابت ہوا۔ اور ایک جگہ ہے: وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى (سورہ مریم) اور ہدایت پر چلنے والوں کو اللہ ہدایت میں بڑھاتا ہے۔ تو شیعی استدلال کے طرز پر معلوم ہوا کہ یزید کو خدا نے ہدایت میں بڑھا چڑھا دیا تھا تو شیعہ اس سے دشمنی کیوں رکھتے ہیں؟

نوٹ: یہ سوال و جواب بطور لطیفہ ہیں، تفسیر قرآن نہیں ہے۔ آیات میں یزید مراد نہیں ہے۔ فعل مضارع ہے کہ "اللہ ان کو بڑھاتا ہے" خسارہ نقصان کو کہتے ہیں کہ ظالم آخرت میں نقصان میں رہیں گے۔ اور اِنَّ الْاِنْسَانَ لَکَفُورٌ خُسْرٍ سے بھی یہی مراد ہے۔ کہ اہل ایمان، اعمال صالحہ بجالانے والے حق اور صبر کی تاکید کرنے والوں کے سوا سب انسان گھائٹے میں ہیں۔ بجز اللہ ان چاروں صفات کے حامل اہل سنت و جماعت ہیں کہ وہ قرآن، توحید، رسالت، قیامت، اہل بیت و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب پر ایمان رکھتے ہیں۔ اعمال صالحہ ان کی پہچان ہے۔ حق گوئی ان کا شعار ہے۔ صبر ان کی ڈھال ہے۔ جب کہ شیعہ کا ایمان ناقص ہے توحید قرآن کو مانتے ہی نہیں۔ رسول خدا کو کامیاب ہادی اور اعمال صالحہ کو ضروری نہیں مانتے۔ سب صحابہ کو تبرک کرتے ہیں۔ فقہیہ کے حق پوشی کرتے ہیں ماتم کر کے صبر کو ختم کر دیتے ہیں تو آیت عصر بھی ظالموں کے ساتھ ان کا حشر و انجام ذکر فرما رہی ہے۔

س ۱۸۱: کیا معرکہ کربلا حق و باطل کا معیار ہے کہ نہیں؟

ج: اس معیار پر پوری وہ جنگیں اُترتی ہیں جو مسلمانوں کی کافروں سے ہوں، جیسے عہد نبوی اور خلفائے ثلاثہ کے زمانے کے غزوات و جہاد اور جو مسلمانوں کی آپس میں سیاسی حقوق اور اختلافات کی بنا پر واقع ہوئے اس کا مل معیار پر نہیں ہیں اور شیعوں کو اقرار ہے کہ حضرت حسینؑ کے مقابل یزیدی بھی قرآن پڑھنے والے (یعنی مسلمان) تھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کے لیے وہ جنگ ہوگی جو اس کا کلمہ بلند کرنے کے لیے لڑی جائے۔ ہم اہل سنت تو ایک درجے میں کہہ سکتے ہیں کہ امام حسینؑ نے اپنے اجتہاد میں یزیدی حکومت کو غیر عادل سمجھ کر اس کے خلاف خروج کیا اور مرتبہ شہادت پا کر نہ صرف جنت کے حق دار ہوئے بلکہ حق و باطل کا فیصلہ بھی کر دیا کہ سابق چار خلافتیں (حضرت معاویہؓ اور خلفائے ثلاثہؓ کی) برحق تھیں تبھی تو حضرت علیؓ و حسنؓ و حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے معاویہؓ کے خلاف خروج نہ کیا بلکہ تعاون کر کے ان سے مالی و خائف بھی حاصل کرتے رہے۔

مگر شیعہ اصول پر یہ ذاتی اور محض سیاسی جنگ تھی۔ اعلیٰ کلمۃ اللہ نہ تھا۔ کیونکہ وہ فنا کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت سے بنو ہاشم و بنو امیہ میں سخت دشمنی چلی آرہی تھی۔ اسلام بھی اسے ختم نہ کر سکا۔ عہد عثمانؓ میں حد سے وہ مزید انہجری حضرت علیؓ کی معاویہؓ سے جنگ اسی بنا پر ہوئی اور اب حسینؑ نے یزید سے جنگ اسی لیے کی کہ بنو ہاشم کو بنو امیہ سے وہ سیاسی و مذہبی حق واپس مل جائے جو خلافت اقل سے غصب ہو چکا تھا۔ ایک شیعہ شاعر کہتا ہے:۔

فرزند فاطمہؓ کا ہے کربلا بھٹکانہ قبضہ کیا فدک پر یاروں نے غاصبانہ
مولا علیؓ کے حق پر چھاپہ عمرؓ نے مارا اتنی سی بات کا ہے کرب و بلا فسانہ
بعض شیعہ روایات اس کی یوں تائید کرتی ہیں کہ بیعت کے مطالبہ پر حضرت حسینؑ نے حاکم مدینہ ولید سے کہا:

حضرت گفت پس تاخیر کن تا صبح و مارے خود را
بنیم و تو راے خود را بینی و بایکدیگر مناظرہ کنیم
ہر یک از ما و او کہ بخلافت سزاوار
تر باشد دیگرے باو بیعت
تو صبح تک بیعت ملتوی کر دے ہم بھی غور کریں اور تو بھی غور کر لے اور ہم ایک دوسرے سے مناظرہ کریں کہ ہم خلافت کے زیادہ خدا ہیں یا وہ (یزید) زیادہ حق دار ہے۔ جو بھی

نماید۔ جلا العیون ۲۳۹ و منتهی الآمال ۲۹۸۔ ہوگا۔ دوسرا اس کے ہاتھ پر بیعت کرے گا۔ مکالمہ ولید حاکم مدینہ و حسینؑ۔

۸۰۔ اہل سنت کے اصول پر امام حسینؑ کی مظلومیت بحال ہے کیونکہ جب آپؑ نے تین باعزت شرطوں میں ایک واپسی کی یا یزید کے پاس خود جا کر تصفیہ کرنے کی شرط رکھی مگر پھر بھی کوفیوں نے جنگ چھیڑ کر آپؑ کو تلوار اٹھانے پر مجبور کیا تو مظلومیت سے شہادت پائی بنا بریں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی مظلومیت کی پیشین گوئی فرمائی۔

س ۸۱: خاک کربلا میں روزِ عاشورہ آج بھی خون گردش کرتا ہے۔

ج: یہ شیعہ خطابت ہے۔ حقیقت اور واقعہ سے اسے کوئی تعلق نہیں۔ ہزاروں شہداء مظلوم انبیاء و سمیت ہوئے کسی کی جائے شہادت میں خون گردش کرانے کی اللہ نے سنت قائم نہیں کی تو اب اللہ اپنی سنت کو کیسے تبدیل کر کے خاک کربلا میں گردش کراتا ہے۔ دراصل ایسی جعلی خطابت سے شیعہ مذہب چل رہا ہے۔ ورنہ خاک کربلا کی جو ٹیکہ (سجدہ گاہ) ہر شیعہ یہاں پھرتا ہے اس میں بھی خون کسی نے دیکھا؟ یا وہ جعلی مٹی کا بت ہے؟ گردش خون کوئی سنت اللہ نہیں۔

س ۸۲: کیا کسی امام نے حضرت امام حسینؑ کی اس قربانی کو اجتہادی غلطی تصور کیا؟

ج: عمل اور حقیقت کے لحاظ سے تو کچھ بات ایسی ہے۔ کیونکہ حادثہ کربلا کے بعد یزید چند سال اور زندہ رہا پھر بعد میں دیگر خلفاء بنو امیہ اور بنو عباس گزرتے رہے۔ شیعہ سب کو ظالم غیر عادل کہتے ہیں۔ آنحضرت اہل بیتؑ تو ان کے دور میں گزرے۔ اگر امام حسینؑ کی قربانی واقعی ایسی ہوتی جیسی شیعہ باور کرتے ہیں تو وہ بھی اس سنت پر ضرور عمل کرتے یا کم از کم دوسروں کو ناسندہ بنا کر ان کی بالواسطہ مدد کرتے مگر ایسا کچھ بھی نہ ہوا۔ حضرت زین العابدینؑ نے بروایت روضہ کافی ص ۲۳۵ یزید کی مجبورانہ غلامی کو ترجیح دی۔ سیاسی پادرسے مختار ثقفی اٹھا تو حضرت سجادؑ نے اسے بدیئت اور ظالم و منافق بتا کر بائیکاٹ کیا۔ حضرت زیدؑ اٹھے اور شہید ہوئے تو حضرت باقرؑ نے ان پر جرح کی۔ نفس زکیہ وغیرہ جو علوی ہاشمی حکومت وقت کے خلاف اٹھے۔ شیعہ کے کسی امام نے ان کی تائید نہ کی۔ کیا یہ سب کچھ اس بات کا اعلان نہیں ہے کہ حضرت حسینؑ نے حکومت وقت کے خلاف جو کچھ کیا وہ شیعہ امام

کے خیال میں نادرست اور ناقابلِ اتباع بات تھی۔ شہادتِ حسینؑ کے بعد کوئی شیعوں نے پھر زین العابدینؑ سے بیعت کرنا چاہی تو آپؑ نے فرمایا: ”ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، اسے غدار اور مکار و ہم پھر تمہارا دھوکہ نہ کھائیں گے اور تمہارے جھوٹوں پر یقین نہ کریں گے، تم چاہتے ہو کہ میرے ساتھ بھی وہی کرو جو میرے باپ دادا کے ساتھ کیا ہے۔ اس خدا کی قسم جو آسمانوں کا محافظ ہے۔ میں تمہاری گفتار پر ہرگز اعتماد نہ کروں گا۔“ (الخ (جلال العیون ص ۲۲ طبع فارسی ایران)۔ یہاں حضرت سجادؑ نے دلی زبان میں یہ بات کہ دی کہ میرے والد نے تمہاری پُرکرو فریب باتوں پر اعتماد کر کے غلطی کی اور مصائب جھیلے۔ میں یہ غلطی ہرگز کرنے والا نہیں۔

○ ۶۳ھ میں جب یزید کے خلاف تحریک گرم تھی اس دوران منذر بن زبیر ہجرت عبد اللہ بن حنظلہؓ اور عبد اللہ بن مطیع سے کہا تم کو چاہیے کہ علی بن الحسینؑ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرو۔ چنانچہ یہ سب مل کر علی بن حسینؑ کے پاس گئے انھوں نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ:

”میرے باپ اور دادا دونوں نے خلافت کے حصول کی کوشش میں اپنی جانیں گنوائیں میں اب ہرگز ایسے خطرناک کام کی جرأت نہیں کر سکتا میں اپنے آپ کو قتل کرانا پسند نہیں کرتا“ یہ کہ کر مدینہ سے باہر ایک موضع میں چلے گئے۔ (تاریخ اسلام نجیب آبادی ص ۸۵)

س ۸۳، ۸۴: کسی شخص کا متعدد دوست اگر بعد وفات اس کی اولاد کو جائیداد سے محروم کر دے کیا وہ وفادار ہو گا یا بے وفا اور قابلِ مذمت ہو گا؟

ج: ایک فرضی کلیہ ہے رسول خداؐ کے با اعتماد دوستوں نے نہ آپؐ سے بے وفائی کی نہ آپؐ کی اولاد سے نہ آپؐ کی جائیداد ہر پ کی نہ اولاد کو تکلیف پہنچائی۔ یہ سب دشمنانِ صحابہؓ کا حسد ہے اور خود ساختہ قصے ہیں جن سے وہ بدگوئی صحابہؓ کا مشن چلا رہے ہیں۔

اسلام میں معیار فضیلت تقویٰ ہے نسب و نسبت نہیں

س ۸۵: جب اسلام میں معیار فضیلت تقویٰ ہے، رشتہ داری نہیں تو صرف صحابیت

معیار کیسے؟

ج: مقام شکر ہے کہ ایک حق بات تو آپؐ نے تسلیم کر لی واقعی اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ کا معیار قرآنی بلند رتبی کا معیار ہے۔ مگر سنی رشتہ دار پیغمبرؐ ہونا کوئی اپنا کسبِ عمل نہیں ہے جس پر ثواب اور فضیلت مرتب ہو۔ ہاں اگر اسلام ہو تو اس عمل کے توسط سے رشتہ داری باعثِ تکریم ہے در نہ ہرگز نہیں۔

اور ”صحابیت“ ایک اعلیٰ عمل کا نام ہے کہ جو مسلمان پیغمبرِ وقت کی زیارت کر کے اسلام قبول کر لے۔ سابقہ مذہب اور سب برادری سے بائیکاٹ کی قربانی دے اور تاحیات اسی پردہ قائم رہے تو بڑے اعلیٰ درجے کا مسلمان ہے۔ بعد والے بڑے ولی، غوث و قطب اس کی گور راہ کو نہیں پہنچ سکتے تو عمل و تقویٰ کا بعد از انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام صحابیت بڑا معیار ہے جو خود اپنا عمل و کسب ہے اور خدا کی طرف سے رہبری اور توفیق اس پر مستزاد ہے۔ اس لیے ہم برملا کہتے ہیں صحابیت وہ معیارِ فضیلت ہے اور مقامِ تقویٰ ہے جو دوسرے غیر کسبی فضائل کے لیے معیار ہے مثلاً عہد نبوت کا رشتہ دار پیغمبر اگر صحابی نہیں ہے تو اس کی کچھ بھی عزت نہیں ہے۔ صحابیت اور اسلام آوردی نے ہی رشتہ داری میں شرف و فضیلت کا حسن پیدا کیا۔

س ۸۶، ۸۷: جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اعمال کی ذمہ دار ہیں تو تمام اصحابِ مغفور و جنتی کیسے ہوئے؟

ج: اصحابِ رسولؐ بھی اعمال کے ذمہ دار ہیں۔ اور اعمال ہی کی بدولت ان سب کو اللہ نے مغفور و جنتی قرار دیا ہے جگہ جگہ اَلَّذِیْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کے بعد رضا و جنت کا ذکر ہے۔ ہجرت و نصرت کے بعد فرمایا:

اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْمُعْتَمِدُونَ حَقًّا یہی لوگ سچے مومن ہیں ان کے پیچھے جنت لَہُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ کَرِیْمٌ (پنا ۷۴) اور اچھا رزق ہے۔

فتح مکہ سے پہلے اور اس کے بعد مسلمان ہونے والے صحابہ کرامؓ کے اعمال و درجہ کا ذکر کر کے فرمایا:

وَكُنَّا وَعِنْدَ اللّٰهِ الْحُسْنٰی اور ہر ایک گروہ سے اللہ نے بھلائی (جنت) کا

وعدہ فرمایا ہے۔

(سورہ حدید ع ۱)

صحیحین میں جن لوگوں کا حوض سے دھکیلا جانا اور دوزخ کی طرف جانا مرقوم ہے وہ مسلمانوں کی اصطلاح کے مطابق صحابی نہ ہوں گے۔ کیونکہ انھوں نے آپ کی آخری دنوں میں زیارت تو کی تھی مگر اسلامی تعلیم و تربیت سے ابھی راسخ نہ ہوئے تھے کہ وفات نبوی کا حادثہ درپیش آیا وہ سنبھل نہ سکے اور سید کذاب وغیرہ کی سازش سے فتنہ ارتداد کا شکار ہو گئے تو مرتدوں کو ہم صحابی و واجب الاحترام نہیں کہتے۔ یہ توجیہ تب ہے کہ بزعم شیعہ عہد نبوی کے کلمہ گو مراد ہوں۔ ورنہ ہمارے نزدیک قیامت تک ہونے والے وہ اُمتی مسلمان ہیں جو وضو کرنے سے چمکدار اعضاء تو رکھتے ہوں گے کہ آپ ان کو پہچان لیں گے۔ مگر انھوں نے ایسی بدعتیں اور نئے مذاہب ایجاد کیے ہوں گے کہ حوض کوثر و شفاعت سے محروم ہو کر دوزخ میں پھینکے جائیں گے۔ (تحفہ اثنا عشریہ)۔ یہ اطلاق ایسا ہے جیسے اصحاب ابی ہذیفہ و اصحاب شافعی کچھ فقہاء کو کہا جاتا ہے۔

اجماع و قیاس کی حجیت

س ۸۸: وحی کے بعد اجماع و قیاس کی ضرورت کیوں ہے؟

ج: اسلام تا قیامت اربوں، لکھوں مسلمانوں کا مذہب رہے گا۔ حادثات اور جدید مسائل غیر محدود ہوں گے۔ قرآن و حدیث کی آیات و نصوص بہر حال محدود ہیں تو ضرورت ہے کہ اجماع و قیاس کے دو اصولوں کے تحت وہ اسلام کی روشنی عام کریں کہ جس مسئلہ پر زمانہ کے سب علماء و صلحاء متفق ہو جائیں وہ واجب العمل قرار پائے اور جو نیا مسئلہ ہو تو اس کی نظیر قرآن و حدیث میں تلاش کر کے اس کا حکم حرمت و حلت اس پر بھی لگا دیا جائے۔ جب علت مشترکہ مل جائے۔

س ۸۹: قیاس و اجماع کی اہمیت پر قرآنی آیت پیش کریں۔

ج: ۱۔ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَكَانَتْ مَصِيرًا۔ (پہ ع ۱۴)

ہدایت واضح ہو چکنے کے بعد جو رسول اللہ کی مخالفت کرے اور مسلمانوں سے جدا راستے پر چلے ہم اسے جانے دیں گے۔ جدھر وہ جائے اور جہنم میں داخل کریں گے جو برا ٹھکانہ ہے۔

۲۔ گویا ان کو بعض آیات میں باعتبار ماکان کے اصحاب و اصحاب سے آپ نے تعبیر فرمایا۔

یہاں مخالفت رسول پر ہی جہنم کی وعید نہیں بلکہ مومنین کی راہ سے جدا راہ چلنا بھی ہمارا جہنم ہے اسی کو ہم اجماع اُمت سے تعبیر کر کے مخالفت کو خطرناک قرار دیتے ہیں۔

۲۔ وَكُنُوزُهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَرْسَالِ لَعَلَّكُمْ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ۔ (نساء ع ۱۱)

اور اگر وہ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور اپنے صاحبان اختیار کی طرف لوٹاتے تو ان میں وہ حضرات جان لیتے جو باریک مسائل نکالتے ہیں۔

صاحبان امر سے مراد یہاں اہل اجتہاد، حکام و فقہاء مراد ہیں نئی بات کو ان تک پہنچانا تاکہ وہ اس کا حل قرآن و سنت سے استنباط کر سکیں ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اسی کا اصطلاحی نام قیاس ہے۔ ان دو اصولوں کی مزید اہمیت و تشریح تحفہ امامیہ سوال ۱۳ کے تحت پڑھیں۔

مطالعہ عن برصمت انبیاء علیہم السلام

س ۹۰ تا ۹۳: آپ کیوں کہتے ہیں نبی سے گناہ ممکن ہے؟

ج: ہم ایسا نہیں کہتے۔ بعد خدا نے انبیاء کا سانچہ اور نمونہ بلا عیب و نقص درست بنایا اس کے تمام مقررہ ہادی انبیاء و رسل بالکمال اور گناہوں سے پاک دامن تھے ہم ان سے بالفعل گناہ ناممکن مانتے ہیں چونکہ وہ محترم انسان تھے تو تمام انسانی تقاضے اور خواہشات ان میں بقیں پھر انھوں نے خلافت پر قدرت ہوتے ہوئے بھی کسی تقاضا و خواہش کو خدا کی مرضی کے خلاف استعمال نہ کیا تو یہ بڑا کمال اور درجہ ہوا تو فرشتوں کا معصوم از گناہ ہونا اتنا کمال نہیں کہ ان کی فطرت میں ایسا تقاضا یا قدرت ہے ہی نہیں، جتنا حضرات انبیاء کرام کا ہے بلکہ اُمت کے صحابہ کرام اور اولیاء عظام بھی تقاضا کے باوجود گناہ سے بچ کر بڑا درجہ رکھتے ہیں لیکن ہم ان کو محفوظ مانتے ہیں معصوم نہیں۔

س ۹۴ تا ۹۶: کیا اجماع و قیاس سے نبی بن سکتا ہے؟

ج: نہیں۔ خود اپنے کئے سے نبی نہیں بن جاتا۔ اسے اللہ تعالیٰ بغیر کسب اور مطالبہ کے بنا دیتا ہے۔ اللہ يُصْطَفِي مَنْ يَشَاءُ مِنْ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنْ النَّاسِ۔

س ۹۷: تا منہ: عقیدہ سنیہ میں نبی عام بشر کی مانند ہوتا ہے۔ دُور سے سُننا نہیں تو نماز میں ایہا النبی سے ندا کیوں؟ کیا یہ رسمی صیغہ ہے یا مشترکہ حرکت ہے؟

ج: کئی باتوں میں عام بشر کی مانند نہیں بھی ہوتا۔ معجزات، افسانے، ہم کلامی، عصمت وغیرہ خصوصیات بھی رکھتا ہے لفظوں کے لحاظ سے تو تشہد حکایت ماضی ہے کہ شب معراج میں آپ نے دربار الہی میں التحیات کا نذرانہ پیش کیا۔ جواب میں خدا نے السلام علیک ایہا النبی کا تحفہ دیا۔ اب بعینہ یہ الفاظ ہم پڑھتے ہیں۔ جیسے قرآن کے ہزاروں ایسے خطاب والے کلمات ہم تلاوت میں پڑھتے ہیں۔ ان کے حاضر ناظر ہونے کا تصور نہیں ہوتا۔ یہاں بھی نہ ہونا چاہیے۔ البتہ معنایہ ہمارا انشاء السلام ہے کہ ہم سلام کی نیت کر رہے ہیں۔ حدیث نبوی کے مطابق لا تعداد فرشتے زمین میں گھوم پھر رہے ہیں وہ ہمارا سلام لے کر حضور تک پہنچا دیتے ہیں۔ تو نہ رسمی صیغہ ہے نہ دُور سے حاضر ناظر و سميع مان کر مشترکہ حرکت ہے۔ ربا کاری، فرقہ وارانہ نمائش کے تحت نہیں بلکہ غلبہ تعشق کے ساتھ یا روضہ اقدس پر حاضری کے وقت بصیغہ نداء درود و سلام پڑھنا جائز ہے مگر اذان کے وقت اور حاضر و ناظر کے عقیدہ سے ممنوع ہے جس کا رواج اب پڑ چکا ہے۔ نماز میں درود و سلام سنت ہے۔ عمدہ چھوڑنا گناہ ہے احیاناً چھوڑنے سے نماز ہو جاتی ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معصوم ہیں

س ۹۸: شیعہ تمام انبیاء کو معصوم کہتے ہیں۔ آپ کو کیوں اختلاف ہے؟

ج: ہم شیعوں سے بڑھ کر انبیاء کو معصوم اور پاکیزہ کہتے ہیں۔ یہ ناجائز بہتان ہے۔

س ۹۹: آپ کے ہاں حضرت آدمؑ کا گناہ جنت پر ہوا یا زمین پر؟

ج: یہ بھی بہتان ہے حضرت آدمؑ نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ کیونکہ گناہ کے لیے نیت و عمد شرط ہے۔ البتہ بنص قرآنی آپ جنت میں ایک پھل بھول کر کھا بیٹھے تو اللہ نے زمین پر بھیج دیا ہاں شیعہ کے ہاں حضرت آدمؑ ذیل کا فرہو گئے۔ (معاذ اللہ) کہ حرص و حسد جیسے اصول کفر کا ارتکاب کیا۔ جب کہ شیطان نے صرف تکبر کا اصول کفر اپنایا تھا۔ ملاحظہ ہوا اصول کافی ص ۲۸۹۔

س ۱۰۰: کیا حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے بیٹے کے کافر ہونے کا علم تھا؟

ج: علم تو تھا مگر مسلمان رحمت خداوندی سے مایوس نہیں ہوتا۔ آخر وقت تک امید ہی کہ اللہ اسے ہدایت دے دے اور اسے کشتی میں سوار ہونے کو بھی کہا، جب وہ نہ مانا اور غرق ہو گیا تو اس تصور سے دُعا مانگی کہ یہ میرے گھر کا فرد ہے۔ گھر والوں کو بچانے کا آپ نے وعدہ کیا ہے بچا لیجئے مگر اللہ نے منع فرما دیا کہ یہ بد عمل و بد اعتقاد تھا۔ تیرے اہل بیت سے نہیں معلوم ہوا کہ شرف اہل بیت۔ ایمان اور عمل صالح سے ملتا ہے۔ بیوی اور بیٹے میں جب یہ غریبی نہ تھی تو اہل بیت سے خارج کیے گئے اور غیروں کو ایمان و عمل کی وجہ سے کشتی میں بٹھا کر آپ کے اہل بیت بنا دیا گیا۔ کاش شیعہ بھی اہل بیت کے قرآنی مفہوم کو مانتے؟ تو صحابہؓ سے محبت کر لیتے۔

س ۱۰۱: صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے تین جھوٹ بولے۔

ج: یہاں کذب کے عام عرفی معنی مراد نہیں ہیں بلکہ خطا و تجاوز کے معنی ہیں جیسے ارشاد ہے ما کذب الفواد ما رآی دل نے جو دیکھا اس میں خطا نہیں کی، اور یہ صور سماع کے ذہن کے لحاظ سے خلافِ واقعہ بات تھی فی نفسہ سچ ہی تھا۔ کیونکہ بڑے بہت کی شانِ فسقیت اور چودھراہٹ نے آپ کے آمادہ کیا کہ بت خانہ توڑا جائے تو نسبت ادھر کر دی۔ قوم کی بت پرستی دیکھ کر واقعی دل و دماغ سے پریشان اور ذہنی مریض تھے۔ اپنی بیوی حضرت سارہ واقعی اسلامی اور چچا زاد بہن تھی تو یہ باتیں حقیقتہً جھوٹ نہ تھیں۔

ہاں شیعہ عقیدہ میں یہ صراحتہً جھوٹ تھا۔ جیسے امام باقرؑ نے تقیہ کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: "کہ ابراہیمؑ نے خود کو بیمار کہا حالانکہ بیمار نہ تھے۔ یوسفؑ نے مجاہدوں کو چور کہا حالانکہ وہ چور نہ تھے۔" (اصول کافی، باب التقیہ ص ۲۲)

س ۱۰۲: اگر گریہ و بکا منافی صبر ہے تو حضرت یعقوبؑ نے ایسا کیوں کیا؟

ج: آواز سے بکا اور رونا، بین کرنا، ماتم کرنا، ہاتھوں سے پٹینا، سیاہ لباس پہننا، ہائے فلاں، ہائے فلاں کرنا، منافی صبر ہے جو شیعوں کے خاص اعمال ہیں، صرف آنکھوں سے رونا، آنسو بہانا اور دل میں غمناک رہنا منافی صبر نہیں ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے دوسرے کام کیے پہلے منافی صبر کام ہرگز نہیں کیے۔

س ۱۰۳: زلیخا کی جانب قصد کرنے پر آپ حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ گار کیوں کہتے ہیں؟

ج: ہم ہرگز ایسا نہیں کہتے۔ یہ قصد و ہمت مشروط ہے یعنی اپنے رب کی برہان و نبوت یا باپ کی زیارت نہ دیکھتے تو قصد کر لیتے۔ جب برہان دیکھ لیا تو قصد بھی نہ کیا۔ یہ صحیح ترین تفسیر ہے وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّآى بُرْهَانَ رَبِّهِ كَى۔ (پہ، ۱۳۷)

س مٹا: آپ کے ہاں حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری گناہوں کا نتیجہ تھی؟
ج: غلط بہتان ہے یہ آزمائش تھی جس کا سبب یہ ہوا کہ شیطان نے ایک مرتبہ کہا: "ایوب! اس لیے عابد و شاکر ہے کہ وہ مالدار اور آسودہ ہے۔" اللہ نے فرمایا میں اگر یہ نعمتیں چھین بھی لوں تب بھی صابر و شاکر رہے گا۔ چنانچہ یہی ہوا وہ صابر ہی نکلتے۔ اَنَا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نَحْنُ الْعَبْدُ دہم نے اسے صابر پایا بہت اچھا بندہ تھا۔ حاشیہ ترجمہ مقبول ص ۵۲۶ پر بھی یہی بات لکھی ہے۔
س مٹا: بخاری میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کی آنکھ پھوڑی، کیوں؟

ج: اس لیے کہ موسیٰ علیہ السلام بڑے بارع اور جلیل القدر پیغمبر تھے۔ فرشتہ (غالباً) انسانی صورت میں بلا اجازت اندر پہنچ گیا تو آپ نے تھپڑ لگا دیا اور آنکھ جاتی رہی پھر اللہ نے فرشتے کو آنکھ دے دی اور دوبارہ بھیجا کہ بیل کی پشت پر ہاتھ رکھیں۔ جتنے بال ہاتھ کے نیچے ہوں گے ہر بال کے بدلے ایک سال عمر بڑھے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا پھر کیا ہوگا اللہ نے فرمایا: موت آئے گی۔ تب موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ابھی موت دے دیجئے۔ فرشتہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان زیادہ تھی۔ بڑا چھوٹے کو نبیہا مار سکتا ہے یہ گناہ نہیں خصوصاً جب کہ اللہ تعالیٰ کا لڑا ہوا بیوی وجہ ہے کہ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عتاب کے بجائے عمر بڑھوانے کا اختیار دیا۔ نیز آنکھ بھی مثالی جسم کی پھوڑی تھی اصلی جسم کی نہ تھی۔

س مٹا: آپ کے مذہب میں سب انبیاء اولوالعزم گناہ گار ہیں جیسے حدیث شاعت میں ان کا اقرار ہے؟

ج: اللہ کے مقام ہیبت و جلال کے سامنے کسر نفسی کے طور پر اپنی لغزشوں کا ذکر فرمائیں گے جیسے خود قرآن نے ان کی دعائیں ذکر کی ہیں۔ ۱۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا لِنَفْسِنَا اے رب ہم نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ "وَعَاثَیْ اَدَمُ"۔ ۲۔ وَاِنْ لَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْ اَكُنْ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ "اے اللہ اگر تو نے مجھے نہ بخشا اور رحم نہ کیا تو نقصان پاؤں

گا۔" دعائے نوح۔ ۳۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ "اے اللہ مجھے بخش دے اور میرے والدین اور ایمانداروں کو" دعائے ابراہیم۔ ۴۔ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ لِنَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِيْ "اے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو مجھے بخش دے" دعائے موسیٰ۔ ۵۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لغزش تو نہ ہوئی مگر اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے گئے۔ دربار الہی میں آنے سے گھبرائیں گے کیونکہ خدا پر پوچھے گا: اے عیسیٰ! تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ تم مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود اور کار ساز بنا لینا۔" (مائدہ پہ)

اب محض بخاری کے بجائے قرآن پر بھی اعتراض کریں کہ کیوں انبیاء اپنی طرف ظلم کی نسبت کر کے معافی مانگ رہے ہیں؟ دراصل یہ لغزشیں نہ گناہ ہیں نہ قرآن و حدیث کے الفاظ سے ایسا استدلال درست ہے۔ جذبہ خشیت اور تقویٰ سے معافی مانگنا ہی کاملین کی شان ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ لَهُمْ مِّنْ خَشٰیةٍ رَبِّهِمْ مُّسْتَغْفِرُوْنَ۔ (پہ، ۲۷)

س مٹا: بخاری میں ہے ایک نبی نے حیوٹیوں کا گھر جلا دیا۔ فرمائیے کیوں؟
ج: حدیث ہذا میں یہ لفظ بھی ہیں: فَلَمَّ غَتَهُ نَمْلَةً كَمَا حِیْوَنَیْ نے آپ کو کاٹا تو موزی جانور کا جلانا اب بھی جائز ہے۔ جب امام نووی وغیرہ شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ ان کی شریعت میں حیوٹیوں وغیرہ ہوام کو قتل کرنا درست تھا کیونکہ اللہ نے عتاب نہیں کیا۔ ہماری شریعت میں حیوان کو جلانا درست نہیں۔

س مٹا: آپ کے مذہب میں خدا کے معصوم ہادی دیگران انصیت خودمیاں فضیحت کا مصداق ہیں۔
ج: بہتان محض ہے۔ ہمارے عقیدہ میں انبیاء گناہوں سے معصوم، زاہد، قانع، امین، خلیق معزز اور تاثیر ہدایت رکھنے والے ہوتے ہیں۔ بغض کی کالی عینک لگا کر دیکھنے سے شیعہ کو معاذ اللہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی کالے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ یہ طعن خود ان پر ہوتا ہے کہ اور انبیاء کا تو کہنا ہی کیا۔ خاتم الرسل، امام الانبیاء کے بارے میں ان کا مذہب یہ ہے: "کہ نبوت کے زور پر ایک بڑی ہائیڈوجع کی اور اپنی بیٹی کو مہر کر دی۔ اپنی فوجوں کے لیے کچھ نہ کیا۔ اپنے تخت پر بزم خود و اما کو بٹھایا مگر اس میں مکمل ناکامی ہوئی۔ لیکن اصل کام تبلیغ و ہدایت تو آپ سے کچھ ہو ہی نہ سکا حتیٰ کہ ہاتھ کی پانچ انگلیوں کے برابر آدمی بھی مومن و ہدایت یافتہ نہ بنا سکے" (معاذ اللہ)

اہل ایمان اپنے رب کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں۔ محابہ کی بھی یہی کیفیت تھی جن پر شیخ معترض ہیں۔

آج ہر شیعہ باغ فدک اور صحابہ کی ایمان کشی پر ہر مسلمان سے لڑنا ہے۔ (فی الجلب) اور غینی جیسا سفاک عدل و انصاف کے نفاذ میں حضور کو ناکام کہتا ہے۔ معاذ اللہ۔ (پیغام بر ولادت مہدی)

مطابق بر عصمت رسول اللہ

(صلی اللہ علیہ وسلم)

س ۱۱۲: اہل سنت کے نزدیک خود سرور کائنات بھی معصوم نہ تھے؟

ج: بکواس ہے۔ آسمان کا تھوکا منہ پر آتا ہے۔ خود شیعہ سب سے بڑے گناہ فاق اور دھوکہ بازی کا الزام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لگاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو جلال العیون ص ۲۳ اور حیات القلوب ص ۱۲۱ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو جہاد کی مہم پر بھیجتے وقت جہاد کی ترغیب و تاکید تو خوب کر رہے تھے اور لوگوں کو نکالنے میں مبالغہ کرتے تھے مگر اپنا مقصد ان کو جنگ پر بھیجنا نہ تھا بلکہ صرف یہ تھا کہ مدینہ ان منافقوں سے خالی ہو جائے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا نزاع خلیفہ بنالوں مگر یہ آخری تمنا اور بڑی کوشش بری طرح ناکام ہو گئی۔ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی خلیفہ بن گئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی صدمہ رخصت ہوئے (معاذ اللہ)

س ۱۱۳: مذہب شیعہ کے مطابق تعاد اللہ حضور اپنی ازواج سے بے انصافی کرتے تھے؟ بخاری پ ۱

ج: ہم نے بخاری عربی پ ۱ چھان مارا۔ پکا پتہ نہ چلا کہ یہ مبہم و مجہول اعتراض کس حدیث پر ہے۔ شاید باب الحبیر کی یہ حدیث ہو: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب سفر پر جاتے تو بیویوں میں قرعہ اندازی کرتے جس کے نام کا قرعہ نکل آتا اسے ساتھ لے جاتے اور ہر بیوی کے رات اور دن بھی تقسیم کر رکھے تھے سولے سوہ بن زمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کہ انھوں نے اپنے دن رات کی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بخش دی تھی اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنا مقصود تھا۔ (بخاری ص ۳۵۳)

اگر اس حدیث پر اعتراض ہے تو کوئی اعتراض نہیں کیونکہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بخوشی حضور کی رضا کے لیے اپنی باری حضرت عائشہ کو بخش دی تھی اگر کسی اور حدیث سے بے انصافی کا بہتان تراشا ہے تو یہ حدیث اس کی تردید میں کافی ہے۔

س ۱۱۴: آپ کی کتب صحاح میں رسول مقبول کی شان میں گستاخیاں ہیں؟

ج: بہتان محض ہے ہنشا اعتراض میاں بیوی کے معاملات میں ناجائز دخل دینا ہے۔

س ۱۱۵: حضور پر الزام ہے کہ نعوذ باللہ آپ دوران حیض مباشرت کرتے تھے؟

ج: یہ بد فہمی ہے عربی میں لفظ مباشرت جماع کے لیے نہیں بولا جاتا۔ جیسے اردو میں

مباشرت جماع کے ہم معنی ہے۔ بیابشر لبشرہ سے بنا ہے۔ یعنی بدن کا بدن سے

بلا پردہ ملانا، تو مسئلہ یہ ہے کہ حالت حیض میں ناف تا زانو آگاہیچہا نہ دیکھنا جائز ہے نہ بدن

سے چھونا، ہاتھ لگانا وغیرہ۔ مگر باقی بدن سے بدن ملانا یا دیکھنا ہاتھ لگانا درست ہے۔

ام المؤمنینؓ نے یہ مسئلہ بتایا ہے اور شیعہ معترض نے پرویزیوں کی طرح حدیث میں کیڑے

نکالے ہیں۔ حالانکہ حدیث میں صاف مذکور ہے: وکان یا مبرنی فاتزر مجھے حکم دیتے

تھے تو میں چادر کس کر باندھ لیتی پھر آپ مجھ سے (معاذ کر کے) بدن ملاتے۔ ہمیں تو جواب

لکھنے میں بھی حیا دامن گیر ہے مگر بے حیا شیعہ سائل عرم نبوی کی نماں خانہ زندگی کو تا کث

جھانکتا اور ملعون حرکت کر رہا ہے۔

س ۱۱۶: بخاری ص ۳۲ پر ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں

خوشبو لگاتے اور ازواج کا دورہ فرماتے تھے کیا یہ بے حرمتی اور خلاف قرآن نہیں؟

ج: جب حیار نہ رہے تو جھوٹ اور بدویانہ عادت بن جاتی ہے بخاری ص ۱۱۶ پر حدیث

یوں ہے:

كنت اطيب رسول الله صلى الله عليه وسلم في طوف على نساءه ثم يصبح

آپ بیویوں کا دورہ کرتے پھر صبح کو احرام

محرم ما ينضح طيبًا۔ باندھتے تو خوشبو مہکتی ہوتی۔

یہ خوشبو و طواف بر سار احرام باندھنے سے قبل ہے جس میں بے حرمتی اور قرآن کی

خلاف ورزی ہرگز نہیں۔ احرام کے بعد پہلی خوشبو کا اثر رہ بھی جائے تو کوئی عرصہ نہیں۔ یہی

مسئلہ مائی صاحبہ نے اپنے بھائی ابن عمرؓ کو سمجھایا۔

س ۱۱۷: حالت حیض میں ازواج سے کنگھی لگواتے تھے۔ کیا یہ گستاخی نہیں؟

ج: حائفہ کے ہاتھ حسی نجاست سے تو پلید نہیں ہوتے کہ کنگھی لگانا بھی ممنوع ہو۔

س ۱۱۸: حضور کسی کے پیر پر سجدہ فرماتے تھے۔ کیا یہ جائز ہے؟

ج: رش اور جگہ کی تنگی کی صورت میں کسی کی پشت پر بھی سجدہ جائز ہے۔ بالا واقعہ تہجد کی نماز کا ہے کہ مکان اور حجرہ تو کافی تنگ تھا اور چراغ بھی نہ ہوتا تھا تو سونے ہوئے افراد خانہ میں سے کسی کے پاؤں کے ساتھ سر کبھی لگا ہو گا۔ جسے بد طینت شیعہ نے پاؤں پر سجدہ بنا ڈالا ورنہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ کی سمت میرے پاؤں ہوتے تھے جب آپ سجدہ کرتے تو مجھے انگلی سے دباتے، میں پاؤں کھینچ لیتی۔ جب آپ کھڑے ہو جاتے تو پاؤں دراز کر دیتی تھی۔ فرماتی ہیں گھروں میں ان دنوں چراغ نہ جلتے تھے“ (بخاری ص ۱۱۷ عربی) مکان کی تنگی اور اندھیرے ایسی صورت حال پیش آنے پر اعتراض خبیث باطنی کی دلیل ہے۔

س ۱۱۹: صحیحین میں ہے ایک بی بی آپ کے سامنے جنازہ کی مانند پڑی رہتی تھیں؟
ج: وہ بالا واقعہ ہے کہ جگہ کی تنگی کی وجہ سے حضور ایسی جگہ مصلیٰ بچھاتے جہاں سامنے بیوی سوئی ہوتی تھی۔ تہجد خوانوں کو گھروں میں اب بھی ایسی صورت درپیش آتی ہے کہ سامنے سونے والے کی چار پائی ہے اس پر اعتراض کیوں؟ اگر یہ خیال ہو کہ ام المؤمنین کو حالت نماز میں اٹھ جانا چاہیے تھا تو وضاحت یہ ہے کہ آپ بسا اوقات ساری رات، اکثر رات، آدھی رات جاگ کر نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ مقام نبوت و عبدیت تھا تو مائی صاحبہ ساری رات کیسے جاگتی اور بیٹھی رہتیں؟ تو یہ ان پر تنگی ہوتی۔ اللہ تنگی کو پسند نہیں فرماتا۔

س ۱۲۰: صحیح مسلم میں ہے کہ ایک صحابی کو غسل کا مسئلہ بتلاتے وقت ”بی بی عائشہ صدیقہ کے ساتھ غلوت کا مخصوص عمل کر کے دکھلایا“ کیا ایسی نازیبا حرکت نبی خلق عظیم سے متوقع ہے؟
ج: پاک پیغمبر پر بتان تراشوں پر بارہ اماموں کی لعنت ہو۔ یہ تو راجحال ہند سے بھی بکواس بازی میں بڑھ گیا۔ حدیث شریف میں تو یہ لفظ ہیں کہ حضور نے ایک بیوی کی طرف ذہنی اشارہ کر کے فرمایا کہ ہم نے ایسا کام کیا تو غسل کیا۔ (فعلنا ہا مع ہذا) کیا اس کا ترجمہ یہ ہے کہ غلوت کا مخصوص عمل کر کے دکھلایا۔ (معاذ اللہ)

س ۱۲۱: بخاری کے مطابق حضور کو چھینٹوں سے بچنے کی پروا نہ تھی کیوں؟

ج: یہ مجہول اور گمراہ کن سوال ہے تبھی تو غائن سائل الفاظ نقل نہیں کرتا۔ کیا اپنے

پیشاب کی چھینٹوں سے حضور نہ بچتے تھے؟ یہ بتان ہے، ایسی کوئی حدیث نہیں ہے۔ بلکہ آپ نے قبر میں عذاب پانے والے دو شخصوں کے متعلق فرمایا: ”ایک پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچتا تھا، دوسرا جھلی کھاتا تھا“ کیا آپ نے ایک دفعہ عذر اور مجبوری سے ایک ڈھیر پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا؟ تو اس میں اپنے اوپر چھینٹے پڑنے کا کوئی ذکر نہیں کیا ایک بچے نے آپ پر پیشاب کر دیا؟ تو آپ نے اسے پانی سے دھویا۔ ایک شیر خوار بچے نے گود میں پیشاب کر دیا؟ تو آپ نے پانی سے تر کر دیا مستقل دھویا نہیں۔

اس باب کی جتنی حدیثیں طاعن کو چبھ سکتی ہیں ہم نے سب نقل کر دی ہیں۔ کسی میں بھی یمنون نہیں ہے کہ رسول پاک کو معاذ اللہ پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے کی پروا نہ تھی“ فلعنہ اللہ علی الکذبین

س ۱۲۲: آپ کے مذہب میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام پاکیزہ نہیں، گنہگار ہیں؟
ج: جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

س ۱۲۳: شبلی نعمانی نے حضور کی زندگی دو حصوں میں تقسیم کی ہے۔ نبوی، غیر نبوی ہمیں کس کوٹی سے معلوم ہو گا کہ یہ فعل رسول بحیثیت نبی ہے، یہ بحیثیت غیر نبی؟

ج: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمہ وقت نبی ہیں۔ نبوت آپ سے کسی لمحہ جدا نہیں ہوتی لہذا جو کام آپ کرتے ہیں اس میں آپ معصوم ہیں۔ خدا کی مرضی کے مطابق کرتے ہیں البتہ آپ کے روزمرہ کے اعمال دو قسم ہیں یا تو قرآن پاک اور وحی خفی سنانے، تشریح کرنے اور ان پر عمل کرنے سے متعلق ہیں۔ یہ شعبہ تبلیغ سے تعلق رکھتے ہیں: ”مَا اتَّكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا“ (پاک، حشر) ”جو حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیں مان لو، جس کام سے روکیں رک جاؤ“ اور اطیعوا الرسول کے تحت ان کی اتباع واجب و فرض ہے۔ انکار کرنے والا مسلمان ہی نہیں رہتا۔ کچھ باتیں وہ ہیں جو دنیا کے احوال، تجربہ یا عادات سے وابستہ ہیں جیسے مدینہ طیبہ میں تشریف آوری پر آپ نے لوگوں سے کہا کہ کھجوروں کی پیوند کاری نہ کیا کرو، خدا نے جو پھل دینا ہے اس کے بغیر بھی دے دے گا۔ صحابہ نے اس سال پیوند نہ لگایا تو فصل تھوڑا ہوا اور معیشت پر اثر

پڑا تب آپ نے یہ فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ إِذَا أَمَرْتُكُمْ
بِشَيْءٍ مِنْ أَمْرِ دِينِكُمْ فَخُذُوهُ
وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ رَأْيٍ فَإِنَّمَا
أَنَا بَشَرٌ (مسلم مشکوٰۃ ص ۲۸)

علیٰ ہذا القیاس آپ نے بعض پھلوں اور سبزلیوں کو زیادہ پسند فرمایا، بعض کو کم پسند کیا کبھی ننگی چارپائی اور چٹائی پر لیٹے، کبھی بستر پر، اسی طرح بعض جانوروں پر سواری فرمائی۔ یہ عادات و مزاج سے والبتہ امور بھی سنت اور برحق ہیں ان میں عیب نکالنا خطرہ ایمان ہے مگر ان کی اتباع مسلمانوں پر فرض یا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب یا سنت مؤکدہ ہے۔ علامہ شبلیؒ نے یہی مسئلہ بتایا ہے۔ جسے بات کا بتنگڑ بنایا گیا۔ موقع و محل اور قول و ذوق خود بتا دے گا کہ یہ دینی امر واجب ہے یا بحیثیت نیک انسان ایک دنیوی غیر واجب عمل ہے۔

س ۱۲۲ تا ۱۲۶: بھی اسی تشریح سے حل ہو گئے کہ عادی امور دنیوی میں اتباع فرض و واجب نہیں۔ تو ان کے نہ کرنے سے انکار نبوت بھی نہیں اور مخالفت رسولؐ بھی نہیں۔ البتہ ان امور میں عیب نکالنا کفر یا زندقہ ہوگا۔ اب اگر بعد از نماز ظہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا اور کسی مسلمان نے اس وقت آرام نہ کیا کام میں لگا رہا تو اس پر یہ ظالمانہ فتویٰ نہ لگے لگا کہ اس نے نبیؐ کی سنت آرام ترک کر کے نبوت کا انکار کر دیا۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

س ۱۲۷: سنی مذہب کا رسول فاطمی و گنہگار ہے؟

ج: گناہ کا الزام بہتان محض ہے کسی دنیوی بات میں بھول چوک غیر اختیاری اور مجباجیز ہے۔

س ۱۲۸: فرمائیے آپ کے خیال میں حضورؐ سہواً گناہ کرتے تھے یا قصداً؟

ج: گناہ قصد و ارادہ سے ہوتا ہے نبیؐ اس سے معصوم ہے اور سہواً گناہ نہیں۔

س ۱۲۹: نسیان رسولؐ وحی کے بارے میں تسلیم کیا جائے تو کتاب اللہ پر اعتماد نہ رہا۔

ج: قرآن اور وحی کی تعلیم و تبلیغ میں ہم نسیان کے قائل نہیں باقی باتوں میں احیاناً امکان عقلی ہے مگر وہ سنی شیعہ کا متفقہ مسئلہ ہے۔ ملاحظہ ہو ”ہم سنی کیوں ہیں؟“ ص ۲۹، ۳۰ اور بحوالہ ذوق کافی وغیرہ، دراصل تعلیم امت کے لیے تکوینی طور پر خدا نے آپؐ کو بھلا دیا۔

س ۱۳۰: کیا ابوہریرہؓ حافظ میں حضورؐ سے بڑھ گئے تھے کہ کوئی بات نہ بھول سکے؟
ج: آپؐ سے دعا کرانے کے بعد بطور کرامت واقعی یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ کوئی حدیث سن کر نہ بھولی مگر باقی باتوں سے ان کے نسیان کی نفی نہیں۔ حضورؐ کا وحی بھولنا ناممکن ہے۔ صرف تبلیغ کردہ کوئی آیت، کسی فکر و پریشانی سے ذہن سے اوجھل ہو جائے اور دوسرے سے سن کر فوراً ذہن میں آجائے تو روایت میں یہی مراد ہے۔

س ۱۳۱: قرآن میں ہے شیطان کا قابو اللہ کے خاص بندوں پر نہ ہوگا حالانکہ صحیحین میں ہے کہ حضورؐ پر شیطان نے قبضہ پالیا؟

ج: بہتان محض ہے۔ حدیث میں یہ ہے کہ ہر بنی آدم کے ساتھ ایک شیطان لگا ہوا ہے میرے ساتھ بھی ہے مگر وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اللہ نے مجھے اس پر قابو دیا ہے فامکنی اللہ منہ۔ دشمن رسولؐ رافضی نے ترجمہ الٹا دیا۔

س ۱۳۲، ۱۳۳: بخاری میں ہے کہ حضورؐ نے ظہر کی پانچ رکعتیں اور چار کے بجائے دو رکعتیں پڑھائیں؟

ج: سہواً ایسا ہوا جو عیب نہیں۔ شیعہ روایات میں بھی اس کی تصریح ہے۔ فروع کافی ص ۳۵۶، الاستبصار ج ۱ باب السہو۔

س ۱۳۴: حضرت موسیٰ و آدم (علیہما السلام) کی ملاقات کہاں ہوئی؟ جس میں موسیٰ علیہ السلام نے ان کو جنت سے نکلوانے کا الزام دیا۔

ج: بروایت ابوہریرہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ مسلم میں بھی ہے۔ شارحین کہتے ہیں کہ یہ عالم الغیب میں روحانی ملاقات تھی عند ربہما۔ اس کی تائید کرتا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جسمانی (مثالی) ہوئی ہو کہ اللہ نے دونوں کو زندہ کیا ہو یا حضرت آدم علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں زندہ کیا ہو اور حظیرۃ القدس میں ملاقات ہوئی ہو جیسے

شب معراج میں ملاقاتیں ثابت ہیں۔ (مرقاۃ ملا علی قاریؒ) اور بزخی جہانگیر کے خلاف نہیں۔
س ۱۳۶، ۱۳۵: کیا آپ حضورؐ کو سحر زدہ مانتے ہیں؟ کیا آپ کی کیفیت یہ ہو گئی تھی کہ
خیال آتا وہ کوئی کام کر رہے ہیں حالانکہ وہ کام نہیں کرتے ہوتے؟

ج: سحر بھی اسباب عادیہ میں سے ہے۔ جیسے آگ جلاتی ہے۔ گرمی، سردی کا آپ
پر اثر ہوتا تھا۔ اسی طرح یہودیوں کے سحر کا بھی اثر ہوا مگر صرف اسی قدر کہ بعض عادیہ باتوں
میں نسیان ہوتا تھا، لیکن امور روحی، تبلیغ احکام اور دینی مشاغل میں ایسا کوئی اثر نہ تھا روایت
میں یہ صراحت ہے۔ اگر آپ کو اہل سنت کی حدیث پر اعتراض ہے تو قرآن پاک کی
”مَعَوَّذَتَيْنِ“ پر غور کیجئے کہ ان میں جن چیزوں کے شر سے پناہ مانگنے کی دعا سکھائی
گئی ہے وہ یہی حسد کی بنا پر سحر کا ٹونہ تھا جو گریں بھونک بھونک کر یہودی عورتوں نے کیا
تھا۔ وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ۔ (گرہوں میں بھونکنے والی عورتوں کے شر
سے بھی میں پناہ مانگتا ہوں۔)

س ۱۳۴: آنحضورؐ غسل فرمانے کے بعد اپنی بی بیؓ سے لپٹ کر کیوں گرم ہوتے تھے؟
ج: صرف یہ مسئلہ اہمیت کو بتایا گیا کہ بعد از غسل بھی لحاف میں ہونا، لپٹنا درست
ہے۔ سائل کا دماغ کتنا خراب ہے کہ بیوی کے ساتھ ان جائز باتوں کو نشانہ طعن بنا کر
اپنے دینی ماں باپ کی کسبکی کر رہا ہے۔ (معاذ اللہ)

س ۱۳۸: بی بی عائشہ صدیقہؓ رسول خداؐ کو اذیت دینے میں کوشاں رہیں۔ (بخاری)
کیا فتویٰ ہے؟

ج: ایسا کوئی لفظ حدیث شریف میں نہیں ہے۔ یہ بہتان ہے۔ بالفرض بیوی کی
کسی بات سے خاوند کو رنج و تکلیف پہنچے تو ضروری نہیں ہے کہ وہ قصد و عمد کے
ساتھ ہو جو باعث اعتراض ہوتا ہے بالفرض ایسا کچھ ہو تو یہ میاں بیوی کے معاملات ہیں
خاوند کا حق ہے کہ جھڑکے، مارے یا علیحدہ کرے، کسی دوسرے کو ان کے معاملات میں
ٹانگ اڑانے اور چہ میگوئیاں کرنے کا کیا حق ہے؟ اگر خاوند نے ایسی کوئی بات نہ کی بلکہ
بدستور اس بیویؓ سے تا عمر بہترین سلوک کیا۔ سب سے زیادہ اسی سے محبت کی وقت

وفات اس کے منہ کا چبایا ہوا مسواک استعمال کیا۔ اسی کی گود میں رفیق اعلیٰ سے وصال فرمایا
اسی کے حجرہ کو آپؐ کا دائمی مسکن اور گنبد خضریٰ بننے کا شرف حاصل ہوا۔ کیا ایسی محبوب
زوجہ پیغمبرؐ اور ماں پر آوازے کئے والا مومن بیٹا ہے؟ اور کیا وہ رسول خداؐ کو تکلیف دے
کر دنیا و آخرت کا ملعون ابدی نہ بن گیا؟

س ۱۳۹: حضرت رسول خداؐ صلی اللہ علیہ وسلم کلاس کے اسی مقام سے پانی پیتے تھے
جہاں ایک بی بیؓ نے پیا ہوتا۔ (مسلم) اس حدیث کو نقل کرنے کا کیا جواز ہے؟
ج: تاکہ معلوم ہو جائے کہ بی بیؓ کا جھوٹا اور لعاب دہن پاک ہے۔ خاوند پی سکتا ہے اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک بی بیؓ سے یہ اظہار محبت یا اس کی تکریم اس لیے کرتے تھے
تاکہ اس جوڑے کے دشمن شیعہ حدود اہم سے دم گھٹ کر مر جائیں۔

س ۱۴۰: صحیح بخاری میں ہے کہ ام المؤمنین زینبؓ وعائشہؓ کا جھگڑا حضورؐ کے سامنے ہوتا تھا؟
ج: یہ حدیث تلاش کے یا وجود عربی نسخہ سے نہیں ملی۔ دو سو کن بیویوں میں بقا ضائع
بشریت اگر ایسی کبھی نوک جھوک ہو گئی تو رسول پاکؐ کو مؤافذہ کا حق ہے نہ کہ ایک فاسق رافضی
کو؟ اس طعن سے ہم نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اپنی محبوب بیویوں کی اس لغزش کو رسول خداؐ نے
تو معاف کر دیا مگر آپؐ کے اہل خانہ کے متعلق طعن و اعتراض کرنے والے شیعہ ایمان
سے محروم ہو گئے۔

س ۱۴۱: حضورؐ نے حضرت عائشہؓ کو لہو و لب یعنی ناچ گانا دکھایا، جو منع ہے؟
ج: مسجد نبویؐ میں اپنے حکم سے جنگ و جہاد کی تربیت اور شوق حبشیوں سے کڑوائی،
خود دیکھی اور پس پردہ مائی صاحبہ کو بھی دکھائی، اسے ناچ گانے سے تعبیر کر کے طعن تراشنے
والا لحد ہی ہے۔ مزید تفصیل ”ہم سنی کیوں ہیں؟“ ۲۵ پر دیکھیں۔

س ۱۴۲: حالت رزہ میں حضورؐ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا منہ و زبان چومتے تھے، کیوں؟
ج: حالت رزہ میں بوس و کنار درست ہے جب تک جماع کا خطرہ نہ ہو ورنہ مکروہ
یا حرام ہے۔ اور یہی فعل پیغمبرؐ دلیل ہے۔ زبان چوسنے سے مراد یہ ہے کہ لعاب دہن نہیں
چوستے (نکلتے) تھے جو رزہ توڑ دیتی ہے۔ فقہ جعفریہ فرماتی ہے: ”جو رزہ دار منی نکالنے کے

ارادے کے بغیر بیوی کو پیار کرے یا لپٹے چمٹے اور اسے بھروسہ ہو کہ منی نہ نکلے گی تو اس کا روزہ صحیح ہے اگرچہ اتفاقاً منی نکل آئے۔ (توضیح المسائل ص ۱۷۱) حالانکہ اہل سنت کے ہاں منی نکلنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ان باتوں کو جو فقہی مسائل بتانے کے لیے محدثین نے اپنے اپنے مقام پر ذکر کی ہیں۔ نشانہ طعن بنانے والا یا اپنی بیویوں کے ساتھ جائز معاملات کو بے حیائی کے انداز میں اچھالنے والا کیا پاکیزہ ذہن والا اور عفت محروم ہو سکتا ہے؟

س ۱۲۳: کیا حضور و ستر خان پر بی بی عائشہ کے منہ والی ہڈی چوستے اور اسی جگہ سے پانی پیتے جہاں سے بی بی نے پیا ہوتا۔ جب کہ وہ حالت حیض میں ہوتیں؟ کیا یہ باتیں اخلاقی مضابطہ کے خلاف نہیں؟

ج: عائشہ بی بی کا منہ ہاتھ پاک ہوتے ہیں۔ ہڈی کو دانت لگانے اور پانی پینے سے ہڈی اور پیالہ ناپاک نہیں ہو جاتا۔ یہی مسئلہ سمجھانے کے لیے حدیث بیان کی گئی ہے اگر مسئلے کا بیان مضابطہ اخلاق کے خلاف ہے تو کیا فعل پیغمبرؐ، جو بالاتفاق جائز ہی تھا، کا مذاق اڑانا صریح بے ایمانی نہیں ہے؟

س ۱۲۴: نماز تہجد میں حضرت عائشہؓ کا حضورؐ کی سمت لیٹا ہونا؟
ج: یہی بات س ۱۱۸، ۱۱۹ میں تھی مفصل جواب دیکھ لیجئے۔
س ۱۲۵: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچ ڈالیں تو آپ نماز پڑھتے؟

ج: گاڑھی خشک منی، ناک کی آلائش کی طرح، جب کپڑے سے کھرچ دی گئی تو ناپاک کے سبب اجزاء دور ہو جانے سے کپڑا پاک ہو گیا اور نماز پڑھنا درست ہوا۔ شیعہ مسئلہ بھی یہی ہے؟ پس اگر کپڑے وغیرہ سے خون کو دور کر کے پاک کیا جائے، لیکن خون کا رنگ یا بو باقی رہ جائے تو وہ کپڑا پاک ہے۔ (توضیح المسائل ص ۲۲)

س ۱۲۶، ۱۲۷: ابوسلمہؒ کو غسل کا مسئلہ بی بی عائشہؓ نے غسل کر کے بتایا۔ زبان سے کیوں نہ بتایا؟ اس نے کسی مرد سے کیوں نہ پوچھا؟

ج: یہ ابوسلمہؒ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رضاعی بھانجے ہیں اور مسئلہ

پوچھنے میں حضرت عائشہؓ کے رضاعی بھائی عبداللہ بن بزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ساتھ تھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بڑے برتن میں پانی منگوایا، پردہ لٹکایا اور سر پر پانی ڈال کر غسل کیا۔ (بخاری، مسلم، کتاب الغسل)

اپنے محرم اگر خالیا بہن سے مسئلہ غسل پوچھ لیں تو یہ کوئی عیب نہیں۔ اگر وہ بار پردہ غسل کریں اور پھر بتائیں تو کیا اعتراض کی بات ہے؟

لیکن شیعہ سائل تو بے حیا ہو کر غسل و طہارت میں ایسے مطاعن کرنے سے اپنی زبان و دل کو ناپاک کر رہا ہے۔ حدیث میں لفظ ”حجاب“ ہے اس کا ترجمہ ”باریک سا پردہ“ کرنا کیسے سائل کی بد باطنی نہیں ہے؟

س ۱۲۸: حضرت عائشہؓ کے بستر پر حضورؐ کو وحی آتی باقی ازواج سے روح الامیں کو کیا عداوت تھی؟

ج: خدا سے پوچھئے کہ اس وقت جبریل امینؑ کو کیوں بھیجتا تھا؟ اور جبریل امینؑ سے لڑائی کیجئے کہ وہ شیعہ کی دشمن ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بستر میں لیٹے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیوں وحی اتارتا تھا؟

آخر یہودیوں کو جبریلؑ سے نبص قرآن دشمنی ہے تو ابن سیأیودی کی اولاد کو کیوں ہو؟ شیعہ کی اعلام خصال صدقؑ میں ہے اکثر علماء اسلام کہتے ہیں کہ تشیع کی بنیاد داؤد و ابیہزی بن سبائے کی

س ۱۲۹: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ خاص مجازہ معاملات کو بے حیائی سے موضوع سخن بنانا، محمد شاہ رنگیلا کو بھی شرمانے والا، مشتاق ننگ و عار راضی مکار اس سوال میں پھر گزری ہوئی سب باتوں کا اعادہ کرتا ہے اور نئی بات یہ بتاتا ہے کہ ایک برتن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیوی کے ساتھ کیوں نہاتے تھے؟ اور بیوی کی چادر باندھ کر نماز کیوں پڑھ لیتے تھے؟ ایسے بے حیا خردماغوں کے متعلق خدا نے ہم کو یہ تعلیم دی ہے: **وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا** (جواب جاہلان خاموشی)۔

س ۱۳۰: کیا یہ التفات کسی اور زوجہ کے لیے بھی تھے؟

ج : زوجہ کی حیثیت سے ہر بیوی کے ساتھ ایسے التفات ہو سکتے ہیں اور کسی کے لیے زیادہ بھی۔ مگر حلت و حرمت یا پاکی پلیدی کے مسائل معلوم کرنے کی غرض کے علاوہ ماوشما کو ان مخصوص باتوں کی تلاش یا تنگی شہرت کی بھی ضرورت ہے؟ کیا آپ نے اپنے ماں باپ کے ان جنسی معاملات میں بھی تجسس کر کے ٹوہ لگائی اور صلابی بیٹا ہونے کا حق ادا کیا؟ اگر نہیں تو کیا اس مذہب مقصد کے لیے آپ کو حضرت رسول خدا اور ائمہ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی ملیں؟ کیا اس سے بھی بڑھ کر اخبث اور کینہ ترین کوئی انسان ہوگا؟ کیا اللہ تعالیٰ کا یہ رجز و استفہام تم جیسے منافقوں کے لیے نہیں ہے:

قُلْ اِنَّ لِلّٰهِ وَاٰيَاتِهِ وَرَسُوْلَهُ كُنْتُمْ تُسْتَهْزِئُوْنَ (پہلے ۱۲)

کیا تم خدا، اس کی آیات اور اس کے رسول سے مذاق کرتے تھے؟

اگر ہم اسی نگاہ خیانت سے کتب شیعہ میں ائمہ اور ان کی بیویوں کے واقعات تلاش کریں تو اس سے زیادہ ملیں گے اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے محارم کے ساتھ بھی مثلاً یہ روایت کہ ”جب تک جناب سیدہ کو پیار نہ کر لیتے نہ سوتے تھے اور اپنا روئے مبارک سینہ سیدہ فاطمہ پر رکھتے ... الخ“ (جلال العمیون ص ۱۵۶)۔ لیکن شیعوں کی سی کینگی سے خدا نے ہم کو میرا کیا ہے۔ مگر لیکن زمر دم نیاید سگی

خلیفہ نامزد نہ کرنے کی حکمت

س ۱۵۱: کیا رسول خدا نے صلی اللہ علیہ وسلم کو مقرر کیا یا نہیں؟

ج : اشارات اور انفارمیشن لائن کے تحت کیا۔ مثلاً یہ فرمان: ”میں چاہتا ہوں کہ کسی کو خلیفہ مقرر کر جاؤں تاکہ اور کوئی تمنا نہ کر سکے۔ لیکن ضرورت نہیں سمجھتا کیونکہ اللہ اور المؤمنین ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کسی کو نہیں بنائیں گے“ (بخاری ص ۸۵۶) پھر اسی لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے مصلیٰ کا خلیفہ وصی اور وارث بنا دیا۔ تاکہ لوگ خلافت کبریٰ پر اس عمل سے استدلال کریں۔ عام تلقین یہ کہ ”میرے بعد ابوبکر“ عمرؓ کی پیروی کرنا“ (ترمذی)۔ ایک خاتون کے سوال کے جواب میں کہا: ”اگر تو مسئلہ پوچھنے

آئے اور مجھے نہ پائے تو ابوبکرؓ کے پاس آکر پوچھنا“ (بخاری ص ۸۵۶) مگر صراحتہ نامزدگی اور تقرری نہیں کی۔ تاکہ عوام کا حق انتخاب ختم نہ ہو جائے۔ جو اُمّہم شُورٰی بَیِّنَہُمْ (ان کے اہم معاملات باہمی مشورہ اور رائے سے ہوں گے) تحت خدا نے تاقیامت ان کو دیا ہے۔

یہاں سے اس مشورہ عام اعتراض و مغالطہ کا بھی رد ہو جاتا ہے جو کہ وہ شیعہ کرتے رہتے ہیں کہ ”رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عارضی طور پر کچھ دن کے لیے کسی مہم پر دین سے جاتے تو اپنا نائب جانشین بنا جاتے۔ جب سب بڑے سفر آخرت پر گئے تو کسی کو خلیفہ کیوں نہ بنایا؟ تو جواب یہ ہے کہ عارضی غیر موجودگی میں واپسی یقینی تھی تو خلیفہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جواب دہ تھا۔ آپ اس سے مواخذہ کر سکتے تھے۔ رحلت کے بعد جب آپ کی واپسی اور مواخذہ کرنے کا احتمال نہ رہا تو قوی امکان تھا کہ خلیفہ ڈکٹیٹر بن جائے اور خود کو کسی کے سامنے جواب دہ اور ذمہ دار نہ سمجھے اور کہتا رہے کہ میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بنایا ہوا ہوں، تمہارا منتخب یا نمائندہ نہیں تم مجھ سے باز پرس کا کیا حق رکھتے ہو؟ تو اس تصور سے سیاسی و اجتماعی معاملات درہم برہم ہو جاتے۔ اسی لیے صراحتہ نامزدگی و تقرری نہ کی تاکہ عوام (مہاجرین و انصار) مزاح شنا سان رسولؐ اپنے میں سے سب افضل کو منتخب کریں اور باز پرس کر سکیں اور وہ بھی اپنے آپ کو عوام کے سامنے جواب دہ سمجھے۔ جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلی تقریر خلافت میں فرمایا:

”لوگو! میں تمہارا حاکم بنایا گیا ہوں (ابھی تک اپنے خیال میں) تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر سیدھا چلوں تو تعاون کرو۔ اگر غلطی کروں تو مجھے درست راہ پر لگا دو“

س ۱۵۲: اگر کیا تو کسے اور اگر نہیں کیا تو غلطی کی یا ٹھیک کیا؟

ج : نص خفی اور اپنے عمل ترغیبی سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام و جانشین مقرر کیا اور صراحتہ تقرری نہ کر کے غلطی نہیں کی۔ ٹھیک کیا، کیونکہ عوام کو قرآنی حق شوریٰ استعمال کرنے کا موقع دیا۔

س ۱۵۳: سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت ابوبکرؓ کے لیے جو کچھ ہوا وہ برا ہوا یا اچھا؟

س ۱۵۴: اس کی ایک حکمت یہ ہے کہ خدا نے ابوبکرؓ کو اپنا جانشین بنانا چاہا تو ناموں کے بجائے آیت اختلاف و تمکین میں علامات و صفات بنا کر وعدہ خلافت فرمایا اور ان کا انتخاب کرنا اور اپنا نامزدگی کا کام افتقاء النفس سے لیا۔

ج: اچھا ہی ہوا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و رغبت سے صحابہ نے ایک اچھائی پر عمل کیا جو قصداً آپ ان کے کرنے کے لیے چھوڑ گئے تھے اور یہ خلاف شرع کام نہ تھا۔

س ۱۵۴: بی بی عائشہؓ کے قول کے مطابق جن دس آیات کو بکری کھا گئی وہ کیا تھیں؟
ج: ابن ماجہ کی یہ روایت محدثین موضوع بتاتے ہیں اور ایسی ۳۰ روایتیں ابن ماجہ میں موضوع و جعلی ہیں۔ تبھی تو صحاح ستہ میں سے اس کا درجہ سب سے کم ہے۔ اکثر کے لحاظ سے صحیح کہلاتی ہے۔

بالفرض بکری کھا گئی تو حفاظ کے سینوں سے تو نہ مٹ گئی تھیں۔ انا للہ لحفظون کا وعدہ خداوندی اس کی حفاظت کر رہا تھا۔ پھر موجودہ قرآن کی وہ آیات جو بھی ہوں۔ ہمیں جاننا کیا ضروری ہے؟ دو گتوں کے درمیان محفوظ کتاب پر ہمارا ایمان ہونا چاہیے۔ کسی روایت کی آڑ میں شک پیدا کرنا کفر ہی ہے۔

فضائل رالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

س ۱۵۵: آپ کے بقول ۴۰ سال میں حضور کو نبوت ملی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں نبوت کا دعویٰ کیا، تو عیسائی جب حضرت عیسیٰ کو افضل کہیں تو آپ کیا جواب دیتے؟
ج: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا روح اللہ ہونا، ابن مریم ہونا، گوارے میں ہم کلام ہونا اور بچپن میں نبی ہونا اور اب زندہ آسمانوں پر ہونا، جیسی خصوصیات آپ کو جناب امام الانبیاء سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ثابت نہیں کر سکتیں کیونکہ یہ جزوی مخصوص کمالات ہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلی اور ان سے کئی گنا کمالات و خصائص ہیں جو تمام انبیاء افضلیت پر قطعی دلیل ہیں۔ (۱) آپ خاتم النبیین ہیں۔ (۲) امام الانبیاء ہیں۔ (۳) صاحب المعراج و قاب قوسین ہیں۔ (۴) کثیر الہدایت ہیں، لاکھوں افراد مذہب اہل سنت کے مطابق آپ کے ہاتھ پر یمن و ہادی ہوئے اور نبوت کا یہی بڑا کمال ہے۔ جس کے شیعہ منکر ہیں۔ (۵) آپ کی کتاب قرآن تا قیامت محفوظ و قابل عمل رہے گی۔ شیعہ اس کے بھی منکر ہیں۔ (۶) آپ کے

معجزات بعد از وفات بھی قائم و جاری ہیں۔ (۷) آپ شفاعت کبریٰ اور مقام محمود کے مالک ہیں۔ (۸) آپ کی سنت اور مذہب زندگی کے ہر شعبہ میں ہادی و راہنما ہے۔
(۹) ظاہری و باطنی دشمنوں پر غالب رہے۔ (۱۰) سب زمین آپ کے لیے مسجد بنا دی گئی۔ آپ کی امت خیر الامم ہے۔ (۱۱) لو اگر الحمد آپ کے ہاتھ میں ہو گا۔
ان خصائص نبویہ کے شیعہ یا منکر ہیں یا ان میں خیالی اماموں کو معاذ اللہ شریک کرتے ہیں۔

شق صد کا معجزہ

س ۱۵۶: جبریلؑ نے آپ کے مذہب میں حضور کا اپریش کیا جبکہ عیسیٰؑ کا نہ ہوا؟
ج: جب یہ بھی آپ کی خصوصیات میں سے ہے اور ملا باقر علی مجلسی جیسے شیعہ کے خاتم المحدثین بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ ”بچپن میں حضور کے رضاعی بھائیوں (پسرانِ حلیمہ) کا بیان ہے کہ دو شخصوں (جو فرشتے تھے) نے محمدؐ کو پکڑا، پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے۔ ایک نے آپ کو لٹایا، دوسرے نے پیٹ پھاڑ کر آپ کا دل وغیرہ نکالا اور اسے دھوکہ کوئی نورانی چیز بھردی اور پیٹ سی کر چلے گئے۔ محمدؐ سمجھے ہوئے واپس آئے۔“ (حیات القلوب ص ۲۲)
اور یہ کوئی عجیب نہیں۔ سب سے افضل ہستی کے لیے سب سے افضل کھانا ڈالنے کے لیے اعلیٰ ترین برتن کو مزید احتیاط سے دھویا جاتا ہے۔

اور عقلی وجہ یہ ہے کہ آپ کا وجود و سود بھی نورِ بشر سے تھا جو عناصر راجحہ سے مرکب تھا۔ قلب مبارک کو مہبط ملائکہ اور روحانیت و لطافت کا منبع و مرکز بنانے کے لیے حکمت الہی نے یہ چاہا کہ اس عمل سے آپ کے سینہ مبارک کو مٹی اور مٹی کیا جائے۔ چنانچہ بچپن کے شق صد میں بچکانہ لہو و لعب کے خیالات سے آپ کو پاک کیا گیا۔ پھر جوانی کے شق صدر میں ایسے جذبات کی تطہیر کی گئی اور علم و معرفت بھر دیا گیا۔ پھر معراج کے موقع پر حرکت و نور سے آپ کے قلب مبارک کو یوں بھر گیا کہ عالم علوی اور مصدر تجلیات سے مناسبت پیدا ہو گئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ اس مرتبہ و مقام تک نہیں پہنچے انکے ساتھ ایسا نہ کیا گیا۔

س ۱۵۷: ”كنت نبيا وادھر بین الماء والطین“ (میں نبی تھا جب

آدمؑ گائے مٹی کی حالت میں تھے، کتے ہوتے ہوئے آپ چالیس سال بعد کیوں آپ کو نبی مانیں؟
ج : اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میری روح پیدا فرمائی
اور حضرت آدمؑ میں نفع روح سے پہلے میں عند اللہ نبی تھا۔ جیسے ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ
سے روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ نے پوچھا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے لیے
نبوت کب ثابت ہوئی؟ تو آپ نے فرمایا: کہ جب آدمؑ کی روح بدن میں نہ پڑی تھی اور
دوسری روایت میں ہے کہ میں اس وقت سے ہی اللہ کے ہاں خاتم النبیین لکھا ہوا تھا۔
(مشکوٰۃ ص ۱۵۳ باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم) ہاں دنیا میں بالفعل نبوت کا چارج
آپ کو چالیس سال بعد ملا اور تبلیغ و تعلیم کی ذمہ داری اس وقت آپ پر ڈالی گئی۔ قرآن شریف
اسی کو بعثت نبوت کے عنوان سے تعبیر کرتا ہے۔ چند آیات ملاحظہ ہوں:

۱۔ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ
بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ
يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ
(آل عمران پ)

۲۔ قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُمْ عَلَيْكُمْ
وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ
عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ (يونس پ)

۳۔ مَا كُنْتُ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا
الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا
نَهْدِي بِهِ مَن لَّشَاءَ مِنْ
عِبَادِنَا۔ (شوری پ)

۴۔ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ (والضحیٰ پ)

چل کلام یہ ہے کہ آپ چالیس سال بالفعل نبوت سے مبعوث ہوئے اور پہلے صرف عند اللہ نبی تھے۔
لے یہ شیوہ ترجمہ غلط ہے۔ مثال سے مراد تعلیمات کے ناواقف ہے جو آیت بالا سے بیان ہے۔

س ۱۵۸: جب آپ کی صحیحین حضورؐ کے والدین کو ناقابل مغفرت کہتی ہیں تو حضورؐ کو
”شیعہ المذنبین“ کس منہ سے کہہ سکتے ہیں؟

ج : ہمارے ہاں کسی گروہ یا طبقہ کو مومن یا کافر قرآن و حدیث کی تصریحات کی وجہ سے
کہا جاتا ہے محض رشتہ داری یا غیر رشتہ داری ایمان و کفر کی بنیاد نہیں ہے اور عقل سلیم بھی یہی
چاہتی ہے اور خدا نے بار بار اپنی شان یوں بیان فرمائی ہے: يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَمِيتِ
وَيُخْرِجُ الْمَمِيتَ مِنَ الْحَيِّ۔ کہ اللہ زندہ (مومن) کو مردہ (کافر) سے نکالتا ہے اور
مردے کو زندہ سے نکالتا ہے۔ کنعان بن حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ بن
آزر کی مثالیں خود قرآن میں مذکور ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباء و اجداد کے ایمان
وغیرہ کے متعلق قرآن تو خاموش ہے روایات میں تعارض ہے اس لیے ہم اہل سنت اور
علماء دیوبند تو خاموشی کو بہتر جانتے ہیں اور نہ اس کی ہم سے پوچھ کچھ ہوگی۔ اگر بخاری و مسلم جیسے
علماء محدثین نفی ایمان کے قائل ہیں، تو وہ مذکورہ کلیہ قرآنی کے مخالف نہیں۔ اور اگر علامہ سیوطیؒ
جیسے علماء متقدمین بھی ایمان والدین کے یوں قائل نہ تھے کہ وہ اپنے دور میں مسلمان و مومن تھے
بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزہ کے تحت ان کا قبروں سے اٹھنا اور کلمہ شہادتین پڑھ کر
مومن و قابل مغفرت بن جانا تسلیم کرتے ہیں چنانچہ شیعہ کے خاتم المحدثین ملا باقر مجلسی
حیات القلوب ص ۳۵ پر رقم طراز ہیں:

”سنی و شیعہ کی احادیث میں آیا ہے کہ ایک رات حضرت رسولؐ اپنے والد
بزرگوار عبد اللہ کی قبر کے پاس آئے دو رکعت نماز پڑھی پھر باپ کو آواز دی
اچانک قبر کھل گئی۔ حضرت عبد اللہ قبر میں بیٹھے ہوئے پڑھنے لگے اَشْهَدُ
اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ اَنْتَ رَبِّي اللّٰهُ وَرَسُولُهُ۔ پھر والدہ ماجدہ

نے بھی ایسی ہی گواہی دی۔“

اگر یہ روایات معتبر ہیں تو آپ والدین کے لیے شیعہ بن گئے اگر معتبر نہیں تو آپ
اپنی امت کے گنہگاروں کے لیے شیعہ المذنبین ہیں۔ ایسے افراد کے لیے نہیں جن کا
اسلام و ایمان ثابت نہ ہو۔ چنانچہ اللہ پاک نے اپنے قریبی رشتہ داروں کے لیے سفارش و

استغفار سے روک دیا ہے۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا
أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ
كَانُوا أُولَىٰ قُرْبَىٰ (توبہ ۱۱۷)

حضرت نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ جائز
نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے استغفار کریں اگرچہ
وہ ان کے سگے ہوں۔

علماء مفسرین اس آیت کا نزول بھی حضرت ابوطالب وغیرہ کے حق میں کہتے ہیں۔

س ۱۵۹: اگر عبدالمطلب مشرک تھے تو خدا نے ابراہیم کے خلاف انکی مدد کیوں کی؟

ج: بت پرستی کے باوجود قریش کا خصوصاً حضرت عبدالمطلب وغیرہ سرداروں کا
خدا کی ذات پر اعتقاد مضبوط تھا۔ وہ خدا کو اپنا خالق، مالک، رازق، مدبر الامر اور اپنے
بناوٹی، سب خداؤں کا مالک و سردار مانتے تھے اور خدا سے دعائیں مانگتے تھے۔ خصوصاً
دریائی سفر میں دَعَا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَنَا الدِّينَ ”خدا کی پکار“ ان کا خاص نعرہ تھا
شیعہ کی طرح ”یا علی مدد“ کا نعرہ نہ لگاتے تھے اور خدا اسی دعا و پکار کی وجہ سے ان کے
مصائب ٹالتا تھا جیسے ارشاد ہے: قُلْ مَا يَدْعُو بِكُمْ كَلِّ لَوْلَا دُعَاءُكُمْ
”اگر تم خدا کو نہ پکارا کرتے تو وہ تمہاری کچھ پرداہ نہ کرتا“ (تمہیں جلد ہی ہلاک کر دیتا مگر اب ہرم
تکذیب کی وجہ سے عنقریب تم کو تباہ کرے گا۔) تو یہ غیبی امداد کعبۃ اللہ کی حفاظت اور
خدا سے دعا مانگنے کی وجہ سے تھی۔ جو اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ سرداران قریش
بت پرستی اور شرک سے پاک تھے۔ نیز اباہیوں اچھیوں کی تباہی حضور کی بشت اور نذر اسلام کے لیے ابراہیم تھی۔
س ۱۶۰: ابوطالب کے جنازہ پر ان کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
بَسَّزَالِكَ اللّٰهَ خَيْرًا کہا تو مومن ثابت ہوئے؟

ج: ابوطالب کی وفات سنہ نبوت میں ہوئی۔ جنازہ چند سال بعد مدینہ میں
چلا دیا۔ اس لیے یہ کلمات خادم چچا جان کے ہدیہ تشکر اور احسان شناسی کے آئینہ دار ہیں
ایمان کی شہادت نہیں ہیں۔ بہتر بدلہ آپ کی دعا سے یوں ملے گا کہ کلمہ نہ پڑھنے کی
پاداش میں سب سے ہلکا عذاب آنجناب کو ہو گا۔ چنانچہ صحاح اہل سنت میں ہے: ”کہ حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سب دوزخ والوں سے ہلکا عذاب ابوطالب کو ہو گا کہ آگ

کے دو جوتے پہنے گا جن سے اس کا دماغ کھولتا رہے گا“ (معاذ اللہ) مسلم ص ۱۱۵۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ابوطالب آپ کے نگہبان اور مددگار تھے آپ کے لیے لوگوں
پر خفا ہوتے تھے تو کیا اس کا فائدہ اس کو ہو گا تو آپ نے فرمایا ہاں میں نے اسے دوزخ
میں غوطے کھاتے دیکھا تو اسے ٹخنوں تک آگ میں سے نکال لایا۔ (ایضاً)

(یعنی میری خدمات کی وجہ سے اسے یہ ہلکا ترین عذاب ہو گا۔ ورنہ انکار کلمہ کی وجہ
سے دوزخ میں غوطے کھاتا۔)

س ۱۶۱: بخاری آپ کے آثار و اجداد کو جہنمی کہتے ہیں۔ سیوطی خصائص کبریٰ
میں مرفوعاً سفارش کی روایت کرتے ہیں۔ جواب دیجئے دونوں میں سے سچا کون ہے؟
ج: ہم بتا چکے ہیں کہ اس نازک مسئلہ میں حتمی فیصلہ دینے سے ہم خاموش
ہیں۔ شیعہ کے امام اول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ امام بخاری کے ساتھ ہیں جواب
دیجئے کہ آپ نے حضرت علیؑ کا دامن کیوں چھوڑ دیا۔ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
کا رشتہ مانگتے وقت حضور صادق و مصدق سے فرماتے ہیں:

وَاللّٰهُ هَدَانِيْ بَيْكَ وَعَلِيٌّ يَدِيْكَ
وَاسْتَنْقَذَنِيْ مِمَّا كَانَ عَلَيْهِ
اَبَا عِي وَاعْمَامِيْ مِنَ الْحَسِيْرَةِ
اور اللہ نے مجھے آپ کے ذریعے آپ کے
ہاتھوں پر (اسلام و ایمان کی) ہدایت دی
اور اس گمراہی اور شرک سے چھڑا لیا جس
پر میرے باپ دادے اور بچے تھے۔

(كشف الغم لاردبیلی شیعہ ص ۱۱۷، جلاء العیون ص ۱۱۸، منہی الآمال وغیرہ)

ابوطالب کے ایمان و کفر کی تحقیق

س ۱۶۲: حضور کا خطبہ نکاح ابوطالب نے پڑھا۔ اس الفاظ کفر دکھائیں؟

ج: سیرت ابن ہشام عربی میں ہمیں وہ خطبہ نہیں ملا۔ ہاں روض الانف سہیلی
ص ۱۲۲ سے بحوالہ سیرت المصطفیٰ ص ۹۳ سے خطبہ نکاح کے اتنے لفظ ملے ہیں:

اما بعد فان محمداً ممن لا يوازن به
فتى من قرئش الارجح به شرفاً
ونبله وفضله وعقله وان كان
في المال قل فانه خلل زائل
وعار يه مسترعبة وله
في خديجة بنت خويلد رغبة
ولها فيه مثل ذلک۔

محمد وہ ہیں کہ قریش میں جو جوان بھی شرف
اور رفعت اور فضیلت اور عقل میں آپ کے
ساتھ تولا جائے تو آپ ہی بھاری رہیں گے۔
مال میں اگرچہ آپ کم ہیں لیکن مال ایک زائل
ہونے والا سایہ ہے اور واپس کی جانے والی
مانگی ہوئی چیز ہے یہ خدیجہ بنت خویلد کو چاہتے
ہیں اور وہ ان کو چاہتی ہے۔

اس خطبہ میں نہ لاء اللہ کا اقرار ہے نہ حضرت محمد بن عبد اللہ کو رسول
و نبی کہا گیا ہے جو مدار ایمان ہے تو محض خطبہ پڑھنے سے حضرت ابوطالب کو مومن نہ
کہا جائے گا ہاں اس وقت کفر کی بھی صراحت نہیں ہے کیونکہ آپ نے توحید و رسالت
کی ابھی دعوت بھی نہیں دی تھی تو وہ کس چیز کا انکار کر کے کافر کہلاتے جیسے پندرہ سال
بعد بعثت کے وقت کلمہ توحید و رسالت کا انکار کرنے کی وجہ سے بشمول ابوطالب کئی
قریش کافر بنے گئے۔ اس توجیہ حضور کے والدین سے بھی ہم کفر کی نفی کرتے ہیں۔

س ۱۶۳: صحرا میں ابوطالب کو حضور نے پانی پلایا اور حضور سے بیماری میں
ابوطالب نے دعا کرائی، صحت پائی۔ (ابن سعد اصابہ خصائص کبریٰ ص ۱۸۵) کیا یہ مقام
حق الیقین نہیں ہے؟

ج: سب قریش حضور کو امین، صادق، نیک، بزرگ اور مستجاب الدعوات
خدا کا بندہ جانتے تھے اگر ابوطالب نے کلمہ پڑھے بغیر آپ سے دعا کرائی اور چشمہ پھوٹنے
کا معجزہ دیکھا تو اپنی قوم سے انوکھا کام نہیں کیا۔ اس سے حق الیقین کیا نفس ایمان بھی
ثابت نہیں ہوتا۔ اگر دولت ایمان حاصل ہوتی تو طلب کے باوجود اپنی بیٹی ام ہانی کا رشتہ حضور سے کرتے ہبیرہ بن ابی
دھب مخزومی سخت کافر سے نہ کہتے۔ (اصابہ وابن سعد) نیز گھر کا ماحول موندنا ہوتا۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ آپ کے بیٹے جعفر اور
علی جو آپ کی ناداری کی وجہ سے حضرت عباس اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پرورش میں تھے دولت ایمان سے
مشرف ہوئے اور اپنے زیر کفالت طالب اور عقیل کافر سے طالب بدر میں مقتول ہوا عقیل قید ہوا عقیل فتح مکہ پر مسلمان ہوئے۔

جب آغاز اسلام میں مکے والوں پر تکذیب کی وجہ سے قحط سالی کا عذاب آیا
جس کا ذکر پلا ع ۱۲ میں ہے تو سب کفار آپ سے دعائیں کرانے آتے تھے اسی طرح
فتح مکہ سے پہلے ابوسفیان معاہدہ کی تحریر کرانے آیا تھا تو قحط زدہ قوم کے بے دعا کرانے
کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخواست کی تھی۔

س ۱۶۴: ابوطالب نے شعب کی قید سے خلاصی پا کر یہ دعا کی تھی اللہ انصرنا
علی من ظلمنا و قطع رحمنا و استحل ما یحرم علینا۔ کیا منکر خدا ایسی دعا مانگتا ہے؟
ج: ہم بحوالہ قرآن پلا فرقان آخری آیت و سورہ لقمان وغیرہ بتا چکے ہیں کہ سب
کفار قریش خدا کو مانتے اور اس سے دعائیں کرتے تھے تو مشرک و کافر منکر خدا نہیں ہوتا
ہاں خدا کا شریک بنانا اور شرعیت و رسالت کا انکار کرتا ہے۔

س ۱۶۵: کوئی ایسی روایت بتائیں جس میں ابوطالب کی بت پرستی کا ذکر ہو؟
ج: اصول کافی میں جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ ابوطالب کی
مثال اصحاب کہف کی سی ہے۔ جو ایمان کو اپنے دل میں چھپائے ہوئے تھے اور عملاً
شرک کا اظہار کیا کرتے تھے۔ جس کے عوض خدا نے ان کو دوہرا اجر عطا فرمایا تھا۔
(ترجمہ مقبول شیعہ ص ۲۶۹ پ ۲ زیر آیت انک لا تھدی - اللہ)

امام صادق کی اس سچی خبر سے پتہ چلا کہ آنجناب عملاً شرک کا ارتکاب کرتے تھے
اور یہی قریش کا مروجہ بت پرستی والا مذہب تھا۔ بت پرستی کے سوا شرک عملی کی اور کوئی
صورت ہو تو شیعہ ہی بتائیں۔ اس میں اصحاب کہف کی مثال بالکل بے ربط اور غلط ہے کیونکہ
وہ ظاہراً اور باطناً مومن تھے۔ خدا فرماتا ہے: "بے شک وہ ایسے جوان تھے جو اپنے پروردگار
پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا تھا جب کہ وہ کھڑے ہو گئے اور
اور انھوں نے یہ کہہ دیا کہ ہمارا پروردگار تو آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے ہم ہرگز اس کے
سوا کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں گے۔ (اگر ایسا کریں) تو اس صورت میں گویا ہم نے بہت ہی
نامنرا بات کہی۔ ہماری قوم نے تو اس کے سوا بہت سے خدا بنالیے ہیں۔ پھر ان خداؤں
کے متعلق کوئی دلیل کیوں نہیں پیش کرتے پس اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر بہتان

باندھے اور اب جب کہ تم ان سے الگ ہو چکے ہو اور جن چیزوں کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں ان کو چھوڑ چکے ہو تو کسی غار میں چل رہو۔۔۔ الخ (القرآن پکا کھف ع۔ ترجمہ مقبول شیعہ ص ۲۵۲) یہ ایک کھلی تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت ابوطالب نے نہ کلمہ توحید و رسالت پڑھا، نہ اتباع پیغمبر میں اپنی قوم کی بت پرستی کی تردید کی نہ ان سے علیحدہ ہوئے، نہ کافروں نے ان کو اپنے مذہب کا مخالف اور مسلمان سمجھ کر تکلیف و ایذا پہنچائی جیسے انھوں نے آپ کے صاحبزادے جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو ہجرت پر مجبور کر دیا تھا تو وہ اصحاب کھف جیسے کیسے ہوئے۔ یہ ایک بے بنیاد دعویٰ ہے جو شیعوں کے امام کو ہی زیب دیتا ہے۔

س ۱۶۶: ایسی روایت بتائیں جو یہ ثابت کرے کہ فلاں وقت حضرت ابوطالب نے عقیدہ توحید کی مخالفت کی۔ ج: موافقت بھی نہیں کی تبھی تو آپ کا نام عبید بن جراح پر تھا اور بیٹے جعفر نے ہجرت کی۔ سنی و شیعہ کی متفقہ قدیم ترین کتاب "سیرت ابن ہشام" میں ہے:

"اہل علم کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے وقت مکہ کی گھاٹیوں میں چلے جاتے۔ حضرت علی بن ابی طالب، جبکہ دس سال کے لڑکے تھے، اپنے باپ، سب چچوں اور باقی قوم سے چھپ کر آپ کے ساتھ ہو جاتے اور نمازیں پڑھتے، شام کو واپس آتے ایک عرصہ تک جتنا اللہ نے چاہا ایسا کرتے رہے ایک دن ابوطالب کو ان کے نماز پڑھنے کا پتہ چل گیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یہ کون سا دین ہے جس کا پابند میں تم کو دیکھ رہا ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے چچا یہی اللہ کا، اللہ کے فرشتوں کا، اللہ کے پیغمبروں کا اور ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے۔ اوکھا قال صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اللہ نے یہی دین دے کر بندوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اے چچا جن لوگوں کی خیر خواہی کر کے میں ان کو ہدایت کی طرف بلاؤں اور وہ میری بات مانیں اور میری امداد کریں ان سب سے زیادہ اس دین کو ماننے کے آپ حق دار ہیں، تو ابوطالب نے کہا:

ای ابن اخی انی لا استطیع اے بھتیجے میں اپنے باپ دادے کا دین ان افارق دین آباء و ما اور جس چیز بت پرستی، پر وہ تھے اسے کالوا علیہ۔ چھوڑ نہیں سکتا۔

لیکن میری موجودگی میں آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچ پائے گی۔ (سیرت ابن ہشام ص ۲۶۲) ذکر اسلام علیٰ مطبوعہ سیرت ص ۱۳۵۵

اگر ابوطالب مخالف توحید نہ ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ سے چھپنے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر آپ نے صاف طور پر اس توحید و رسالت اور ایمان کو اپنے بیٹے حضرت علیؑ کی طرح قبول کیوں نہ کر لیا اور اپنے باپ دادے کے مذہب پر کاربند رہنے کا اصرار کیوں کیا۔ صرف سربراہ خاندان کی حیثیت سے اتنی حمایت ظاہر کی کہ میری زندگی میں آپ کو تکلیف نہ پہنچے گی۔ ایسی حمایت کتنے شریف غیر مسلم آج بھی اپنے مسلم رشتہ داروں کی کرتے رہتے ہیں جو ان کے ایمان و اسلام کی دلیل نہیں ہو سکتی۔

س ۱۶۷: ایسا واقعہ بتائیں کہ ابوطالب نے غیر اللہ معبودوں کی حمایت و تعریف کی ہو؟

ج: آبار و اجداد کی مذکورہ بالا تصریح جواب کافی ہے کیونکہ بت پرست آبار و اجداد کے مذہب پر اصرار، رسول خدا کی توحید و ہدایت کے بالمقابل، غیر اللہ کی حمایت و تعریف ہی ہے۔

س ۱۶۸: کیا شعب ابی طالب میں ابوطالب نے غیر خداؤں کی عبادت کی؟

ج: اس کے متعلق کتب سیرت میں صراحت ہے: "ابوطالب نے مجبور ہو کر مع خاندان کے شعب ابی طالب میں پناہ لی۔ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب مومن اور کافر سب نے آپ کا ساتھ دیا۔ مسلمانوں نے دین کی وجہ سے اور کافروں نے خاندانی اور نسبی تعلق کی وجہ سے بنو ہاشم میں سے صرف ابولہب قریش کا شریک رہا۔ (سیرت المصطفیٰ ص ۱۳۹، ابن ہشام ص ۱۲۲ طبع قدیم)

پتہ چلا کہ خاندانی لحاظ سے یہ شرکت شعب مؤید ایمان نہیں ہے۔ پھر غیر اللہ کی عبادت کے لیے یہ ضروری نہ تھا کہ بت ہر وقت پاس یا سامنے ہوں ان سے غائبانہ استعانت بھی شرک ہے۔ یہ کافر لوگ شعب میں بھی یقیناً اپنے مذہب پر عمل کرتے ہوں گے اور حضور کے پیچھے ان کے نمازیں پڑھنے کا تو کوئی ثبوت نہیں تو فیصلہ اصل بنیاد پر ہو گا کہ کافر اپنے مذہب پر رہے۔ خواہ بت پرستی کا ذکر نہ ملے اور مسلمان اپنے مذہب پر رہے۔

س ۱۶۹: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر اللہ کا ذبیحہ نہ کھاتے تھے۔ ابوطالب کے دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے معلوم ہوا کہ ابوطالب مشرک نہ تھے۔

ج: ابوطالب کے دسترخوان پر ہمیشہ کھانا کھاتے تھے۔ تاریخ میں ہے کہ جناب عبدالمطلب نے آپ کو اپنے بڑے مالدار صاحبزادے زبیر کے سپرد کیا ان کے ہاں آپ کی پرورش ہوئی جو معاہدہ حلف الفضول (جب حضور کی عمر ۲۳ برس تھی) میں شریک تھے۔ پھر آپ مستقل صاحب روزگار اور تاجر بن گئے اور اپنا کھاتے تھے۔ علاوہ انہیں غیر اللہ کا ذبیحہ ان کے تھانوں اور مخصوص میلوں، عرسوں پر پڑتا تھا۔ حضور نے واقعی ایسا گوشت اور تبرک کبھی نہ کھایا، گھر کا تیار شدہ کھانا ایسا نہ ہوتا تھا یا وہ بازار سے خریدا جاتا یا گھر میں بنام خدا ذبح کر کے تیار کیا جاتا تھا اور یہ تو معلوم ہے کہ اس وقت بھی مشرک ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیتے تھے اور تکبیر پڑھ کر ذبح کرتے تو اس کا کھانا حلال تھا۔ مشرک کے ذبیحہ کی حرمت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنے کے باوجود۔ وہ خالص اسلامی مسئلہ ہے جو بعد میں اسلام نے پیش کیا۔ اس کا اطلاق عہد جاہلیت کے عام ذبیحوں پر نہیں کیا جائے گا۔ جیسے شریعت ابراہیمی کے مطابق نکاح جائز تھے گھروں میں ذبیحے بھی درست تھے۔

نوٹ: ہم نے بادل خواستہ ان دس سوالوں کے جواب میں حضرت ابوطالب کے متعلق شیعہ غلو کی نفی کی ورنہ ہمیں آپ کی ذات سے بغض و کدورت نہیں بلکہ ہم دعویٰ نبوت کے بعد ان کی کفار کے مقابل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حمایت اور طرف داری کا پورا احترام کرتے ہیں اور لفظ حضرت، جناب وغیرہ کے ساتھ ان کا باادب ذکر کرتے ہیں مگر ان کا اسلام قبول نہ کرنا ایک تاریخی حقیقت ہے اور اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے۔

حافظ نور پشٹی لکھتے ہیں کہ ابوطالب کا کفر حد تو اتنا پہنچ چکا ہے۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی سیرت المصطفیٰ ص ۲۲ حاشیہ پر فرماتے ہیں۔ اہل سنت میں ان کے کفر کے متعلق کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ روافض ابوطالب کے ایمان کے قائل ہیں۔ اہل سنت کے مختصر دلائل یہ ہیں :-

۱۔ مسند احمد، بخاری، مسلم اور نسائی میں ہے کہ جب آپ نے ابوطالب کے سامنے مرتے وقت کلمہ پیش کیا کہ ایک مرتبہ پڑھ لو تا کہ تمہاری سفارش کر سکوں۔ اس وقت ابو جہل اور عبد اللہ

بن امیہ نے کہا کیا تم عبدالمطلب کی ملت کو چھوڑتے ہو؟ تو ابوطالب نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے سے انکار کر دیا اور آخری کلمہ علیٰ ملۃ عبدالمطلب کہا۔ بعض روایات میں ہے کہ یوں کہا کہ میں نے آگ کو کلمہ پڑھنے کی شرمندگی پر (دوسا کے سامنے) ترجیح دی۔ پھر حضور تو کمال شفقت سے استغفار کرنے لگے مگر یہ آیت نازل ہونے پر چھوڑ دیا "نبی اور ایمان والوں کے لیے جائز نہیں کہ مشرکین کے لیے استغفار کریں خواہ ان کے رشتہ دار بھی ہوں" (توبہ) اور یہ آیت بھی نازل ہوئی :

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَئِنْ اللَّهُ كَانَ مُنْكَشِرًا (قصص پنا ۹) آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

۲۔ شیعہ تفسیر البرہان ص ۲۲ میں ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے حق میں اُتری۔

۳۔ اور ترجمہ مقبول شیعہ ص ۲۶۹ حاشیہ آیت بالا میں تفسیر قمی کے حوالے سے مذکور ہے: "کہ یہ آیت حضرت ابوطالب عم رسول خدا کی شان میں نازل ہوئی۔ آنحضرت ان سے یہ فرمایا کرتے تھے کہ چچا جان لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہہ دیجئے میں قیامت کے دن اس کے ذریعے آپ کو نفع پہنچاؤں گا اور وہ یہ کہا کرتے تھے کہ پیارے بھتیجے میں اپنی ذاتی حالت سے خوب واقف ہوں"

۴۔ "اہل سنت کی فتح الباری ص ۱۲۱ پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب ابوطالب مر گئے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کا گمراہ چچا مر گیا آپ نے فرمایا، جاؤ دفن کرو۔ میں نے عرض کی وہ تو مشرک مرا ہے۔ آپ نے فرمایا، ہاں دفن کرو۔ یہ حدیث ابو داؤد و نسائی میں ہے۔ حافظ عسقلانی اصابہ میں فرماتے ہیں: ابن خزیمہ نے اس حدیث کو صحیح بتلایا ہے۔ (اصابہ ص ۱۱۱)

۵۔ "مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا" اس مسئلہ پر فقہار نے استدلال موت الی طالب سے کیا ہے کیونکہ ان کے چار بیٹے تھے۔ طالب، عقیل، جعفر و علی۔ ابوطالب کی میراث صرف طالب اور عقیل کو ملی جو باپ کے مذہب (شُرک) پر تھے اور علی و جعفر کو نہیں ملی کہ یہ دونوں مسلمان تھے۔ (المعتمد فی المعتمد)

۶ شیعہ بھی ان کے صرف باطناً مومن ہونے کے قائل ہیں۔ مسلمان ہونے اور کلمہ پڑھنے کے قائل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی کسی روایت سے بھی ان کا کلمہ پڑھنا، خود کو مسلم کہنا یا مومن ہونے کا دعوے دار ہونا ہرگز ثابت نہیں کر سکتے جب اسلام کے لیے اقرار شہادتین شرط ہے اور تہرار از کفار بھی ضروری ہے یہ دونوں باتیں ابوطالب میں نہ پائی گئیں تو ایمان کا دعویٰ بے بنیاد ثابت ہوا پھر شیعہ خدمات رسول کی بنا پر آپ کو مومن نہیں کہتے۔ بلکہ حضرت علیؑ کے باپ ہونے کی وجہ سے کہ امام کا باپ بھی مومن ہوتا ہے اور بعض غالی تو ان کو نبی مانتے ہیں اور بے دھڑک "علیہ السلام" استعمال کرتے ہیں۔ خدا ایسے غلو اور شرک فی النبوت سے بچائے۔

س ۱۴۱: خصائص کبریٰ کے حاشیہ از خلیل ہراس پر یہ روایت ہے: **بَلْ مِنْهُمْ مَنْ هُوَ مُشْرِكٌ قَالُوا وَآبَاءُكَ مِنْ عَبْدِ الْمُطَلِبِ إِلَى اسْمَعِيلِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ**۔ معلوم ہوا کہ ذبیح اللہ بھی آپ کے مذہب میں مشرک تھے؟
ج: بہتان محض ہے۔ پیش کردہ عبارت میں "سب کے سب مشرک تھے" کسی لفظ کا ترجمہ نہیں۔ من تبعیضہ کا استعمال ہے کہ کچھ شرک کرنے والے تھے اور یہ بھی بعثت سے ڈھائی سو سال قبل تک ممکن ہو گا جب سے عمرو بن لُحی نے شام سے بت لا کر خانہ کعبہ میں رکھ دیئے۔ اس کے اثر و رسوخ اور ۱۰۰-۱۰۰ اونٹ روزانہ ذبح کر کے کھلانے کی وجہ سے عام عرب بت پرستی میں مبتلا ہو گئے ورنہ اس سے پہلے عرب و قریش باہم اپنی فطرت اور ملت ابراہیمی پر صحیح العقیدہ تھے۔ حضرت اسمعیلؑ صادق الوعد رسول و نبی تھے کسی کے وہم میں بھی نہیں آسکتا جو کفر یہ بات شیعہ سائل نے اہل سنت پر قہر ڈالی۔
إِلَى كَمَا بَعْدَ - پہلے کے حکم سے خارج ہے جیسے **ثُمَّ اتَمَّوُا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ** (روزہ رات تک پورا کرو) جیسے رات روزہ کے حکم سے خارج ہے۔

س ۱۴۱، ۱۴۲: بھی اسی غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ جس کا ازالہ ہو چکا۔

س ۱۴۳: ورقہ بن نوفل نے اعلان نبوت سے پہلے تصدیق کی۔ ان کو مسلم اول تم کیوں نہیں کہتے؟

ج: جب مسلمان سازی کا کام دعویٰ نبوت کے بعد شروع ہوا تو جن اہل کتاب عالموں یا راہبوں نے آپ کو پہلے دیکھ کر نبی ہونے کی پیشین گوئی کی تھی ان کو مسلم اول و دوم میں نہ گنا جائے گا کیونکہ معرفت کافی نہیں تصدیق مع تبری از دین سابق شرط ایمان ہے۔ بظاہر اہل کتاب سے ثابت نہیں۔
س ۱۴۴: بھی اسی جواب سے حل ہو گیا۔ کہ بیکر کی تصدیق قبل از بعثت تھی۔
س ۱۴۵: امام بخاری نے امام ابو حنیفہ کو خادع المسلمین کہا، کون سچا ہے؟
ج: حدیث وفقہ کے اپنے اپنے فن میں دونوں بزرگ امام اور یکتائے زمانہ ہیں۔ اہل سنت کے اعتقاد میں بڑے بڑے لوگوں میں کسی بات پر غلط فہمی ہو سکتی ہے۔ لہذا یہ معاصرانہ چشمک یا اپنے برابر درجہ والے سے ایک قسم کی تنقید ہوگی جس میں ناقد کو ظاہری اطلاعات ملنے کی وجہ سے معذور تو سمجھا جائے گا۔ مگر دوسرے کے متعلق فی الحقیقت ایسا اعتقاد نہ رکھا جائے گا اور غلط فہمی کا منشاء وہ اطلاعات اور اخبارات ہوتی ہیں جن کا مخالفین پروپیگنڈہ کر کے بڑے بڑے لوگوں کو اہم شخصیات سے بدظن کر دیتے ہیں۔ اس کی مثالیں ہمارے دور میں بھی بکثرت مل سکتی ہیں اس لیے اگر بعض فقہی مسائل میں امام ابو حنیفہؒ سے امام بخاریؒ کو اختلاف تھا تو یہ مطلب نہیں کہ وہ خادع المسلمین تھے ایسے اختلافات خود شیعہ کے معصوم ائمہ، ان کے پیروکاروں اور اصولی و اخباری فقہاء شیعہ میں لاتعداد ہیں۔ مثال کی ضرورت نہیں۔ "عاقِل را اشارہ کافیست"

س ۱۴۶: تاریخ الصغیر میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کو صرف تین حدیثیں حلاق سے ملیں تو ان کی کیسے تقلید کی جائے؟

ج: یہ قول منقطع اور مردود ہے یہ حمیدی سے مروی ہے اور حمیدی نے امام ابو حنیفہؒ کا زمانہ بالکل نہیں پایا۔ لہذا ایسے وہابی قول سے امام اعظمؒ پر طعن نہیں کیا جاسکتا۔ دیکھئے (تانیب الخطیب ص ۱۸۷ للعلامہ الکوثری)

س ۱۴۷: کتاب مذکور کے ص ۱۸ پر ہے کہ سفیان نے ابو حنیفہؒ کو اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والا اور منحوس ترین شخص کہا ہے۔ کیا اس روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے؟

ج: ہرگز نہیں، کیونکہ پہلی کی سند میں نعیم بن حماد کے سوا اور کوئی وضاع راوی نہ

دوسرا تو جہی جواب یہ ہے کہ کذب جیسے جھوٹ بولنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ لغت میں چوک جانے اور غلطی کرنے اور قادر نہ ہونے پر بھی بولا جاتا ہے۔ مصباح اللغات ص ۳۲۷ مادہ کذب میں ہے کذبت العین دھوکہ دینا۔ کذب للرأی غلط ہونا۔ کذب القوم السری لوگ رات کو چلنے پر قادر نہیں ہوئے اور قرآن شریف میں بھی اسی طرح اطلاق ہوا ہے مثلاً قصہ معراج میں ہے۔ ما کذب الفؤاد ما رآی۔ یعنی دل نے جو کچھ دیکھا اس میں چوک اور غلطی نہیں کھائی اور سورت یوسف کے آخر میں ہے:

حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْسَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا۔ (سپ ۶)

انبیاء و مومنین کو سنگین الزام سے بچانے کے لیے یہ ایک توجیہ تفسیر ہے۔ ورنہ کُذِّبُوا تشدید کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے کہ پیغمبروں نے گمان کر لیا کہ قوم کی طرف سے ان کی تکذیب کی گئی اور تیسری توجیہ یہ بھی ہے کہ ظنوا کی ضمیر امت کی راجع ہو یعنی کافر امت نے یہ گمان کیا کہ پیغمبروں کو خدا کی جانب سے جھوٹ کہا گیا۔

الحاصل جیسے آیت میں مقام رسل کو ان توجیہات کے ذریعے بچایا گیا۔ اسی طرح حدیث زیر بحث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کذب کے الزام سے توجیہ کے ذریعے بچایا جائے گا تو حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کبھی بات کرنے میں خطا اور چوک نہیں ہوئی بجز ان تین مواقع کے کہ یہاں ان کو صاف بات کہنے پر قدرت نہ رہی تھی۔ تو تو یہ کیا جو شرعاً جائز ہے۔ بلکہ بعض مواقع میں ضروری ہے۔ لہذا ما عندی اللہ اعلم بالصواب۔ اس تشریح کی روشنی میں نہ حضرت ابراہیم مجرم اور درود سے محرومی کے حق دار بنے، نہ امام بخاری مورد آیت لعنت ہیں یہ دونوں چیزیں سائل شیعہ کو نصیب ہوں جو انبیاء و مومنین کی بدگوئی سے اپنا ایمان برباد کر رہا ہے۔

س ۱۸۱ تا ۱۸۳: امام بخاری و محدثین کے نزدیک آیت "اِنَّكَ لَا تَهْدِي"

ابوطالب کے کفر کی دلیل ہے اور اہل سنت میں مشہور ہے کہ یہ آیت جبریل سے حضرت ابوبکرؓ نے خود سنی تو کیا ابوبکرؓ نے کسی بھی روایت و کتاب میں اس کا شان نزول حضرت ابوطالب سے بیان کیا ہے؟

ج: حضرت ابوبکرؓ کی اعلیت اور قرآن دانی کا تو آپ نے اقرار کر لیا۔ جب شیعہ تفسیروں میں امام جعفر صادق حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ وغیرہ کی زبانی اس آیت کا نزول حضرت ابوطالب کے حق میں ثابت ہو چکا جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے تو ضروری نہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت ہی ہم تک پہنچے تب مانیں۔ پھر شان نزول بیان کرتے کا موقع و محل ہوتا ہے چونکہ صدیق اکبرؓ کے عہد میں ابوطالب کے ایمان کا کوئی قائل نہ تھا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی آیت کا شان نزول بتلانے کی نوبت نہیں آئی۔

س ۱۸۴: حضورؐ کا حضرت عثمانؓ سے فرمانا: اگر میری ستر بیٹیاں ہوتیں اور تیری بیوی فوت ہوتی تو میں تجھے اپنی بیٹی دیتا جاتا، تہذیب حاضرہ کے خلاف ہے؟

ج: روایت کا حوالہ آپ نے نہیں دیا ہم نے بھی سنی نہیں۔ سند اکچہ کہ نہیں سکتے ایسی بات بالفرض کہی جاتی ہے۔ اس میں داماد کے اعلیٰ حسن اخلاق اور بہترین معاشرت کا اعتراف ہے۔ جب بیٹیاں بیکے بعد دیگرے شرعاً دینی درست ہیں تو موجودہ تمدن سے مقابلہ کر کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جائز بات میں کیڑے نکالنا کہاں کی تہذیب شرافت ہے اگر شیعہ روایات کے مطابق حضرت علیؓ خود حضورؐ سے فاطمہؓ کا رشتہ طلب کریں خلاف حیاء نہ ہو تو اگر حضرت عثمانؓ کی دوسری بیوی فوت ہونے پر بالا الفاظ میں حضورؐ اس کی دامادگی کی تعریف کریں تو حیار کے خلاف کیسے بات ہوئی؟ (فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ) س ۱۸۵: شیخینؒ کے گھر آنے پر تو حضورؐ اپنا کپڑا درست نہیں کرتے تھے۔ مگر عثمانؓ کے آنے پر درست کر لیتے اور فرماتے: میں اس سے کیوں حیار نہ کروں جس سے فرشتے حیار کرتے ہیں؟ خسر سے تو حیا نہیں، داماد سے حیا ہے۔ کوئی بے شرم و بے حیا ہی ایسا کرے گا؟

ج: پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بے حیائی اور بے شرمی کا طعن کہنے والے رافضی

دارین میں ایمان اور شرم و حیا سے محروم و دوزخ کا ایندھن ہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ مرد کا اصل ستر ناف تا گھٹنا ہے یہ حصہ کبھی آپ کا ننگا نہیں ہوتا تھا۔ ٹخنوں سے گھٹنوں تک کبھی کھلا ہوتا تو شیخین اُجھاتے ہم عمر اور بار بار آمد پر بے تکلفی کی وجہ سے کسی کی طبیعت پر گرانی نہ ہوتی تھی مگر حضرت عثمانؓ انتہائی شرمیلے تھے وہ اس حالت میں اندر آنے سے بچھکتے تھے مزاج شناس پیغمبرؐ ان کا خاص لحاظ کرتے اور کرتے پہن لیتے یا چادر پنڈلیوں پر سر کا دیتے۔ اب بھی شرفار لوگ اپنے ہم عمروں اور بے تکلف دوستوں سے لباس کے معاملہ میں وہ تکلف و حجاب نہیں کرتے جو اپنے بیٹوں یا دامادوں اور ان جیسی عمر کے نوجوانوں سے کرتے ہیں اس مثال کو آپ یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ اب بھی ستر سے زائد بدن کو چھپانے میں آدمی ماں باپ کے سامنے اتنا تکلف نہیں کرتا جتنا جوان بیٹی یا داماد سے کرنے میں اسے ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ لطف یہ ہے کہ شیعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو پابند لباس بنانے کے لیے شیخینؓ کو حضورؐ کا نسبتی باپ واجب الاحترام اور رشتہ دار بزرگ مان ہے ہیں مگر انہی حضورؐ کے نسبتی باپ اور واجب الاحترام رشتہ داروں کو تبرائے بکھتے وقت ذرا بھی شرم و حیا کا مظاہرہ نہیں کرتے۔

فریقین کی اہل بیتؑ سے روایات

س ۱۸۶: سنی کتب میں ائمہ اہل بیتؑ کی روایات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ کیا خانوادہ رسولؐ کی حدیث معتبر نہیں ہیں؟

ج: بالکل جھوٹ ہے۔ ہمارے یہاں اہل بیتؑ کا اولین مصداق ازواجِ مطہرات ہیں۔ ان سے ہزاروں حدیثیں مروی ہیں۔ تنہا حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ۲۲۱۰ حدیثیں ہم تک پہنچی ہیں شیعہ چونکہ اہل بیتؑ صرف ۴ افراد کو مانتے ہیں۔ تو ان چاروں سے جتنا علم اور روایات نبویؐ ہم اہل سنت نے روایت کی ہیں، شیعہ نے ہرگز نہیں کی ہیں "مسند اہل بیتؑ" ہماری کتب حدیث میں سے ایک کتاب ہے تقریباً دو ہزار حدیثیں صرف اس میں موجود ہیں۔ آپ لوگ حضرت علیؑ کی فضیلت علمی پر جو کچھ بھی استدلال، شرط

سے قطع نظر ناجائز طور پر کرتے ہیں۔ وہ ہماری ہی کتب کے مواد سے کرتے ہیں معلوم ہوا کہ ہم کو حضرت علیؑ یا کسی فرد اہل بیتؑ سے بغض نہیں۔ البتہ ہم دیگر غیر اہل بیتؑ صحابہ رسولؐ کو بھی شاگردانِ رسالت اور دبستانِ نبوت کے تعلیم یافتہ سمجھتے ہیں جو دنیا کے کونے کونے میں پہنچے اور فتوحات و تعلیم و تربیت سے شمع اسلام روشن کی۔ بروجر اور شرق و غرب کو سمیٹنے والا دین صرف چار حضرات کی روایات کا پابند نہیں ہو سکتا۔ اور غیر سے شیعہ ہماری اہل بیتؑ سے مروی روایات کو مانتے ہی نہیں اور خود ہماری بہ نسبت ۴۴ حصہ بھی ان سے روایت نہیں کیا۔ سب بڑا عالم حضرت علیؑ کو مانتے ہیں بھلا اپنی کتب سے آپ کے ایک سو معتبر شاگرد ہی ہمیں بتادیں۔ دو چار صد مرفوع احادیث (عن علیؑ قال قال رسول اللہ... الخ) ہی اپنی کتب راجعہ سے دکھادیں۔ صحیفہ مرتضویٰ "نہج البلاغہ" جو چند مواضع اور ضرب الامثال کے سوا اپنے مخالفین کی بدگوئی اور شکایات سے لبریز ہے، سے ہی ایک سو مرفوع احادیث نبویہ بروایت علی المرتضیٰؑ دکھادیں۔ چلیے ۲۰-۴۰ کے مبارک عدد میں حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی روایت کردہ احادیث نبویہ دکھادیں۔ دیدہ باید۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

لے دے کر شیعوں کے پاس ۹۵ ہر احادیث جعفری و باقری ہیں نبوی نہیں اور جو ۵ ہر منسوب الی الرسولؐ ہیں وہ بھی مُرسل، منقطع اور ضعیف ہیں کیونکہ حضرت جعفر و باقرؑ نے آنحضورؐ اور اہل بیتؑ صحابہؓ کو بھی نہیں دیکھا۔ پھر شیعہ ان اماموں کو حلال و حرام میں مختار عالم لدنی اور مقرر ضلالت مانتے ہیں تو مطلب یہ ہوا کہ احادیث جعفری و باقری سے شریعت محمدیہؐ کو منسوخ یا باطل تو کیا جاسکتا ہے مگر شریعت محمدیہؐ ان سے ہرگز ثابت نہیں کی جاسکتی یہی وجہ ہے کہ شیعہ تمام اصول و فروع میں اور کلمہ طیبہ پڑھنے سے دفن ہونے تک تقریباً ہر بات میں ملت محمدیہؐ اور تلامذہ نبوتؐ سے جدا مذہب رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو فخریہ "ملت جعفریہ" کہتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

حیات فاطمہ میں حضرت علیؑ کا دوسری شادی کا پروگرام

س ۱۸۷: کیا حضورؐ آپ کے نزدیک کتاب و سنت کے خلاف کسی اُمتی کو مجبور کر سکتے ہیں؟

ج: سنت آپؐ ہی کے عمل کا نام ہے آپ ایک حاکم یا طبیب کی طرح سابق امر کے خلاف حکم دے سکتے ہیں۔ یا عام قانون کے برعکس کسی کو شخصی حکم یا مشورہ دے سکتے ہیں۔ (یہاں سائل نے حضرت علیؑ کو اُمتی مان لیا)

س ۱۸۸: اگر کر سکتے ہیں تو ایسا نبی واجب الطاعت نہیں کہ اپنی قانون شکنی کرتا ہے۔

ج: شیعہ کے لیے واجب الطاعت نہ ہو اور شیعہ واقعی قائم الشریعہ صلی اللہ علیہ وسلم کو واجب الطاعت نہیں مانتے۔ تبھی تو ثقلین قرآن و اہل بیت کو مانتے ہیں مگر حضرت علیؑ سمیت تمام صحابہؓ اور مسلمان آپؐ کو واجب الطاعت جانتے ہیں۔

س ۱۸۹: اگر نہیں کر سکتے تو معاذ اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم خود غرض ہوئے کہ دروں کی بیٹیوں پر تین تین سو کنیں جائز ہوں مگر اپنی بیٹی کے لیے شریعت تبدیل کر دیں؟

ج: شیعہ ذہن پر ہزار تعجب و افسوس ہوتا ہے کہ جو چیز سیدہ حضرت فاطمہ الزہراءؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی منقبت اور احترام و راحت پر دلیل ہے۔ اسے رد کر کے اٹا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کر رہا ہے اور حضرت فاطمہؑ کی اتنی تعظیم واقعی اہل سنت کا خاصہ ہے اگر شیعوں کا بس چلتا تو نہ معلوم حضرت علیؑ کے گھر میں کتنی منکوحہ و غیر منکوحہ متعانی عورتیں جمع کر دیتے آخر حُت دار جو ٹھہرے؟

واضح رہے کہ یہ دوسری شادی کا قصہ ہمارا مشہور کردہ نہیں۔ ایک تاریخی حقیقت ہے اور کتب شیعہ سے ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو جلاء العیون منہا۔

اسی موقع پر آپؐ نے فرمایا: "فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس سے اس کو تشویش اور تکلیف ہو اس بات سے مجھے بھی تکلیف و پریشانی ہوتی ہے" جسے شیعہ حضرت

ابوبکرؓ پر استعمال کرتے ہیں اور اس کا شان نزول مہرگز نہیں بتاتے حکم دینے کی وجہ اگلے سوال میں ہے۔
س ۱۹۰: ابو داؤد ج ۲ میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: "فاطمہ مجھ سے ہے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں اس کے دین میں فتنہ نہ آجائے اور فتنہ کو قرآن نے قتل و غارت سے کہا ہے مفصل روشنی ڈالیں۔

ج: یہی روایت حضرت علیؑ کو روکنے کی وجہ اور حکمت بیان فرما رہی ہے کہ میں خدا کے حلالوں کو حرام یا حراموں کو حلال تو نہیں کرتا تاہم میرا مشورہ یہ ہے کہ مجھے فاطمہؑ کے دین پر آزمائش کا خطرہ ہے کہ شیر خدا جیسے خاوند سے ناراض اور بدظن رہے گی دشمن خدا کی بیٹی کو سوکن اور چہیتی دیکھ کر غمگین اور پریشان رہا کرے گی جس سے اس کی عبادت میں خضوع اور لذت جاتی رہے گی۔ خاوند کی خدمت میں کوتاہی کا بھی امکان ہے اور یہ سب چیزیں دین کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ اس لیے اگر علیؑ فاطمہ بنت ابی جہل سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو میری بیٹی کو طلاق دے دے۔ ورنہ میں اجازت نہیں دیتا۔ یعنی اس پر خوش نہیں ہوں" (الحديث) پھر اسی سلسلہ میں بنو امیہ میں سے اپنے داماد والوالعالم بن ربیع زوجہ زینب بنت رسولؐ جو حضرت خدیجہؑ کے بھانجے بھی تھے کی خوب تعریف کی کہ اس نے میری بیٹی کا خوب خیال رکھا۔ جو بات کہی سچ کر دکھائی۔ جو وعدہ کیا پورا کیا۔ میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال تو نہیں کر سکتا۔ لیکن اللہ کی قسم رسول خدا کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی ایک جگہ کبھی جمع نہ ہوں گی" (ابو داؤد ص ۲۸۳)

اس میں کوئی خود غرضی نہیں بلکہ فاطمہؑ کے دین و آرام کا تحفظ ہے اگر وہ خوش ہوتیں تو آپؐ کو یہ خطبہ دینے کی حاجت نہ تھی مگر بقا ضلے بشریت و انسانیت جب فاطمہؑ خوش نہ تھیں تو ان حضورؐ نے حضرت علیؑ کو یہ مشورہ تلقین کیا اور یوں نہ کہا کہ نکاح ثانی تمہارے لیے حرام ہے یہ بالکل جائز معقول اور فطری بات ہے۔ اب بھی سیکڑوں خسران بیٹی پر سوکن دلی رضا سے پسند نہیں کرتے اور نکاح ثانی نہ کرنے کا مشورہ اور مرغیب دیتے ہیں اور یہ کوئی شرعاً و عرفاً معیوب بات نہیں کیونکہ دوسرا نکاح کرنا کوئی فرض تو نہیں ہے کہ نہ کرنے کا مشورہ دینا جرم ہو۔ ہاں یہ عیب و گناہ اس وقت ہو گا جب دوسری شادی

ہو جائے اور والدین پہلی کو خاوند کے گھر نہ بسنے دیں۔ خاوند کی خدمت چھڑوائیں اور سو کن کو اس کے ذریعے تکلیف پہنچائیں۔

س ۱۹۱: پھر دختر ابوسفیان ام حبیبہ فاطمہ کے ساتھ کیسے جمع ہو گئیں؟
ج: بالا تقریر سے یہ بھی حل ہو گیا۔ کیونکہ حضرت ام حبیبہ دختر دشمن خدا ہو کر حضرت فاطمہ کے ساتھ جمع نہ ہوئیں کیونکہ آپ تو حضرت علیؑ کے گھر میں تھیں اور کبھی والد کے گھر آئیں تو سوتیل والدہ کے ساتھ حقوق میں تو کوئی شرکت نہ تھی جو باعث نزاع یا حق تلفی ہوتا۔ لہذا یہ معارضہ بالکل غلط ہے۔

س ۱۹۲: بھی اسی سے حل ہو گیا کہ حضرت فاطمہ کی نازک مزاجی کا یہی تقاضا تھا کہ حضرت علیؑ اگر بخیاں شیعہ معقول و جائز بات پر منشاء رسولؐ کے خلاف عمل کریں تو حضرت فاطمہ کی طرف سے ناراضگی یا کوتاہی کا میدان صاف کر دیا جائے۔ اس میں کوئی توہین رسولؐ اور عداوت علیؑ نہیں ہے بلکہ حضرت فاطمہ کا احترام ہے اور علیؑ کے عشق رسولؐ کا اظہار ہے کہ اپنی خواہش کو منشاء رسولؐ پر قربان کر دیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکیم و دانا ہونے کا بڑا ثبوت ہے۔ وللہ الحمد۔

س ۱۹۳: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معاملہ گھر کی چار دیواری میں کیوں نہ سلجھایا جو شرفار کا قاعدہ ہے؟

ج: ہو سکتا ہے ایسا بھی کیا ہو۔ مگر بمصدق ۵

نہاں کے ماند آں رازے کنر و سازند محفلہا

بات جب مشہور ہو گئی تھی اور بنو مغیرہ رشتہ دینے کی سر توڑ کوشش کر رہے تھے تو خطاب عام سے اپنی ناگواری ظاہر کی تاکہ ان کے بھی حوصلے لپست ہو جائیں۔ چنانچہ ابو داؤد میں یہ الفاظ ہیں کہ ہشام بن مغیرہ کے بیٹے مجھ سے اجازت چاہتے ہیں کہ وہ اپنی بیٹی علی بن ابی طالب کو بیاہ دیں۔ میں تو اجازت نہیں دیتا پھر نہیں دیتا، پھر نہیں دیتا... الخ اور شیخ روایت میں بھی ابن بابویہ نے بسند معتبر روایت کیا ہے... کہ حضور حضرت فاطمہ کو واپس لے آ کر حضرت علیؑ کے پاس مسجد میں آئے اور فرمایا: اے ابوتراب! اٹھو!

تم نے بہت سے آرام کرنے والوں کو بے قرار کیا ہے۔ جاؤ ابو بکر و عمر اور طلحہ رضی اللہ عنہم کو بلا لاؤ۔ چنانچہ حضرت علیؑ ان تینوں کو بلالائے۔ تب حضور نے فرمایا اے علیؑ تم نہیں جانتے کہ فاطمہ میرے بدن کا ٹکڑا ہے اور میں اس سے ہوں۔ جس نے اسے دکھ پہنچایا اس نے مجھے دکھ پہنچایا۔... الخ (حیات القلوب ص ۱۵۱)

شیعہ کا خیال ہے کہ حضرت فاطمہ کو کسی شقی نے یہ خواستگاری دختر ابو جہل کی قسمیہ خبر دی تھی تب وہ روٹھ کر میکے گئیں اور حضور نے خواص کے سامنے یہ خطبہ دیا مگر یہ حقیقت پوشی کی کوشش ہے، گھر کی چار دیواری میں بات سلجھائی تو بھی شیخینؑ اور طلحہ کو بلا کر فرمائی کیونکہ شادی فاطمہ کے ہی گواہ تھے۔

س ۱۹۴، ۱۹۵: اگر دشمن خدا کی بیٹی کو اپنی بیٹی کے ساتھ نہ دیکھ سکتے تھے تو دشمن خدا کے کافر بیٹوں عقبہ اور عتبہ کو اپنا داماد کیوں بنایا؟

ج: یہ بالکل مغالطہ ہے۔ دعویٰ نبوت سے قبل صغیر سنی میں ان بیٹیوں کی نسبت یا عقدا اپنے سگے چچا ابو لہب کے بیٹوں کے ساتھ کر دیا تھا، اور شرفار کے ہاں اتنی بات بھی نکاح کی طرح سچی بات سمجھی جاتی اور دوسری طرف سے انکار گویا طلاق سمجھی جاتی ہے۔ مگر دعویٰ نبوت اور اعلانیہ تبلیغ سے بدقسمت چچا بھڑک اٹھا اور بیٹیوں سے ان رشتوں کا انکار کر دیا جو ابھی تک رخصت ہو کر ان کے گھر گئی بھی نہ تھیں بلکہ نابالغ تھیں تو نہ کافر داماد بنے نہ طبیعت پر گرانی آئی الطیبات للطیبین کے تحت وہ حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آ گئیں۔

حدیث قرن الشیطان کا مصداق

س ۱۹۶: حجرہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جانب سے شیطان کا سینک نکلنے کا کیا مطلب ہے؟

ج: بددیانتی سے شیعہ اس طعن کو بھی خوب اچھالتے ہیں۔ حالانکہ حضرت عائشہ

لے مضمون سے بے ربطی کی بنا پر اسے یہاں لکھا گیا ہے۔

صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ اس وقت مسکن نبوی تھا اب مزار نبوی ہے۔ یہاں شیطان کا سینک ہونا اور اس کا نکلنا ماننا صریح کفر ہے۔ بلکہ اس سے مراد وہ سمت ہے جس طرف حجرہ عائشہؓ تھا اور وہ مشرقی سمت تھی۔ دین اسلام اور مسلمانوں میں پیدا ہونے والے فتنوں کی آپ نے پیشین گوئی فرمائی کہ وہ مشرق سے شیطان کے سینک کی طرح طلوع ہوں گے۔ فرمان رسولؐ بحق ثابت ہوا کہ سب پہلا فتنہ حضرت عثمانؓ کے خلاف ابن سبا یہودی اور مالک اشتر وغیرہ اس کے یاروں کا ہے جو مدینہ سے مشرقی سمت واقع کوفہ سے اٹھا۔ ربیعہ اور مضر کے مکانات اسی سمت میں ہیں۔ پھر فتنہ ابن زیاد کا اٹھا اور امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے۔ پھر مختار ثقفی کا ہے جس نے دعویٰ نبوت کیا اور ۴۰ ہزار سیکنا مسلمان قتل کیے پھر معتزلہ کا بصرہ سے اٹھنا، قرامطہ کا سواد کوفہ سے، فارجیوں کا نروان سے دجال کا اصفہان سے نکلنا مسلمہ بات ہے۔ یہ سب مقامات مدینہ سے مشرقی سمت میں ہیں اور ابن عباسؓ کی روایت سے کتب شیعہ میں صراحت ہے۔ سرکفر کا اس طرف ہے اشارہ مشرق کی طرف کیا۔ جہاں ربیعہ اور مضر میں شیطان کا سینک طلوع ہوگا۔ (از تحفہ ثامن عشریہ ص ۶۹۶)

حضرت علیؓ پر اعتراض

س ۱۹۷: حضرت علیؓ نے تہجد سے انکار کیا۔ رسولؐ کو دکھ پہنچایا۔ ایسا شخص مسلم ہے یا غیر مسلم؟ (بخاری)

ج: اسے کہتے ہیں ”پرائے شگون کی خاطر اپنی ناک کٹوانا“ اب حضرت علیؓ کی فرضی برائیاں ہماری کتب سے نقل کی جا رہی ہیں تاکہ شیعوں کو مناظرہ میں غلبہ ہو حالانکہ ان کو ڈوب مرنا چاہیئے تھا اور یہ دشمن علیؓ سائل روایت نقل کرنے میں اپنے باپ سے خیانت و غداری کرنے میں بھی نہیں چوکا۔ آخر یہ لفظ کس عربی لفظ کا ترجمہ ہیں؟ خدا کی قسم میں ہرگز نماز نہیں پڑھوں گا مگر جو کچھ اللہ نے ہم پر فرض کیا ہے؟ یہ بیتان محض ہے جو بخاری کو بدنام کرنے کی نیت سے حضرت علیؓ پر باندھا گیا۔

روایت کے الفاظ یہ ہیں: کہ امام زہری حضرت زین العابدینؓ سے وہ حسین بن علیؓ

سے وہ علی بن ابی طالب سے خبر دیتے ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور فاطمہ بنت النبیؓ کے پاس آئے اور کہا کیا تم نماز نہیں پڑھا کرتے؟ تو میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نفوس خدا کے ہاتھ میں ہیں پس وہ جب اٹھانا چاہے تو ہمیں اٹھا دیتا ہے۔ الخ

اس میں نہ نماز کے انکار کا ذکر ہے نہ اس سے حضرت علیؓ کے غیر مسلم ہو جانے کا سوال ہے۔ مفہوم صرف یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے حقیقت واقعہ ذکر کی کہ جب خدا اٹھا دیتا ہے تہجد پڑھ لیتے ہیں، انہیں اٹھاتا تو نہیں پڑھتے۔ بجائے فاموشی یا معذرت کے حضور کے طبع سلیم پر یہ فوراً منطقی جواب گراں گزرا۔ تب آپؐ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا پڑھتے ہوئے واپس ہوئے کہ انسان سب سے بڑا دلیل باز ہے۔

یہ حدیث تو سلسلۃ الذہب اہل بیت کی سند سے ہے شیعہ کو مان لینی چاہیئے تھی مگر شیعہ کے ہاں اہل سنت بہر صورت مجرم ہیں خواہ صحابہؓ سے روایت کریں یا اہل بیت سے حقائق بیان کریں۔ (اللَّهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ شَرِّ دُرِّهِمْ)

اس مسئلہ پر کچھ بحث ہم نے تحفہ امامیہ "اور ہم سنی کیوں ہیں؟" میں کر دی ہے۔ یہاں مختصراً انکار قرآن پر متعلق سوالات کے جواب میں چیدہ چیدہ باتیں عرض کی جائیں گی۔

س ۱۹۸: اگر مذہبِ سنیہ مدعی ہے کہ قرآن مجید اصلی ہے تو حدیث متواتر سے ثابت کرے کہ قرآن اصلی ہے۔ حالانکہ بلا شک قرآن مجید اصلی کتاب ہے۔

ج: شیعہ بلا شک کہ کڑھوٹی بات ہی بتاتے ہیں۔ قرآن دازالحد تا والناس تیس پارے) کو شیعہ اگر اصلی کتاب مانتے تو اسے بے اعتبار اور غلط بتانے کے لیے ۱۰۰-۱۰۰ سوالات کیسے گھڑتے اور الفصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب جیسی کتابیں کیوں لکھتے؟ جو ابوالحسن نوری طبرسی ایرانی نے لکھی ہے۔

اہل سنت کی کتب حدیث میں "باب فضائل القرآن"، "باب القرآن" وغیرہ کی وہ سینکڑوں احادیث نبوی جو لفظاً و معنیاً متواتر ہیں۔ یہی بتا رہی ہیں کہ قرآن اصلی ہے نقلی اور جعلی نہیں ہے۔ چند ملاحظہ ہوں:-

۱۔ لوگو! فتنوں کے زمانہ میں قرآن کے ذریعے بچ سکو گے۔ اللہ کی کتاب میں اگلوں اور پچھلوں کی خبریں ہیں۔ تمہارے اختلافات کے فیصلے ہیں۔ حق و باطل کے درمیان فیصل ہے۔ دل لگی اور مزاج کی بات نہیں ہے جو جبار اسے چھوڑے گا، اللہ اسے توڑے گا جو اس کے بغیر ہدایت طلب کرے گا خدا اسے گمراہ کرے گا۔ یہ اللہ کی مضبوط رسی ہے ذکر حکیم ہے اور صراطِ مستقیم ہے۔ الخ۔ (ترمذی، دارمی مشکوٰۃ ص ۱۸۶)

۲۔ حجتہ الوداع کے موقع پر فرمایا: اے لوگو! تمہارے درمیان ایک چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں اس کو مضبوط پکڑو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ خدا کی کتاب ہے پس اسے مضبوط تھام لو۔ (شیعہ کتاب حیات القلوب ص ۵۳۷)

دکتر اہل سنت میں یہاں سنت کا بعضی ذکر ہے۔ شیعہ کتب میں ولایت علی یا تنک براہل بیت کا بھی ذکر نہیں ہے۔

۳۔ بخاری شریف میں کتاب فضائل القرآن میں ایک باب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن وہی چھوڑا جو دو دگتوں کے درمیان ہے۔ پھر روایت ہے

مطالعہ قرآنی

ایک سو سوال کی صورت میں قرآن کا انکار

یہ ایک حقیقت ہے کہ شیعہ دعویٰ اسلام کے باوجود قرآن کے منکر ہیں۔ اس پر مفصل و ضخیم کتابیں انھوں نے لکھی ہیں۔ قرآن کے الفاظ و معانی پر غیر مسلموں کی طرح اعتراض کیا ہے۔ ۱۹۸۶ء میں حکومت ایران نے تحریف سے بھرپور قرآن شائع کیا اور حکومت پاکستان نے اس پر پابندی لگا دی۔ عیسائی بھی قرآن کے وحی الہی نہ ہونے پر شیعوں کے عقیدہ اور روایات سے استدلال کرتے ہیں۔ (دیکھئے سیارہ دانش قرآن نمبر)

کہ مقل نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ حضورؐ نے کچھ چھوڑا؟ تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا وہی چھوڑا جو دفتین میں ہے۔ محمد بن حنفیہ بن علیؓ سے ہم نے پوچھا تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ قرآن دو گتوں میں چھوڑا۔ ایک اگلی روایت میں ہے:

اوصلی بکتب اللہ - (بخاری ص ۳۳۷) حضورؐ نے کتاب اللہ کے متعلق تاکید و وصیت فرمائی۔ یہ سب روایات دلالت کرتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دو گتوں کے درمیان داز الحمد تا والناس کو قرآن اصلی اپنا ترکے بتا رہے ہیں اور اسی کی تاکید و وصیت فرما رہے ہیں اور یہ تعبیر صحابہ کرامؓ کی زبان سے ہے۔ درنہ عہد نبوت میں گتوں کی جلدیں نہ تھیں۔

س ۱۹۹: حدیث متواتر بتلائیے کہ حضورؐ نے قرآن منزل لکھوایا تھا اور اسی ترتیب سے لکھوایا تھا جس طرح نازل ہوا تھا اور جس طرح کہ موجود ہے؟

ج: موجودہ ترتیب لوح محفوظ کی ترتیب ہے مگر نزول واقعات اور ضرورت کے مطابق تھوڑا تھوڑا ہوا۔ جب کوئی سورت یا آیت اُترتی تو آپؐ کا تبیین وحی و قرآن کو بتا دیتے تھے کہ اس سورت یا آیت کو فلاں سورت یا آیت سے پہلے یا بعد لکھ دو۔ پھر اسی ترتیب سے یاد کرواتے اور نمازوں میں پڑھتے۔ دونوں ترتیبوں کی وضاحت اتقان میں موجود ہے۔ اسی کی حفاظت کا خدا نے وعدہ کیا تھا۔ پلا۔ اور یہی پورا امرت کے پاس موجود ہے۔

س ۲۰۰: اتقان میں ہے کہ سب سے پہلے قرآن ابو بکرؓ نے جمع کیا۔ ثابت ہوا کہ حضورؐ نے جمع نہ فرمایا؟

ج: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جمع صدری اور ترتیبی تھا۔ یعنی موجودہ ترتیب سے لوگوں کو قرآن حکیم یاد کرواتے رہے۔ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عہد نبویؐ کی تحریرات اور حافظوں کی شہادت سے یکجا کتابی شکل میں جمع کیا۔

س ۲۰۱، ۲۰۲: کیا زید و عادلوں کی گواہی کے بغیر کوئی آیت نہیں لکھتے تھے۔ اگر یہ صحیح ہے تو ان کو فرمان رسولؐ بھول گیا تھا، اصحابی کا نجوم میرے صحابی ستارے اور عادل میں؟

ج: قرآن کی عظمت شان کی خاطر گواہوں کی پابندی لازم کی۔ عادل اور نیک تو بھی تھے مگر تحریری ثبوت اور اس پر گواہی قائم کرنے سے خطا و غلطی کا امکان جاتا

رہا۔ جیسے اب بھی پریسوں میں قرآن کی پروف ریڈنگ بار بار ماہر علماء و حفاظ سے کرائی جاتی ہے۔

س ۲۰۳: بھی اس تقریر سے کافور ہو گیا کہ عدالت صحابہ کرامؓ پر شبہ نہیں، اہتمام قرآن مقصود ہے۔

س ۲۰۴: زید جب خود حافظ تھے تو پھر دو گواہوں سے کیوں پرکھوایا؟

ج: بلا شک حافظ تھے۔ عہد نبویؐ میں کاتب تھے اور انصار کے ہم بڑے جامعین قرآن سے تھے۔ (بخاری) تاہم وہ جمع و حفظ کی نسبت صرف اپنی طرف نہیں کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے برسرِ علم ہر ایک حافظ و قاری سے رابطہ قائم کر کے بڑی ذمہ داری سے قرآن کو کتابی شکل میں مدون کیا۔

س ۲۰۵: کیا ابو بکرؓ حافظ نہ تھے۔ انہوں نے خود کیوں نہ لکھوایا؟ ورنہ دو گواہوں کے عادل ہونے کی کیا گارنٹی ہے؟

ج: خود بھی حافظ تھے۔ دتہذیب نوویؒ تاریخ الخلفاء ص ۱۱۱ مگر حاکم و مبراہ ایسے کام اپنی نگرانی میں ماتحت ذمہ داروں سے ہی کرواتا ہے اور شہادت کے اصول عام کے تحت ایک صاحب کی تحریر، دو گواہوں کی گواہی اور پھر دیگر حافظوں سے تصدیق گارنٹی کی مکمل ضمانت ہے۔

س ۲۰۶: جب خزیمہ بن ثابتؓ والی آیت ایک گواہ سے ثابت ہوئی تو طریقہ جمع محفوظ کیسے ہوا؟

ج: اسی روایت میں وجہ مذکور ہے کہ حضورؐ نے ان کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دیا تو حفاظت و شہادت کا نصاب پورا ہو گیا۔

س ۲۰۷: کیا عمرؓ، زیدؓ، خزیمہؓ عادل ہیں؟

ج: تینوں عادل ہیں۔ صرف ان کا دشمن تبرائیؓ غیر عادل اور ظالم ہے۔

س ۲۰۸: حضرت عمرؓ آیت رجم لائے۔ زیدؓ نے تحریر نہ کی کہ عمرؓ تنہا تھے عمرؓ پر اعتبار نہ کرنا جائز ہے؟

ج : حضرت زید نے اصول شہادت کو اپنایا۔ یہی قرآن کا حکم ہے کہ دو گواہ بنا دیجیے حضرت قاضی شریح نے حضرت علیؑ جیسے سچے کا دعویٰ قبول نہ کیا۔ حسنؑ اور ام المین جیسے سچے گواہ قبول نہ کیے کہ وہ شہادت کا معیار نہ تھے بالآخر دعویٰ خارج ہوا اور یہودی اسلام کی یہ اصول پرستی دیکھ کر مسلمان ہوا۔ جیسے قاضی شریح کے نزدیک فی نفسہ حضرت علیؑ و حسنؑ بے اعتبار اور غیر عادل نہیں اسی طرح زید کے ہاں حضرت عمرؓ، خزیمہؓ غیر عادل نہیں تعجب ہے کہ جمع قرآن میں اس محنت اور اصول پرستی کو دیکھ کر کافر تو مسلمان ہو جاتے ہیں مگر رافضی دشمن صحابہ و قرآن۔ کتاب اللہ پر تا بڑا توڑ چلے کرتا ہے۔

س ۲۱۹ : جمع قرآن کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟

ج : مفصل وجہ ہم سنی کیوں ہیں ؟ ملاحظہ فرمائیے ۱۵۵ : ایک وجہ یہ ہے کہ جمع ہونے سے اصلی شکل میں آیا جسے حقیقۃً کتاب اللہ کہا جائے۔ (وَاِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ - بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ) اب وہ تحریف اور دست برد سے محفوظ ہو گیا۔ ورنہ احادیث کی طرح یہودی اور مجوسی نمائندے الگ الگ صحیفے اور سورتیں بناتے پھرتے جیسے شیعوں کی ترجمانی کرتے ہیں پھر ناکام ہو کر قرآن اور جامعین قرآن پر دانت پلپٹتے ہیں۔

س ۲۱۸ تا ۲۱۷ : کیا حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) آیت رجم کو جزو قرآن مانتے تھے ؟ تو انھوں نے اسے قرآن میں داخل کرنے کی کوشش کیوں نہ کی۔ ورنہ کیا غیر قرآن کو قرآن میں داخل کرنا چاہتے تھے یا قرآن سے ناواقف تھے ؟

ج : یہ آیت نازل ہوئی تھی اور سنی شیعہ کے اتفاق سے اب بھی رجم محسن کا حکم قرآنی باقی ہے مگر اسے منسوخ عن التلاوت کر دیا گیا تاکہ اس کی سختی اور شاعت نظر سے اوجھل رہے۔ صرف ضرورت پر کام لیا جائے۔ اب بھی قانون کی کئی خاص جزئیات عوام سے مخفی رکھی جاتی ہیں۔

حضرت عمرؓ جزو قرآن مانتے تھے مگر نسخ تلاوت کی آپ کو اطلاع نہ تھی اس لیے لکھوانا چاہتے تھے مگر جب شہادت دوم نہ ملی اور حکمت خداوندی سے نسخ تلاوت کی

یہی دلیل ظاہر ہوئی کہ نہ کسی کو یاد ہے نہ تحریر ہے، تو نہ لکھی گئی۔ حضرت عمرؓ اتنے بے اصول نہ تھے کہ اپنی طاقت اور منشأ سے قرآن میں حکم و اضافہ کرتے۔ صرف خطبات میں لوگوں کو تنبیہ کرتے رہتے تھے کہ رجم حکم قرآنی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کیا ہم نے اس پر عمل کیا۔ کوئی اسے غیر قرآنی جان کر چھوڑ نہ دے۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں اسے حاشیہ قرآن میں لکھ دیتا۔ تاکہ کوئی غلط فہمی میں نہ پڑے (جیسے عصر حاضر میں پر دیزی اور تہذیب زدہ پڑ گئے ہیں) مگر اب ضرورت نہیں کہ یہ تنبیہ اور روایت در روایت رہنمائی کرتی رہے گی۔

س ۲۱۳ : کیا حضرت علیؑ کو قرآن کا علم حاصل تھا ؟

ج : یقیناً تھا۔ کیونکہ وہ یَعْلَمُهُمُ الْكِتَابُ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (وہ پیغمبران کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے گمراہی اور بے خبری میں تھے۔ آل عمران) کے عموم میں سب صحابہؓ کے ہم کلام اور شاگرد رسول تھے شیعوں پر ہزار افسوس ہے کہ وہ نادان دوستی میں حضرت علیؑ کو قرآن میں بھی شاگرد رسول نہیں مانتے بلکہ پیدائشی عالم لدنی، تورات و انجیل و قرآن کا حافظ مانتے ہیں۔ ملاحظہ ہو (جلال العیون ص ۱۸ حالات علیؑ)

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو

س ۲۱۲ تا ۲۱۱ : کیا زید اور حضرت ابو بکرؓ نے جمع قرآن میں حضرت علیؑ سے مشورہ لیا۔ اگر لیا تو وہ کیا تھا؟ اگر نہیں لیا تو وجوہات سے آگاہ کریں۔

ج : کسی شخصیت کے نام سے ہی پارٹی بازی اور تشیع گناہ ہے جو اسلام میں نزاع کی جڑ اور بدترین جرم ہے۔ رسول خدا کو ایسوں سے ذرا تعلق نہیں۔ (اعراف پ) ایک کام جب خلیفہ وقت ذمہ دار کیٹی کے اہتمام سے کروا رہے ہیں اور اس سے کوئی صحابی اختلاف نہیں کرتا تو یہ سوال اٹھانے کی کیا ضرورت ہے کہ فلاں فلاں عالم و بزرگ سے کیوں مشورہ نہ لیا گیا اگر علیؑ سے بھی لیا جاتا تو کوئی منافق پھر سوال اٹھا دیتا کہ ترجمان القرآن عبداللہ بن عباسؓ سے کیوں نہ لیا گیا ؟ اقرار الصحابہ ابی بن کعبؓ کو کیوں شامل

نہ کیا گیا؟ ابن مسعود وغیرہ سے کیوں نہ پوچھا گیا؟ عثمانؓ کو شریک کار کیوں نہ بنایا گیا؟ یہ تشیع اور اشخاص کے نام سے دھڑے بندی کہیں رک سکتی تھی؟ معاف کیجئے! سب صحابہ کرامؓ اس مسئلہ میں متفق اور ہم زبان تھے کسی کو اس کیٹی کے افراد سے اور جمع کے طریق کار سے اختلاف نہ تھا۔ نہ ان کی علمیت و بزرگی پر شبہ تھا۔ لہذا حضرت علیؓ سے مشورہ کی ضرورت نہ تھی۔ البتہ اتقان کی ایک روایت بتاتی ہے کہ منجد اور صحابہؓ کے حضرت علیؓ نے بھی جمع قرآن کا خود مشورہ دیا تھا۔ جسے صدیق اکبرؓ نے قبول کر کے جمع قرآن کی کیٹی بنادی۔

اگر آپ ”وجوہات“ سے آگاہی چاہتے ہیں تو شیعی اصول پر نقل کفر نہ باشد۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کو مسلسل حفاظ کے شہید ہونے کی وجہ سے اُس قرآن کو جمع کرنے کی ضرورت تھی جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو پڑھایا اور حفظ کرایا تھا۔ چونکہ حضرت علیؓ کا اس قرآن سے تعلق ہی نہ تھا، نہ انھوں نے لکھا پڑھا تھا بلکہ وہ تو باعتقاد شیعہ ایک اور قرآن کو چالو کرنا چاہتے تھے جو ان کو پیدائشی یاد تھا اور جس میں تمام امت محمدیہ کی تکفیر و گمراہی، اُہمات المؤمنینؓ کو گالیاں، صحابہ کرامؓ اور بنات طاہراتؓ کے ایمان اور نسب پر حملے اور متعہ جیسی فحاشی وغیرہ کی تعلیم تھی تو تلامذہ نبوت، صحابہؓ و رسولؐ کیسے اس حافظ قرآن سے مدد لے کر صداقت اسلام، نبوت محمدیؐ اور حقانیت قرآن کو اپنے ہاتھوں ہی ذبح کر کے دفن کر دیتے۔ (معاذ اللہ)

س ۲۱۸: جو قرآن حضرت ابو بکرؓ اور زیدؓ نے جمع کیا اسکی ترتیب ہی تھی جو آج ہے۔
ج: وہی ہے۔

س ۲۱۹: اگر یہی ترتیب تھی تو ابوالحسن نے شرح بخاری میں یہ کیوں لکھا ہے ”لیکن آیتوں اور سورتوں کی ترتیب نہ تھی“

ج: ابوالحسن نامی شارح بخاری ہمیں معلوم نہیں۔ ان کی بات نادرست ہے۔
س ۲۱۹: عمد نبوت میں جب قرآن متفرق تھا مرتب نہ تھا تو حضورؐ نے قرآن امت کو پہنچانے کا فرض منصبی ادا کیوں نہ کیا؟

ج: آپ کے اعتراضات قرآن، صحابہؓ، خلفاءؓ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پر گھوم پھر کر ان کو دُور رہے ہیں جیسے کٹائی کے بعد گندم گاہی جاتی ہے اور ماشار اللہ مسلمان بھی بنے پھرتے ہیں ”ہم سُنی کیوں ہیں“ میں بتایا جا چکا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو قرآن یاد کرایا۔ کتابت بھی کرائی مگر جس ترتیب سے یاد کرایا اس ترتیب سے یکجا کتابت نہ کرائی کیونکہ آئے دن اضافہ ہو رہا تھا اور کچھ آیتیں منسوخ بھی ہو جاتی تھیں۔ آخری آیت تکمیل دین حجۃ الوداع کے موقع پر یا آیت سود و وفات سے چند دن قبل نازل ہوئی تھی۔ آنحضورؐ کو اتنی فرصت نہ ملی کہ تکمیل کے بعد دوبارہ ایسے مرتب لکھواتے کہ منسوخ آیات سے پاک ہوتا۔ اب قدرتی لحاظ سے یہ کام جانشین پیغمبرؐ کو ہی کرنا تھا جس کے شیعہ دشمن بنے ہوئے ہیں تو منصب نبوت میں کوتاہی کے ناپاک شیعہ الزام سے حضرت رسولؐ پاک ہیں۔

س ۲۲۰: آپ مذہب کی اساس اصحاب کو مانتے ہیں جو علم قرآنی سے واقف نہ تھے؟

ج: تلامذہ نبوت اور تعلیم نبوت ہی کو اساس مذہب مانتے ہیں۔ قرآن کی بارش ان کے سامنے جبل نبوت پر برستی اور اس سے ان کی ایمانی اور قلبی کیفیتیاں سیراب ہوتیں وہ جاہل نہ تھے ان کے مرتبہ و مقام سے جاہل تبرا باز کو جہالت نصیب ہو۔
س ۲۲۱: فیض الباری میں قسطلانی کا قول ہے کہ حضورؐ نے مصحف کو جمع اس لیے نہ کیا کہ نسخ ہوتا رہتا تھا اگر جمع ہو کر پھیرا اٹھایا جاتا تو اختلاف کی نوبت آتی۔ سوال یہ ہے کہ نسخ کا علم کس کو تھا؟

ج: یہ ساری روایت آپ کے شبہ کو حل کرتی ہے مگر قرآن دشمنی سے آپ اسے بھی نشانہ طعن بنا رہے ہیں۔ آنحضورؐ کو نسخ کا علم پہلے ہوتا تھا پھر آپؐ کو بتا دیتے تو وہ تلاوت چھوڑ دیتے۔ یوں قدرتی طور پر بھلا دی جاتی جیسے ارشاد خداوندی ہے (فَلَا تَنْسَوِی الْاٰیٰتِیْنَ اللّٰہِ مَا شَآءَ اللّٰہُ) آپؐ ہمارا پڑھایا ہوا نہ بھولیں گے مگر جو اللہ بھلانا چاہے۔ اگر وہ باقاعدہ ترتیب وار کتابت کر کر پڑھی جاتیں تو نہ بھولتیں اور شدید اختلاف ہوتا۔ حتیٰ کہ منسوخ آیات جزو قرآن بن جاتیں۔

س ۲۲۲، ۲۲۳: اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلِیْنِ (ان میں ایک کتاب اللہ ہے) اور عمرؓ نے کہا: حسبنا کتاب اللہ۔ (ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے)۔ جب کتاب مرتب ہی نہیں تو کیا چھوڑا اور کسے کتاب اللہ کہا؟

ج: زندگی کے آخری دنوں میں یہ فرمایا اور ذہناً و حفظاً وہ مرتب و محفوظ تھا تو اس کے چھوڑ جانے اور کافی ہونے کا حوالہ بالکل درست ہے۔ قرآن نے بار بار کتاب اتانے کا حوالہ دیا ہے۔ ۱-۸-۲۱، اَوَلَمْ یَکْفِهِمْ اَنَّا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ۔ س ۲۲۲، ۲۲۵: جمع قرآن کا الہام پہلے حضرت ابوبکرؓ کو ہوا یا عمرؓ کو؟ پھر ابوبکرؓ و زیدؓ نے اس الہامی خلیفہ پر اعتماد کر کے آیت رجم قبول کیوں نہ کی؟

ج: حضرت عمرؓ کو جنگ یمامہ میں سات صد حفاظ و قرار صحابہؓ کی شہادت پر الہام ہوا۔ حدیث نبوی میں ہے کہ پہلی امتوں میں بھی ملہم من اللہ ہوتے تھے میری اُمت میں ہوئے تو ان میں عمرؓ بھی ہوں گے۔ (بخاری، مسلم مشکوٰۃ ص ۵۵۵) آیت رجم قبول نہ ہونے کی وجہ بیان ہو چکی۔

س ۲۲۶: حضرت علیؓ کو بھی الہام ہوا، ان کا جمع کردہ قرآن کیوں نہ لیا گیا؟

ج: حضرت علیؓ صاحب الہام اور خلیفہ راشد تھے۔ مگر یہاں انھوں نے الہام کا کوئی دعویٰ نہ کیا ”مدعی سست گواہ چست“ نہ بنئے۔ حضرت علیؓ قرآن جمع کر کے لائے مگر قبول نہ کیا گیا۔ یہی وہ گھڑن تو بات ہے جس پر غرار کر آپ قرآن شریف کو نقلی اور جعلی محرف بنا کر ڈانٹا میٹ کر رہے ہیں۔ بندہ خدا! ذرا انصاف و ایمان سے کہئے، اس افسانہ کا ذکر کس امام کی کتاب حدیث، تاریخی تواتر، فقہاء کے کلام اور متکلمین کی اباحت میں ہے۔ ۱۰۰ سوال کے تیر تو آپ نے قرآن پر چلا دیئے، ذرا دو مستند حوالے اسی بات پر آپ جمع کر دیتے تو غور کیا جاتا۔

س ۲۲۴، ۲۲۵: کیا آپ کی رائے میں حضرت ابوبکرؓ کا جمع کردہ قرآن معتبر تھا یا نہ؟ ج: یقیناً اسی پر تمام صحابہؓ اور اُمت کا اجماع ہے ”اِنَّا لَہٗ لَٰحٰفِظُوْنَ“ ہم ہی محافظ قرآن ہیں“ والے خدا نے یہ بروقت کام اپنے نبیؐ کے جانشین سے لیا۔ تنہا یہی فضیلت آپؐ کو افضل الصحابہؓ قرار دیتی ہے۔

س ۲۲۹: اگر معتبر تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں مروان نے یہی قرآن کیوں جلا ڈالا؟ (فیض الباری پ ۱)۔ ج: معتبر تھا تبھی تو اسی سے حضرت عثمانؓ نے مصاحف لکوائے مروان اپنے عہد میں اس شد سے عہد میں کیا کہ کسی اختلاف کا دم نہ ہو طباعت کے بعد سودہ یا بلقیس کو جو دنیا عجیب نہیں۔ س ۲۳۳: حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ قرآن تین دفعہ جمع ہوا۔ پہلی مرتبہ حضورؐ کے سامنے، جواب دیں کہ عہد نبوت والے قرآن کو آپ قابل اعتبار سمجھتے ہیں؟ ج: یقیناً سمجھتے ہیں کیونکہ زیدؓ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پرچوں سے قرآن جمع کرتے تھے۔

س ۲۳۱: پھر اسی قرآن کی انقال کیوں نہ کر دی گئیں؟

ج: عہد صدیقی میں جن کاغذوں، پتھر کے ٹکڑوں، کھجوروں کی ٹہنیوں اور بالوں کے چمڑوں وغیرہ سے حضرت زیدؓ نے جو آیات جمع کیں وہ حضورؐ کے سامنے ہی صحابہ کرامؓ نے لکھی تھیں۔ ان کو ہی نقل کر کے مجموعہ مرتب کیا گیا۔ یعنی امام حاکم کی روایات کے مطابق جمع قرآن کے تین دور تھے۔ پہلی مرتبہ وہ جب تازہ وحی آتی اور حاضرین ہر قابل کتابت چیز پر لکھ لیتے تھے مگر وہ اپنی یادداشت کے طور پر لکھتے تھے جیسے آج بھی استاذ کے فرمودات قلمبند کیے جاتے ہیں۔ اس وقت ان کے سامنے تدوین یا قطع آیات تیار کر کے دوسروں کو پڑھانا مقصود نہ ہوتا تھا۔ الا ماشاء اللہ! حضرت زیدؓ اتنی چیزوں سے کوئی سورت بھر حسب ضرورت جمع کرتے تھے۔ صدیق اکبرؓ کے عہد میں باقاعدہ از الحمد تا والہ الناس حفظ کی خاص ترتیب سے تمام اشعار سے قرآن نقل کیا گیا اور کتابت پر کم از کم دو گواہ قائم کیے گئے اور پورا قرآن مرتب کر کے بیت المال میں محفوظ رکھ لیا گیا۔ پھر جب حضرت عثمانؓ کے عہد میں اشاعت قرآن کی دور دراز تک ضرورت سامنے آئی اور اختلاف الفاظ سننے میں آیا تو اسی مصحف کی چھ نقلیں ایک کمیٹی سے مزید کروائیں اور بڑے بڑے صوبوں میں پھیل کر مزید نقلیں کروائی گئیں جیسے آج کل پرنٹنگ پریس سے کام لیا جاتا ہے۔

گویا آج کی اصطلاحی زبان میں عہد نبویؐ کا جمع ایک سودہ کی شکل تھی، عہد صدیقی کا جمع خوش نویس کی کتابت کی شکل تھی اور عہد عثمانؓ کا جمع اور اشاعت۔ پرنٹنگ پریس کی

خدمت و طباعت تھی۔

س ۲۳۲: بھی ختم ہو گیا کیونکہ عہد نبوی میں لکھے ہوئے مستند اوراق ماخذ بنے۔
س ۲۳۳: اعزاب کی ایک آیت بروایت بخاری حضرت عثمانؓ کے عہد میں شامل کی گئی کیوں؟

ج: اس کا مطلب یہ نہیں کہ فی نفسہ یہ آیت رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ... الخ قرآن سے کم تھی اور لوگ اسے پڑھتے سنا تے نہیں تھے۔ بلکہ وہ مکتوب شکل میں کسی کے پاس نہ مل سکی اور درج ہونے سے رہ گئی۔ پھر جب عہد عثمانؓ میں مصاحف کی کتابت شروع ہوئی تو حضرت زیدؓ کو یہ آیت یاد تھی۔ تفتیش و تلاش جاری رکھی تا آنکہ غزیمہ بن ثابت کے ہاں تحریراً مل گئی تو شامل کی گئی۔ اس آیت کے علیحدہ ذکر سے یہ صریحاً معلوم ہے کہ قرآن کی ہر آیت باقاعدہ تحریری ثبوت اور گواہوں کی شہادت سے۔ تائید حفاظ کے علاوہ۔ ثبوت کی گئی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ قرآن کی ہر آیت قطعاً قرآن ہے نہ کوئی آیت کم ہوئی ہے اور نہ زیادہ کی گئی ہے۔ اب اگر صحابہؓ کے اس اہتمام جمع اور حفاظت قرآن پر۔ جو ان علیہما السلام وقرانہ دیکھ ہمارے ذمے اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہے، کی عملی اور ایفائے عہد کی شکل ہے۔ کسی کو اعتبار نہیں۔ تو اس کے معتبر ماننے کی اور کوئی شکل نہیں وہ قرآن سے اور اس پر ایمان و عمل سے بدستور محروم رہے گا جیسے شیعہ کا وجود خود گواہ ہے۔

س ۲۳۴: بخاری میں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حفصہؓ سے صحیفہ صدیقی منگو کر قرآن کمیٹی کو حکم دیا کہ اس کے متعدد نسخے لکھو اگر کسی آیت میں اختلاف پاؤ تو اسے لغت قریش میں لکھنا۔ کیا حضرت عثمانؓ اس قرآن کو مستند اور اختلاف سے پاک اعتقاد نہیں کرتے تھے؟

ج: یہاں قرآن میں اختلاف یا غلطی ہونے کا تصور نہیں بلکہ رسم الخط اور کتابت کا فرق مراد ہے۔ یعنی کسی لفظ کی کتابت میں اختلاف ہو تو قریشی زبان والے رسم خط اور لہجہ میں لکھنا کیونکہ ان کی ہی زبان میں اُترا۔ چنانچہ ایسا ہی انھوں نے کیا۔ تو اب جو لکھا

گیا وہ قرآن لغت قریش پر لکھا گیا جس پر اُولا اُترا تھا۔ باقی لغات میں ادائیگی یا کتابت کی اجازت دی گئی ہے۔ مگر اختلاف سے پاک رکھنے کے لیے اس اجازت کو نظر انداز کیا گیا۔

س ۲۳۵: اگر جمع شدہ قرآن صحیح و مکمل تھا تو کمیٹی کیوں تشکیل دی گئی؟

ج: مکمل تھا متعدد نسخے تیار کرنے کے لیے کاتبوں کی ڈیوٹی لگائی گئی۔

س ۲۳۶: کیا حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ سے یہ خدمت لینے کی سہی فرمائی؟

ج: نہیں! یہ کام چھوٹے لوگوں کے مناسب سمجھا گیا۔ حضرت علیؓ تو عثمانؓ کے وزیر اعظم تھے اس مشورہ میں شریک تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے خود فرمایا: لوگو! عثمانؓ نے یہ کام ہمارے

مشورے سے ہی کیا ہے اور اگر ان کی جگہ میں خلیفہ ہوتا، تو اسی طرح کرتا۔ (تاریخ الخلفاء، فتح الباری)

س ۲۳۷: بھی اس سے حل ہو گیا کہ اگر عثمانؓ کے اس عمل سے علیؓ کو اختلاف

ہوتا تو بر ملا اظہار کرتے۔ وزارت سے استعفیٰ دیتے۔ پھر اپنے پنج سالہ دور خلافت میں قرآن

کی نئی تدوین اور اشاعت فرماتے۔

س ۲۳۸: کیا حضرت عثمانؓ حافظ قرآن تھے؟

ج: جی ہاں! ایک رات میں ایک یا دو رکعتوں میں پورا قرآن پڑھ لیتے

تھے۔ (علیہ الاولیاء)

س ۲۳۹: اگر تھے تو جمع قرآن میں خود اپنی خدمات کیوں پیش نہ کیں؟

ج: خلیفہ ہر کام خود نہیں کیا کرتا۔ اپنی نگرانی میں کرواتا ہے۔ خود حفظ کی وجہ

سے مسودہ دے سکتے تھے مگر آپ جیسے لوگ اسے مداخلت قرار دیتے اور حکومت

کا بناوٹی قرآن مشہور کرتے۔

س ۲۴۰، ۲۴۱: درج بالا سوالات کی موجودگی میں آپ قرآن کو اصحاب

کا متفقہ کیسے کہتے ہیں؟

ج: یہ سب سوالات بوجس اور بعض قرآن کا آئینہ ہیں تمام صحابہؓ اسی بین الدفتین

از الحمد تا الناس قرآن کے قرآن ہونے پر متفق تھے اور یہی تو اتر کی دلیل ہے۔

س ۲۴۲ تا ۲۴۵: کیا صحابہؓ کا اختلاف باطل چیز ہے؟ پھر بتائیے کہ ان کے

مصاحف باطل تھے یا نہیں۔ پھر باطل پر ایمان رکھنے والا بے دین ہو گا یا نہیں۔ اگر اختلاف صحابہ برحق تھا تو پھر بتائیے اس حق کو عثمانؓ نے کیوں مٹایا؟ پھر مٹانے والا راشد کس طرح ہوا؟ ج: صحابہ کا اختلاف درقرآن تسلیم ہی نہیں۔ ان کے مصاحف بھی باطل نہ تھے۔ البتہ بعض حضرات کے مکتوبہ بیاضات۔ جن کو مصاحف کہا جا رہا ہے۔ ایسے تھے کہ وہ مکمل نہ تھے اپنی یادداشت کے لیے مشکل الفاظ کے فٹ نوٹ۔ معانی اور تشریحات نبویؐ معاً لکھ دی تھیں بعض کے پاس منسوخ آیات بھی تھیں بعضوں کی ترتیب نزولی تھی۔ اب ان انفرادی مسودات کے مقابل وہ مجموعہ یقیناً جامع و مکمل تھا۔ جو ایک کمیٹی نے خاص شرائط اور اہتمام کے ساتھ جمع و مرتب کیا اور صدری حفظ کے مطابق تھا۔ لہذا حضرت عثمانؓ نے اس سے مزید نقلیں کر کر اسلامی ممالک میں پھیلا دیں۔ باقی سب کو مٹا دیا تاکہ وہ غیر قرآن سے مخلوط ہونے کی وجہ سے آئندہ اختلاف کا سبب نہ جائے اور یہ کام یقیناً راشد پر حکمتاً برحق تھا۔ کیونکہ ابتداءً چند اختلاف کرنے والے صاحبان صحائف نے بھی پھر اس سے اتفاق کیا۔ اب موجودہ قرآن پر ایمان ہی برحق ہے اس کے برعکس کسی کی قدیم مرجوع ذاتی رائے کو اچھا لانا اور قرآن کو مشکوک جب تک نا کسی زندیق و بے ایمان شخص کا ہی کام ہو سکتا ہے۔

آج بھی اہم مسائل پر قومی اسمبلی میں وزارت قانون میں یا ہائی کورٹ وغیرہ میں کسی مسئلہ پر اختلاف آرا ریا رد و قدح ہوتی ہے مگر جب فیصلہ طے ہو جائے تو اختلاف ختم ہو جاتا ہے۔ اب اگر کوئی اختلاف کرے یا فیصلہ غلط بتائے تو ملکی اور قومی مجرم سمجھا جاتا ہے جو کبھی قوم و ملک کا وفادار نہیں ہو سکتا۔ آج شیعہ اگر تدوین قرآن کے وقت بعض معمولی جزوی اختلاف کو ہوا دیتے اور قرآن کو غلط بتاتے ہیں۔ کیا وہ کافر یا دشمن اسلام نہیں ہیں؟

س ۲۳۱: قرآن کو جلانا ثواب ہے یا گناہ؟ اگر ثواب ہے تو بے حرمتی قرآن پر احتجاج کیوں؟

ج: قرآن کو بے حرمتی کی نیت سے جلانا، روندنا گناہ کبیرہ بلکہ کفر ہے جیسے شیعوں کے جلوس جب مسلمانوں کی مساجد پر چلے کرتے ہیں تو الماریوں سے قرآن نکال نکال کر جلاتے ہیں اور پاکستان میں بارہا ایسے واقعات ہوئے۔ پھر یا مسلمانوں کے انتقام

کا نشانہ بنتے ہیں جیسے گزشتہ سال کراچی کے فسادات، نیو کراچی میں ایک مسجد پر قبضے اور قرآن جلانے سے شروع ہوئے تھے۔ یا پھر بدشکلی کی ناگفتہ بہ موت مرتے ہیں۔ قرآن کی بے حرمتی پر احتجاج مسلمانوں کا حق ہے کیونکہ ان کی ہی مقدس ترین جان سے بھی عزیز کتاب ہے۔ چونکہ شیعہ کو اپنی یہ کارروائی معلوم ہے اس لیے احتجاج سے چڑتے ہیں سوال از خود یہ بات بتا رہا ہے کہ شیعہ کا قرآن پر ایمان نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔

س ۲۳۲: اگر گناہ ہے تو مرتکبین گنہگار ہوئے یا نہیں؟

ج: صحابہؓ نے یا حضرت عثمانؓ نے ایسا ارتکاب نہیں کیا۔ انھوں نے تو صحیح قرآن کو مدن و محفوظ کر کے پھیلا دیا جو چیز حفاظت قرآن کی انتظامی حکمت عملی کے تحت جلانی گئی، وہ خالص قرآن نہ تھی بلکہ غیر قرآن سے مخلوط شدہ اوراق و بیاضات تھے۔ فتح الباری میں ہے کہ اہل سنت کے جلیل عالم قاضی عیاض نے یقین سے لکھا ہے کہ ان اوراق کو انھوں نے پہلے پانی سے دھویا تھا پھر مبالغہ بلاؤا تھا تاکہ کچھ اثر باقی نہ رہ جائے۔ تو شیخ میں ہے کہ ان اوراق کو جلانا اس لیے جائز تھا کہ ان میں منسوخ آیات، تفسیر، غیر قریش کی لغت اور قرأت شاذہ ملی جلی تھیں۔ (خالص قرآن نہ تھے۔ رہ جانے سے ذریعہ اختلاف بن سکتے تھے۔)

س ۲۳۳: جو شخص اپنی مرضی سے قرآن میں کمی بیشی کرے، شرع کیا کہتی ہے؟

ج: تحریف قرآن مذموم ہے ایسا شخص مجرم ہے۔

س ۲۳۴: حضرت عثمانؓ کو اس جرم سے کیسے بری الذمہ سمجھیں گے جنھوں نے حکم دیا کہ اختلاف کی صورت میں قریشی زبان بکھدی جائے؟

ج: حضرت عثمانؓ نے قرآن میں تحریف نہیں کی۔ لغت قریش پر ہی اول قرآن اُترا تو اس میں کتابت بہر حال افضل تھی اور باقی لغتوں کا لکھنا سہولت کے لیے تھا جس کی اجازت بعد میں ملی۔ جب لوگ لغت قریش سے مانوس ہو گئے اور پڑھنا لکھنا آسان ہو گیا۔ اب دیگر لغات کی وجہ سے اختلاف اور جھگڑے پیدا ہو رہے تھے جیسے آرمینہ سے حضرت خذیفہ بن یمان نے فوج میں اختلاف کی خبر دے کر کہا ادرک لہذا

الامة قبل ان يختلفوا في الكتب اختلاف اليهود والنصارى
(بخاری ص ۴۶)۔ (اس امت کا انتظام کرو اس سے پہلے کہ یہ کتاب اللہ میں
یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کریں)۔ اب یہی بات کہ لغت قریش پر اترنے
کی کیا دلیل ہے؟ تو ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اقْرَأْ جَبْرِيلَ عَلَى حَرْفٍ فَلَمَّا زَلَّ
اسْتَنْزِلَ حَتَّى انْتَهَى إِلَى سَبْعَةِ
احرف (بخاری ص ۴۶) کہ مجھے جبریل نے ایک قسم کی ہی قرات
پڑھائی۔ میں اور بھی طلب کرتا رہا یہاں تک
کہ سات پڑھا دیں۔

سات حروف سے مراد سات قرائتیں، سات لغتیں، سات کیفیتیں، سات
معانی، سات اعراب وغیرہ مراد ہیں۔ تفصیل فتح الباری ص ۲۳ وغیرہ میں ہے۔

اور صحابہ کرامؓ و محدثینؒ نے بھی یہی سمجھا ہے۔ چنانچہ بخاری ص ۴۶ پر باب ہے:
باب منزل القرآن بلسان قریش والعرب قرأ ناعربيا بلسان عربي مبين.
پھر حضرت عثمانؓ کا کیٹی قرآن کو خصوصی حکم و ایت کیا ہے کہ قرآن لسان قریش میں لکھنا
کیونکہ قرآن ان کی ہی زبان میں اُترا، کاتبوں نے یونہی کیا

تو غیر قریش لغت یا انداز کتابت کی اجازت بعد میں حاصل کی گئی تھی وہ قرآن
کا جز نہ تھی جب اس سے بھی لوگوں نے غلط مفاد (قابل و لہجہ پرستی) اٹھانا چاہا تو
حضرت عثمانؓ نے بحیثیت خلیفہ راشد یہ کتابت ختم کر دی اور ان کو یہ اختیار اس حدیث
نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا ہے:

عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين
المهديين۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ، احمد، ترمذی) لوگو! تم میرے طریقے پر اور میرے ہدایت
یافتہ خلفاء راشدین کے طریقے پر ضرور چلنا۔

س ۲۵۱: المصاحف لابن داؤد میں حضرت عمرؓ کا مقولہ ہے: لو كانت
ثلاث آيات لجعلتها سورة على حدة۔ یعنی اگر یہ تین آیتیں ہوتیں تو میں انک
سورت بنا دیتا۔

ج: یہ فرضی تمنا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر تین آیتیں ہوتیں تو سورت بننے کے

لائق تھیں اور خدا ان کو ہماری دعا کی بدولت بنادیتا یا یہ ممکن ہے کہ خلیفہ راشد کی
حیثیت سے ایسا خود کرتے کیونکہ اس میں قرآن میں کمی بیشی کا تو تصور نہیں۔ یوں سمجھو
کہ تین آیات کو الگ صفحہ پر لکھنا ہے اور باقیوں سے فصل کرنا ہے۔ جیسے رکوعات کے
ذریعے فصل عارضی پایا جاتا ہے۔

س ۲۵۲: بھی اس سے حل ہو گیا کیونکہ غیر نبی انتظامی بات کر سکتا ہے اس
میں تحریف قرآن کمی بیشی یا ترتیب کی تبدیلی نہیں۔

س ۲۵۳ تا ۲۵۵: بھی بے فائدہ بھرتی ہے۔ سورت بقرہ کی کون سی آیات ہیں
جو حضرت عمرؓ بنی اسرائیل میں لگانا چاہتے تھے؟

اور پھر آخر برأت کی دو آیتیں لقد جاءكم رسولٌ... الخ برأت ہی
کے آخر میں لگائی گئیں اور سورت توبہ یا برأت نزول کے اعتبار سے آخری سورت ہے۔
س ۲۵۶: معلوم ہوا جس قرآن کو عمرؓ مانتے تھے اسکی آخری سورت برأت تھی۔

ج: غلط فہمی بالا سوال میں حل ہو گئی کہ حضرت عمرؓ نزول کے اعتبار سے آخری
سورت (توبہ) میں ان کو لگا رہے تھے جیسے اب ہے۔ ترتیب جمعی کے اعتبار سے آخری
سورت مراد نہیں ہے۔

س ۲۵۷: بخاری جمع القرآن میں ہے کہ صدیق اکبرؓ نے فرمایا: ہم وہ کام کیسے
کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ ثابت ہوا کہ خلاف سنت ہے۔ کیا آپ کا
قرآن بدعت ہے یا سنت؟

ج: سبحان اللہ! تعزیر، علم، شبیہ، ضریح، مزار، تابوت، ٹکیہ، ذوالجناح
مندی، امام بارگاہ وغیرہ یادگاری بتوں اور بدعتوں کے پجاری قرآن کو بھی بدعت کہہ رہے
ہیں۔ کیوں نہ کہیں؟ آخر یہ ان کا دشمن جو ہوا، اور یہ اس کے دشمن ہوئے۔ بندہ کریم!
اس میں کون سی بدعت کی بات ہوئی ہے؟ وہی ۶۶ آیات اور ۱۱۴ سورتوں
والا قرآن جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا پڑھایا اور صحابہؓ کو یاد کرایا تھا۔ انہی
اور اق و مکتوبات سے صحابہؓ نے ناگزیر ضرورت کی بنا پر۔ جو عہد نبوت میں پیش نہ آئی

تھی نہ پیش آسکتی تھی۔ کیونکہ وحی جاری تھی۔ حفاظ کے شہید ہونے کی صورت میں حضور پھر
لکھوا سکتے تھے۔ اسے یک جا کتابی شکل میں لکھ لیا۔ اگر یہ بدعت ہے تو قرآن پاک کے
ترجمے، تفسیریں اور قرآن فہمی کے لیے صرف و نحو، اصول تفسیر وغیرہ علوم سب بدعت
ہو گئے۔ تاج کپنی وغیرہ کے مطبوعہ قرآن مجید بھی بدعت بن گئے۔

س ۲۵۸: زید نے جو کہا: واللہ اگر پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کے نقل کرنے
کی مجھے تکلیف دیتے تو مجھے اتنا گراں نہ گزرتا کہ جمع قرآن کا حکم دیا۔ کیا زید اس کام کو
فلاحی و جائزہ جانتے تھے؟

ج: یہ کام کی سنگینی اور مشکلات کا احساس ہے اور ہر ذمہ دار اہم کام لیتے
وقت یہ محسوس کرتا ہے۔ ورنہ اسے حضرت زید فلاحی اور مستحسن ضرور جانتے تھے خوشی کے
ساتھ کیا۔ آپ نے ترجمہ میں خیانت کی ہے۔ الثقل علی کا ترجمہ یہ ہے۔ پہاڑوں کی
نقل سے بھی یہ کام مجھ پر بھاری اور مشکل تھا۔ آپ نے گراں نہ گزرتا کہ کر۔ دل کی نفرت
اور ناپسندیدگی جتلائی ہے۔ جو قائل کی مراد کے یکسر خلاف ہے۔

س ۲۵۹: پھر زید نے حضرت ابوبکرؓ سے مکالمہ کیوں کیا؟ ان کی شرح صدر
پر اعتبار کیوں نہ کیا؟

ج: کام کی نزاکت و اہمیت کا یہی تقاضا تھا۔ حضرت زیدؓ نے شیعوں اور انھیں
مقلد نہ تھے جب دلائل سے شرح صدر ہوا تو کام شروع کیا۔

س ۲۶۰ تا ۲۶۱: اگر بعد از رسولؐ زیادتی در دین کے الہام کا کوئی دعویٰ کئے
تو قبول ہوگا؟ پھر مرزا قادیانی کا الہام کیوں نہیں مانتے؟ اور ان حضرات کا الہام کس دلیل سے مانتا ہے؟

ج: اسے دشمن قرآن و رسولؐ! تو نے بدباطنی سے کتابت قرآن کی خدمت
اور اس کی حفاظت کو دعویٰ نبوت کے برابر کر دیا اور قادیانی کذاب سے صحابہ کرامؓ
کو جا ملایا۔ کیا یہی آپ کی رواداری اور ایمان بالقرآن ہے؟ تمہارے مسئلہ امامت
امامی شریعت نے مرزا کو یہ راہ سجھائی کہ اگر بعد از محمد رسول اللہؐ کے بعد دیگرے بارہ اشخاص
یہ دعویٰ کریں۔ دکتب شیعہ سے ان تمام دعویوں کی دلیل تحفہ امامیہ باب ہشتم امامت در پردہ انکار ختم نبوت ہے یہ بڑھئیے

- ۱۔ کہ وہ مثل پیغمبر معصوم، واجب الطاعت، صاحب احکام و شریعت ہیں۔
- ۲۔ مثل نبی ان پر ایمان لانا اور بنام شیعہ ان کی امرت بننا ضروری ہے۔
- ۳۔ وہ مثل نبی مہبط ملائکہ صاحبان وحی، صاحبان کلمہ و صحائف اور مصد شریعت ہیں۔
- ۴۔ مثل نبی ان سے ذرا اجتہادی اختلاف رکھنے والا بھی پکا کافر ہے۔
- ۵۔ وہ حرام و حلال میں مختار اور نبی شریعت ساز ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اترنا
ہوا قرآن اب منسوخ، غلط اور ناقابل عمل ہے اور ان کی الہامی شریعت جعفری
ہی واجب الاتباع ہے۔

اور بھولے بھالے محبت اہل بیت مسلمان ان دعوے داروں اور ان کے مذہب
کو اسلام کی شاخ تسلیم کر لیں۔ تو وہ (مرزا) اگر غلطی، بروزی اٹھتی نبی ہونے کا دعویٰ کئے
اور کلمہ قرآن، رسالت و توحید میں کوئی کمی بیشی (جیسے ائمہ شیعہ نے کی) نہ کرے تو وہ
کیوں مسلمان سے خارج ہوا۔ (معاذ اللہ)

عمر اے باد صبا ایں آورده تست

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملہم من اللہ ہونے پر دلیل۔ حدیث نبوی سوال
۲۲۵ کے جواب میں بیان ہو چکی۔ مزید یہ ہے کہ فرمان رسولؐ ہے؟ اے اللہ اسلام
کو عمر بن خطاب کے ذریعے عزت اور غلبہ دے۔ (احمد، ترمذی، شیعہ کتب احتجاج طبری)
نیز فرمایا: اللہ نے حق عمرؓ کی زبان پر رکھ دیا ہے وہ حق ہی بولتے ہیں؟ (مشکوٰۃ ص ۵۵)
نیز حضرت علیؓ کا فرمان ہے: ہم یہ بات انوکھی نہیں جانتے تھے کہ سکینہ (امرغیبی الہام)
عمرؓ کی زبان سے بولتا ہے۔ (بہیقی)

س ۲۶۳: اگر یہ کام فی الواقعہ الہام سے ہوا تو حضرت عثمانؓ نے قبول کرنے
میں احتیاط کیوں برتی؟

ج: الہام مثل وحی قطعی نہیں ہوتا۔ دوسرا عالم و مجتہد شرعی دلائل سے پرکھ سکتا
ہے اور حضرت عثمانؓ نے تو یقیناً قدر کی کہ از سر نو پھر نہیں لکھوایا۔ اسی نسخہ کو ام المومنین
حضرت حفصہ بنت عمرؓ سے منگو کر مزید احتیاط سے نقلیں کرائیں اور اطراف عالم میں

اشاعت قرآن کا زبردست فریضہ سرانجام دیا۔

س ۲۶۴: بھی حل ہو گیا۔ نہ از سر نو جمع ہوا نہ متضاد الہام ہوا۔

س ۲۶۵: سورت بقرہ میں عدت وفات کی آیت ناسخ منسوخ سے پہلے کیوں ہے؟

ج: عمل ناسخ پر ہو گا۔ منسوخ پر نہیں اس لیے اسے مقدم کیا گیا۔

س ۲۶۶-۲۶۷: فاما الذین اسودت وجوہہم۔ اس مبتدائی خبر بتائیے

اگر محذوف ہے تو کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے محذوف کیا۔ حدیث متواتر سے ثبوت

دیں ورنہ قرآن کو ناقص کہیں؟

ج: سنار کرتے تھے کہ آج سے ساٹھ سال قبل شیعوں کے مجتہد مرزا احمد علی لاہوری

نے قرآن پر مسلسل اعتراضات کیے تھے اور پھر (معاذ اللہ) یہ کفریہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ ایسا

قرآن میں بھی بنا سکتا ہوں، "وہ تو والذین کذبوا بآیتنا اولئک اصحابہ

النار" (جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی دوزخی ہیں) کے تحت نار جہنم کا

وقود اور ایندھن بن چکا۔ اب انہی گھسے پٹے کفریات کو ہمارے سائل نے بھی سو سوال

میں پھیلا کر جہنم کی الاٹ منٹ کر لی ہے۔ یہ اعتراض قرآن سے بعض اور ذوق عربیت

نہ ہونے کی وجہ سے ہے ورنہ کسی غیر مسلم نے بھی یہ طعن نہیں تراشا۔ پوری آیت یوں ہے:

فاما الذین اسودت وجوہہم اکفرتہم لعلہم یحسبوا انہم

اکفرتہم لعلہم یحسبوا انہم کفروا۔ کہ وہ لوگ جن کے چہرے کالے ہوں گے تو ان سے کہا جائیگا کیا تم نے ایمان کے

بعد کفر کیا تو اپنے کفر کی پاداش میں عذاب چکھو۔

یہ جملہ استفہامیہ ہی حکماً اور معاً خبر ہے کیونکہ خبر بنائے بغیر اس کا ماقبل سے کوئی

تعلق ہی نہیں جب جملہ استفہامیہ خبر ہو تو اسے مادہ قول سے فعل مجہول کا نائب فاعل

بناتے ہیں تو ترکیب نحوی میں "یقال لہم" محذوف سمجھا جائے گا اور اس پر

وال ہی مقولہ (جملہ استفہامیہ سوالیہ) ہو گا۔ جیسے ترجمے سے واضح ہے اور خبر کی کمی و

حذف کا کچھ نشان نہیں ہے۔ یہی بات ہماری تفسیر روح المعانی پر اور جلالین،

بیضاوی میں لکھی ہے۔ شیعہ کی محج البیان طبرسی ص ۴۸ پر ہے۔

اور اما کا جواب۔ فاما الذین اسودت وجوہہم میں "یقال لہم اکفرتہم"

الایۃ محذوف ہے۔ کیونکہ چہروں کی سیاہی بطور جھڑک اس پر دلالت کرتی ہے گویا وہ خود

ناطق ہے اور ماقبل بیان پر اعتماد کرتے ہوئے بہت سے مقامات میں قول محذوف ہوتا

ہے جیسے وَلَوْ شِئِیْ اِذِ الْمُعْجِرِ مُوْنًا لَّكُنُوْا مِنْهُمْ وَهُمْ حِنْدًا لَّہُمْ

رَبِّنَا الْبَصِرُ نَا۔ یعنی یقولون محذوف ہے۔ وہ کہیں گے اے ہمارے رب

ہم نے دیکھ لیا۔ کیونکہ مجرموں کا سر جھکانا بزبان حال یہ کہنا ہے اور اس کی مثالیں بہت ہیں۔

جب یہ عربی اسلوب کے تحت ہے تو یقال لہم کے حذف پر حدیث متواتر کی کیا

ضرورت ہے۔ بالفرض یہ لفظ اکفرتہم سے پہلے تلاوت کیا جائے تو کلام کی بلاغت

اور اعجاز ختم ہو جائے گا۔ معمولی عربیت سے سدھ بدھ رکھنے والا اسے ناجائز اضافہ قرار

دے گا۔ شیعہ بلاغت اور محاورات قرآنی کو کیا جانیں؟ "بھینس کے آگے بین بجانے"

والا مسئلہ ہے۔ بالفرض قرآن ناقص ہے نہ صحابہ کو غلطی لگی ہے۔

س ۲۶۸-۲۶۹: اتقان میں ہے کہ عثمانؓ نے برأت کو انفال کا جزو سمجھ کر دونوں کو ملا

دیا اور بسم اللہ نہیں لکھی۔ کیا عبد البکرؓ نے قرآن میں بھی ایسا ہی کیا؟ تو کیا معتبر نہ ہوا۔

ج: حضرت ابو بکرؓ نے صحیفہ میں بھی برأت سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ

تھی تو ابو بکر و عثمانؓ میں نہ کوئی اختلاف ہے نہ قطع برید کا کسی پر الزام ہے۔ نہ کوئی نئے الہام

کی فرضی داستان ہے۔

بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ قسطلانی میں یہ لکھی ہے کہ سورت توبہ امان اٹھانے (اعلان

جنگ) کے لیے نازل ہوئی ہے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم میں امان پائی جاتی ہے۔ اس

تعارض کی وجہ سے آنحضرتؐ نے بسم اللہ نہ لکھوائی، یا یہ وجہ ہے کہ آنحضرتؐ اس کا موضع محل

نہ بنا سکے تھے کہ وفات ہو گئی۔ (کیونکہ یہ سب آخری سورت ہے) اور اس کا مضمون (جہاد)

انفال کے مضمون کے مناسب تھا۔ کیونکہ اس میں کفار سے معاہدات کا ذکر تھا اور

توبہ میں معاہدات اٹھانے کا تو اس کے بعد اسے رکھا گیا۔ (ماشیہ بخاری ص ۷۷)

س ۲۷۰: عثمانؓ نے قطع و برید اور اضافہ کیوں کیا؟

س ۲۴۱: ج۔ یہ سابقہ تقریریں دفع ہو گیا کہ عثمانؓ نے کوئی حکم اضافہ نہ کیا۔
 س ۲۴۲، ۲۴۳: ابن مسعودؓ سے قرآن پڑھو اسے (فرمانِ رسولؐ) تسلیم کرتے ہیں؟
 اگر تسلیم کرتے ہیں تو اتفاق میں کھلے ان کے مصحف میں بسم اللہ تھی۔ اب کیوں نہیں؟
 ج: فرمانِ رسولؐ تسلیم ہے مگر اس کے ساتھ تین اور بزرگوں سے بھی قرآن سیکھنے
 کا حکم ہے۔ حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ، ابی بن کعبؓ، معاذ بن جبلؓ۔ (بخاری و مسلم مشکوٰۃ)
 حقیقت یہ ہے ان بزرگوں سے توبہ کے شروع میں بسم اللہ لکھنے کی عادت نہ تھی اور باقی
 صحابہؓ کا تو حال معلوم ہو چکا۔ تو فیصلہ نص از پیغمبرؐ نہ ہونے کی صورت میں کثرت رائے پر ہوا۔

س ۲۴۳: خدا نے قرآن کے قائم رکھنے کا حکم کس کو دیا؟ یہ حکم کس آیت میں ہے؟
 ج: بعد از نبیؐ حضرات صحابہ کرامؓ اور علمائے ائمہ کو یہ حکم ہے اور آیات بکثرت ہیں جو ملاحظہ
 کریں: ع۔ وَأَوْحَىٰ إِلَيْنَا الْقُرْآنَ اور یہ قرآن بذریعہ وحی میرے پاس اس لیے
 لِأُنْذِرَكُمْ بِهِ وَمُنْذِرًا
 بَلَّغْ۔ (پ ۸ ع۔ ترجمہ مقبول مشکوٰۃ) اور اس کو بھی جس تک یہ پہنچے۔

م۔ وَ هَذَا كِتَابُنَا أَنْزَلْنَاهُ مَبْلُغًا فَاتَّبِعُوهُ ... الخ
 ترجمہ: ”اور یہ کتاب جو ہم نے تماری ہے برکت والی ہے، پس تم اس کی پیروی
 کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے (مبادا) تم یہ کہ دو کہ ہم سے پہلے دو گروہوں پر کتاب نازل کی گئی
 تھی اور ہم ضرور اس کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر تھے یا یہ کہ دو کاش ہم پر کتاب نازل
 کی جاتی تو ہم ان سے کہیں زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے۔ اب تو تمہارے رب کے پاس سے
 کھلی دلیل اور ہدایت اور رحمت آگئی پس اس سے زیادہ ظالم کون ہو گا جو اللہ کی آیتوں کو
 جھٹلائے یا ان سے روگردان ہو۔“ (پ ۸ ع۔ ترجمہ مقبول شیعہ مشکوٰۃ)

قرآن آئندہ نسلوں تک پہنچے گا اور فریضہ انذار ادا کرنے والے جانشین پیغمبر ہیں
 کتاب اللہ کی پیروی سے ہی رحمت و ہدایت اور ایمان و عمل کی دلیل حاصل ہوگی۔ کتاب اللہ
 کی یہ دولت صرف اہل سنت مسلمانوں کو حاصل ہے شیعہ کے اعتقاد میں تو قرآن غار میں یا حضرت
 علیؓ کے ساتھ قبر میں دفن ہو گیا وہ ان تک کیسے پہنچے؟ یا ان کو کیسے رحمت و ہدایت حاصل ہو؟

یہ تو تکذیب و اعراض کر کے سب بڑے ظالم (اور جہنمی) ثابت ہوئے۔
 س ۲۴۴، ۲۴۵: کن کن اصحابؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پورا قرآن پڑھا؟
 صرف پانچ کے نام لکھے۔ جنہوں نے رسول اللہ سے قرأت یاد کی؟

ج: لا تعداد ہیں۔ جب صرف جنگ یمامہ میں ۷۰۰ حفاظ اور قاریوں نے
 شہادت پائی تو کثرت کا کیا کہنا۔ درج ذیل روایات میں جن جن اشخاص کا ذکر ہے، وہ
 بڑے بڑے قرار اور حفاظ کا بطور نمونہ اور اتفاقیہ ہے جسے نہیں کہ صرف انہوں نے ہی پڑھا۔
 بخاری شریف مشکوٰۃ باب القرار من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تین احادیث میں سات
 بڑے قاریوں کا ذکر ہے۔

۱۔ چار آدمیوں سے قرآن پڑھو: عبد اللہ بن مسعود، سالم، معاذ، ابی بن کعب رضی
 اللہ تعالیٰ عنہم۔ (بخاری)

۲۔ انصار میں سے چار حضرات نے عبد نبویؐ میں قرآن جمع کیا۔ ابی ابن کعب، معاذ
 بن جبل، زید بن ثابت، ابو زید سعد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

۳۔ چار آدمیوں نے قرآن جمع کیا۔ ابو الدردار، معاذ بن جبل، زید بن ثابت، ابو زیدؓ
 ان سب میں حضرت زید بن ثابت ثابت موجود ہیں جو عہد صدیقی کی قرآن کیٹی کے امیر تھے اور
 سائل کو قرآن مشکوک و غلط جتلانے کے لیے ان سے خاص دشمنی ہے۔

س ۲۴۶: جبریلؑ کی ترتیب سے جو کتاب جنور نے تیار فرمائی وہ کیا ہوئی؟

ج: وہ زبانی ترتیب سے یاد کرنا تھا، یاد کرنا کتاب کی مکمل شکل نہ تھی۔

س ۲۴۷: قاضی ابوبکرؓ کہتے ہیں ممکن ہے سورتوں کی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے خود دی ہو اور ممکن ہے کہ یہ کام اپنے بعد امت کے سپرد کیا ہو۔ دوسری بات
 زیادہ قریب ہے۔ فرمائیے جب آیات کی ترتیب دی تھی تو سورتوں کی ترتیب خود ہی وجود
 میں آگئی؟

ج: قاضی صاحب بطور شک فرما رہے ہیں جو معتبر نہیں ہمارے ہاں آیات اور
 سورت کی ترتیب منجانب خدا و رسولؐ ہے چنانچہ شرح لمعات میں ہے۔ رہی سورتوں اور

آیات کی ترتیب تو تمام اُمت کا اجماع اور نصوص لگاتار اس پر دلیل ہیں کہ ان کی ترتیب توفیقی یعنی خدا و رسول کی طرف سے بتائی ہوئی ہے۔ اگلے سوال میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

س ۲۷۹: اگر حضور نے اُمت کے سپرد کیا تھا تو ابو بکرؓ و زیدؓ نے خلاف سنت کیوں سمجھا؟
ج: ترتیب آیات و سورت اُمت کے سپرد نہ تھی۔ قرآن کے احکام کی طرح اس کی آیات اور سورت کی ترتیب اور ان کے نام بھی الہامی ہیں اور حیات نبویؐ میں قرآن کی پوری ترتیب ہو چکی تھی موجودہ قرآن اسی ترتیب کے مطابق ہے۔ البتہ کتابی شکل میں پورا قرآن مدون نہ تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں ہی کام ہوا۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے قول یَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً میں بیان فرما دیا ہے کہ قرآن صحیفوں میں جمع ہے۔ قرآن صحیفوں میں لکھا ہوا موجود تھا لیکن اس کے اجراء متفرق تھے حضرت ابو بکرؓ نے ان کو ایک جگہ جمع کر دیا جو ان کے بعد محفوظ رہا اور حضرت عثمانؓ نے اس کے متعدد نسخے نقل کرائے دوسرے شہروں میں بھیجے۔

(فتح الباری ص ۹)

حدیث کی کتابوں میں اس قسم کی بکثرت روایات ہیں کہ جب کوئی سورت آیت یا حکم نازل ہوتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تب وحی صحابہ کو حکم دیتے تھے کہ اسے فلاں سورت میں فلاں آیت کے بعد لکھا جائے اور جب ایک سورت ختم ہو جاتی تھی تو دوسری شروع ہوئی تھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ بیک وقت مختلف آیات نازل ہوتی تھیں آپ انہیں مضمون اور ملنی کی مناسبت سے مختلف سورتوں میں لکھواتے تھے اس طرح قرآن کے نزول کے ساتھ آپ کی ہدایت کے مطابق آیات و سورت کی ترتیب بھی ہوتی جاتی تھی۔ آپ کی نمازوں کے سلسلہ میں اہل قسم کی بہت سی روایات ہیں کہ فلاں فلاں وقت کی نماز میں آپ نے فلاں فلاں سورتیں پڑھیں اس سے معلوم ہوا کہ سورتوں کے نام بھی متعین ہو چکے تھے۔ بخاری کی یہ روایت عہد نبویؐ میں ترتیب قرآن کا نہایت بین ثبوت ہے کہ حضرت جبریلؑ ہر سال آپ کو ایک مرتبہ قرآن سنایا کرتے تھے اور وفات کے سال دو مرتبہ سنایا۔

یہ مسلم ہے کہ آپ کی وفات سے پہلے پورا قرآن نازل ہو چکا تھا اس لیے پورا قرآن سننے کے یہی معنی ہو سکتے ہیں کہ وہ مرتب بھی تھا بعض صحابہ کے پاس پورا قرآن جمع تھا اور

وہ اس کا دورہ کرتے تھے حضرت عبداللہ بن عمرؓ و العاصؓ کا بیان ہے کہ میں نے قرآن جمع کیا تھا اور اس کو ایک رات میں تمام کر دیتا تھا..... الخ۔ (تاریخ اسلام از مولانا سید عین الدینؒ ص ۱۲۱)
س ۲۸۰: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ۔ کیا اس حکم کی تعمیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی؟

ج: یقیناً کی۔ کہ زبانی تبلیغ سے فرداً فرداً ہر ایک کو پہنچا دیا۔

س ۲۸۱: وہ قرآن چھوڑ کر اُمت نے دو مرتبہ جمع کی زحمت کیوں اٹھائی؟

ج: جس کو جو عالم ملتا ہے اس کی حفاظت ضروری ہے خصوصاً اگلی نسلوں تک جب پہنچانا ہو یہ اس کے بغیر ممکن نہ تھا کہ عہد نبویؐ کی تحریرات کو یکجا جمع کر کے ایک کتاب جلد بنا دی جائے۔

س ۲۸۲: اگر نہیں پہنچایا یا ادھورارہنے دیا تو حکم خدا کی خلاف ورزی نہ کی؟

ج: قرآن یقیناً پہنچایا یا ادھورارہ چھوڑا، خلاف ورزی وہ ملعون ٹوڑ کر رہا ہے جو قرآن کو ناقص، عجیب دار اور مشکوک جتلا کر پورے دین پر ہاتھ صاف کر رہا ہے۔

س ۲۸۳: قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا اب صرف لغت قریش پر کیوں ہے؟

ج: سوال ۲۸۲ کے تحت مفصل جواب ہو چکا ہے کہ اصلاً صرف لغت قریش پر اُترا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سہولت کے لیے مزید لغتوں کی اجازت چاہی جو مل گئی پھر جب لغت قریش عام ہو گئی اور اسلام عرب سے نکل کر جم میں چھا جانے لگا تو ان کے لیے سات لغتیں مزید مشقت اور اختلاف کا باعث تھیں لہذا صرف وہ لغت قریش لازم قرار دی گئی جس میں عرش معلیٰ سے اُترا تھا اور کتابت تو صرف ایک حرف پر ہی ہو سکتی تھی تو لغت قریش کے رسم الخط کو ہی اپنایا گیا۔

س ۲۸۴: اتفاقاً یہ ہے کہ مصحف علیؓ نزولی ترتیب پر تھا، وہ خلفائے کیوں قبول نہ کیا؟

ج: یہ روایت شاذ ہے ہم اسے صحیح ماننے کے لیے تیار نہیں کہ حضرت علیؓ نے قرآن جمع کیا ہو اور خلفائے نظر انداز کر دیں۔ فرض کیجئے انھوں نے قبول نہ کیا تو اس وقت

کے علم معاشرے سے تاہنوز اس کا نام و نشان کیوں نہیں ملتا۔ کم از کم شیعوں کے پاس تو ہونا چاہیئے تھا مگر یہ بے چائے بھی خلفاء ثلاثہ اور تمام صحابہؓ والے قرآن سے رسمی تعلق جتنا کر عوام کے سامنے مسلمانوں کا بھرم قائم رکھے ہوئے ہیں۔

اور اگر حکمت خداوندی نے اسے موجودہ قرآن کے سوا بالکل معدوم کر دیا ہے تو اب نئے شوشے چھوڑنا اسلام و قرآن سے زبردست دشمنی ہوگی اور خدا کی سنت اور تقدیر سے بغاوت سمجھی جائے گی۔

بافرض و الحال اگر صحیفہ مرقیہ کی ساخت اور پیشی تسلیم کی جائے تو قبول نہ ہونے کی مسئلہ تین وجوہات یہ ہیں :-

۱۔ وہ ترتیب نزولی پر تھا۔ بعض چھوٹی سورتیں تو اکٹھی نازل ہوئیں مگر بعض بعض کی متفرق آیات اتریں جو تاریخ وار ترتیب سے جمع ہوں تو ایک کی آیات دوسری سورت میں گڈمڈ ہو جاتیں۔

۲۔ حفظ تو ہر سورت کی آیات کا اپنی ترتیب پر کرنا ہوتا۔ مخلوط شکل کا حفظ ناممکن تھا۔

۳۔ قرآن حکیم میں معنی و مضامین کے لحاظ سے کوئی ربط و اتصال نہ ہوتا۔ متفرق سورتیں یا آیتیں ایک دوسری سے الگ الگ نظر آتیں۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ قرآن کریم مکی و مدنی ۲۳ سالہ زندگی میں حسب ضرورت اور درپیش مسائل و حادثات کے مطابق ہوا جنہیں شان نزول کہا جاتا ہے وہ تقدیر ازل کے مطابق آگے پیچھے رونما ہوئے۔ لوح محفوظ میں مکتوب

قرآن محفوظ ان واقعات کے تابع نہ تھا اور نہ واقعات ترتیب لوحی سے رونما ہو رہے تھے تو پھر ترتیب نزولی کا ترتیب اصلی سے کوئی تعلق تھا۔ ورنہ وہ یومیہ خبرنامہ یا ڈائری بن جاتا۔ ایک قانونی، اصلاحی اور مکمل مرتب کتاب کی شکل نہ ہوتی اس کی ایک حسی مثال یوں سمجھئے کہ مثلاً ایک دلہن کو اس کی سب زندگی کا ہر قسم کا سامان بطور جہیز دیا گیا اس نے تمام اشیاء کو ایک سلیقہ اور ترتیب سے رہائشی مکانات میں سجا دیا۔ اب یہ ضروری نہیں ہے کہ جس ترتیب سے اس نے رکھا ہے اسے استعمالی ضرورت بھی اسی ترتیب سے ہو بلکہ ایک چیز کی دن میں ۵ مرتبہ ضرورت ہوگی تو دوسری کی ۲۰ سال بعد ضرورت پڑ سکتی ہے

اب اگر وہ ایک چیز استعمال کر کے اپنی جگہ واپس رکھ دے تو سلیقہ شعاری ہے اور اگر ہر چیز حسب ضرورت اٹھا کر استعمال کرتی رہے اور ایک سٹور روم یا صحن میں استعمالی ترتیب سے رکھتی رہے تو سب گھر کا بڑا خانہ اور بھدا محسوس ہوگا۔ بس اسی مثال سے سمجھئے کہ قرآن مجید حسب ضرورت و واقعات لوح محفوظ سے تھوڑا تھوڑا اترتا رہا تو اس کی آیات و سورتیں لوحی ترتیب حضور اور صحابہ کرام کو بتلانی جاتی رہی جب وہ مکمل اتر چکا تو سب سورتوں اور آیتوں کو اسی طرح مرتب جمع کیا گیا جو لوح محفوظ میں تھی اور یہ حقیقت اسی آیت کریمہ سے ثابت ہے:

بَلْ لَّهُوَ قُرْآنٌ مُّجِيدٌ ۝ فِی لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ (برج) بلکہ وہ قرآن مجید ہے جو ایک محفوظ تختی پر مکتوب و محفوظ ہے تفسیر ابن جریر طبری ص ۹۰ پر اس کی تفسیر ہے کہ لوح سے مراد عند اللہ محفوظ تختی ہے اور مجاہد اسے اتم الکتاب کہتے ہیں اور انس بن مالک اسے حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی قرار دیتے ہیں تفسیر قمی میں حضرت صادق سے روایت تفسیر صافی لکھا شانی ص ۳۱۲ یہی تفسیر نقل کی گئی ہے نیز یہ کہ وہ تحریف و تبدیل سے محفوظ ہے۔

شیعہ تفسیر مجمع البیان ص ۶۹ میں ہے کہ قرآن ایک تختی پر ہے جو تغیر، تبدیلی، کمی اور زیادتی سے پاک ہے۔ نیز وہ اللہ کے ہاں اتم الکتاب میں محفوظ ہے جس سے قرآن اور دیگر آسمانی کتابیں نقل کی گئی ہیں جسے لوح محفوظ کہتے ہیں اور وہ ایک سفید موتی سے بنی ہے جس کا طول آسمان و زمین اور عرض مشرق و مغرب کو عاوی ہے۔ (از ابن عباسؓ و مجاہد)

س ۲۸۴: اہل سنت تحریف قرآن کے معتقد ہیں یا نہیں؟

ج: ہرگز نہیں، تبھی تو شیعوں کو باطل پرست جانتے ہیں۔

س ۲۸۵: اہل سنت تحریف کا اعتقاد رکھنے والے کو کیا سمجھتے ہیں؟

ج: جو شخص یا گروہ بعد از پیغمبر قرآن میں کمی بیشی یا تبدیلی کا قائل ہو یا وہ کسی دور میں ایسی تبدیلی کرنا چاہے یا لوگوں کو ناقص اور محرف قرآن باور کرانا چاہے وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس پر ہماری کتابیں اور فتاویٰ جات بالکل واضح ہیں۔ ہماری بنیادی کتاب "تعلیم الاسلام" از مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۱۱ سوم ص ۱۱۱ بحث قرآن میں ہے:

"قرآن مجید کا ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ محفوظ ہے اس میں ایک نقطہ کی بھی

کمی بیشی نہیں ہوئی اور نہ قیامت تک ہو سکے گی اور پہلی کتابوں میں لوگوں نے تحریف کڑالی؛
پھر حصہ چارم ملا پر اس قرآن کے اصلی ہونے کی پہلی دلیل یہ دیتے ہیں:

”قرآن مجید کا متواتر ہونا یعنی تواتر کے ساتھ حضور کے زمانے سے آج تک نقل ہوتے
چلا آنا ہے۔“ (جو چیز تواتر سے ثابت ہو جائے اس کا ثبوت یقینی اور قطعی ہوتا ہے اسی
میں کسی طرح شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہوتی۔)

س ۲۸۶: حیات پیغمبر میں سلسلہ نسخ بند ہو گیا تھا یا نہیں؟

ج: آخر عمر میں جا کر رک گیا جو اللہ کو منظور تھا۔

س ۲۸۷، ۲۸۸: کیا حضور نے منسوخ شدہ آیات کو ناسخ آیات سے بدلاتھا

یا نہیں؟ در نہ نبی نے خدا کے حکم سے سرتابی کی۔

ج: منسوخ کو ناسخ سے بدل دینا یہ اللہ کا کام تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کا نہیں کیونکہ آپ خود تو آیتیں نہیں بناتے تھے۔ اللہ کا فرمان ہے: ”ہم جو آیت منسوخ
یعنی اس پر عمل کرنے کا حکم واپس لیں یا مدت عمل ختم کر دیں، کریں یا وہ بھلا دیں تو اس سے
اور بہتر ہم لاتے ہیں۔“ (بقرہ ع ۱۳)

ہاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم منسوخ کی نشاندہی فرمادیتے اور صحابہ مشہور کرتے
تھے پھر نسخ کی کئی قسمیں ہیں۔ نسخ فی السلاۃ جیسے آیت رجم، نسخ فی الحکم جیسے آیت
عدۃ۔ نسخ فی السلاۃ والحکم معاً جیسے احزاب کی کچھ آیات، نسخ بالنسیان جس کی مثال
پیش نہیں کی جاسکتی پھر کچھ علماء حکم میں معمولی تغیر پر نسخ کا اطلاق کرتے ہیں اور کچھ علماء بالکل
حکم اٹھ جانے یا متضاد آجانے کو نسخ کہتے ہیں۔ ان کے ہاں منسوخ آیات کم بلکہ نہ ہونے
کے برابر ہیں۔

س ۲۸۹: جب آپ کے ایمان میں قرآن کو مکمل کہنا ہی منع ہے۔ (قول ابن عمر
در اتقان) پھر قرآن کے جامع و کامل ہونے پر آپ کا عقیدہ کیسے درست ہے؟

ج: وہ تمام منزل شدہ آیات، جو عہد نبوی میں ہی منجانب اللہ شہادت قرآنی سے
منسوخ ہوئیں یا بھلائی گئیں۔ کے لحاظ سے یہ مقولہ ہے کیونکہ اسے کل منزل کہنا خلاف

واقع ہے لیکن منسوخ و منسی کے علاوہ یہ قرآن تا قیامت جامع و مکمل رہے گا۔ اس میں ایک
حرف کی بھی کمی بیشی ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

۱۔ اِنَّا لَنَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ
وَ اِنَّا لَءِ لَحٰفِظُوْنَ (ہک ۱۷)

یہ آیت اس خدشہ کے رد میں آتری کہ آئندہ نسلیں کہیں یہود و نصاریٰ کی طرح
کتاب اللہ میں تحریف نہ کر دیں۔ اللہ نے ضمانت دی کہ ہم ہی نے اتارا، ہم ہی یقیناً
لوگوں کی دست برد اور تحریف سے اس کی حفاظت کریں گے۔

۲۔ وَاِنَّكَ لَكِتٰبٌ عَزِيزٌ لَا يَأْتِيهِ
الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ
خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ
حَمِيْدٍ۔ (پ ۲۲، ع ۱۹)

قرآن میں انسانی تصرف سے کمی بیشی اور تحریف ایک باطل مداخلت ہے جس
کی نفی خود قرآن نے کی ہے۔

۳۔ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْاٰنَهُ فَاِذَا
قُرْاٰنُهُ قَاٰتِلٌ فَرَّانَهُ فَشَقَّ
رَاٰتِ عَلَيْنَا بَيِّنٰتَهُ۔
(قیامہ پ ۲۹)

جب جمع کی ذمہ داری خود خدا نے لی ہے تو حسب حالات۔ اپنے پیغمبر
سے پھر خلیفہ اول صدیق اکبرؓ سے پھر عثمانؓ ذوالنورینؓ سے جمع، حفاظت اور اشاعت
کی جو خدمت خدا نے لی وہ سب صحیح، گارنٹی شدہ اور خدائی جمع کی ہی شکل اور اقلے
عہد ہے تو قرآن اسی طرح کامل و مکمل اور ہادی تا قیامت رہے گا۔ اس عقیدہ کے مخالف
اور جمع قرآن پر اعتراضات کرنے والے۔ کافر اور دائرۃ اسلام سے خارج سمجھے جائیں گے۔
س ۲۹۰: جو دعویٰ اسلام قرآن سے کراہت کرے اسے کیا سمجھیں گے؟

ج : اس کے ایمان میں خلل ہے جیسے شیعہ قرآن کے حفظ اور اشاعت کو ناپسند کرتے ہیں۔
س ۲۹۱ : کیا اللہ کا رسول قرآن کو مکروہ سمجھ سکتا ہے؟

ج : یہ کراہت خاص قرآن سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے جس کا نہ ہونا ہی قرآن کی تعظیم ہے مثلاً کوئی شخص بول و براز کی جگہ یا غل غپاڑہ میں یا تیزی میں قطع حروف کے ساتھ یا تحریف اور غلط ترجمہ کے لیے قرأت کرے تو ایسی قرأت قرآن کو ناپسند کیا جائے گا۔

س ۲۹۲ : جو فرقہ سید الانبیاء پر کراہت قرآن کا الزام لگائے وہ مفتری نہیں ہے؟
ج : یہ الزام کوئی نہیں لگاتا۔ البتہ جو فرقہ سید الانبیاء پر یہ الزام لگائے کہ آپ نے پورا قرآن صرف حضرت علیؓ کو پڑھایا لکھوایا۔ علیؓ نے صرف اپنی اولاد کو پڑھایا اور دیا اور وہ ایک امام کی دست بوسی کرتا ہوا جب مہدی العصر تک پہنچا تو وہ صاحب غار میں لے کر چھپ گئے اور اربوں کھربوں مسلم دنیا اس قرآن کا نہ منہ دیکھ سکی نہ ایک لفظ سُن سکی۔ یقیناً یہ فرستہ مفتری بر رسول اور غیر مسلم ہے۔

س ۲۹۳ : نبی پر افتراء اور نسبت کذب کرنے والا مدعی اسلام فرقہ کس سزا کا مستحق ہے؟
ج : آپ کا بالا عقیدہ اگر درست ہے تو یہ شیعہ فرقہ دوزخی ہے مزید سزا تمام علماء کو اپنا عقیدہ لکھ کر معلوم کر لیجئے اور اخبارات میں شائع کرائیے اور اپنے شیعہ دشمن اسلام و قرآن ہونے پر فخر کیجئے۔

س ۲۹۴ : اس روایت پر آپ کا کیا تبصرہ ہے کہ عمرؓ نے رسول اللہ سے کہا کہ آیت رجم لکھواد کیجئے۔ فکانہ کرہ ذلک۔ گویا آپ نے اسے مکروہ جانا؟

ج : لکھواد پہاڑ نکلا چوہا وہ بھی مردہ۔ یہ مثل آپ کی کارروائی پر صادق ہے۔ چار قسمیدی بالا سوال اسی لیے بنائے کہ رسول خدا کو یا اہل سنت نبی کو مجرم قرار دیں مگر خود اپنے کھودے ہوئے کنوئیں میں گر پڑے۔ کبر کا مفعول ذلک اسم اشارہ مذکر ہے۔ جس کا مرجع اکتب کا مصدر کتابت اور لکھوانا ہے۔ آیت رجم نہیں ہے یعنی آیت رجم کو ناپسند نہیں کیا ہے کیونکہ اس کی طرف اکتبہا ضمیر مؤنث راجع ہے، بلکہ آیت رجم کی کتابت کو آپ نے ناپسند فرمایا۔ کیونکہ یہ منسوخ فی التلاوت والکتابت

ہے اور یہی روایت اس کی دلیل ہے۔

س ۲۹۵ : مسلک اہل سنت کے مطابق حقیقت و ماہیت قرآن کیا ہے؟

ج : ۱۰۰ میں صرف یہ آخری دو سوال کچھ معقول ہیں باقی سب بغویات کا پلندہ تھے۔ قرآن ان الفاظ، ترتیب اور معانی کے مجموعہ کا نام ہے جو حضرت جبریل علیہ السلام رسول خدا کے قلب مبارک پر نازل فرما گئے اور یہ خدا کا نفسی قدیم کلام ہے اس کی صفت ہے اس کے ساتھ قائم ہے۔ حادث و مخلوق نہیں ہے البتہ وہ واقعات و مسائل مخلوق ہیں جن کے بارے میں قرآن اُترتا رہا۔ بظاہر عربی کے لغوی الفاظ حادث معلوم ہوتے ہیں مگر قرآنی کلمات و الفاظ پھر بھی قدیم ہیں۔ لغتیں اور بولیاں بعد میں پیدا ہوئیں۔ قدیم الفاظ قرآنی کی ان سے مطابقت اور یکسانیت ظاہر ہو گئی۔ ہماری تلاوت کے الفاظ و لہجے حادث ہیں کہ ہمارا کسب اور خدا کی مخلوق ہیں۔

س ۲۹۶ : سنی مذہب کے مطابق قرآن کہاں سے نازل ہوا؟ حروفِ سبعہ سے کیا مراد ہے؟

ج : لوح محفوظ سے۔ آیت سورت بروج کا حوالہ گزر چکا ہے اور پہلی آیت اقراء باسم ربک نازل ہوئی۔ حروفِ سبعہ کی تشریح مختصر سوال ۲۵۰ میں گزر چکی ہے۔ مزید وضاحت یہ ہے کہ حروف کے اختلاف سے مراد قراتوں کا اختلاف ہے اور سنی حروف سے مراد اختلاف قرات کی سات نوعیتیں ہیں۔ متقدمین میں کسب سے پہلے یہ قول امام مالک المتوفی ۱۷۹ھ نے کیا۔ مفسر قرآن علامہ نظام الدین قمی نیشاپوری نے اپنی تفسیر غرائب القرآن میں امام مالک کا یہ مذہب نقل کر کے مفرد و جمع، تذکیر و تانیث، وجہ اعراب، ادوات نحو، لب و لہجہ میں اختلاف قرات کی مثالیں دی ہیں۔

علامہ ابن قتیبہ، شیخ عبد العظیم زرقانی، ابو الفضل رازی محقق جزیری، قاضی باقلانی وغیرہ اسی مذہب کے قائل ہیں کیونکہ اس میں حروف و قرات کو جدا جدا چیزیں نہیں ماننا پڑتا اور سات حروف کے معنی بلا تکلف و تاویل درست ہو جاتے ہیں۔

(ماخوذ از علوم القرآن ص ۱۱۱ مؤلف مولانا محمد تقی عثمانی جسٹس و فاضل شرعی عدالت)

مطالعہ صدیقی

س ۲۹۷: کیا دعوت ذوالعشرہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ شریک تھے؟

ج: اس دعوت کے متعلق ہم مفصل کلام اور شیعی استدلال کا رد تحفہ امامیہ سوال ۳۱ کے تحت کر چکے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ ایک کمزور تاریخی روایت ہے۔ سیرت و حدیث کا مستند واقعہ نہیں۔ پھر بنو عبد المطلب کی تعداد ۴۰ تک پہنچی ہی نہ تھی نیز بصورتِ صحت یہ جبری تبلیغ کا واقعہ ہے۔ جب آیت **وَإِنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْإِلَٰهَ قُرَيْشًا** نازل ہوئی تھی تو آپؐ نے تمام برادری کے غیر مسلم افراد کو بلا کر دعوتِ طعام دی، پھر توحید و رسالت کی تبلیغ کی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ چونکہ تین سال قبل پہلے دن ہی اسلام قبول کر چکے تھے اس لیے اس خانگی بنو اعمام کی دعوت میں شرکت کا سوال نہ تھا۔

مولانا آزاد اور غلام رسول مہرؒ ”رسولِ رحمت“ میں لکھتے ہیں:

پہلی وحی اور نماز و وضو کی تعلیم کے بعد ساتھ ہی پیغامِ حق کی تبلیغ شروع ہو گئی یہ بری تبلیغ کا دور تھا جو تین سال جاری رہا۔ سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ، حضرت علیؓ (جن کی عمر صرف آٹھ سال تھی) حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ مسلمان ہوئے۔ چند روز کے بعد بلالؓ عمرو بن عبسہ اور خالد بن سعید بن عاص نے اسلام قبول کیا۔ (رسولِ رحمت ص ۷۷)

س ۲۹۸: اس دعوت پر رسولِ مقبولؐ نے کیا ارشاد فرمایا؟

ج: جب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: کہ جو شے میں نے تمہارے سامنے پیش کی ہے کسی شخص نے بھی اس سے بہتر شے اپنی قوم کے سامنے پیش نہیں کی میں تمہارے واسطے دنیا اور آخرت کی خبر لے کر آیا ہوں۔ (ابنِ ابی حاتم و بیہقی ابنِ نعیم خصائص ص ۱۲۳، بحوالہ سیرت مصطفیٰ ص ۱۳۶)۔

س ۲۹۹: آپؐ کے پیغام کو کس کس نے قبول کیا؟

ج: یہاں بالاکتب کی روشنی میں کسی نے قبول نہیں کیا۔ سیرت ابن ہشام میں اس دعوت واقعہ کا کہیں ذکر نہیں ضعیف روایات کی روشنی میں یہاں شیعہ یہ کہلوانا چاہتے ہیں:

”کہ یہ دعوت تین دن تک ہوتی رہی۔ بنو عبد المطلب برادری میں سے کسی نے حامی نہ بھری تو تیسرے دن حضرت علیؓ نے اس پر لبیک کہی حالانکہ آپ صغیر سن تھے۔ ابولہب مذاق اڑاتا تھا۔ غالباً دیگر حاضرین نے خلیفتی فی اہلی (میرے گھر والوں میں میرا خلیفہ ہوگا) کے منصب کو اپنے شایان نہ جانا اور خاموش رہے۔ حیات القلوب ص ۲۶۹ شیعہ تفسیر مجمع البیان تفسیر قمی، تاریخ طبری ص ۳۲ میں یہ لفظ ہیں:

”کون اس شرط پر میری بیعت کرے گا کہ وہ میرا بھائی ساتھی اور وارث بنے آپؐ نے تین مرتبہ یہ فقرہ دوہرایا جب کوئی نہ اٹھا تو میں سب سے چھوٹا تھا اٹھا تو آپؐ نے فرمایا بیٹھ جا، تیسری مرتبہ میں نے بیعت کی پس اسی وجہ سے میں چچا کے بیٹے کا وارث (علمی) ہوں اور چچا کا نہیں ہوں“

یہاں سے چھ باتیں ثابت ہوئیں:

روایت ثابت چھ باتیں شیعہ کے خلاف ہیں

۱۔ صرف اپنی غیر مسلم برادری بنو عبد المطلب کو دعوت تھی۔ حضرت ابو بکرؓ تہمی تو ۳ سال پہلے سے مسلمان تھے۔

۲۔ بنو ہاشم و بنو عبد المطلب میں سے کسی نے بھی اسلام اور پیغمبرؐ کی حمایت نہ کی۔

۳۔ جناب ابوطالب کا بھی مومن و مسلمان نہ ہونا ثابت ہوا ورنہ ضرور لبیک کہتے۔

۴۔ حضرت علیؓ نے بھی اسلام و ایمان کا اظہار تین سال بعد اسی موقع پر کیا۔

۵۔ اس خلافت و وزارت کا مقصد برادری اور خانگی امور میں جانشین بنانا تھا۔

۶۔ انبیاء کی میراث علمی ہوتی ہے ورنہ علیؓ چچا کے بجائے چچا زاد کے وارث نہ بنتے۔

س ۳۰۰: کیا اس دعوت سے پہلے آپؐ نے عوام پر اظہارِ نبوت کیا؟

ج: ہاں اپنے احباب اور خواص کو ضرور۔ دعوتِ اسلام دی اور سابق، افراد کے علاوہ مندرجہ ذیل افراد مشرف اسلام ہوئے۔ حضرت عثمانؓ، زبیرؓ، عبد الرحمنؓ بن عوفؓ، طلحہؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، سعید بن زیدؓ، ابو عبیدہ بن الجراحؓ۔ یہ سات مبشر بالجنۃ،

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دعوت اور تحریک سے ہی حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ابوسلمہ عبدالاسد بن بلال، عثمان بن مظعون، عامر بن نفیرہ ازدی، ارقم بن ابی الارقم، عمار بن یاسر، حضرت عباسؓ کی اہلیہ ام الفضل، اسماء بنت ابی بکر، اسماء بنت عمیس، فاطمہ بنت خطابؓ و حضرت عمرؓ کی بہن، رضی اللہ تعالیٰ عنہم صادقین اولین کا یہ گروہ کسی گھائی میں جا کر نماز بھی پڑھا کرتا تھا۔ (رسول رحمت ص ۷۷ بحوالہ رحمت للعالمین ص ۵۵)

سیرت ابن ہشام ص ۲۸۰ تا ۲۸۱ میں مذکورہ ناموں کے علاوہ ۳۲ مردوں، عورتوں کے اور نام نیز اسی طرح سیرت المصطفیٰ ص ۱۲۶ پر اور ذکر کیے ہیں۔
دونوں سیرت نگار اس کے بعد لکھتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو علانیہ تبلیغ کا حکم دیا اور تین سال چھپی تبلیغ کے بعد یہ آیتیں نازل ہوئیں:

۱۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ۔ (پ ۱ ع ۱)
خدا کا حکم دوڑوں سنائیں اور مشرکوں سے اعراض کریں۔

۲۔ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ۔ (پ ۱ ع ۱)
اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں۔

س ۱۳: کیا اس دعوت پہلے حضورؐ نے کسی کو دعوت اسلام دی؟

ج: جی ہاں! خفیہ طور پر ضروری تفصیل مذکور ہو چکی۔

س ۱۴: حضرت ابوبکرؓ دعوت ذوالعشرہ کے موقع پر مکہ میں تھے یا نہ؟

ج: یقینی طور پر پتہ نہ چل سکا جب کہ غیر موجودگی سے ان کا نقصان تھا کیونکہ وہ اس دعوت بنو عبد المطلب سے تین سال پہلے لمان ہو چکے تھے اور کافی لوگوں کو لمان کر چکے تھے۔ مولانا شبلی نعمانی، سیرت النبی ص ۱۱ پر رقم طراز ہیں: "حضرت ابوبکرؓ دولت مند ماہر انساب، صاحب الرائے اور فیاض تھے۔ ابن سعد نے لکھا ہے: کہ جب وہ ایمان لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے۔ (جو اپنے تبلیغ اسلام اور مسلمان غلاموں کو آزاد کرانے میں خرچ کر ڈالے) عرض ان اوصاف کی وجہ سے مکہ میں ان کا عام اثر تھا اور معززین شہر ان سے ہر بات میں مشورہ لیتے تھے۔" ارباب روایت کا بیان ہے کہ "کبار صحابہ میں سے حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص

فلاح ایران، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم سب ان ہی کی ترغیب اور ہدایت سے اسلام لائے ان کی وجہ سے یہ چرچا چکے چکے اور لوگوں میں بھی پھیلا اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔۔۔۔۔ لیکن جو کچھ ہوا پوشیدہ طور پر ہوا نہایت احتیاط کی جاتی تھی کہ محرمان خاص کے سوا کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔
دعوت ذی العشیرہ تین برس کے بعد اعلان عام اور نبوت میں ہوئی اس میں صرف خاندان عبد المطلب کے تمام افراد کو مدعو کیا گیا۔ حمزہؓ، ابوطالب، عباسؓ سب شریک تھے دیگر حضرت علیؓ نو عمر لڑکے کے سوا کسی نے حضورؐ کا ساتھ دینے کا اعلان نہ کیا، مع ہذا تاریخ طبری ص ۱۱۱ اور تفسیر طبری ص ۶۸ میں عبد الغفار بن قاسم اور منہال بن عمرو کے واسطے سے اس کو روایت کیا ہے۔ پہلا راوی شیعی اور متروک ہے، دوسرا بد مذہب۔ اس روایت میں اور بھی وجوہ ضعف بلکہ وجوہ وضع ہیں تو نہ یہ شیعوں کو مفید ہے، نہ صدیق اکبرؓ کی غیر موجودگی کے لیے نقصان دہ ہے۔

س ۳۳: ایسی حدیث صحیح بتائیں کہ رسول اللہؐ شب ہجرت اور صدیقی رفاقت نے ابوبکرؓ کو ہجرت کا ہم سفر بنایا ہو؟

ج: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امینؓ سے دریافت کیا کہ میرے ساتھ کون ہجرت کرے گا۔ جبریل امینؓ نے کہا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ درواہ الحکم وقال صحیح الاسناد وقال الذہبی صحیح غریب۔ مستدرک ص ۲۲ (وزرقانی ص ۲۲)
صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپؐ عین دوپہر کے وقت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا مجھ کو ہجرت کی اجازت ہو گئی ہے۔ ابوبکرؓ نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں کیا اس ناچیز کو ہم رکاب ہونے کا شرف حاصل ہو سکے گا؟ آپؐ نے فرمایا: "ہاں" (سیرت المصطفیٰ ص ۲۴) اور شیعہ کی تفسیر حسن عسکری میں ہے کہ حضرت جبریلؓ نے لائے کہ ابوبکرؓ اس سفر میں آپؐ کے قریبی دوست اور رفیق جنت ہیں۔
س ۳۴: ابوبکرؓ کا قول بتائیں کہ شب ہجرت مجھے خصوصی طور پر حضورؐ نے بلایا کہ میں ان کے ساتھ جاؤں۔

ج: مذکور ہو گیا اور شیعہ کتاب حملہ حیدری میں ہے: پہلے ہجرت نیز ادا مادہ بود۔ کہ سابق رسولؐ خبر دادہ بود۔ نبی بردر خانہ اش چوں رسید بگوشش ندائے سفر در رسید۔

چوں بوجہ زان حال آگاہ شد۔ زخانہ بڑوں رفت و ہمراہ شد۔ (دیرت المصطفیٰ ص ۲۹)

س ۲۵۳: توبہ کی آیت میں البوکر کے لیے لفظ صاحبہ استعمال ہوا ہے۔ بتائیے اہل عرب یا صاحب الحمار کس کو کہتے ہیں؟

ج: صحابہ کے دشمن گدھوں کو ہی کہتے ہیں۔ کیونکہ جو غر دماغ۔ صاحب الرسول میں رسول کی جگہ حمار اور حمار کی جگہ رسول بول کر دونوں کو برابر کر دیتا ہے۔ کفار تو کجا اس میں گدھے جتنی عقل بھی نہیں۔

تاریخ طبری کے شروع میں ہے کہ شیعۃ الشیاطین بہت پہلے سے ہیں۔ بتلائیے؟ شیعۃ الشیاطین اور شیعہ امامیہ میں کیا فرق ہے؟ لفظ اہل النار قرآن میں جگہ جگہ آیا ہے کیا اس سے تمہارے اہل خانہ تو مراد نہیں؟

س ۲۵۴: حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا: لِيَصَاحِبِيَ السَّبْحَن (قیدی ساتھیو!) اور قرآن پہا باغ والوں کے قصہ میں ہے: قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ (اس سے دوران گفتگو اس کے ساتھی نے کہا) اگر اس لفظ میں خاص فضیلت ہے تو کفار کیسے کیوں بولا گیا؟ ج: لفظ صاحب کے معنی، ساتھ دینے والے اور تعلق رکھنے والے کے ہیں۔

قیدی قید سے تعلق رکھتے تھے اور یوسف علیہ السلام کے ساتھی تھے۔ پھر تبلیغ سے مسلمان ہو گئے۔ صاحبہ اس کافر کے پاس رہنے والا۔ اسے تبلیغ کر رہا تھا؟ کیا تو نے خدا کا انکار کیا جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا؟ تو دونوں جگہ صاحب ایمان پر بولا گیا۔ جیسے قرآن میں "ما ضل صاحبکم وما غوی" آیا ہے کہ تمہارا ساتھی دیبغیر نہ گمراہ ہے نہ بھٹکا ہے، اس سے پتہ چل گیا کہ لغت لفظ صاحب اپنے مضاف الیہ کے مطابق۔ گو اعلیٰ یا ادنیٰ مفہوم دے سکتا ہے مگر قرآن میں اور پیش کردہ مثالوں میں لفظ صاحب ادنیٰ چیزوں کی طرف نسبت کے باوجود اپنے اعلیٰ مفہوم سے گرا نہیں۔ لیکن اگر لفظ صاحب اشرف اور اعلیٰ کی طرف منسوب ہو تو پھر مضاف الیہ سے خیر اور مدح حاصل کرے گا۔ جیسے صاحب النبوة، صاحب القرآن، صاحب بیت اللہ، اہل ایمان، صاحب النبی، صاحب الجنة وغیرہ۔

لے ہجرت کے لیے ابو بکر تیار تھے کیونکہ رسول اللہ نے آپ کو خبر دے دی تھی خود حضور ابو بکر کے گھر گئے۔ جب ابو بکر کو سفر کی اطلاع مل گئی تو ابو بکر گھر سے نکل آئے اور آپ کے ساتھ چل پڑے۔

اور یہاں صاحبہ (صاحب نبی) تعریف کے علاوہ اس لقب خاص کے طور پر بولا گیا۔ جس سے آنحضور صاحب ابو بکر۔ اور ابو بکر صاحب محمد۔ عوام کی زبان پر معروف تھے کیونکہ ہم دم، ہم راز، ہم قدم، ہم دعوت، ہم خیال، ہم مشن اور ہم دین تھے۔ اس جوڑے جیسا تعلق کسی کا ان سے یا آپس میں نہ تھا۔

س ۲۵۵: کیا غار میں ابو بکر کا حزن و غم، اطاعت خدا و رسول میں تھا یا نہیں؟ ج: رسول خدا کی محبت میں تھا جو اطاعت سے بھی فائق ہے۔

س ۲۵۶: اگر اطاعت میں تھا تو امر حق سے "لا تحزن" (غم نہ کھا) سے منع کیوں کیا؟ ج: یہ نبی عاشق صادق کو شفقت تھی جیسے شہدار اُحد پر حضور کے غم کھانے کو منع کیا گیا ولا تحزن علیہم۔ (پ ۱۲ ع ۲۲)

س ۲۵۷: اگر یہ حزن ضعیف الاعتقاد ہی اور خدا و رسول پر یقین کامل کی کمی کا نتیجہ تھا تو پھر فضیلت کیسے ٹھہرا؟

ج: نہ ضعف اعتقاد ہی تھا، نہ یقین کامل کی کمی۔ عشق صادق کا تقاضا تھا کہ دشمن معشوق کا سر کاٹنے دروازے پر آچکے ہیں۔ بے سروسامان تنہا عاشق و خادم اس تصور سے ہی بے قرار تھا۔ اگر یہاں یار اور حبیب کا غم اور فکر پیدا نہ ہوتا تو مولانا آزاد کے الفاظ میں "عشق و محبت کی عدالت کا فیصلہ ابو بکر کے خلاف ہوتا"

س ۲۵۸: ارشاد خداوندی ہے کہ اللہ کے ولیوں پر خوف و غم نہیں ہوتا، تو ابو بکر اولیاء اللہ سے نہ ہوئے۔

ج: یہ آخرت سے متعلق بات ہے۔ دنیا میں اپنی ذات کا خوف اور اپنے پیاروں کا حزن و غم آتا رہتا ہے۔ آپ کے امام باپ ہر شیے اور لوح خوانی کس چیز کی غمازی کرتے ہیں؟

س ۲۵۹: غار ثور میں حضرت ابو بکر کو سانپ نے کیوں سا جبکہ خدا کو حفاظت منظور تھی؟ ج: حفاظت کا پروگرام کاوشمنوں کے بچانے کا تھا۔ راستے کی تکالیف، روتا کاٹنا چھینا،

موذی جانور کا ڈس لینا اس وعدے کے خلاف نہیں۔ پھر اس تکلیف میں خادم خاص یار غار صدیق اکبر کے عشق اور صبر کا بھی امتحان تھا کہ سانپ کے ڈسنے کے باوجود نہ حرکت

کی نہ آواز نکالی حتیٰ کہ آپؐ کی گود میں سونے والے حبیب کبریا تب جاگے جب زہراؑ و آلہا
آپؐ کے چہرے پر پڑے پھر آپؐ نے لعاب مبارک پاؤں پر لگایا تو اسی وقت تکلیف رفع
ہو گئی جیسے خیر کے موقع پر حضرت علیؑ کی آنکھ دکھن آپؐ کے لعاب سے جاتی رہی۔ یہ لطیفہ
بھی ہو سکتا ہے کہ سانپ کے ڈسنے سے یہ اشارہ ہو کہ بعض صحابہ سے سر بھری ایک
کالی قوم صحابہ کرامؓ اور یارانِ رسولؐ کو دوستی ہی رہے گی اور خدا ان کے زہر کفر کو پیغمبرؐ کے
لعابِ سنت سے دفع کرتا رہے گا۔

س ۳۱۲: "ان اللہ معنا" اللہ تعالیٰ یقیناً ہمارے ساتھ ہیں، سے آپؐ کی فضیلت لیتے ہیں؟
ج: یہ سند پڑتے ہیں کہ حضرت پیغمبرؐ اور صدیق اکبرؓ متقی مومن، نیکو کار، صابر (یعنی
جنتی اور خدا کے محبوب) ہیں کیونکہ بار بار ارشاد ہوتا ہے۔ ان اللہ مع المؤمنین۔ ان
اللہ مع المحسنین، ان اللہ مع الصّٰبِرِیْنَ نیز ان اللہ معنا۔ جملہ ائمہ مؤکد ہونے
کی وجہ سے دوام اور ہمیشگی پر دلالت کرتا ہے یعنی اللہ کی معیت اور نصرت و حمایت ہمیشہ
ہمیشہ ان کے ساتھ رہے گی اور خدا ان سے جدا نہ ہوگا۔ چنانچہ جیسے مدنی زندگی میں عمر بھر
حضرت پیغمبرؐ اور صدیق اکبرؓ کو خدا کی معیت و نصرت حاصل رہی۔ اسی طرح خلافت راشدہ میں
بھی خدا کی نصرت و معیت صدیق کے شامل حال رہی اور تمام مرتدین، منکرین، زکوٰۃ، منافقین اور
میلہ کذاب وغیرہ پر مکمل نصرت حاصل ہوئی۔

نیز خدا کی معیت پیغمبرؐ و صدیق کو ایک ہی مشترک حاصل ہے علیحدہ علیحدہ نہیں ہے۔
یہ معیت اگر پیغمبرؐ کے لیے فضیلت ہے تو صدیقؓ کے لیے بھی یقیناً ہے۔

س ۳۱۳: کیا جمع کا صیغہ تعظیماً رسولؐ کے لیے استعمال نہیں ہو سکتا ہے؟

ج: ایسا ثبوت مستند تفسیروں سے درکار ہے۔ لغت واحد و تنہی کے لیے
جب الگ الگ صیغے وضع کیے گئے ہیں تو بلا دلیل و قرینہ محض ابو بکرؓ سے بغض کی بنا
پر لغت اور قانون بدلنا۔ بڑا ہی ظلم ہے۔ قرآن میں ایسی کوئی مثال نہیں۔ احادیث میں
بھی صحابہ کو ساتھ ملا کر یہ لفظ بولا گیا ہے۔ مثلاً ارشاد ہے: انا اذا نزلنا بساحتہ
قومہ فساء صباح المذرمین۔ (بخاری) جب ہم کسی قوم پر حملہ کیے اسے صبح میں

اترتے ہیں تو ایسے ڈرائے گئے لوگوں کی صبح بہت بُری ہوتی ہے۔
س ۳۱۴: قرآن میں ہے تین آدمیوں کے مشورہ میں چوتھا خدا، پانچوں میں چھٹا خدا،
اور کم و بیش میں بھی خدا ان کے ساتھ ہوتا ہے تو یہ معیت کافروں، مشرکوں، مسلمانوں کے
ساتھ یکساں ہے؟

ج: یہ تنہائی اور سرگوشی میں معیت الہی اور حاضر و ناظر ہونا یکساں درجہ رکھتی ہے
مگر مقام نصرت و حمایت میں جو ان لا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اگر تم پیغمبرؐ کی مدد
نہ کرو گے تو خدا تو ان کی نصرت کر چکا ہے.... الخ۔ میں مذکور ہے۔ وہ صرف مومنوں
پر ہیزار گاروں، صالحین اور صابروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ آیات بالا شاہد کافی ہیں۔

س ۳۱۵: فانزل اللہ سکینتہ۔ یہ الفاظ کس کے لیے خدا نے استعمال فرمائے؟
ج: تفسیریں دو طرح کی ہیں۔ ایک یہ کہ اپنے پیغمبرؐ پر رحمت و تسلی نازل فرمائی۔
اگلا جملہ اس کا مؤید ہے۔ دوم یہ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر رحمت و تسلی نازل فرمائی
کہ وہ اس کے محبوب کے غم و فکر کی وجہ سے زیادہ حق دار تھے۔ پہلی صورت میں اولاً
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تسلی نازل ہوئی پھر آپؐ کے توسط سے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو
حاصل ہوئی۔ چنانچہ خصائص کبریٰ ص ۱۸۱ اور بیہقی میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے ابو بکرؓ کے لیے دعا کی تو اللہ کی طرف سے ابو بکرؓ پر سکینت نازل ہوئی۔ اور یہ تو معلوم ہی
ہے کہ سکینتہ اہل ایمان کا خاصہ ہے۔ سورہ توبہ میں ہے: ثم انزل اللہ سکینتہ
علی رسولہ و علی المؤمنین۔ پھر اللہ نے اپنی تسلی حضرت رسولؐ اور مومنوں پر
اتاری۔ دوسری تفسیر کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ علیہ
کی ضمیر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف راجع ہے کیونکہ لفظ صاحبہ قریب ہے اور ضمیر قریب
کی طرف لوٹنا زیادہ بہتر ہے نیز فانزل کی فار بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ "لا تخزن"
پر تفریع ہے تو مطلب یہ ہوا کہ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (رسولؐ خدا کے لیے)
حزین و غمین ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی سکینت اور طمانینت نازل کی تاکہ ان
کے قلب کو سکون ہو جائے اور ان کا غم اور پریشانی دور ہو جائے۔ (دیکھو روح المعانی ص ۱۸۱)

و زرقانی ص ۳۳۶)

اور امام رازی نے بھی تفسیر کبیر ص ۴۵۴ میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ اکثر اہل تفسیر کے نزدیک علیہ کی ضمیر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف راجع ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو پہلے ہی سکون و اطمینان حاصل تھا..... بعض علماء نے "واویدہ" کی ضمیر بھی ابو بکر کی طرف راجع کی ہے جس کی تائید حضرت انس کی روایت سے ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا ابا بکر ان الله انزل سکینتہ اے ابو بکر تجھ پر اللہ نے اپنی سکینت اور تسلی علیک وایدک۔ روح المعانی ص ۱۱۰ (تیسرے المصطفیٰ ص ۱۱۰) نازل کی اور تجھ کو قوت اور مدد پہنچائی۔

بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ تو زیر حفاظت اور پر سکون تھے۔ بار دفاع و حفاظت صدیق اکبرؓ پر تھا۔ وہ بارہ مسلح کافروں کے مقابل نہتے اور تنہا تھے اب قدرتی طور پر غم و فکر ان کو لاحق ہونا تھا۔ ان پر ہی خدا نے سکینت نازل کی اور فرشتوں کے مخفی شکر پھیل کر آپ کے مشن کی تائید و تقویت کی۔

س ۳۱۶: یہاں ضمیر واحد مذکر کیوں استعمال ہوئی ہے؟

ج: دونوں تفسیریں منقول ہو چکی ہیں سکینت کی حاجت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تھی تو ضمیر مفرد استعمال ہوئی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بتاویل کل واحد (ہر ایک) کی طرف راجع ہو جیسے سورت فتح میں ہے:

لَتَسُوْا مِّنْوَا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَتَعَزَّزُوْا
وَتَوْقِرُوْا۔ (پہا، فتح) ہر ایک کی تقویت اور عظیم کرو۔

اور مائدہ کی آیت یہدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ کہ اللہ نور اور کتاب میں ہر ایک کے ذریعے اپنی رضا کے پیروکاروں کو ہدایت دیتا ہے۔ بھی ایک تفسیر پر اسی طرح ہے ورنہ اکثروں کے ہاں ضمیر کتاب کی طرف ہے اور عطف تفسیری ہے۔

س ۳۱۷: آپ کے مذہب میں مہاجر کی تعریف کیلئے؟

ج: قرآن حکیم نے یہ تعریف کی ہے: پس جن لوگوں نے گھر بار چھوڑا اور اپنے

گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور جنگیں کیں اور دیا شہید ہوئے یقیناً میں ان کی برائیاں مٹا کر ان کو ضرور جنات میں داخل کروں گا جن میں نرس جاتی ہیں یہ ثواب اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کے پاس بڑا اچھا ثواب ہے۔ (آل عمران ع ۲۴ پی ۲)۔ "مال نے ان فقیر مہاجروں کا بھی حق ہے جن کو اپنے گھروں سے اور مالوں سے بے دخل کیا گیا وہ اللہ کی رضا چاہتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی لوگ سچے ہیں" (حشر ع ۱۰)

س ۳۱۸: آپ سابقین سے کیا مراد لیتے ہیں؟
ج: سابقون اولون کے طبقات

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَاللَّذِينَ آمَنُوا... الخ
سابق فی الاسلام مندرجہ ذیل طبقات میں منقسم ہیں :- ۱۔ حضرت خدیجہؓ، ابو بکرؓ، علیؓ، زیدؓ - ۲۔ خفیہ سہ سالہ تبلیغ میں ایمان لانے والے جن کی تفصیل ابن ہشام سے مذکور ہو چکی - ۳۔ علانیہ تبلیغ اور تعذیب فی اللہ کے زمانے میں اسلام لانے والے جیسے حضرت حمزہؓ، عمرؓ، ابوذرؓ - ۴۔ دارالندوہ میں اسلام لانے والے کہ حضرت عمرؓ کی ترغیب اور کوشش سے مکہ کی ایک جماعت نے اسلام قبول کیا۔ (مہاجرین حبشہ ان چاروں میں سے ہیں) - ۵۔ عقبہ اولیٰ کی بیعت کرنے والے ۱۱ افراد انصار۔ ۶۔ عقبہ ثانیہ میں بیعت کرنے والے ستر انصار حضرات۔ ۷۔ مہاجرین مدینہ کا پہلا گروہ جو مسجد نبوی کی تعمیر سے پہلے بستی قبائیں ٹھہرے تھے اور مسجد قبائلی - ۸۔ اہل بدر - ۹۔ غزوہ بدر اور صلح حدیبیہ کے درمیان - ہجرت کر کے آنے والے (اہل احد و خندق وغیرہ انہی میں ہیں) - ۱۰۔ بیعت رضوان والے کہ فرمان نبوی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہ جائے گا۔ نیز فرمایا سب جنت میں جائیں گے - ۱۱۔ وہ مہاجر اور مسلمان جو صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان ایمان لائے ان میں سیف اللہ حضرت خالد بن ولیدؓ فاتح مصر عمرو بن العاصؓ حفظ الصحابہ حضرت ابوہریرہؓ جیسے حضرات (رضی اللہ عنہم) بھی ہیں - یہ گیارہ طبقات درجہ بہ درجہ سابقون اولون میں شمار ہوتے ہیں۔ ان سب کے

مُتَحَلِّقِ اللّٰہِ کا فرمان ہے: "ان کا درجہ فتح مکہ کے بعد والوں سے بہت بڑا ہے گو دونوں سے اللہ نے جنت کا وعدہ کیا ہے" (پہلے، حدید ۱۰) - ۱۲۔ قریش مکہ کی وہ بڑی جماعت جو فتح مکہ یا اس کے بعد ملان ہوئی۔ عام قبائل عرب ان میں ہی شامل ہیں۔ جن کے ایمان و اسلام کی خدانے یوں بشارت دی: "جب اللہ کی مدد آجائے اور (مکہ) فتح ہو جائے تو تو لوگوں کو فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہوتا دیکھے گا۔ تو اس وقت اپنے رب کی تعریف و پاکی بیان کریں اور استغفار کریں۔ بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔ (سورۃ نصر پ ۳۰) - ۱۳۔ وہ نوحہ اور چھوٹے بچے ہیں جو فتح مکہ اور حجة الوداع کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملے آپ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا، دعادی یا کچھ کھلایا۔

ان طبقات کی تشریح و تعیین معمولی فرق کے ساتھ) امام حاکم نیشاپوری م ۴۰۵ھ نے معرفۃ علوم الحدیث کے ساتویں نوع میں کی ہے۔

س ۳۱۹: حضرت ابوبکرؓ کے فتنے قبول اسلام کے کتنے دن بعد ہوئے؟
ج: فتنہ ملّت ابراہیمی کی سنت ہے۔ عرب بچوں (بعض بچیوں تک) فتنے کرواتے تھے یہ بے ہودہ سوال ہے۔ کیا سائل فتنہ کے پیشے سے تعلق رکھتا ہے کہ سوال کیا ہے؟
س ۳۲۰: جنگ بدر میں کتنے کافر ابوبکرؓ کے ہاتھوں جہنم واصل ہوئے؟
ج: آپ اکابر جرنیلوں اور فاضل مشیر و محافظ نبوی تھے۔ بالفعل جنگ میں قتل کرنا ضروری نہ تھا جیسے خود حضور علیہ السلام سے کوئی کافر قتل نہیں ہوا۔ چند واقعات سے آپ کی بزرگی اور بہادری کا اندازہ لگائیں:

۱۔ جب قریش کے مسلح ہو کر آنے کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر ملی تو آپ نے صحابہ سے مشورہ پوچھا۔ تو سب سے پہلے ابوبکرؓ اٹھے اور بہت اچھا کہا۔ پھر عمرؓ بن الخطاب اٹھے اور بہت اچھا کہا۔ پھر مقدادؓ بن اسود اٹھے تو کہا: اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو اللہ نے آپ کو سمجھایا ہو، کر گزریں ہم آپ کے ساتھ ہیں بخدا ہم وہ بات نہ کہیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی۔ "تو اور تیرا رب جاکر اے ہم تو یہاں بیٹھے ہیں"

لَهُ اَوْلٰیئُکُمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَلْفَضُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتِلُوْا وَاَعْلٰوَعَدَ اللّٰهُ الْحَسَنٰی - ۱۱۰

بلکہ ہم تو تمہارے ساتھ ہو کر لڑیں گے۔ خواہ آپ برک غماد دین کے نزدیک شہر تک ہمیں لے جائیں۔۔۔ الخ (سیرت ابن ہشام ص ۲۶۶)

۲۔ میدان جنگ متعین کرنے کے لیے آپ بدر کے قریب اترے۔ آپ سوار تھے ایک صحابی آپ کے ساتھ تھا۔ ابن ہشام کہتے ہیں وہ شخص ابوبکرؓ تھے۔ جنگی مقامات کی تعیین جرنیلوں اور فاضل بہادر لوگوں کا کام ہے۔ (ایضاً ص ۲۶۷)

۳۔ صفیں برابر کر کے جب آپ ایک خاص چھپر (کمانڈر روم) میں داخل ہوئے تو آپ کے ساتھ ابوبکر صدیقؓ بھی تھے آپ کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ رسول خدا اپنے رب سے گڑگڑا کر مدد مانگتے تھے اور فرماتے تھے: "اے اللہ اگر تو نے اس جماعت کو آج ہلاک کر دیا تو تیری کبھی عبادت کوئی نہ کرے گا اور ابوبکرؓ کہتے تھے۔ اے اللہ کے نبی یہ گڑگڑاہٹ کم کریں آپ کا رب یقیناً آپ سے وعدہ (نصرت) پورا کرے گا۔ کچھ دیر حضورؐ کی آنکھ لگ گئی جب بیدار ہوئے تو فرمایا اے ابوبکرؓ: خوش ہو جاؤ اللہ کی مدد تیرے پاس آچکی۔ یہ جبریل اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑے ہیں۔ اس کے اگلے دانوں پر غبار ہے۔ (سیرت ابن ہشام ص ۲۶۹)

۴۔ یہ اکابر تو عوام کے بجائے اپنے خواص کو ٹھکانے لگانے کے زیادہ حریص تھے جیسے کفار نے پہلے مبارزہ میں اپنی برادری کے جوڑ مانگے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن المغیرہ کو بدر میں قتل کیا۔ (ابن ہشام ص ۲۸۹) اور ابوبکر صدیقؓ نے اپنے بیٹے عبدالرحمن کو لپکا راجب وہ اس دن (قبل اسلام) مشرکین کے ساتھ تھا۔ اے خبیث! ادھر آ۔ (ایضاً ص ۲۹۱)۔ مگر وہ کئی کتر گیا۔ پھر بعد از اسلام ایک دن اس نے کہا: اے باپ آپ میری زد میں تھے مگر میں نے باپ ہونے کا لحاظ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا، خدا کی قسم اگر تو میری زد میں آتا تو تجھے قتل کر دیتا۔

اب سب واقعات میں حضرت ابوبکرؓ رسول خدا کے ہمراہی اور شریک ہیں، اور غزوہ جہاد کا ثواب بدستور آپ کو مل رہا ہے۔

روایت ۳۲ کو دیکھئے کہ قصہ غار کے برعکس۔ قریش بدر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لڑتے

متفکر اور پریشان ہیں اور ابوبکرؓ تسلی دے رہے ہیں کیونکہ وہاں حفاظت رسولؐ کی ذمہ داری ابوبکرؓ پر تھی۔ یہاں لشکر لڑانے اور ہار جیت کی ذمہ داری حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تھی ہر ایک کا ذمہ داری کو محسوس کر کے متفکر و حزن ہونا فطری اور دلیل ایمانی تھا۔ رہا قتل کافر کا ثبوت نہ ملنا۔ تو شان میں کمی نہیں کر سکتا کیونکہ کسی کافر کو کلمہ پڑھا دینا۔ ہزار کافروں کے قتل سے بہتر ہے۔ حضرت وحشیؓ بن حرب (قاتل حمزہؓ) کا اسلام قبول کرتے وقت آپؐ نے فرمایا: **دعوه فلا سلام رحبل واحد احب الی من قتل الف کافر** "اے زندہ رہتے دو۔ ایک شخص کا سلمان ہونا میرے نزدیک ہزار کافروں کے قتل سے زیادہ پسند ہے" (سیرت المصطفیٰ ص ۵۵۲) از مولانا ادریس کاندھلوی

چند صفحے پہلے سوال نمبر ۲ کا جواب پڑھیے کہ ابوبکرؓ نے آغاز اسلام میں کتنے لوگوں کو سلمان کیا اور کرایا۔ وہ اسی وقت سے سب آگے بڑھ گئے۔ رضی اللہ عنہ۔

س ۳۲۱: حضرت ابوبکرؓ کا اصل نام والدین نے کیا رکھا تھا؟

ج: آپ کا نام عبد اللہ رکھا گیا، عتیق لقب تھا کیونکہ آپ کا چہرہ حسین اور شریف تھا۔ آپ کے عتیق نام کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ماں نے نذرمانی کہ اگر بچہ ہوا تو عبد الکعبہ نام رکھوں گی اور کثیر رقم بیت اللہ پر خرچ کروں گی۔ جب آپ بچ گئے اور جوان ہوئے تو عتیق نام رکھا گیا۔ گویا موت سے آزاد ہوئے۔ مسلمان ہونے تک یہ دونوں نام چلتے تھے تا آنکہ زمانہ اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبد اللہ رکھا۔ عتیق کی وجہ یہ بھی بیان ہوئی ہے کہ مسلمان ہوتے وقت آپؐ نے یہ بشارت دی تھی **انت عتیق من النار** "آپ آگ سے آزاد ہیں" (حاشیہ سیرت ابن ہشام ص ۲۶۶)

س ۳۲۲: مشرک ظالم ہے یا عادل؟

ج: بحالت شرک ظالم ہے جب توبہ تائب اور مسلمان ہو جائے تو عادل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا
فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ
ہاں جو توبہ کر کے اور مسلمان ہو کر اچھے اعمال
کرے تو یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے

وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا مَرِيماً (۱) ان پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا۔

بعد از اسلام جو کسی کو کافر و ظالم ہونے کا طعن دے وہ خود ظالم اور منکر قرآن ہے۔
س ۳۲۳: کیا ظالم خلیفہ ہو سکتا ہے؟ تو بھرا لا یَنَالُ عَقْدِي الظَّالِمِينَ (۲) کہ ظالموں کو میرا عقد نہیں مل سکے گا کی شرط کا کیا تدارک ہوگا؟

ج: مسلمان ہو کر جب ظالم نہ رہا۔ عادل بن گیا تو عہدہ خلافت اسے مل جائے گا مگر آیت سے استدلال غیر تمام ہے۔ کیونکہ یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی نبوت والی امامت و خلافت کی بات ہے۔ جس کے لیے مطلقاً معصومی شرط ہے۔ غیر نبی کی خلافت عین نبوت یا اس کا ہم مرتبہ اور افضل نہیں ہے تو بھرا ایسی شرط لگانا ایجاد بند ہے۔ جبکہ صغیر سنی کے باوجود شیعہ کے ممدوعین (قبل اسلام) ایسے افکار سے پاک ثابت نہیں کیے جاسکتے۔ ابن اسحق کی مفصل روایت ملاحظہ فرمائیں:

"بعثت سے اگلے روز حضرت علیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نماز پڑھتے دیکھا تو دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: یہ اللہ کا دین ہے۔ یہی دین لے کر پیغمبر دنیا میں آئے۔ میں تم کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں کہ اس کی عبادت کرو اور لات اور عزیٰ کا انکار کرو۔ حضرت علیؓ نے کہا یہ بالکل ایک نئی چیز ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ جب تک میں اپنے باپ ابوطالب سے اس کا ذکر نہ کروں اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آپؐ پر یہ بات شاق گزری کہ آپؐ کا راز کسی پر فاش ہو۔ اس لیے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اے علیؓ! اگر تم اسلام قبول نہیں کرتے تو اس کا کسی سے ذکر مت کرو۔ حضرت علیؓ خاموش ہو گئے۔ ایک رات گزرنے نہ پائی تھی کہ دل میں اسلام ڈال دیا گیا..... صبح کو حضرت علیؓ نے اسلام قبول کیا اور عرصہ (ایک سال) تک اپنے اسلام کو ابوطالب سے مخفی رکھا۔" (البدایہ والنہایہ ص ۲۳۶)

س ۳۲۴: اگر حضرت ابوبکرؓ کو حضور صلیق مانتے تھے تو مباہلہ میں ساتھ کیوں نہ لیا؟

تفسیر آیت مباہلہ

ج: شیعوں کا مقصد کسی نہ کسی بہانے سے صدیق اکبرؓ پر طعن کرنا ہے۔ ورنہ مباہلہ

کا آپ کے مناقب یا مطاعن سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مباہلہ باقاعدہ ہوا نہ تھا اگر ہوتا تو آیت کے مطابق تینوں قسم کی جماعتیں مسلمانوں کی طرف سے اور تینوں نصاریٰ کی طرف سے ایک میدان میں جمع ہوتیں۔ ان میں یقیناً خلفاء راشدینؓ اور دیگر اکابر صحابہ متبعین رسولؐ ہوتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ
بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ
فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا
وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا
وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا
وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ
فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى
الْكَاذِبِينَ (پ ۱۳ ع ۱۳)

پس جو شخص تم سے عیسیٰ کے بارے میں حجت کرے بعد اس کے کہ تمہارے پاس علم آچکا ہے تو کہہ دو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلا لیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ، ہم اپنی عورتوں کو بلا لیں، تم اپنی عورتوں کو بلاؤ اور ہم اپنے نفسوں کو بلا لیں اور تم اپنے نفسوں کو بلاؤ، پھر ہم خدا کی طرف رجوع کریں اور خدا کی لعنت جھوٹوں پر قرار دیں۔

اور متبعین صحابہؓ مرد و عورتیں ہوتے کیونکہ عیسائیوں کے مقابل حضرت رسولؐ کے ہمراہ خدا کے آگے ہی چہرہ جھکائے ہوئے تھے تو مباہلہ میں شریک ہونا ان کا اولین حق تھا۔ اور خدا ان کے ایمان و یقین کی شہادت دے چکا تھا۔

فَإِنْ حَاجَّبُوكَ فَقُلْ
أَسَلَّمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ
اتَّبَعَنِ (آل عمران ع ۲ پ ۱)

پس اگر وہ تم سے حجت کریں تو کہہ دو کہ میں نے اسلمت و جہی للہ و من اتبعہ (اطاعت) اپنا سر جھکا دیا ہے۔

روایات سے اگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرات حنینؓ اور حضرت فاطمہؓ و علیؓ کو لے کر گئے تو یہ بھی امام جعفر صادقؑ اور حضرت امام باقرؑ سے ابن عباسؓ کو لے کر آیت کی ہے: تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا... کہ اس آیت کے جواب میں حضور ابو بکرؓ اور اس کے بیٹوں کو عمرؓ اور اس کے بیٹوں کو، عثمانؓ اور اس کے بیٹوں کو، علیؓ اور اس کے بیٹوں کو لے کر گئے۔

وولده وبعلي وولده۔ کے بیٹوں کو لے کر آگئے۔

(در منشور ص ۳۴، روح المعانی ص ۱۴، تفسیر آیات قرآنی ص ۴۴)

صحابہ کرامؓ کی طرف سے تیاریاں ہو رہی تھیں اور حضورؐ نے اپنے گھر کے ننھے بچوں اور صاحبزادیؓ کو بھی تیار کر لیا تھا۔ مگر فریق نصاریٰ نے انکار کر دیا۔ ان کو بوڑھوں نے سمجھایا تھا کہ تم یقین سے جانتے ہو کہ محمدؐ آخر الزمانؑ سچے پیغمبر ہیں۔ اگر مباہلہ کرو گے تو تباہ ہو جاؤ گے چنانچہ انھوں نے بطور جزیہ سالانہ دو ہزار جوڑے صوف میں اور ایک ہزار رجب میں دینا منظور کر لیا اور مباہلہ کی نوبت نہ آئی۔

چاروں اہل بیتؑ حضرات کو تیاری کے لیے گھر بلانے کے واقعہ سے شیعوں نے عجیب ناجائز کارروائیاں کی ہیں۔

آیت کے الفاظ میں تحریف معنوی کی حضرت علیؑ کو نفس رسولؐ کہہ کر آپ کے برابر بنا دیا۔ خلیفہ بلا فضل بنایا۔ معصوم ثابت کیا۔ بنات کا انکار کیا، دیگر صحابہؓ کو غیر مومن اور نا اہل بتایا۔ جیسے اب مشاق نے کیا۔ وغیرہا من الخرافات۔ اس لیے ہم مختصراً آیت سے کسی قسم کے ناجائز استدلال کی خرابیاں بیان کرتے ہیں۔

۱۔ ان فاسد استدلالات کی بنیاد روایت پر ہے اور وہ بھی حد تو اتر کو نہیں پہنچتی اور آیت سے تو ان کا کچھ ثبوت و ربط نہیں۔

۲۔ اکثر روایات میں حضرت علیؑ کا بلایا جانا مذکور نہیں ہے۔ تفسیر طبری ص ۱۹۲ میں ہے: ہم سے ابن حمید نے اس سے جریر نے ذکر کیا، جریر کہتا ہے کہ میں نے مغیرہ سے کہا کہ لوگ نجران کے قصبہ میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے تو انھوں نے کہا کہ شعبیؓ نے حضرت علیؑ کا ذکر نہیں کیا۔ اب میں نہیں جانتا کہ شعبیؓ نے اس وجہ سے ذکر نہیں کیا کہ بنو امیہ کا خیال حضرت علیؑ کے متعلق اچھا نہ تھا یا دراصل واقعہ میں تھے ہی نہیں پھر اسی تفسیر میں ایک روایت قنادیہ سے منقول ہے اس میں بھی حضرت علیؑ کا ذکر نہیں ہے۔

۳۔ روایات سے تو صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے ان حضرات کو بلایا۔ باقی رہا یہ کہ

انفسنا سے مراد علیؑ ہیں۔ ابنائنا سے مراد حسنینؑ اور نساءنا سے مراد فاطمہؑ ہیں۔ یہ مضمون کسی روایت میں نہیں ہے جس نے مراد بیان کی ہے، اپنی رائے سے کی ہے لہذا اسے حدیث رسولؐ کہنا کذب و افتراء ہے۔

۴۔ معتبر مفسرین محققین، انفسنا سے حضرت علیؑ کی ذات مراد نہیں لیتے بلکہ حضورؐ کی ذات مراد لیتے ہیں۔ (طبری ص ۱۹۲) کہا گیا ہے کہ الفاظ اپنے عموم پر ہیں۔ تمام جماعت اہل دین مراد ہے۔ (معالم التنزیل)

کشاف میں ہے: یعنی ہر ایک ہم میں سے اور تم میں سے اپنے بیٹوں عورتوں اور اپنی ذات کو مباہلہ کی طرف بلائے اور تفسیر مدارک میں بھی بالکل کشاف کی نقل ہے۔ بیضاوی میں ہے: یعنی ہر ایک ہم میں سے اور تم میں سے اپنے نفس کو اپنے عزیز گھر والوں کو بلائے۔

۵۔ ان الفاظ کی خاص خاص مراد جس نے بھی بیان کی ہے اس کی بنیاد یہ ہے کہ اس نے خیال کیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ان حضرات کو بلایا تھا تو ان الفاظ کا مصداق لامحالہ ان کو بنا دیا۔ حالانکہ یہ بنیاد ہی کچی ہے۔ ہاں اگر اہل نجران مباہلہ منظور کر لیتے تو اس وقت دیکھا جاتا کہ حضورؐ کن کن لوگوں کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ اگر مباہلہ کی نوبت آتی تو اپنی ازواج مطہرات کو ضرور ساتھ لے جاتے۔ کیونکہ نساءنا سے اور کوئی مراد نہیں ہو سکتا۔ تفسیر بحر محیط ص ۴۹ میں ہے:

اگر نجران کے عیسائی مباہلہ کے لیے آتے تو ضرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو حکم دیتے کہ اپنے اہل و عیال کو لے کر مباہلہ کے لیے آئیں۔

۶۔ انفسنا سے حضرت علیؑ اور نساءنا سے حضرت فاطمہؑ اور ابنائنا سے حضرات حسنینؑ کا مراد لینا لغت عرب اور محاورہ قرآنی کے خلاف ہے۔

انفس، نفس کی جمع ہے ہر شخص کی اپنی ذات پر بولا جاتا ہے پھر لفظ جمع سے واحد مراد لینا ناجائز ہے۔ إلا مجازاً۔ قرآن میں بھی حضورؐ کے لیے مِنْ اَنْفُسِهِمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ۔ (تم میں سے ایک) آیا ہے۔ تو صرف حضرت علیؑ مراد لے کر

باقی سب حاضرین یا صحابہ کو خارج کرنا آیات کے خلاف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے تھے ہی نہیں۔ قرآن میں مردوں کے باپ ہونے کی آپؐ سے نفی کی گئی ہے۔ نواسے کو ابن البنت کہتے ہیں۔ لفظ نساء جمع ہے۔ جب کسی شخص کی طرف مضاف ہو تو اس کی بیویاں مراد ہوتی ہیں۔ جیسے یُنْسَاءُ النَّبِیِّ سے احزاب میں بار بار خطاب آپؐ کی بیویوں کو ہوا ہے۔ لہذا نساءنا سے صرف حضرت فاطمہؑ مراد لینا کسی طرح درست نہیں۔ ازواج کو پہلے اس لیے نہ بلایا تھا کہ وہ لفظ کا مصداق اصلی تھیں ضرورت کے وقت فوراً بلائی جاسکتی تھیں۔ حضرت فاطمہؑ کو تبعاً شامل کرنے کے لیے اہتمام کیا، جیسے مکلی میں ان کو لے کر اہتمام سے اہل بیتؑ میں داخل کرایا اور ازواج کو داخل نہ کیا کہ وہ تو نص قرآنی سے اہل بیتؑ قرار پا ہی چکی تھیں۔

۷۔ فریق مخالف نے جس ذہانت سے ان تین لفظوں کا مصداق خلاف لغت و محاورہ قرآن ان چار حضرات کو بنایا۔ کیا ان کا کوئی مفہوم و مصداق اسی قسم کا، برابر کے فریق عیسائیوں کے لیے بھی تجویز کیا ہے؟ حالانکہ وہاں بھی تو نفوی معانی کے تحت عام نصاریٰ مرد و عورتیں، لڑکے آتے تو یہاں ان کو خارج کیوں سمجھا جاتا ہے۔

۸۔ بالفرض مانا بھی جائے کہ انفسنا سے حضرت علیؑ مراد ہیں تو خلافت بلا فصل ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ حقیقتہً نفس ماننے سے شرک فی النبوت، ختم نبوت کا انکار اور فاطمہؑ سے نکاح ناجائز ہوگا۔ لامحالہ مجازاً نفس رسول ہوں گے تو پھر ان کا نہ معصوم ہونا ثابت ہوگا نہ افضل الصحابہ ہونا کیونکہ مجاز میں حقیقت کے تمام اوصاف کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ جیسے ”زید شیر ہے“ میں مشابہت صرف بہادری میں ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کو صدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا کہا ہے۔ پھر مباہلہ میں صدیقیوں کو ہی لے جانا ضروری نہ تھا۔ اور تا بعد از ہونا کافی تھا۔ پھر حضرات حسنینؑ تو صغیر سنی کی وجہ سے دونوں صفتیں ابھی نہ رکھتے تھے۔ اگر وہ تبعاً للابوین شامل ہو سکتے ہیں تو متبعین صحابہ بدرجہ اولیٰ شریک ہوتے، اگر مباہلہ منعقد ہو جاتا۔

مباہلہ کے متعلق یہ اہم باتیں ہماری کسی کتاب میں نہیں۔ اس لیے اس کتاب میں

ذکر کر دی گئیں۔ ان کا ماخذ امام اہل سنت مولانا عبد الشکور مکنوی کا ایک مضمون ہے۔

ابو طالب عشاری اپنی مکمل سند کے ساتھ حضرت امام زین العابدینؑ سے روایت کرتے ہیں: کہ امام محمد باقرؑ کے والد حضرت علی بن حسینؑ کے پاس ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ ابو بکرؓ کے متعلق بتائیے؟ زین العابدینؑ نے پوچھا کہ تو حضرت صدیقؓ کے متعلق پوچھتا ہے؟ یہ سس کر وہ کہنے لگا۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ ابو بکرؓ کو صدیق کے لقب سے یاد کرتے ہیں تو امام نے فرمایا کہ تیری ماں تجھ پر روئے، صدیق کا لقب تو انھیں اس ذات نے عطا فرمایا جو مجھ سے اور تجھ سے بہتر ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مہاجرین اور انصار سب نے ان کو یہ لقب دیا پھر امام نے فرمایا کہ جو شخص ابو بکرؓ کو الصدیق کے نام سے یاد نہ کرے۔ اللہ اس کی بات کو دونوں جہانوں میں سچا نہ کرے۔ (فضائل ابی بکر الصدیقؓ بحوالہ رجاء بنیہم ص ۲۱)

پتہ چلا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور زین العابدینؑ تو حضرت ابو بکرؓ کو صدیق مانتے تھے اب شیعہ نہ مانیں تو ان کی بد قسمتی؟

س ۲۲۵: حضرت ابو بکرؓ کو حضرت علیؑ پر کس آیت قرآن سے فضیلت حاصل ہے؟
ج: درجن بھر آیتیں مع تفسیر ہم نے تحفہ امامیہ باب دوم حضرت ابو بکرؓ کے خصائص ص ۶۹ تا ۸۸ اور باب پنجم میں ذکر کر دی ہیں مراجعت کریں۔ ایک آیت یہ ہے: **وَسَيُجَنَّبُهَا الَّذِينَ الٰهَ الَّذِي** اور یقیناً وہ سب سے بڑا پرہیزگار آگ سے **يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى** بچایا جائے گا جو اپنا مال پاک ہونے کے لیے دیتا **وَمَا لَاحَدٌ عِنْدَهُ** ہے کسی کا اس پر احسان نہیں کہ بدلہ دیا جائے۔ **نِعْمَةٌ تَجْزِيهِ اِلَّا ابْتِغَاءً وَجْهٍ رَبِّهِ** ہاں صرف سب سے بڑی شان والے پروردگار کی **الْاَعْلٰی**۔ (سورت اللیل پ ۱) رضا چاہنے کے لیے (مال دیتا ہے)۔

شیعہ تفسیر مجمع البیان ج ۵ میں بھی ہے: کہ بلاشبہ یہ آیت ابو بکرؓ کی شان میں اُتری کیونکہ آپ نے ہی ان غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جو مسلمان ہوئے جیسے حضرت بلالؓ عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ۔

ملا باقر مجلسی نے بھی لکھا ہے کہ بلالؓ کو ابو بکرؓ نے دو غلاموں کے بدلے خریدا۔

(حیات القلوب ص ۶۳)

س ۳۲۶: کوئی ایسی تو اتر مرفوع بتوشی رۃ حدیث پیش کریں جو یہ ثابت کرے کہ حضرت ابو بکرؓ حضرت علیؑ سے افضل ہیں؟

ج: تین ارشادات نبویؐ پیش خدمت ہیں:

۱۔ میری صحبت و رفاقت اور مال خرچ کرنے میں مجھ پر سب لوگوں سے زیادہ احسان ابو بکرؓ کا ہے اور اگر میں کسی کو اللہ کے سوا غلیل (ہر وقت دل میں یاد رہتے والا) بنانا تو یقیناً ابو بکرؓ کو بنانا لیکن اسلامی محبت اور اخوت باقی ہے مسجد میں سوائے ابو بکرؓ کی کھڑکی نہ چھوڑی جائے۔ (بخاری و مسلم) اس سے پتہ چلا کہ جب پیغمبر اسلام اور دین کی خدمات ابو بکرؓ کی سب سے زیادہ ہیں بعد از خدا وہی رسول خدا کے دل میں لیتے ہیں تو وہی بشمول حضرت علیؑ سب سے افضل ہیں۔

۲۔ عمر بن العاص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا سب لوگوں سے زیادہ پیارا آپ کو کون ہے؟ فرمایا عائشہؓ، میں نے پوچھا مردوں سے کون؟ فرمایا اس کے باپ ابو بکرؓ، میں نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا عمرؓ۔ پھر اور آدمیوں کے نام بھی گئے۔ میں چپ ہو گیا کہ شاید مجھے آخر میں ذکر کریں۔ (بخاری و مسلم)۔ غوفی رشتے کے سوا اعمال کی حیثیت سے جو رسول خدا کو سب سے پیارا ہو وہی سب سے اعلیٰ اور افضل ہوا۔ اہل سنت کے اتفاق سے بخاری و مسلم کی سب حدیثیں صحیح ہیں۔ راویوں کی پڑتال نہیں کی جاتی۔

۳۔ ابو داؤد ص ۲۸ باب التفضیل مرفوع حدیث تقریری ہے: ابن عمرؓ فرماتے ہیں: کہ ہم سب صحابہؓ کہتے تھے جب کہ رسول خدا زندہ تھے۔ (اور سنا کرتے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اُمّت کے سب سے افضل شخص حضرت ابو بکرؓ ہیں پھر عمرؓ ہیں پھر عثمانؓ ہیں۔ (رضی اللہ عنہم)۔ اس کے راوی چھ ہیں:-

۱۔ احمد بن صالح: المصری ابو جعفر بن الطبری ثقہ حافظ من العاشرة نسائی نے غلط فہمی اور اوہام تقلید کی وجہ سے کلام کیا ہے۔ تقریب

۲۔ عنہم: بن خالد بن یزید الاموی مولا اسم الاہل صدق من التامہ مات ۱۹۸ ھ

۳۔ یونس: بن سیف الکلائی، الحمی مقبول من الرالبع ووجہ من سماہ یوسف۔

۴۔ ابن شہاب زہری: محمد بن مسلم بن عبد اللہ البکر الزہری الفقیہ الحافظ متفق علی جلالتہ واثقانہ۔

۵۔ سالم بن عبد اللہ بن عمر القرشی العدوی احد الفقہاء السبعہ وکان ثبوتا عادلا فاضلا کان یثنیہ بابیہ فی المذی والسمت من کبار الثلثہ مات فی آخر ۱۰۶ ھ

۶۔ عبد اللہ بن عمر ابن الخطاب: جلیل القدر صحابی ہیں، کثیر الروایۃ یکے از عبادہ اربعہ اور سب لوگوں سے زیادہ متبع سنت تھے۔ ۳۷ ھ میں (حجاج کے زہر سے) شہادت پائی۔
۴۔ حضرت علیؑ کا اپنا فیصلہ بھی یہی ہے۔ محمد بن غفیر بن علیؑ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا، اُمت میں سے سب سے افضل کون ہیں؟ فرمایا: ”ابوبکرؓ“ میں نے کہا، پھر کون؟ فرمایا: ”عمرؓ“ میں نے کہا پھر آپ ہیں؟ فرمایا: ”میں ایک مسلمان آدمی ہوں“ (بخاری)۔ ازالۃ الخفائیس ہے کہ اسی سندوں سے مروی ہے۔

غیر ہذا الامۃ بعد نبیہا ابوبکر اس اُمت کے سب سے بتر نبیؐ کے بعد ابوبکرؓ نہیں
ثم عمرو ولا یفضلنی احد علیہما پھر عمرؓ نہیں۔ مجھے ان دونوں سے جو افضل
الا جلدتہ جلد المفتری۔ کہے گا میں اسے جھوٹے کی سزا کوڑے ماروں گا۔

س ۳۲۷: ملا علی قاریؒ نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے۔ ”سب الشیخین وقتلہا لیس بکفر“
پھر شیعوں پر انکار فضیلت کی وجہ سے کیوں بے ہودہ فتوے لگاتے ہیں؟

ج: یہ قول مروج ہے۔ اس پر مفصل بحث ہماری کتاب ”عدالت صحابہؓ“ ۲۴۶ تا ۲۵۱ دیکھئے کہ سب شیخین کی تکفیر پر وسیوں فتوے نقل کیے گئے ہیں۔ اس قول کی تاویل ہے کہ ایک مسلمان کی مسلمان کے ساتھ یہ کارروائی کفر نہیں کیونکہ قتل مسلم اور اسے گالی دینا قریب الکفر گناہ کبیرہ اور فتنہ ہے۔ لیکن جب صحابیت۔ ایمان۔ خلافت۔ جمع قرآن۔ مرتدین و منکرین زکوٰۃ سے جنگ وغیرہ کارناموں کی نفی کی یا بغض کی وجہ سے ان کو بُرا بھلا کہا تو یقیناً کافر ہوگا خصوصاً جب کہ اس سب کے دیگر شرکیہ کفریہ عقائد اپنی جگہ حقیقت ہیں۔

شیعہ امامیہ اثنا عشریہ صرف حضرت علیؑ پر آپؑ کی افضلیت کا انکار نہیں کرتے

بلکہ وہ آپ کو مومن سچا، سلم اور مخترم صحابی رسول بھی نہیں مانتے تو قرآن و حدیث کی دسیوں نصوص کے انکار کی وجہ سے کافر قرار پاتے ہیں۔

س ۳۲۸: اللہ کی بنائی ہوئی شے اچھی ہے یا بندوں کی؟

ج: معمول سوال ہے۔ اللہ کی مخلوق اچھی چیزیں بھی ہیں اور بُری (نقصان دہ) بھی۔ بندوں کے کام اچھے بھی ہیں اور بُرے بھی۔ اگر خلافت راشدہ پر طعن مقصود ہے تو ہم کہتے ہیں۔ کہ وہ بھی خدا کی بنائی ہوئی تھی کہ قرآن میں مومنین صالحین سے خلافت اور اقتدار ارضی کا وعدہ تھا تمام مسلمانوں کی تائید سے اسے نکلیں دین الہی نصیب ہوئی۔

جب کہ شیعہ کی فرضی امامت کو خدا کی بنائی ہوئی کننا مرتج جھوٹ ہے اور چار مسلمانوں کی بھی اسے تائید حاصل نہ ہو سکی۔ ہاں بعد میں اسے منوانے کے لیے قرآن، توحید، ختم نبوت تمام صحابہ کرام اور اُمت کو ایک متعجم مجسم ذکر اور ظاہر الفسق مجتہد کے بنائے ہوئے امام بارہ پر قربان کرنا پڑا۔

س ۳۲۹: گنہگار و غاطی بہتر ہے یا بے گناہ و معصوم؟

ج: یہ بھی لایعنی سوال ہے۔ ہم خلفاء ثلاثہؓ اور حضرت علیؑ کے درمیان اس تفریق کے قائل ہی نہیں سب کو یکساں نیک، عادل اور راشد مانتے ہیں۔ گنہگار یا معصوم کسی کو نہیں کہتے ہیں۔ تقاضا بشریت سے کسی بات میں بھول یا خطا ممکن تصور کرتے ہیں۔

س ۳۳۰: شجاع و عالم افضل ہوگا یا جاہل و بزدل؟

ج: خلفاء اربعہ راشدینؓ میں یہ تفریق بھی مسلم نہیں سب بہادر عالم تھے۔ جہالت ان شیعوں کو نصیب ہو جو اپنے اقرار سے قرآن و سنت نبویؐ سے محروم ہیں۔ بزدلی کا یونینفارم ان رافضیوں کو مبارک ہو جو شیر خدا کے ساتھ ہو کر ان کی جنگی ناکامیوں کا سبب بنے۔ (خطبات نبیؐ البلاغ) پھر تو کسی امام کا ساتھ نہ دیا۔ بارہویں تاجدار امامت اپنے شیعوں کے خوف سے ہی بارہ سو برس سے عراق کی ایک غاریں چھپے ہوئے ہیں اور ان کی امامت کا غاصب تیرھواں امام خمینی لاکھوں شیعوں کو کاٹ چکا ہے یا کٹوا چکا ہے۔ مگر امام العصرؑ کو ان مطلوبوں کی امداد کی توفیق یا جرات نہیں ہے۔ (ذَلِکَ جَزَیْنٰہُمْ بِبَغْیِہُمْ وَ اَنَّا لَطٰفٌ قَوْنٌ)

س ۳۳۱: اگر مستحق گھریں ہو تو بیرونی حق داروں سے اس کا حق مقدم ہوگا یا نہیں؟
 ج: حذر وہی ہوگا جس کو حق دینے والا حق ادا کرے خواہ وہ بروقت گھر نہ ہو تو اسے
 بلا کر دے۔ جب مرض وفات میں آپ نماز نہ پڑھا سکتے تھے تو اتفاقاً حضرت ابوبکرؓ اس گھڑی
 موجود نہ تھے۔ آپ نے گھر والے علیؓ کو حکم نہیں دیا کہ تم میرے جانشین اور نائب بن کر نماز پڑھا دو
 سنی و شیعہ یا دنیا کی کسی کتاب میں یہاں امامت علیؓ کا ذکر نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ سے لوگوں نے
 کہا نماز پڑھا دو کہ ابوبکرؓ تو موجود نہیں، حضرت عمرؓ نے نماز پڑھائی تو حضورؐ نے آواز سن کر کہا:
 ایمن ابوبکر! یا علی! اللہ ابوبکرؓ کہاں ہیں؟ (ان کو نماز پڑھانے کا کہو) خدا
 ذلک والمسلمون۔ ریاض النضرہ ج ۱۵، بلغہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد) بناتے۔

چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے دوبارہ نماز پڑھائی۔ یہی حق دار کو حق دینا تھا۔ خود شیعہ کو بھی اعتراف
 ہے: "مہول بیماری میں تو آپؐ خود نماز پڑھاتے تھے۔ جب مرض میں اضافہ ہو گیا تو حضورؐ نے ابوبکرؓ
 کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے تو ابوبکرؓ نے اس کے بعد دو دن تک نمازیں پڑھائیں پھر
 حضورؐ نے رحلت فرمائی" (درہ بخفیہ ص ۲۵ شرح نہج البلاغہ، نسخ التواریخ ص ۵۴، طبری ص ۱۹)

س ۳۳۲: حدیث چار یار (ترمذی ج ۲) میں ابوبکرؓ کا نام کیوں نہیں ہے؟
 ج: یہ مخالف سوجھ ہی غلط ہے کہ کسی بزرگ کی فضیلت میں جو روایت مذکور ہو۔
 تو اس روایت میں کسی اور بزرگ کا نام نہ پا کر اس پر عجیب لگایا جائے کہ فلاں کا نام کیوں نہیں؟
 جب کہ اس کی فضیلت میں اس سے زائد اوصاف و کمالات دیگر روایات میں منقول ہوں
 اگر جدا جدا یہ فضائل مذکور نہ ہوں تو محدثین کو ہر ایک کے نام کے ساتھ الگ الگ باب کیوں باندھ
 پڑیں۔ اب اس روایت میں حضرت حنینؓ اور فاطمہؓ کا ذکر نہیں ہے کیا ان سے حضورؐ دشمنی
 رکھتے تھے یا ان سے محبت نبویؐ حکم خدا کے برخلاف تھی؟

جب اس قسم کی حدیث ترمذی ص ۲۳۳، مناقب اہل بیتؑ میں ہے: کہ جنت نین
 شخصوں کی مشاق ہے۔ علیؓ، عمارؓ، سلمانؓ۔ بتائیے ابودر سے جنت کو کیوں دشمنی ہے؟
 اور وہ آپؐ کے ان چار یاروں سے کیوں خارج ہیں۔ حالانکہ ان کے متعلق حضورؐ کا یہ ارشاد

ہے: کہ ابودر سے زیادہ سچے پرہیزگار آسمان نے سایہ کیا نہ اسے زمین نے اٹھایا" (ترمذی ص ۲۳۳)
 تو کیا آپؐ کے باقی تین یار سچے نہ تھے؟ کاش شیعہ فضائل و کمالات کے باب میں اور احادیث
 نبویؐ میں امانت و دیانت سے دیکھتے۔ تو انہیں خلفاء راشدین و عشرہ مبشرہ سمیت تمام بزرگوں
 کے مشترکہ اور جدا جدا فضائل نظر آجاتے پھر نہ وہ کسی کے شیعہ اور دھڑے باز بنتے نہ کسی کے منکر
 دشمن ہوتے۔ حدیث کے ترجمہ میں "علیؓ، علیؓ، علیؓ" لکھ کر سائل نے خیانت کی اور مشرکانہ
 ذہنیت کا ثبوت دیا۔ صحیح ترجمہ یہ ہے: "پوچھا گیا یا رسول اللہ! ان کے نام لیجئے تو فرمایا:
 علیؓ ان میں سے ہیں۔ یہ تین دفعہ فرمایا اور ابودر، مقداد اور سلمانؓ.... الخ۔

س ۳۳۳: حضرت ابوبکرؓ کی کوئی کرامت یا معجزہ صحیح روایت
 کرامات صدیقی سے بیان کریں؟

ج: اہل سنت شرک فی التوحید کی طرح شرک فی النبوت بھی نہیں کرتے۔ معجزہ خاصہ
 نبوت ہے۔ غیر نبی کے خرق عادت اور حیران کن واقعات کو بصورت اسلام و اتباع
 سنت کرامات کہا جائے گا۔ ابوبکر صدیقؓ کی کرامات کافی ہیں۔ ایک یہ کہ بنو تیم کے قلیل الافراد
 کمزور قبیلے سے ہو کر خدا و رسولؐ اور مومنین کے انتخاب سے سب عربوں کے حاکم اور خلیفہ بنی
 قرار پائے۔ یہ وہ بڑا اعزاز اور بزرگی ہے جس پر شیعہ جل رہے ہیں۔

دوم یہ کہ۔ منافقین، منکرین زکوٰۃ مرتدین اور جھوٹے ٹقننیوں نے۔ اسلام اور آپؐ
 کے خلاف جو طوفان بدتمیزی مچایا۔ سب امتحانات سے آپؐ ایسے کامیاب ہوئے کہ شرمندہ
 کے لیے ختم ہو گیا۔ یہ دونوں واقعات معجزات نبوت کی طرح آپؐ کی کرامت اور تائید الہی
 کا بین ثبوت ہیں۔

سوم۔ غابہ میں اپنے مال سے ۲۰ وسق حضرت عائشہؓ کو بخشش کی تھی پھر وفات
 ہونے لگی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔ بیٹی اگر تو پہلے سے اس مال کی فصل اٹھا کر
 سنبھال لیتی تو تیرا اتھا۔ اب تو وارثوں کا مال ہے جو تیرے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں کتاب
 اللہ کے مطابق تقسیم کر لینا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اباجان میری بن تو صرف ایک
 اسماء ہے تو دوسری کون ہے؟ فرمایا خارجہؓ کے پیٹ میں بچی ہے مجھے سنبھال لیں اللہ یہ

بات بتائی گئی ہے۔ چنانچہ مدت کے بعد ائمہ کلثوم پیدا ہوئیں۔ (ریاض النضرۃ ص ۶۸)
 چہارم۔ وفات رسول پر جب بنو طے بھی مرتد ہو گئے اور زکوٰۃ روک لی تو عدی بن حاتم
 بنو طے کی زکوٰۃ لے کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو از خود
 سلام کیا تو عدی نے پوچھا: اے خلیفہ رسول اللہ آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ فرمایا: ہاں تو عدی
 ہے۔ جب لوگوں نے کفر کیا تو ایمان پر رہا اور تو اسلام کی طرف آگیا جب انھوں نے پیٹھ
 پھیری۔ تو نے وفاداری کی جب دوسرے غدار نکلے۔ میں نے تجھے اور تیرے ساتھی زید
 کو پہچان لیا اور اگر میں تمہیں نہ پہچانتا تو خدا تو تم کو پہچانتا ہے۔ (ریاض النضرۃ ص ۶۸) ذکر فراتہ و کراماتہ
 پنجم: اپنی وفات کی پیشین گوئی فرمائی پھر اسی منگل والی رات وصال فرمایا اور صبح
 سے پہلے دفن ہوئے۔ (ابو یعلیٰ از عاکشہ۔ تاریخ الخلفاء ص ۶۲)

ششم: آپ کی وفات پر مکہ معظمہ کا نپا، نقر یا زمین کو صدمہ سے زلزلہ آگیا۔ والد نے
 پوچھا یہ زلزلہ کیسا؟ لوگوں نے کہا آپ کا بیٹا فوت ہو گیا۔ کتنے بگڑے سخت مصیبت آپڑی۔
 (ابن سعد، تاریخ الخلفاء ص ۶۲)

ہفتم: تھوڑا سا کھانا تھا، مہمان کھاتے تھے تو تین گنا اور بڑھ جاتا تھا حتیٰ کہ رسول خدا
 کی طرف بھیجا اور آپ نے بھی کھایا۔ یہ مشکوٰۃ کے باب الکرامات ص ۵۲ پر مذکور ہے۔
 ہشتم: حضرت ابوبکرؓ کو حضورؐ نے درو سے شدید بیمار دیکھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہا کو اطلاع کی ہی تھی کہ ابوبکر صدیقؓ تندرست ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر جا پہنچے
 اور کہا کہ آپ کے بعد فوراً جبریل امین علیہ السلام میرے پاس آئے مجھے ایک دعا سکھائی۔ میں
 تندرست ہو کر آگیا ہوں۔ (ابن ابی الدنیا وابن عساکر قرۃ العینین ص ۹)

نہم: امام باقرؑ کہتے ہیں کہ حضرت رسولؐ اور جبریلؑ کی سرگوشتیاں حضرت ابوبکر صدیقؓ
 سنتے تھے مگر ان کو دیکھتے نہ تھے۔ (ابن ابی داؤد فی المصاحف وابن عساکر، کنز العمال ص ۶۲)
 بحوالہ کرامات صحابہ ص ۱۵، ص ۱۶)

دہم: حدیث کے موقع پر جو جواب حضرت عمرؓ کو رسول خداؐ نے دیا تھا، بلفظ وہی جواب
 حضرت ابوبکرؓ نے دیا تھا یہ مطابقت ابوبکرؓ کی کرامت اور بزرگی کی دلیل تصور ہوتی ہے۔ (کتب سیرت)
 اور جو مکالمہ اطلاق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضرت خدیجہؓ نے پہلی وحی کے دن بتائے تھے بلفظ

مسئلہ وراثت انبیاء علیہم السلام | اس ۳۲۳: کیا نحن معاشر الانبیاء
 والی حدیث صحیح ہے تو قرآن کے موافق دکھائیں؟
 ج: جی ہاں! ہم نے تحفہ امامیہ باغ فدک کی بحث میں ۱۰ اصحاب سے کتب اہل سنت
 سے اور ۱۰ احادیث کتب شیعہ سے اس مضمون کی نقل کر دی ہیں مراجعت کریں۔ یہاں
 مختصر کتاب اللہ سے موافقت پیش خدمت ہے۔ قرآن میں دسیوں انبیاء علیہم السلام کا ذکر
 خیر اور کچھ کی وراثت کا ذکر بھی ہوا ہے مگر وراثت مالی کسی کی بھی مذکور نہیں ہے۔ سب کی علمی
 کتابی اور معنوی وراثت کا ذکر ہے۔

۱۔ وَوَرِثَ سُلَيْمٌ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلِمْنَا مَنَطِقَ
 الطَّيْرِ۔ (نمل ع ۲) اور سلیمان داؤد کا وارث ہوا تو کہا اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولی
 سکھائی گئی ہیں۔ اگر وراثت مالی ہوتی تو دیگر ۷ بیٹوں کا بھی۔ (خواہ لفظ ابن ساء سے
 اجمالاً ذکر ملتا۔ پرندوں کی بولی کی تعلیم معجزہ نبوت اور وراثت معنوی ہے۔

۲۔ دَبَّ هَبْلٌ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا سَيَرْتُ شَيْءٌ وَوَرِثَ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ
 حضرت زکریاؑ دیکھا کہ میرا بیٹا مانگ رہے ہیں۔ جو میرا اور آل یعقوب کا
 وارث بنے۔ (مریم ع ۱)۔ دنیوی مال تو سوائے چند معمولی اوزاروں کے تھا نہیں۔ بنی اہم
 نالائق اور پیغمبری کے اہل نہ تھے۔ خاندان سے منصب چھین جانے کا اندیشہ تھا۔ لائق و
 پسندیدہ بیٹا مانگا جو آپ کی پیغمبری اور باپ دادا سے وراثت منتقل شدہ نبوت کا وارث
 بنے۔ چنانچہ کچھ بیٹا ملا جس کو یہ حکم ملا يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ وَاتَّبِعْ اٰمِرًا
 صَبِيًّا۔ اے یحییٰ کتاب الہی مضبوطی سے تھا مو اور ہم نے اسے حکمت نبوت کیچھن میں ددی۔
 اگر وراثت مالی مراد ہوتی۔ تو دعا کے جواب میں کتاب و حکمت کے بجائے مالی خزانوں
 کا ذکر ملتا۔

۳۔ سورت اعراف میں بنی اسرائیل کے پیغمبروں کے ذکر میں ہے:
 فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتٰبَ يٰاٰخِذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى۔ وَلَقَوْلُوْتَ
 سَيِّغْفِرُ لَنَا۔ ان کے بعد ان کے جانشین جو ان سے کتاب کے وارث بنے۔ یہ

یہ مکالمہ ابن دغیر نے ابوبکرؓ کے حق میں کہنے کے لئے شروع کیا۔

گھٹیا دنیا لینے لگے اور کتنے تھے ہم بچتے جائیں گے۔

معلوم ہوا کہ پیغمبروں نے تو کتاب اور اپنی سنت وراثت میں چھوڑی تھی مگر پیغمبروں کی غیر پیغمبر ناپل اولاد دنیا پرست نکلی۔

۴۔ اَوْرَثْنَا الْكُتُبَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا۔ (فاطر پ ۱۶۷)

”پھر ہم نے کتاب (قرآن) کا وارث اپنے چنے ہوئے بندوں (امت محمدیہ) کو بنایا۔“
اب یہ کتاب ان کو اپنے پیغمبر سے ہی بطور وراثت ملی جو تمام امت محمدیہ کا حصہ ہے۔
اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی وراثت مالی ہوتی تو اس کا کہیں ذکر ملتا۔ انبیاء سابقین کی طرح وراثت علمی و کتابی کا ذکر نہ ملتا جس کے دعویدار ائمہ شیعہ بھی ہیں اور سب احادیث تحفہ امامیہ میں مذکور ہیں۔

س ۳۳۵: اگر موافق نہ ہو سکے تو اس کے تین راوی بنو عبد المطلب سے بتائیں؟
ج: بخاری ص ۵۴۵۔ ۹۹۶ میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ و علیؓ کا تولیت صدقات میں تنازعہ ختم کرانے کے لیے پوچھا تھا:

فاقیل عمر الی علی و عباس
فقال انشد كما بالله هل
تعلمان ان رسول الله صلى الله عليه
وسلم قد قال ذلك (لا نورث ما
تركه صدقة) قال لا نعم۔
پھر حضرت عمرؓ حضرت علیؓ و عباسؓ کی طرف متوجہ ہوئے
اور فرمایا میں تم سے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں
کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہؐ نے یہ فرمایا دہماری
وراثت نہیں ہوتی جو چھوڑیں صدقہ ہو جائے، دونوں
نے فرمایا۔ جی ہاں۔

تیسرا راوی بشیر بن عوام بھی ہیں جو عبد المطلب کے نواسے حضرت علیؓ و رسول اللہؐ کے چھوٹی زاد بھائی تھے
(البدایہ ص ۲۸۷)۔ اگر یہ تسلیم نہ ہوں تو حضرت جعفر صادقؑ، محمد باقرؑ کو گن لیں جن کی احادیث
دلفی وراثت و نبوی از پیغمبر، اصول کافی باب صفۃ العلم اور باب ”ان الائمة و رثوا علم النبی و
جميع الانبياء“ میں مذکور ہیں۔

س ۳۳۶: اگر حدیث صحیح ہے تو حضرت عمرؓ نے یہ جائیداد مدینہ حضرت علیؓ و عباسؓ کو دے کر ابو بکرؓ کے قول و فعل کو عمل کیوں باطل کر دکھایا؟

ج: حدیث صحیح ہے جس کے مطابق یہ تمام صدقات اور جائیداد فقراء کے لیے وقف رہی۔ حضرت عمرؓ نے ان دو ہاشمی بزرگوں کو بطور وراثت و تملیک قبضہ نہ دیا تھا بلکہ مساکین پر خرچ کے لیے متولی و انچارج صدقات بنایا۔ روایت میں یہ سب تصریح ہے مگر صحابہؓ سے بعض اور شیعہ کی روایتی خیانت اس کا رد وائی پر آپ کو مجبور کرتی ہے اوپر والی حدیث اسی تنازعہ کہ حضرت علیؓ مساکین پر طبعا فیاض تھے۔ حضرت عباسؓ فراخ دستی کے بجائے کفایت شعاری سے کام لیتے تو دونوں میں جھگڑا پڑ جاتا اور قضیہ حضرت عمرؓ تک پہنچا۔ اس کو ختم کرنے کے لیے آپ نے ان سے حدیث پوچھی۔ پھر تولیت ان سے لے کر اپنے ہاتھ میں کر لی۔

س ۳۳۷: بخاری سے ثابت کیجئے کہ سیدہ فاطمہؓ ابو بکرؓ پر غضبناک نہ تھیں؟

ج: جب ہم سنی و شیعہ معتبر کتب سے رضامندی فاطمہؓ ثابت کر چکے ہیں دیکھئے ”تحفہ امامیہ“ ص ۱۸۵ تا ۱۸۸، پھر خاص کتاب کے حوالہ پر اصرار بچوں یا معاندوں والی ضد ہے و الشندی اور دین کی بات نہیں ہے جب کہ یہ حقیقت ہے کہ غضبیت کا لفظ ابن شہاب راوی کا مدرج ہے۔ حضرت فاطمہؓ کا قول۔ حضرت عائشہؓ راوی حدیث کا قول یا امام بخاری کا اپنا تبصرہ نہیں ہے۔ صرف بعض روایات میں قال کے بعد یہ الفاظ ہیں؟ کہ فاطمہؓ نے ابو بکرؓ کو چھوڑا۔ اور فدک مانگنے کے بارے میں تا وقات ابو بکرؓ سے بات نہ کی۔ الحدیث۔ بس راوی کا یہ اپنا تاثر ہے شیعہ نے اسے ناراضی بڑا ابو بکرؓ بنا کر ۱۲۰ سال سے سر آسمان پر اٹھا رکھا ہے۔ رضامندی کی اپنی احادیث بھی نہیں سنتے اور زاہدہ بتولؓ پر یہ الزام تراشی کرتے چلے آ رہے ہیں کہ وہ دنیا کے چند ٹکے غریب کو دے دینے پر ابو بکرؓ ناچار تھے ناراض ہوئیں کہ بات تک نہ کی۔“

طر جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

کیا خاتون جنت فاطمہؓ کی یہی شان ہے۔ معاذ اللہ۔ پھر جب فاطمہؓ کے بعد حضرت علیؓ فاطمہؓ کے جانشین تھے۔ جب وہ مشورہ نہ پوچھے جانے کی شکایت کے بعد راضی ہو گئے اور بیعت کر لی اور اس کی صراحت بخاری ص ۶۰۹ پر موجود ہے تو گویا فاطمہؓ کی رضامندی بخاری سے ثابت ہو گئی۔ فظلم حق ابی بکر و حدث انه لا يحمله علی الذی

منعہ نفاسۃ علی ابی بکر ولا انکار اللہ فی فضلہ اللہ بہ الخ حضرت علیؑ نے ابوبکرؓ کے حق کو عظیم جانا اور بیان کیا کہ جو کچھ ہوا ہے وہ ابوبکرؓ پر حسد یا اس کی فضیلت کے انکار کی وجہ سے نہیں کیا ہے بلکہ ہم اس کام اور مشورہ میں اپنا حصہ سمجھتے تھے۔ لیکن ہماری شرکت کے بغیر ہوا تو ہم جی میں ناخوش ہو گئے تھے۔

س ۳۳۸: صحیح بخاری کتاب الجہاد باب بركة الغازی فی مالہ حیا و میتا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ولایة الامر میں ہے کہ زبیرؓ کی کل جائیداد ۵ کروڑ دو لاکھ درہم کی ہوئی۔ زبیرؓ داماد ابوبکرؓ تھے اتنی دولت انھیں کیسے حاصل ہوئی؟

ج: چور و خائن دوسرے کو بھی اپنے جیسا سمجھتا ہے۔ غولیش نواز اور دنیا پرست شیعوں نے حضرت ابوبکرؓ و زبیرؓ پر یہ ناپاک بہتان کیوں نہ لگائیں۔ ورنہ خود مذکورہ بالا عبارت باب میں اس کا جواب آگیا کہ جہاد کے مال غنیمت میں برکت ہوتی ہے اور غازی کا مال مرنے کے بعد بھی بابرکت ہوتا ہے۔ حضرت زبیرؓ بن عوام و بن صفیہ بنت عبد المطلب مشہور مجاہدین غازیوں سے ہیں۔ عہد نبوت کے تمام غزوات میں شریک رہے اور غنیمت پاتے رہے۔ پھر تینوں خلافتوں میں اسلامی فتوحات میں نمایاں کردار سے شریک رہے اور وظیفہ و غنیمت پاتے رہے۔

خلافتِ رابعہ میں ایک ملعون بد بخت سبائی ابن جرموز نے نماز کی حالت میں صرف اس جرم میں شہید کیا کہ آپ نے حضرت عثمانؓ کے بدلہ قتل کا مطالبہ حضرت علیؑ سے کیوں کیا۔ قاتل شیعوں نے علیؑ کو قتل کیا اور حضرت علیؑ نے اسے جہنم کی بشارت سنائی۔ (الاخبار الطوال لابن عساکر)

روایت میں تصریح ہے کہ میں مظلوماً شہید ہوں گا۔ حضرت زبیرؓ طبعاً فیاض تھے۔ نقدی سب فقرہ پر خرچ کر دیتے تھے۔ پھر قرض لے کر بھی خرچ کر دیتے تھے اور جو امانت رکھتا اس سے اجازت لے کر قرض بنا کر خرچ کر دیتے اس کے علاوہ اس روایت میں یہ صراحت بھی ہے

کہ حضرت زبیرؓ نے دینار اور درہم کچھ نہ چھوڑا۔ صرف دو زمینیں اور کچھ مکانات چھوڑے قرضوں کی ادائیگی کے لیے حضرت عبداللہؓ نے یہ جائیدادیں بیچ ڈالیں۔ اس دور میں جائیدادوں کی قیمت ۵ کروڑ ۵ لاکھ ہوئی۔ دیتا ہے اس غازی اور سخی پر کیوں اعتراض کیا جائے؟

س ۳۳۹: تاریخ الخلفاء سیوطی میں ہے کان ابوبکر سبایا و نساہا۔ کہ حضرت ابوبکرؓ سب سے زیادہ گالی بکنے والے تھے یا سب جلنے والے تھے یہ عادت شیعوں کے لیے کیوں اعتراض بنائی جاتی ہے؟

ج: جو اس بازی اور گالیاں شیعوں کو مبارک ہوں۔ تاریخ الخلفاء میں ایسی کوئی عبارت نہیں ہے مریخ جھوٹ ہے ان کے اعلم الصحابہ ہونے کے باب میں یہ لفظ ہیں؛ وکان ابوبکر الصديق من السب العرب۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب عربوں سے زیادہ نسبتاً جلنے والے تھے شیعوں کو اعتراف ہے کہ وہ گالیاں بکتے ہیں تو یہ کام منافقوں، بد اطواروں کا ہے شیعوں کی عادات سے بچانے جاتے ہیں۔ وَتَعْرِفْنَهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ۔ (پ ۸۷) س ۳۴۰: فجاۃ نامی مسلم شخص کو ابوبکرؓ نے کس جرم میں جلایا؟

ج: آپ کے ممدوح اور سنانوں کے دشمن فجاۃ کا حال تاریخ میں یوں لکھا ہے: "ادھر مدینہ منورہ میں نبو سلیم کا ایک سردار الفجاۃ بن عبدیلیل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ میں مسلمان ہوں۔ آپ آلاتِ عرب سے مدد کریں۔ میں مرتدین کا مقابلہ کروں گا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اس کو اور اس کے ہمراہیوں کو سامانِ حرب عطا کر کے مرتدین کے مقابلہ کو بھیجا۔ اس نے مدینہ سے نکل کر اپنے مرتد ہونے کا اعلان کر دیا اور نبو سلیم اور بنو ہوازن کے ان لوگوں پر جو مسلمان ہو گئے تھے شب خون مارنے کو بڑھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس حال سے آگاہ ہو کر فوراً عبداللہ بن قیس کو روانہ کیا انھوں نے ان دھوکہ باز مرتدین کو راستہ ہی میں جلایا۔ بعد مقابلہ و مقاتلہ الفجاۃ بن عبدیلیل گرفتار ہو کر صدیق اکبرؓ کے سامنے مدینہ میں حاضر کیا گیا اور مقتول ہوا۔" (تاریخ اسلام نجیب آبادی ۲۳۹) بلفظہ و تاریخ طبری ۲۶۴، ۲۶۵

سوال بناتے وقت اتنی بددیانتی نہ ہونی چاہیے کہ ایک علانیہ مرتد کافر کو، ابوبکرؓ دشمنی میں مسلمان کہا جائے۔ شاید وہ شیعوں کا پیشوا ہوگا؟

س ۳۴۱: ابوبکرؓ نے اپنی حکومت میں سادات کا خمس کیوں بند کر دیا؟ بخاری، البدایہ ج: دو وجہیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ وہ قرابت کی وجہ سے ادائیگی عہد نبوی کے ساتھ فائل

سمجھتے تھے اور اس کی وجہ (واللہ اعلم) اس بات سے سمجھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی بنو عبد شمس اور بنو نوفل بھی تھے حضور نے ان کو خمس نہ دیا صرف بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کو دیا۔ جب انھوں نے آکر یہ گزارش کی :

قربتنا وقرباتهم منك
واحدة
ہماری اور ان کی رشتہ داری تو آپ سے
یکساں ہے۔

تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ میں اور بنو مطلب زمانہ جاہلیت اور اسلام میں اکٹھے رہے ہیں اور ہم انھیں کی طرح ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ (ابوداؤد ص ۶۱)
تو حضرت ابوبکرؓ نے وفات نبوی سے اس اصول میں کمی دیکھی تو خمس تو نہ دیا۔ لیکن ان کے اقراجات بیت المال سے ادا کرتے رہے چنانچہ ابوداؤد مشہور ہے۔ وانما
یاکل ال محمد فی هذا المال یعنی اس اللہ کے مال سے آل محمد حسب ضرورت
کھاتے رہیں گے۔

۲ حضرت ابوبکرؓ نے اموال کی تقسیم مسادیقہ کی۔ قربت۔ یا اسلام میں اولیٰت وغیرہ کا خیال نہ کیا کہ ان چیزوں کا بدل اللہ ان کو دے گا۔ رزق میں وہ سب مساوی ہیں۔ چنانچہ اس بنا پر خمس کی خصوصی ادائیگی بند کی اور مالی امداد عمومی تبرعات سے یا اپنے مال سے خصوصی کرتے رہے۔ ابوداؤد ص ۵۹ پر ہے کہ رسول خدا اپنے گھر والوں پر خرچ کے بعد بقیہ صدقہ کر دیتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ دو سال خلیفہ رہے تو اسی طرح کرتے رہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ لیکن حضرت عمرؓ و عثمانؓ کی پالیسی اور اصول۔ قربت فضائل اور اولیٰت اسلام میں فرق مراتب کرنا تھا۔ چنانچہ انھوں نے ادائیگی جاری رکھی۔ اسی روایت میں صراحت ہے :

فكان عمر بن الخطاب يعطيهم منه
وعثمان بعدا۔
کہ حضرت عمرؓ اور پھر عثمانؓ بنو ہاشم کو خمس
دیا کرتے تھے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت ابوبکرؓ نے اصول پرستی سے خمس نہ دیا تو ان کی ضروریات کا پورا خیال رکھا۔ حضرت عمرؓ و عثمانؓ نے خمس جاری رکھا۔ یہ جواب روایت ماننے کی صورت میں

اگر اسے صحیح نہ مانیں کیونکہ درج ذیل دو روایتیں اس کے خلاف ہیں تو جواب کی حاجت نہیں۔ دوسری روایت میں یہ صراحت ہے کہ خمس کے انچارج و متولی عہد نبوت، صدیقی اور فاروقی میں حضرت علیؓ تھے۔ (اور اپنا حصہ باقاعدہ لیا کرتے تھے) خود فرماتے ہیں :

ولانی رسول الله صلى الله عليه وسلم
خمس الخمس فوضعتہ مواضع
حيوة ابى بكر وحيوة عمر فأتى
بمال فدعاني فقال خذ
فقلت لا اريدہ فقال خذ
فانتم احق به قلت قد
استغينا عنه۔ فجعله
فبيت المال۔
مجھے رسول اللہ نے خمس الخمس کا متولی بنایا
میں نے حضورؐ کی زندگی میں اس کے مواقع پر
خرچ کیا اور ابوبکرؓ کی زندگی میں اور عمرؓ کی
زندگی میں بھی اس کے مواقع پر خرچ کیا۔
پھر کچھ مال آیا مجھے بلایا کہ لے لو میں نے کہا
میں نہیں لینا چاہتا۔ عمرؓ کہنے لگے لے لو تم
اس کے زیادہ حقدار ہو میں نے کہا اب ہم
غنی ہو گئے ہیں تو حضرت عمرؓ نے بیت المال
میں ڈال دیا۔

(ابوداؤد ص ۶۱)

تیسری روایت میں یہ ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ میں عباسؓ اور فاطمہؓ اور زیدؓ بن حارثہ رسول اللہ کے پاس گئے میں نے کہا : یا رسول اللہ اگر آپ کا خیال ہو کہ اس خمس کا کتاب اللہ کے مطابق مجھے متولی بنا دیں۔ تو اپنی زندگی میں تقسیم کر دیں تاکہ آپ کے بعد کوئی مجھ سے جھگڑا نہ کرے۔ حضورؐ نے ایسا کر دیا۔ تو میں نے رسول اللہ کی زندگی میں (اپنی برادری وغیرہ پر) خرچ کیا پھر مجھے ابوبکرؓ نے متولی بنایا۔ (تو میں یونہی تقسیم کرتا رہا) یہاں تک حضرت عمرؓ کا آخری سال تھا اور مال بہت آگیا تھا تو آپ نے ہمارا حق نکالا اور میری طرف بھیجا۔ میں نے کہا ہمیں ضرورت نہیں ہے اور مسلمانوں کو ضرورت ہے تو ان کو تقسیم کر دیں چنانچہ انھوں نے تقسیم کر دیا۔ پھر عمرؓ کے بعد مجھے کسی نے نہ بلایا۔ (ابوداؤد ص ۶۱)

ان دو روایتوں سے معلوم ہوا کہ بنو ہاشم کو بدستور عہد نبوت کی طرح عہد صدیقی اور فاروقی میں خمس ملتا رہا۔ ان کی کوئی مالی حق تلفی نہیں ہوئی۔ جب وہ امیر ہو گئے تو خود چھوڑ دیا۔

س ۳۲۲: ابوبکرؓ نے سفیر قریش کو بت کی شرمگاہ چاٹنے کی گالی جنھوں کے سامنے کیوں دی اور مذکر بت کے لیے مونث بات کرنا کیسی تہذیب و علم ہے؟

ج: سبحان اللہ! صاحب پیغمبر کی دشمنی میں اب کفار قریش کی حمایت و طرفداری کی جارہی ہے آپ کی مسلمان قابل داد ہے کیا جنھوں نے علی المرتضیٰؓ نے یار خدا و جنت کی سند پانے والے ۱۵۰۰ صحابہ کرامؓ نے بھی یہ اعتراض کیا تھا؟ خود قریشی سفیر کو جب یہ پتہ چلا کہ یہ ابوبکر صدیقؓ ہیں تو آپ کے سابق احسانات یاد کر کے خاموش ہو گیا۔ یہ گالی نہ تھی۔ کافر کی اشتعال انگیزی کا مناسب جواب تھلجیے قرآن نے عُثْلُ لُحْدِ ذَلِكْ زَنْيِهْ۔ الخ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ بت خواہ مذکر کے نام و شکل پر ہوں۔ حقیقتہً مونث ہیں۔ قرآن میں ارشاد ہے:

اِنَّ يَدِ عُوْتٍ مِنْ دُونِهِ مُشْكِنٌ اللّٰهُكَ عِلٰوَهُ مَرْفُوعُوْنَ كُوْبَارَتِهٖ
اِنَّ اِيْنَاثًا۔ (پ ۱۵۴) ہیں۔

نیز مشرکین لات و منات اور عزیٰ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تو فرمایا: کیا تم نے لات عزیٰ اور تیسری منات کو دیکھا۔ تم تو بیٹے پسند کرو اور خدا کے لیے بیٹیاں ہوں یہ تو غیر منصفانہ تقسیم ہے۔ (النجم پ ۵)

معرض ابوبکر صدیقؓ کی عربیت میں غلطی نہ پچھے اپنے علم و تہذیب کا ماتم کرے۔

س ۳۲۳: صواعق محرقة باب اول فصل ۵ اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ ابوبکرؓ نے اپنی صاحبزادی کا وظیفہ ۱۰ ہزار درہم مقرر کیا۔ دختر رسول کا باغ کیوں چھینا؟

ج: صواعق محرقة فصل پنجم سب دیکھی اس میں ایسا کوئی بہتان نہیں ہے کہ اپنی صاحبزادی کا وظیفہ ۱۰ ہزار درہم مقرر کیا۔ باغ کا طعن ہم بار بار کر چکے ہیں۔ روضۃ الاحباب غیر معتبر کتاب ہے۔ خلفائے باغ اگر فقرہ کے نام قرآن شریف کے مطابق وقف کر دیا تو اہل بیتؓ کی ویسے بہت امداد کی۔ سیرت المصطفیٰؐ پر ہے: پھر ان مدعیان غضب کو یہ خیال نہیں آتا کہ خلفائے زمانہ خلافت میں فقیرانہ اور درویشانہ زندگی گزاری اور اہل بیت کرام کو بیک وقت پچاس پچاس ہزار اور ساٹھ ساٹھ ہزار درہم و دینار دیا کرتے تھے۔ جس وقت شہر بانو

شہزادی ایران خلیفہ برحق کے زمانہ خلافت ہزار پاشوکت و عظمت میں مقید ہو کر انیس تو خلیفہ وقت نے حضرت علیؓ اور جنین کو حصہ غنیمت دینے کے بعد تینوں کو۔ تیس تیس ہزار درہم دیئے اور اس کے علاوہ خاص اہم حسین رضی اللہ عنہ کو شہر بانو مع ان کے زیور و جواہرات کے عطا کی جس کا ہر جوہر اور موتی اتنا قیمتی تھا کہ ایک موتی کی قیمت سے کم از کم سو باغ فدک خریدے جا سکیں۔

س ۳۲۴: جنگ خندق میں حضرت ابوبکرؓ کا کردار و کارنامے سپرد قلم کیجئے؟

ج: وہی کردار ہے جو حضرت رسول خدا اور تین ہزار صحابہ کرامؓ کا تھا کہ سخت سردی کے موسم میں بھوکے پیاسے لمبی چوڑی دفاعی خندق کھود کر مدینہ بھر دشمن کے سامنے ڈٹے رہے خندق کے جس جس حصے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ وغیرہم رضی اللہ عنہم کو متعین کیا تھا۔ وہاں سے دشمن کو آگے نہ بڑھنے دیا۔ آج ان مقامات پر بطور یادگار مساجد قائم آثم نے خود دیکھی ہیں۔ حضرت علیؓ کے سامنے سے خندق کم چوڑی تھی۔ چار سپہاں خندق پار کر آئے حضرت علیؓ نے ایک جماعت کے ہمراہ ان پر حملہ کیا۔ ۹۰ سال کا سپہاں عمرو بن ود مارا گیا۔ شیعہ تفسیر قمی سورت احزاب میں قتل کا واقعہ یہ لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے اس سے داؤد کھیلایا۔ تم اتنے بڑے سپہاں ہو پھر سا تھی لے کر مجھ سے لڑتے ہو اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو حضرت علیؓ نے اس کے پاؤں پر وار کیا اور دوسرا سر پر کیا تو جہنم رسید ہو گیا ہمیں حضرت علیؓ کی اس پانچ منٹ کی بہادری اور شیر خدا کے کارنامے کا اعتراف ہے۔ مگر کیا آپ کو یہ تعلیم حضرت علیؓ نے دی کہ اس گھنڈ میں باقی تین ہزار مہاجرین و انصار کی گولیاں اچھالتے رہو اور نام لے لے کر لو پھپھو کہ فلاں فلاں کے کیا کارنامے ہیں کیا آپ اپنے تین یاروں حضرت ابوذرؓ، مقدادؓ اور عمار رضی اللہ عنہم کے کارنامے بھی اس جنگ میں بتا سکتے ہیں؟ معاف کیجئے فضیلت جتلانے کا یہ معیار انتہائی گھٹیا ہے۔ حضرت علیؓ بھی کل آپ کے خلاف اور مہاجرین کے حمایتی ہوں گے جب کہ دیگر جنگوں میں حضرت ابوبکرؓ کا قتل کرنا بھی ثابت ہے۔ سلم شریف ص ۸۹ پر ہے کہ غزوہ بنو فزارہ میں حضرت ابوبکرؓ کو حضورؐ نے امیر بنایا تھا..... ثم شن الغارة فورد الممار فقتل من قتل عليه وسجى۔ کہ خوب حملہ کیا پانی پر اتارے تو کتنے آدمی قتل کیے کتنے قیدی بنائے۔

س ۳۲۵: شہداء احد کے متعلق حضور نے فرمایا میں ان کا گواہ ہوں حضرت ابو بکرؓ نے کہا کیا ہم ان کے بھائی نہیں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، معلوم نہیں میرے بعد تم کیا احداث کرو گے؟ تو ابو بکرؓ رونے لگے، بتائیے آپ صدیق کے گواہ کیوں نہ بنے؟
(کشف المغطاء عن الموطا ص ۱۲)

رج: یہ پوری جنس امت کو خطاب ہے لیکن شخصی خطاب بنا کر طعن تراشا گیا ہے درحقیقت اس میں یہ جتنا لہجہ ہے کہ مدار خاتمہ بالخیر پر ہے جو حضور کے سامنے شہید ہو گئے ان کا خاتمہ بالخیر اور آپ کی شہادت یقینی ہے مگر جو امتی زندہ ہیں یا بعد میں آئیں گے اور فوت ہوں گے۔ ان کی وفات پر حضور کی موجودگی یا گواہی نہ ہوگی۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی گناہ واحداث میں مبتلا ہو تو حضور یہ تنبیہ فرما رہے ہیں کہ کئے ہوئے اعمال خیر پر ہی بھروسہ نہ کرو۔ خاتمہ بالخیر کا بھی فکر کرو تبھی تو صدیق اکبرؓ رونے لگے۔ کیونکہ کاملین کی یہی شان ہے؟ ہر وقت اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں؟ (پیشا ع ۴) ورنہ حضرت ابو بکرؓ کو بار بار جنت کی بشارت ملی ہے حضور کو ان کے خاتمہ کا فکر نہ تھا۔ حضرت شعیب پیغمبر علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَمَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَعُوذَ فِيهَا إِلَّا
أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّنَا۔ (اعراف پ ۱ ع ۱) ہمارا اللہ اور رب ہی یہ چاہے۔

یعنی اپنے مومن ساتھیوں کے خاتمہ بالخیر ہونے نہ ہونے کا حضرت شعیبؓ کو بھی فکر تھا۔ ۱۰۰ سو سو نام بنام مبشر بالجنت صحابہ کرامؓ کے سوا باقیوں کے متعلق حضور کو بھی یہی فکر تھا شیعوں کو چونکہ دولت ایمان حاصل ہی نہیں تو ان ملنگوں کو اس کے چھین جلانے کا کیا ڈر وہ تو شفاعت قہری والاکفار کا یہ عقیدہ اپنائے ہوئے ہیں کہ چونکہ ہم شیعہ علی کہلاتے علی ولی اللہ پڑھتے۔ ماتم و بین کرتے اور تعزیرہ حسینی کی تعظیم کرتے ہیں تو "آخرت فاطمہؓ کے لال کے صدقے بنی ہوئی ہے" پر ہی نازاں اور خود فریبی میں مبتلا ہیں۔ جلدی وہ وقت آنے والا ہے جب ایسے بد عمل بد عقیدہ بدعتی مشرکوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا اور ان کے فرضی شفعا، شرکا اور مشکل کشا ہستیاں ان سے تبرا کریں گی۔ سچا قرآن

لَهُ اخْتَبَرَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوْا الْعَذَابَ۔ (پیر مشرک مریدوں سے بری ہو جائینگے مرید عذاب دیکھیں گے اور تعلقات ختم ہو جائیں گے۔) (آل عمران ص ۲۵)

فرماتا ہے:

"اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہو گا جو خدا کو چھوڑ کر ایسے کو پکارے جو قیامت تک اس کا جواب ہی نہ دے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر بھی رہیں اور قیامت کے دن جب سب آدمی جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن بھی ہوں گے اور ان کی عبادت کے منکر بھی؟" (احقاف پ ۱ ع ۱) ترجمہ مقبول ص ۶۔

حضرت علیؓ کے کلمات حکمت میں ہمیں یہ دو مقولے ملے ہیں:-

۱۔ مجھ سے پانچ باتیں لے لو تم میں سے ہر شخص اپنے گناہ ہی سے ڈرے صرف اپنے رب سے امید رکھے۔ نہ جاننے والا سیکھنے میں شرم نہ کرے اور عالم سے اگر وہ بات پوچھی جائے جو نہ جانتا ہو تو وہ یہ کہنے میں شرم نہ کرے۔ اللہ بہتر جانتا ہے، صبر ایمان کا سر ہے۔ صبر کیا تو ایمان ختم۔ جب سر کٹا تو بدن ختم۔

۲۔ پورا عالم وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ کرے انھیں گناہوں کی چھٹی نہ دے اور خدا کے عذاب سے ڈر نہ کرے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۲۱) حضرت ابو بکرؓ کا یہ ڈر اور گریہ اسی حقیقت کی تصویر تھی۔

س ۳۲۶: اگر علیؓ بیعت نہ کرے تو اس کا گھر جلا دو، حکم ابو بکرؓ۔ تاریخ ابوالفوار ۱۶۵
کیا خلیفہ برحق ایسے بیعت طلب کرتے ہیں؟

رج: ہمارے نزدیک بالکل غلط روایت ہے مولانا شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں:
"اور جو کچھ قصہ قنفذ اور دروازہ فاطمہؓ جلا دینے کا اور ان کے پہلو میں تلوار چھوڑنے کے معاملہ میں لکھا ہے۔ یہ سب جھوٹی باتیں اور افتراء شیطانی کوفہ کے ہیں جو شیعہ اور افضیول کے پیشوا ہوئے ہیں۔ ہرگز کسی اہل سنت کی کتاب میں نہ صحیح طریق پر نہ ضعیف طریق پر موجود ہے۔" (تحفہ اثنا عشریہ اردو ص ۱۵۷)

حضرت علیؓ برایت تاریخ طبری تین دن بھی بیعت سے الگ نہیں رہے۔ تو ایسی بات پیدا نہیں ہوئی۔

بالفرض والمحال ایسا اگر کہا ہو تو یہ صرف دہمکی ہے حقیقت نہیں ہے جیسے حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ سے الگ رہنے والوں یا نماز باجماعت نہ پڑھنے والے منافقوں کے متعلق یہ فرمایا: میں ان کے گھر جلانا چاہتا ہوں مگر معصوم بچوں کے جلنے کا اندیشہ ہے۔ ائمہ "عدلیہ" کے علمبردار ذرا انصاف سے دیکھیں خلیفہ برحق سے منسوب یہ دھمکی سخت ہے یا قصاص عثمانؓ سے بیعت مشروط کرنے والوں پر چڑھائی کر کے ستر ہزار مسلمانوں کا کٹ جانا۔ زیادہ سخت ہے؟

س ۳۴۷: ازالۃ الخفافۃ ۱۹۹ میں ہے کہ حضورؐ نے ابو بکرؓ سے کہا ثقلتک امک۔ یہ بددعا یہ کلمہ آپؐ نے کیوں کہا؟

ج: صحیح لفظ ثقلتک امک ہے۔ تیری ماں تجھے گم پائے۔ یہ کلمہ بددعا یہ نہیں۔ بلکہ عربوں کا عام محاورہ ہے۔ مخالف کو اس کی سوخ کے خلاف جب بات بتانی ہو تو ایسا کہہ دیتے ہیں جیسے حضرت عمارؓ سے فرمایا:

ویحک یا عمار ثقلتک الفیۃ (بخاری) (قابل عثمان) قتل کرے گا۔

یہاں بھی حضرت ابو بکرؓ کا خیال تھا کہ شرک صرف غیر اللہ کی عبادت کا نام ہے حضورؐ نے اس کے خلاف فرمایا کہ نہیں۔ بلکہ شرک خفی بھی ہوتا ہے جو ریا اور دکھلاوا ہے۔ چیونٹی کی چال سے بھی سست وہ مسلمانوں میں چلتے ہیں۔

س ۳۴۸: کیا حضرت علیؓ کسی بھی جنگ میں حضرت ابو بکرؓ کے ماتحت ہوئے؟

ج: جب جنگ و جہاد سے بھی افضل عبادات، حج اور نماز حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں ادا کیں تو افضلیت ثابت ہو گئی۔ بخاری شریف میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں مجھے ابو بکرؓ نے اس حج (۹ھ) میں ان منادیوں میں مقرر کر بھیجا جو منیٰ میں یہ اعلان کرتے تھے کہ اس سال کے بعد نہ کوئی مشرک حج کرے گا نہ ننگے بدن بیت اللہ کا طواف کرے گا حمید بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور حکم دیا کہ وہ بھی برأت کا اعلان کریں۔ (ابو ہریرہؓ کہتے ہیں) چنانچہ ہمارے ساتھ علیؓ نے مل کر اہل منیٰ میں برأت کا اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک نہ حج کرے

نہ بیت اللہ کا ننگے طواف کرے۔

یہاں سے صراحت پتہ چل گیا کہ حضرت ابو بکرؓ کو حضورؐ نے معزول نہیں کیا تھا۔ بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک مؤذن باقی مؤذنون سمیت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں بنا کر بھیجا۔ تاکہ عربوں کا یہ اصول پورا ہو جائے کہ عہد شکنی کے اعلان وغیرہ کو خود معاہدہ یا اس کا چچا زاد بھی کرنا کہتے۔ (صواعق محرقة ص ۳۳)

س ۳۴۹: کیا حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں حضرت علیؓ نے کوئی جنگ لڑی؟

ج: مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کو دوبارہ مسلمان بنانے کے لیے جو حضرت ابو بکرؓ نے گیارہ دستے مقرر فرمائے۔ ایک کی کمان خود نبھائی "کہ بنو عیسٰ اور بنو ذبیان کے مقابلے میں خود گئے اور انہیں زیر کیا۔" تاریخ اسلام ص ۱۱۳۔ ایک کے کماندار حضرت علیؓ تھے۔ ملاً فتح اللہ کاشانی شرح نہج البلاغہ فارسی میں لکھتے ہیں۔ ابو بکرؓ کے زمانہ خلافت میں بہت سے عرب بدل گئے اور دین سے مرتد ہو گئے اور اصحابؓ رسولؐ اس معاملہ میں عاجز و حیران رہ گئے۔ جب حضرت علیؓ نے یوں دیکھا تو صحابہ رسولؐ کی دلداری کرتے ہوئے حیدری بازوؤں کے زور کے ساتھ مرتدوں کو جہنم میں بھیجا اور پھر دین کا انتظام ٹھیک ہو گیا۔ (ترجمہ شرح نہج البلاغہ تحت مکتوب امیر بسوئے اہالیان مصر بحوالہ رحمۃ اللہ علیہ حصہ اول ص ۲۷۹)۔

مگر اس ہنگامی دور کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے حضرت علیؓ سے دیگر اہم شایان شان کام لیے اور جنگوں میں بھیجنا مناسب نہ جانا۔ اس کے لیے چھوٹے درجے کے فوجیوں صحابہؓ بہترین جبرئیل ثابت ہوتے رہے۔ پھر حضرت عمرؓ اور عثمانؓ نے بھی جنگی خدمات لینے کی ضرورت نہ سمجھی اس میں علام الغیوب قادر مطلق نے یہ راز پنہاں رکھا تھا کہ شیعوں کا ایک فرقہ پیدا ہوگا جو عہد نبویؐ کے ۳۷ غزوات و سرایا میں حضرت علیؓ کے ہاتھ سے درجن بھر کا فرقت ہونے کی وجہ سے ایسا طوفان بدتمیزی مچائے گا کہ سو لاکھ صحابہؓ میں سے تین چار چھوڑ کر سب پر کھینچ اٹھائے گا اور فخر کرے گا۔ اگر ایران، اردن، افریقہ، عجم و ترکستان (دوس) کی فتوحات میں حضرت علیؓ کی جنگی خدمات کا ذرہ بھی حصہ پایا گیا۔ تو یہ زبان دراز ٹولہ انبیاء کرامؑ کی بھی پگڑیاں اچھالے گا۔ ہر مسلمان سے پوچھے گا۔ بتاؤ۔ موٹسی کا کیا کارنامہ ہے؟

ابراہیم نے کیا فتوحات کیں؟ سلیمانؑ نے کتنے کافراں سے؟ (نقل کفر کفر نہ باشد، معاذ اللہ)
جیسے وہ اب بھی صحابہ کو گالیاں دینے کے علاوہ انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہ یقینی کفر یہ عقیدہ
رکھتا ہے کہ وہ ہر غربی اور کمال میں حضرت علیؑ سے گھٹیتھے اور علیؑ فائق و افضل ہیں۔ بلکہ
امامت نبوت سے افضل ہے۔ (معاذ اللہ)

تو اللہ تعالیٰ نے کمالات کا توازن یوں برقرار رکھا کہ صحابیؑ رسولؑ کی حیثیت سے۔ جو
شیعہ کے ہاں معیار فضیلت ہی نہیں مکی ایمان۔ عمل۔ علم۔ تقویٰ۔ شجاعت۔ شرافت ہر صفت
سے نوازا اور اہل سنت کے ہاں بعد از پیغمبرؐ یہ پوزیشن بحال رہی مگر بعد از پیغمبرؐ شیعہ کے
منصوص من اللہ امام کی حیثیت سے ایک وصف و کمال بھی باعتراف شیعہ ظاہر نہ ہو سکا۔ کیا
کوئی شیعہ مجتہد اس پر روشنی ڈال سکتا ہے؟

س ۲۵۳ تا ۲۵۴: غضب فدک کے متعلق ہے ہم دوبارہ یہ بحث نہیں چھیڑتے
تحفہ امامیہ کے ۶۴ صفحات پر ہر قسم کی قیل و قال کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔

س ۲۵۴: کیا حضرت عمرؓ کا قول درست ہے کہ فدک خاص آنحضرتؐ کی ملکیت تھا؟
ج: لفظ ملکیت ایجاد بندہ ہے وہاں نہیں البتہ یہ درست ہے کہ فاصل آنحضرتؐ
صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف تھا۔ آپؐ جیسے چاہیں غریخ کریں۔ قرآن میں مذکورہ مصارف
پر غریخ کریں کسی کو کم دیں یا زیادہ کسی کو اعتراض کا حق نہ تھا۔ اگر ذاتی ملکیت سمجھا جائے
تو دواضریاں لازم آتی ہیں۔

ایک یہ کہ وہ ذاتی کمائی، ہبہ وغیرہ سے حاصل ہوا ہو۔ حالانکہ وہ منصب نبوت اور
حاکم نہ رعب سے حاصل ہوا۔ تو غریخ بھی رفاہی مذاات میں ہوگا۔ دوم یہ کہ قرآن شریف نے
ایسے مال فے کے آٹھ مصارف سورت حشر میں ذکر کیے ہیں تو وہ مشترکہ مال ہوا ذاتی
ملکیت نہ ہوا ہاں آپؐ اپنی ذات پر۔ برادری پر یتامی، مساکین، فقرار وغیرہ پر غریخ کرنے
کے ایسے مجاز تھے کہ کسی کو چون و چرا کا حق نہ تھا۔

بخاری، ابوداؤد ص ۵ پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے
ایک چیز مخصوص کی اور کسی کے لیے نہ کی۔ تو رسول اللہ اس مال مخصوصہ سے

سال بھر کا غریخ لے کر باقی مصارف (ثنائیہ) میں غریخ کر دیتے تھے۔

س ۲۵۵ تا ۲۵۷: کیا رسول اللہ نے اپنی اولاد کے لیے وصیت فرمائی؟ تو کیا
تھی؟ ورنہ کیا اہل خانہ کو امت کے رحم و کرم پر چھوڑا؟

ج: مالی سلسلے میں کوئی وصیت نہیں فرمائی۔ یہی بات دلیل ہے کہ انبیاء کا ورثہ نہ
ہوتا ہے نہ وصیت کے کام آتا ہے۔ بلکہ وہ عام صدقہ بیت المال کا حق قرار پاتا ہے اور حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زہد کا تقاضا یہی تھا کیونکہ آپؐ کو حکم تھا:

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ۔
آپؐ فرمائیے میں تم سے اس پر کوئی اجرت
نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والا
(ص ۵، پ ۲) سے ہوں۔

تو اگر بقول شیعہ نبوت اور حکومت کے منصب سے ایک بڑی جائیداد حاصل کریں اور
دولت سے انبار بھر دیں جو وراثت میں بیٹے یا وصیت کی ضرورت پڑے تو یہ دنیا داروں کا
سابڑا تکلف ہوتا۔ اللہ نے اپنے پیغمبرؐ کو اس حالت میں رخصت کیا کہ خالی ہاتھ تھے۔ زرہ
ایک یہودی کے ہاں گروی رکھی گئی تھی۔

اولاد کا فکر نہ تھا کیونکہ اس وقت ایک صاحبزادی تھی جو شیر خدا جیسے طاقت ور اور
کمائی دلے کے گھر تھی۔ فکر ہو سکتا تھا تو ۹ بیواؤں کا، مگر ان کو بھی اللہ کے بھروسے پر
چھوڑا کوئی جائیداد ان کے نام وقف نہیں کی۔ وصیت فرمائی تو صرف تین باتوں کی۔
نماز، غلاموں اور ماتحتوں سے حسن سلوک، یہود و نصاریٰ کا جزیرۃ العرب سے اخراج۔
عہد نبوت کے بعد گھرانہ نبوی کے غریخ کا بند و بست یہ تھا کہ:

غیر اور فدک کی جو زمینیں تھیں ان کا انتظام (بعد از ابی بکرؓ) حضرت عمرؓ نے اپنے
ہاتھ میں رکھا۔ اس طرح حضرت عمرؓ نے متروکہ زمینوں کو دو حصوں پر تقسیم کر دیا۔ ایک اموال
بنی نضیر یعنی جائیداد مدینہ جس میں سے اہل بیت اور ازواج مطہرات کے سالانہ مصارف
دیئے جاتے تھے۔ اس کا انتظام تو حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے سپرد کر دیا۔ اس
لیے کہ دونوں حضرات خواست گار تولیت ہوئے کہ وقف نبوی میں ذوی القربیٰ یعنی

اقرباً نبوی کا بھی حق ہے بلکہ ان کا حق سب سے مقدم ہے اور یہ دونوں حضرات ذوی القربی کے احوال اور ان کی ضروریات سے بخوبی واقف تھے۔ (سیرت الصطفی ص ۳۹۹) از مولانا محمد ادریس کاندھلوی

س ۳۵۸: قرآن مجید میں جو وصیت کا حکم آیا ہے وہ نقل فرمادیجئے؟

ج: کُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمْ الْمَوْتُ أَنْ تَرَكَ خَلْفَهُ الْوَصِيَّةَ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ۔ (پہ، بقرہ ۲۲۳) رشتہ داروں کے لیے وصیت کرے۔

واضح رہے کہ والدین، اولاد وغیرہ مقررہ حصص والے وارثوں کے لیے وصیت کا حکم منسوخ ہے۔ ناسخ یُؤْصِيكُمْ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ (اللہ تم کو اولاد کے متعلق تاکید ہی مکم دیتا ہے) آیت ہے۔ حصہ نہ پانے والے وارثوں کے لیے تہائی مال تک سے وصیت ہو سکتی ہے مگر یہ حکم استحباً ہی ہے واجب نہیں۔ (کتب میراث)

س ۳۵۹: کیا رسول خدا عامل قرآن تھے؟

ج: جی ہاں! مگر آپ پر وصیت واجب نہ تھی کیونکہ قابل تقسیم ورثہ و ترکہ ہی نہ تھا۔ ام المؤمنین جویریہؓ کے بھائی حضرت عمر بن عمارؓ فرماتے ہیں:

ما تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهِ دَرَاهِمًا وَلَا دِينَارًا وَلَا عَبْدًا وَلَا أَمَةً وَلَا شَيْئًا إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءُ وَسَلَاحَهُ وَارِضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً۔ (بخاری ج ۲، کتاب الوصایا) میں نے وغیرہ کی جو صدقہ کر گئے تھے۔

س ۳۶۰: اگر نہیں تھے تو امت کو عمل قرآن کی تعلیم کیوں فرمائی؟

ج: عامل تھے۔ عمل کی تعلیم دینا آپ کے ذمے تھی کیونکہ کئی احکام آپ کے لیے خاص ہیں اور کئی آپ کی امت کے لیے اور کئی عام ہیں۔ آخری دونوں کی یقیناً تعلیم دی۔ مگر صد افسوس کہ شیعہ نے اس قرآن کا انکار کر دیا جو آپ امت کو تعلیم دے گئے تھے۔

س ۳۶۱: جب سیدہ نے شیخینؓ سے قطع کلامی کی تو کیا حضرت علیؓ یا عباسؓ نے بی بی صاحبہؓ کو خطا وار ٹھہرایا ہے؟

ج: خطا وار ٹھہرانا دو طرح ہوتا ہے۔ (۱) زبانی طور پر کہنا یا روکنا۔ اس طرح تو ان کو ادب مانع رہا۔ (۲) دل میں ایسا سمجھ لینا۔ پھر عملاً تاہید و نصرت نہ کرنا۔ دوسری صورت یقیناً پائی گئی۔ حضرت عباس و علیؓ نے کوئی تاہید و نصرت نہ کی تھی تو حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ کو بہت سخت سست کہا۔ ہم سنی کیوں ہیں؟ میں حق الیقین کی وہ عبادت ہم کچھ چکے ہیں۔ یہاں دوبارہ بکھنے سے ادب مانع ہے اور یہ جواب شیعہ پر پیگندہ کا ہے۔ ورنہ ہمارے اعتقاد میں یہ رنجش بالکل وقتی تھی۔ جیسے والدین اور اولاد میں بھی ہو جاتی ہے۔ پھر ابو بکر صدیقؓ کے معذرت کرنے سے راضی ہو گئیں یا وحدت، حرمت و ملگن ہوئیں، کے معنوں میں ہے پھر ترک کلام تین دن سے زائد شرع میں منع ہے۔ ہم سیدہ پر یہ الزام نہیں لگا سکتے، جو شیعہ لگاتے ہیں کیونکہ یہ گناہ ہے۔

س ۳۶۲، ۳۶۳: بعد از وفات سیدہ حضرت علیؓ یا اولاد فاطمہؓ میں سے کسی نے اس اقدام کو غلط فہمی کا نتیجہ قرار دیا؟ تو نشانہ ہی کریں۔

ج: جب حضرت علیؓ نے اپنی خلافت میں بھی وہ ورثہ فاطمہؓ کو نہ دیا۔ نہ شیخینؓ کے عہد میں ان کو مالک بنایا نہ حسنؓ نے ایسا کیا۔ حالانکہ متولی خود تھے۔ تو یہ عملی کارروائی اس کا بین ثبوت ہے کہ اس اقدام کو انھوں نے غلط فہمی کا نتیجہ سمجھا۔ پھر وہ اکابر شیعہ مذہب نہ رکھتے تھے کہ کسی کی غلطی و خطا کو گاتے پھریں۔ ہم اہل سنت بھی ایسی جرأت و صراحت نہیں کرتے اور نہ کالمیں کی لغزشوں کا دروازدہ پھر مناظرہ بازی اچھی بات ہے۔ لہذا وقتی واقعہ کو وہ موضوع سخن نہ بناتے تھے۔ آخر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خطا وار ٹھہرانے کی بھی ان سے صراحت منقول نہیں ہے۔ حضرت زیدؓ کا ایسا قول ۳۶۱ میں آ رہا ہے۔

س ۳۶۲: حضرت ابو بکرؓ نے بی بی پاکؓ سے گواہ طلب کیے۔ کیوں؟

ج: ایسی روایت کو ہم مستند نہیں مانتے۔ رافضیوں کی بھرتی ہے۔ بالفرض کیسے ہوں تو مدعی سے گواہ مانگنا قرآن کا حکم ہے۔ (پ ۳، ع ۱)

س ۳۶۵: کیا ابو بکرؓ نے حدیث لا خودیث بیان کرتے وقت گواہ پیش کئے۔

ج: یہ حدیث حضرت ابو بکرؓ کو ذاتی سماع از پیغمبرؐ سے حاصل تھی اس لیے گواہ کی حاجت نہ تھی حکم پیغمبرؐ ہے۔ بلغوا عني ولو آية۔ ایک حدیث و آیت بھی یاد ہو تو تبلیغ کر دو۔

س ۳۶۶: کیا آپ اس اصول کو مانتے ہیں کہ قبضہ دلیل ملکیت ہوتا ہے؟
ج: دلیل تمام نہیں ہوتا۔ نشانی اور قرینہ بن سکتا ہے۔ مگر یہ بھی اہل سنت کی ہی دلیل ہے کہ حضرت فاطمہ کو قبضہ حاصل نہ تھا۔ ورنہ زیر قبضہ چیز کے لیے دعویٰ کی کیا ضرورت؟ حضرت فاطمہ نے بیدخلی کا دعویٰ نہ کیا تھا وہ تو انتقال وراثت چاہتی تھیں۔

س ۳۶۷: اگر کوئی فریق مقدمہ اپنے خلاف مقدمہ کا خود ہی فیصلہ کر دے تو اس کی قانونی نقطہ نگاہ سے کیا حیثیت ہوتی ہے؟

ج: یہ زرا لا دستور شیعوں سے ہی معلوم ہوا کہ سیدہ فاطمہ نے عقل و نقل کے خلاف مقدمہ مدعی علیہ کی عدالت میں دائر کیا اور امام برحق علیؑ کی عدالت کو چھوڑ دیا۔ دو باتیں لازم ہیں یا تو سیدہ مصومہ نے غلطی کی کہ ظالم کے پاس مقدمہ لے گئیں یا پھر امام اول برحق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عدالت میں مقدمہ دائر کر کے صدیق کی خلافت پر حقانیت کی اور مذہب شیعہ کے غلط ہونے پر ہر نگاہی۔

حضرت ابو بکر صدیق مدعی علیہ یا فریق مقدمہ نہ تھے بلکہ قاضی و منصف تھے ہاں مدعی علیہم فقرار اور مساکین تھے جن کا حق اس دعویٰ سے متاثر ہوتا تھا۔ آپ چونکہ ان کے والی اور نمائندے تھے اس لیے فرمان رسول کو ان کا مؤید تسلیم کر کے انتقال ارث کا فیصلہ نہ کیا بلکہ حق فقرار وقف قرار دیا تو قانونی حیثیت سے مقدمہ کا فیصلہ مضبوط اور ٹائٹ ہے۔

س ۳۶۸: حضرت علیؑ اور حسنینؑ کے اقوال سے ثابت کریں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ سببی برحق تھا پھر توثیق کریں تاکہ شیعوں کا منہ بند ہو جائے؟

ج: خدا نے فیصلہ دیا کہ مال فدک وئے ۸ قسم کے لوگوں کا حق ہے شیعوں کا منہ بند نہ ہوا وہ صرف ”قربانی“ کا حق بتاتے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ مصارف پر خرچ کر کے عملی فیصلہ دیا شیعہ مطمئن نہ ہوئے تہنا فاطمہ کو سبہ کر دینے کی بات گھڑ لی۔ حضرت علیؑ و حسنینؑ نے اپنے دور خلافت میں وہی فیصلہ برقرار رکھا جو حضرت نبیؐ اور صدیق اکبرؓ نے کیا تھا۔ مگر شیعوں کا منہ بند نہ ہوا۔ اب اگر اقوال سے بھی ثابت کر دیں تو کیا ضمانت ہے کہ شیعوں کا منہ بند ہو جائے گا۔ کیا قول عمل سے زیادہ وزنی ہوتا ہے؟ حضرت زید بن علی بن حسینؑ

فرماتے ہیں: اما انا لو كنت مكان ابي بكر لحكمت بسا حكم به ابو بكر في فدك۔ کہ اگر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ خلیفہ ہوتا تو فدک کا وہی فیصلہ کرتا جو ابو بکرؓ نے کیا۔ (رواہ البیہقی بسند صحیح، البدایہ ۲۹۱، وصواعق محرقة ص ۱۰۰) اب یہ پوتے کا قول دادا جی کا ترجمان ہے مگر شیعوں کا منہ اب بھی بند نہیں ہو گا۔ دراصل شیعوں کا منہ قبر کی مٹی اور جہنم کی آگ بھرے گی۔

س ۳۶۹: قرآن سے ایک نبی کی مثال دیں جس کے وارثوں کو محروم کیا گیا ہو؟
ج: سوال ۳۳۲ میں چار مثالیں اس قسم کی ہم نے دی ہیں مراجعت کریں۔

س ۳۷۰: کیا وفات سے پہلے سیدہ سہوؓ اپنی خطا پر نادم ہوئی تھیں؟
ج: سیدہ کے پُر عظمت مقام کا تو یہی تقاضا ہے کہ نانا سے فرمان رسولؐ سن کر لاعلمی سے یہ مطالبہ کرنے پر پشیمان ہوئی ہوں جیسے حضرت آدم اور نوح علیہما الصلوٰۃ والسلام سے ظاہر ہوئی تھی۔ راویوں کی غلط فہمی سے قطع نظر کی جائے تو ان الفاظ سے اسی ندامت کا اظہار ہوتا ہے کہ ابو بکرؓ سے اس سلسلے میں کوئی بات نہ کی حتیٰ کہ فوت ہو گئیں۔

مسند احمد ص ۱۱۱ (مسند ابی بکرؓ) میں ہے کہ جب ابو بکرؓ نے حدیث سنائی تو فاطمہؓ نے کہا فانت وما سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلم۔ کہ آپ جانیں اور فرمان رسولؐ (میں مطالبہ سے دستبردار ہوئی) کیونکہ آپ اسے خوب جانتے ہیں۔

س ۳۷۱: اگر بی بی پاک نے ایسا نہیں کیا تو یہ فعل آپ کی نظر میں کیسا ہے؟
ج: سکوت کیا۔ اور خاموشی نیم رضا ہوتی ہے۔

س ۳۷۲: کیا عم رسولؐ حضرت عباسؓ تمام صحابہؓ نے ابو بکرؓ کی بیعت کی؟
بیعت ابو بکرؓ پر راضی ہوئے؟

ج: جی ہاں۔ یقیناً۔ تبھی تو شیعہ ان کو ضعیف الایمان ذلیل النفس اور خوار کے الفاظ سے گالیاں دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ حیات القلوب مجلسی ذکر عباسؓ، ج ۲۔

ہم نے تاریخوں کا بغور مطالعہ کیا۔ ہمیں طبری، تاریخ اسلام ندوی، نجیب آبادی وغیرہ میں حضرت عباسؓ کے اختلاف یا بیعت نہ کرنے کا کہیں تذکرہ نہیں ملا جس کا معنی

یہ ہے کہ ۳۳ ہزار بیعت کرنے والے مہاجرین و انصار اور قریش کے ساتھ آپ نے بھی بیعت کی اور برضا و رغبت کی۔

س ۳۳: اگر عشرہ مبشرہ میں سے کوئی بیعت ابو بکرؓ سے کنارہ کش رہا تو اس کی بشارت قائم رہے گی؟

ج: کوئی صحابی بھی بیعت ابو بکرؓ سے کنارہ کش نہ رہا سب نے کر لی۔

س ۳۴: اگر رہے گی تو پھر کیوں منکر خلافت ابو بکرؓ کو مستحق نہ سمجھا جائے؟

ج: منکر خلافت کوئی نہ تھا تو قطعی اجماع صحابہؓ قائم ہو گیا۔ اب اس کا منکر کافر ہو گا۔ فرمان الہی ہے:

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ جُومُونُوں کی راہ چھوڑ کر اور راستے چلا ہم اسے
نُولِدْ مَا تُولَىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ جانے دیں گے جہنم وہ جاتا ہے پھر اسے
(رپ ۱۴۷) دوزخ میں داخل کریں گے۔

س ۳۵: اگر بشارت نہیں رہے گی تو تمام عشرہ مبشرہ کی بیعت ثابت کیجئے؟

ج: عشرہ مبشرہ سمیت تمام صحابہؓ نے بیعت کی ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ یہ فرمانے کے بعد سب سے پہلے حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت بشیر بن سعد انصاریؓ نے بیعت کی پھر توجہ کیفیت پیدا ہوئی کہ چاروں طرف سے لوگ بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے۔ یہ خبر باہر پہنچی اور لوگ سننے ہی دوڑ پڑے۔ غرض تمام مہاجرین و انصار نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بلا اختلاف متفقہ طور پر بیعت کر لی۔ (مہاجرین میں سب عشرہ مبشرہ داخل ہیں) انصار میں سے صرف حضرت سعد بن عبادہؓ نے اور مہاجرین میں سے ان لوگوں نے جو تہنیز و تکفین کے کام میں مصروف تھے اس وقت سقیفہ بنو ساعدہ میں بیعت نہیں کی حضرت سعدؓ نے تھوڑی دیر بعد اسی روز حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ باتیں سن کر فوراً شکایت واپس لی اور اگلے روز مسجد نبویؐ میں مجمع عام کے رُوبرو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ (تاریخ اسلام از اکبر شاہ ۲۳۹، ۲۴۰)

۲ تاریخ طبری ۲۲۲-۲۲۳ کے جملے یہ ہیں:

فَاقْبَلَ النَّاسَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ يَبِالْعَوْنِ ابَا بَكْرٍ
لوگ ہر طرف سے ابو بکرؓ کی بیعت کرنے آ گئے۔

۳ وَتَتَابَعَ الْقَوْمُ عَلَى الْبَيْعَةِ
بیعت ابو بکرؓ پر قوم ٹوٹ پڑی اور سعد بن عبادہؓ نے بھی بیعت کی۔

۴ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شخصیت ہر جماعت میں ایسی محترم تھی کہ اس انتخاب پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ حضرت عمرؓ کی بیعت کے ساتھ مسلمان بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے۔ اس کے دوسرے دن مسجد نبویؐ میں عام بیعت ہوئی اور ربیع الاول ۱۲ھ میں حضرت ابو بکرؓ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ (تاریخ اسلام ندوی ص ۱۰۹)

مولانا ادیس کا ندھلویؒ فرماتے ہیں: "امام طبری فرماتے ہیں کہ سعدؓ نے بھی تھوڑی دیر کے بعد اسی دن ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی" (سیرت المصطفیٰ ص ۳۶۲)

اور البدایہ والنہایہ ص ۲۴۷ پر ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے سعدؓ سے پوچھا: تو جانتا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے امر خلافت کے قریش والی ہیں ان کے نیک نیکوں کے اور بُرے بُروں کے تابع ہیں تو سعدؓ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہم وزیر ہیں اور تم امیر و حاکم ہو۔

۵ سقیفہ بنو ساعدہ والی مجلس چونکہ اچانک درپیش آئی تھی۔ اس میں حضرت زبیرؓ اور علیؓ شریک نہ ہو سکے تھے ان کو دوستانہ شکایت تھی کہ ہمیں شریک مشورہ کیوں نہ کیا گیا تو کچھ دیر تو انھوں نے توقف کیا پھر جب حضرت علیؓ کو ابو بکرؓ نے پوری صورت حال اور اختلاف کے اندیشہ سے ذمہ داری اٹھانے کی بات بتائی تو وہ مطمئن ہو گئے اور انھوں نے کہا: ہم صرف اس لیے ناخوش ہوئے تھے کہ مشورہ میں شریک نہ کیے گئے، ورنہ حضرت ابو بکرؓ کو ہی ہم امامت کا سب سے زیادہ حقدار سمجھتے ہیں کیونکہ وہ غار کے ساتھی ہیں ہم ان کی شرافت اور سب سے افضلیت کو پہچانتے ہیں رسول خداؐ نے اپنی زندگی میں ہی ان لوگوں کا امام نماز بنا دیا ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۵۹)

۶ شیعہ کی سب سے مستند کتاب کافی کتاب الروضہ میں ہے:

امام باقرؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سوائے تین آدمیوں کے سب مرتد ہو گئے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) میں نے کہا تین کون ہیں فرمایا: مقداد بن اسود، ابوذر

غفاری، سلمان فارسی اللہ کی ان پرستش اور برکتیں ہوں کچھ دیر کے بعد لوگوں کو پہچان ہوئی۔
امام باقرؑ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن پر علیؑ گھومی اور (ابوبکرؓ کی) بیعت انکار کیا۔ یہاں تک کہ جب
امیر المؤمنین علیہ السلام کو لے آئے تو آپؑ نے بیعت کی دھجھانوں نے بیعت کی، ان
تمام تاریخی اور سنی و شیعہ روایات کے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرامؓ نے بیعت کی۔ عشرہ مبشرہ، حضرت
سعد، حضرت علیؑ، ابوذرؓ، سلمانؓ، مقدادؓ سبھی نے کی۔

ابشیوں کو چاہیے کہ وہ اپنے امام کی پیروی کریں اختلاف چھوڑ دیں اور ابوبکرؓ کو امام اول
مان لیں۔

س ۳۴۶: حدیث کل طویل احق الا العصر سے حضرت ابوبکرؓ متشکی کیوں نہیں؟
ج: یہ حدیث نہیں کسی کا مقولہ ہے قضیہ مہملہ ہے محصورہ کلیہ نہیں تو استثناء کی

ضرورت نہیں۔

س ۳۴۷: حضرت ابوبکرؓ نے حدیث بیان کی ہے کہ کوئی شخص پل صراط پار نہ کر سکے
گاجب تک علیؑ اس کو راہداری نہ دیں۔ کیا راوی حدیث کو بھی ملے گا؟

ج: جی ہاں! یقیناً ملے گا کیونکہ اسی حدیث کے جواب میں حضرت علیؑ نے خوش ہو
کر فرمایا اے ابوبکرؓ! کیا تجھے میں خوشخبری نہ سناؤں؟

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
یکتب الجواز الا لمن احب ابابکر۔
پل صراط کی راہداری صرف اسے لکھی ہوئی

ملے گی جو ابوبکرؓ سے محبت کرتا ہو۔ (ابن السمان ریاض النضرہ ص ۱۸۷)

حدیث اگر صحیح ہے تو شیعہ اصول پر بھی ابوبکرؓ حضرت علیؑ کے دوست و مومن ثابت
ہوئے یقیناً راہداری پاکر حنبت میں جائیں گے۔ دوست کا دشمن، دشمن ہوتا ہے شیعہ اسی

اصول پر راہداری سے محروم اور دوزخ میں جائیں گے۔

س ۳۴۸: کیا ابوبکرؓ نے دعویٰ کیا کہ میں علیؑ سے افضل ہوں؟

ج: مسلمانوں کے خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ شیعوں کی طرح خود تائی نہیں کرتے تھے انھوں
نے خلیفہ منتخب ہو کر بھی پہلے خطبہ میں اس کی نفی کی۔ کیونکہ وہ ارشاد قرآنی فلا تزکوا انفسکم

دتم اپنی پاکی خود بیان نہ کرو، پر عامل تھے حضرت علیؑ کی فضیلت میں بہت کچھ بیان کیا اور
فرمایا مگر فضیلت پر بھی کوئی نص نہیں فرمائی۔ اہل سنت کی روایات میں حضرت علیؑ نے بھی
شیخی کی فضیلت میں بہت کچھ کہا روایات گزر چکی ہیں مگر اپنے کو ان سے افضل نہیں بتایا
مسئلہ فضیلت دراصل کسی بزرگ کے خود اپنے دعویٰ پر مبنی نہیں بلکہ ظاہر قرآن، احادیث
نبوی، اجماع اُمت اور حضرت علیؑ جیسے قاضی کے فیصلہ پر مبنی ہے۔ اور ہم "تحفہ امامیہ"
میں سوال ۱۱ میں مدلل بحث کر چکے ہیں۔

اور کمال اسی میں ہے کہ افضل خود کو افضل نہ جتلائے بلکہ معمولی مسلمان جانے، مگر خدا و
رسولؐ اور اصحابؓ و اُمت ان کو افضل کہیں۔ ثانی اشین، رفیق غار، صاحب پیغمبر بتائیں۔
مصلیٰ پر امام نماز بنائیں۔ لوگوں کو ان کی پیروی کا ان سے مسئلہ پوچھنے کا حکم دیں اور سب لوگ
ان کو افضل اتقی۔ ایمان کی روح، قلب کی لذت، عمل کی مسرت، آنکھوں کا نور، دل کا نور
اور واجب المحبت جانیں اور اس میں کوئی کمال نہیں کہ اپنے اعلیٰ اور افضل ہونے کا جھگڑ
اعلان کریں۔ کارنامے جتلائیں مگر دس آدمی بھی اسے قبول نہ کریں پھر اپنے حب دار ہی دشمن
بن جائیں اور سارے ائمہ تقیہ کی زندگی بسر کریں۔

س ۳۴۹: اگر کہا تو کوئی ان کا ایسا قول نقل کر دیجئے؟

ج: ہمیں یہ نقل پسند تو نہیں تاہم مؤرخین نے لکھا ہے کہ بیعت کے بعد حضرت
ابوبکرؓ نے کچھ لوگوں کی تسلی کے لیے یوں فرمایا: کہ اس امر خلافت، کاجھ سے زیادہ کون
مستحق ہے۔ کیا میں وہ نہیں ہوں جس نے سب سے پہلے نماز پڑھی کیا میں ایسا نہیں کہ سب سے
پہلے مسلمان ہوا کیا میں ایسا نہیں ہوں؟ تو انھوں نے چند واقعات اور فضائل بیان کیے
جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزارے تھے۔

طبقات ابن سعد ص ۲۹ اردو تاریخ الخلفاء ص ۵۹، ریاض النضرہ ص ۱۶۱

س ۳۵۰: اگر نہیں کیا تو پھر آپ ابوبکرؓ کے علیؑ سے افضل ہونے کا دعویٰ کیوں
کرتے ہیں؟

ج: حضرت علیؑ کے ان فیصلوں کی وجہ سے کرتے ہیں:

۱۔ لوگوں نے جب آپؐ سے کہا آپ ہم پر کسی کو خلیفہ کیوں نہیں بنا دیتے۔ حضرت علیؑ نے کہا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا پس میں کیوں خلیفہ بناؤں لیکن اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ لوگوں کے ساتھ خیر کا ہوگا تو میرے بعد لوگوں کو کسی بہتر آدمی پر متفق اور مجتمع کر دے گا۔

کما جمعہم بعد نبیہم علی خیر ہم جیسے کہ ان کے نبی کے بعد ان کے سب بہتر
اخر البیہقی واسنادہ جید (سیر المصطفیٰ ص ۳۳، ریاض النضر ص ۱۱) فرد پر ان کو جمع کر دیا تھا۔

۲۔ بروایت حسن علیؑ نے فرمایا کہ حضورؐ کے بعد امد خلافت میں ہم نے غور کیا تو یہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو نمازیں آگے کر دیا تو ہم اپنی دُنیا کے لیے اس پر راضی ہو گئے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین کے لیے راضی تھے ہم نے ابوبکرؓ کو آگے کر دیا اور بالاتفاق خلیفہ مان لیا۔ (طبقات ابن سعد ص ۳)

۳۔ بروایت محمد بن حنفیہ بخاری میں ہے کہ میں نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا اے ابا! حضورؐ کے بعد سب لوگوں سے بہتر کون ہے؟ فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ میں نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا عمرؓ اور میں فکر میں پڑ گیا کہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیں گے تو خود کہہ دیا پھر آپ ہیں؟ فرمانے لگے میں ایک مسلمان آدمی ہوں۔

۴۔ احمد وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:
خیر هذه الامة بعد نبیہا اس امت کے سب سے بہتر حضرت ابوبکرؓ
ابوبکر وعمر۔ دیکھ، عمرؓ ہیں۔

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متواتر مروی ہے۔ اللہ رافضہ کو تباہ کرے کتنے بڑے جاہل ہیں۔

۵۔ مجھے جو شخص بھی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہے گا میں اسے جھوٹے کہہ دوں گا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۷)

۳۸۔ اگر حکومت میں پہلے افضلیت کی دلیل ہے تو یزید عمر بن عبد العزیز سے کیوں افضل نہیں؟

ج: خلفاء صحابہؓ کی پہلے ایک اصول پر تھی کہ وہ افضل کو امام نماز اور امیر المؤمنین بناتے تھے لہذا وہ شریعت کے مطابق ترتیب وار خلیفہ بھی تھے اور سب حاضرین سے افضل بھی اور اس پر سب صحابہؓ و تابعین اہل سنت و ائمہ دین کا اتفاق و اجماع ہے۔ یزید پر یہ اجماع نہیں عمر بن عبد العزیزؒ اپنی نیکی اور اصلاحات خیر میں اپنے ماقبل یزید سے اور مابعد سب سے بڑھ گئے ہیں۔ فرحمہ اللہ رحمة واسعة

س ۳۸۲: کشف المحجوب میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی زبان پڑے کھینچ رہے ہیں اور فرماتے ہیں جس غرابی سے میں دو چار ہوا ہوں اسی کی وجہ سے ہوا ہوں وہ غرابی کیا تھی؟

ج: یہ بات موجب اعتراض نہیں بلکہ کاملین کی خشیت الہی کا پتہ دیتی ہے کہ وہ اپنے خدا سے ڈر میں اپنے اعضاء و جوارح کو قصور وار بتاتے ہیں۔ حضرت زین العابدینؑ کی دعاؤں کا مجموعہ (صحیفہ کاملہ) ایسی باتوں سے بھرا ہوا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ذنبی بلاءى فمأخيلتى اذا كنت في العشر حمالها
”میرے گناہ میری مصیبت ہیں میں کیا تدبیر کروں گا جب حشر میں ان کو اٹھا کر لاؤں گا۔“
اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو خدا کے آگے ایسی کسر نفسی گر گراہٹ اور تضرع نصیب فرمائے واضح رہے کہ ان کاملین کے متعلق ہمارا عقیدہ راست بازی اور گناہوں سے حفاظت کا ہے مگر وہ خود ایسا اعتقاد اپنے حق میں نہ رکھ سکتے تھے کیونکہ یہ خوف و خشیت الہی کے برعکس خود ستائی اور تکبر کی بات بن جاتی ہے۔

س ۳۸۳: منہاج السنۃ میں ہے کہ حضرت سعد بیعت ابوبکرؓ کے منکر رہے۔ کیوں؟
ج: یہ حضرت سعد بن عبادہ انصاری اور بنو خزرج کے سردار ہیں۔ عشرہ میں سے نہیں۔ عشرہ میں سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ قریشی مہاجر ہیں۔ جن کی بیعت ابوبکرؓ سے ہے۔ حضرت ابن عبادہؓ خود خواہش مند تھے مگر قوم نے بھی ساتھ نہ دیا اور حضرت ابوبکرؓ کی بیعت ہو گئی۔ تو کچھ دیر علیحدہ رہے مگر پھر بیعت کر لی جیسے حوالہ جات سوال ۱۵۵ میں گزر چکے۔ اور مہسوط سرخسی جلد سوم میں بھی بیعت کرنا لکھا ہے۔ یہی صحیح ہے۔ ان کے بڑے عظمت مقام

کا تقاضا ہے۔ جو کچھ مورخین نے اس کے خلاف لکھا ہے وہ غلط ہے۔ کیونکہ راوی لوطن بن یحییٰ و رورغ گورافضی ہے۔ طبری میں اس کے بہت ہفوات مذکور ہیں۔ ملاحظہ ہو طبری ص ۲۲۲۔
س ۳۸۴: جس طریقہ سے ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا گیا وہ مبنی بر خیر ہے؟

رج: ہم بارہا تفصیلاً کتابوں میں لکھ چکے ہیں کہ سقیفہ بنو ساعدہ۔ جو سعد بن عبادہ کے مکان کا چوترا تھا، میں انصار نے اجتماع کیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم کو تو امیر حبشی حالات کے تحت مجبوراً جانا پڑا۔ طبری سے ملاحظہ ہو:

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو (انصار کے اجتماع کی) خبر ملی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر آئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ ابوبکرؓ اسی مکان میں تھے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کفن پیغمبر کی تیاری میں تھے۔ پھر ابوبکرؓ کی طرف قاصد بھیجا کہ میری طرف نکل کر آؤ حضرت ابوبکرؓ نے قاصد کو یہ جواب دے کر بھیجا: اِنِّی مُشْتَغَلٌ۔ میں تدفین کے بند و بست میں مشغول ہوں۔ پھر حضرت عمرؓ نے کھلا بھیجا کہ ایک واقعہ درپیش آچکا ہے آپؐ کا ہونا ضروری ہے۔ تب حضرت ابوبکرؓ نکلے تو حضرت عمرؓ نے کہا آپؐ کو بیتہ نہیں کہ سقیفہ بنو ساعدہ میں انصار جمع ہیں وہ سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں الخ“

اب یہ دونوں گئے راستے میں ابو عبیدہؓ بھی مل گئے، عجم بن عدی اور عویم بن سعدی سامنے سے ملے تو کتنے لگے تم واپس جاؤ تمہارا مقصد پورا نہ ہو سکے گا۔ یہ کہنے لگے ہم کچھ نہیں کریں گے۔ جاتے ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام کی آمد و برکت، انصار کی فضیلت ایسے بیان کی اور الا ائمتہ من قبلہ سنایا کہ انصار آپؐ کی طرف متوجہ ہو گئے ایک آواز منا امیر و منکم امیر کی بھی آئی مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک میان میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں۔ پھر بشیر بن سعد انصاری نے مہاجرین کی تائید کی تو میدان صاف ہو گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمرؓ اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما میں سے جسے چاہو خلیفہ بنا لو تو ان دونوں نے فرمایا: خدا کی قسم! ہم آپؐ کے مقابل خلیفہ نہیں بن سکتے۔ آپؐ سب مہاجرین سے افضل ہیں۔ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار ہیں۔ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں اور نماز سب دین اسلام سے افضل عمل ہے تو آپؐ سے

کون بڑھ سکتا ہے یا آپؐ پر خلیفہ ہو سکتا ہے؟ ہاتھ بڑھائیے ہم بیعت کریں۔ یہ بڑھے ہی تھے کہ بشیر بن سعد انصاری نے پیک کر بیعت کر لی۔ پھر حضرت عمرؓ و ابو عبیدہؓ کے بعد قبیلہ اوس نے، اسلم نے اور قبیلہ خزرج سب نے بیعت کر لی۔ پھر جوں جوں مہاجرین کو پتہ چلتا گیا سب اگر بیعت کرتے رہے صرف تکفین میں مشغول حضرات نے دوسرے دن کی۔

(انتہی مختصر بلقلم طبری ص ۲۱۹ تا ۲۲۲)

اب انصاف سے سوچئے اس میں کیا خرابی کی بات ہوئی کس حکمت و دانش سے انصار کا پروگرام ختم ہوا پھر واقعی فضائل کی بنا پر ابوبکرؓ کی بیعت ہوئی ورنہ ان کا اپنا ارادہ اور پروگرام کوئی نہ تھا صرف اختلاف سے بچنے کی خاطر یہ ذمہ داری اٹھائی۔ اگر نہ اٹھاتے یا مہاجرین و علیؓ سے مشورہ کر کے کچھ لیٹ آتے تو انصار کا خلیفہ ہو جاتا اور گو مہاجرینؓ اہمیت سے جھک بھی جاتے مگر باقی عرب اطاعت نہ کرتے اور انتشار و اختلاف برقرار رہتا۔

س ۳۸۵: اگر خیر ہے تو عمرؓ نے کیوں کہا ابوبکرؓ کی بیعت بلا سوچے ناگہانی طور پر واقع ہوئی تھی تو اللہ نے اس کے شر سے بچالیا آئندہ اگر کوئی اس طرح کمرے تو اسے قتل کر دینا؟
رج: امیر حبشی حالات و حادثات کسی ضابطے کے تحت نہیں آتے۔ انصار کے اجتماع

اور پروگرام کے پیش نظر سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہ تھا مگر یہ سوال تب اٹھایا جاتا کہ غیر مستحق خلیفہ بن جاتا۔ جب فوری سوچ اور حکمت عملی سے انتخاب بھی مستحق ترین کا ہوا اور ہنگامہ و نقصان مسئلہ کی نزاکت و اہمیت کے باوجود کچھ نہ ہوا، جبکہ آج ترقی یافتہ دور میں صدارت تو کیا جمہوری مہر کی انتخابات میں کتنے حادثات اور دشمنیاں پیدا ہو جاتی ہیں تو اس معاملہ کے خیر بن جانے میں کوئی شبہ نہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے یہاں یہ بھی فرمایا ہے: ”کہ تم میں سے ابوبکرؓ جیسا کون ہے؟ جس کی طرف (سفر کرنے کے لیے) اونٹوں کی گردنیں کاٹی جائیں“

(طبقات ابن سعد ص ۱۱۱ بروایت ابن عباسؓ)

تو حضرت عمرؓ کا یہ فرمانا بجایا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے قبیلہ کو جمع کر کے فوری بیعت لے لے اور وہ اہل بھی نہ ہو، لوگ بھی متفق نہ ہوں تو وہ تفریق بین المسلمین پیدا کرنے کی وجہ سے مستحق قتل ہے۔

س ۲۸۶: اگر حضرت ابوبکرؓ کی حکومت آئینی اور جمہوری تھی تو اسے فلتہ کیوں کہا؟
ج: لغت میں فلتہ کا معنی "بغیر غور و فکر کا کام" ہے۔ خرج الرجل فلتۃ مرد اچانک نکل گیا۔ وحدث الامر فلتۃ۔ اچانک واقعہ ہو گیا۔ (مصباح اللغات ص ۶۲۴)

یہ ابتدائے واقعہ کے لحاظ سے فرمایا ہے کہ مہاجرین کا یا حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم کا یہاں آتے وقت بھی کوئی ارادہ نہ تھا کہ ابوبکرؓ کی بیعت کریں جیسے راستہ میں انصاری صاحبوں کے جواب میں کہا تھا۔ ہم کچھ نہیں کریں گے۔ بلکہ تاریخ تو یہ بتاتی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اس کی کبھی تمنائے نہ خدا سے دعا کی۔ اقتدار و خلافت کرنے کا ان کے ذہن میں کبھی تصور بھی نہ آیا تھا۔ موسیٰ بن عقبہ کی مغازی اور مستدرک حاکم سے تصحیح شدہ روایت ملاحظہ ہو: حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوبکرؓ نے خطبہ دیا تو فرمایا: اللہ کی قسم! میں امارت کا کبھی ایک دن رات بھی امیدوار نہ تھا۔ نہ شوقین تھا، نہ خدا سے علانیہ یا پوشیدہ مانگی تھی لیکن میں نے توفیق کے ڈر سے قبول کی.... الخ (تاریخ الخلفاء ص ۵۸)

ہاں جب بیعت شروع ہو گئی اور مہاجرین و انصار سب نے کی جن دو مہاجروں نے شریک مشورہ نہ ہونے کے رنج میں بروقت تاخیر کی دو ایک دن بعد انھوں نے کر لی پھر حضرت ابوبکرؓ نے بیعت واپس بھی کی مگر کسی نے قبول نہ کی جیسے کنز العمال ص ۱۲ پر روایت ہے:

"اے لوگو! میں تمھاری بیعت واپس کرتا ہوں تم جس کی چاہو بیعت کر لو۔ ہر دفعہ حضرت علیؓ گھڑے ہو جاتے اور فرماتے اللہ کی قسم تیری بیعت واپس نہ لیں گے نہ خلافت سے معزولی چاہیں گے کون ہے جو آپ کو پیچھے کرے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے آگے کیا ہے۔" ریاض النضرۃ ص ۲۲۹ مستقل یہ باب ہے پھر ۵ حدیثیں بالاضموم کی ذکر کی ہیں۔

ان حقائق اور تمام صحابہ کرامؓ کے اتفاق کی روشنی میں حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے جمہوری اور آئینی ہونے میں کسی عقلمند اور مومن باللہ والرسول کو شک و شبہ نہیں ہو سکتا ہے۔

س ۲۸۷: اگر حکومت سازی کا یہ طریقہ اچھا ہے تو عمرؓ نے قتل کا حکم کیوں دیا؟
ج: پس یار! اس قتل کو بار بار مت چاؤ۔ آپ کو حضرت ابوبکرؓ و عمر رضی اللہ عنہما کا احسان مند ہونا چاہیے کہ خلافت انصار سے لے کر مہاجرین کو پھر حضرت علیؓ کو پہنچائی۔ اگر

یہ حضرات بروقت مداخلت نہ کرتے تو حضرت علیؓ و حسن رضی اللہ عنہما کو کبھی نہ ملتی۔ اب کیا ہوا اگر انھوں نے قوم کی رضا سے اس ویگ سے اپنا مقدر حصہ اولاً کھالیا اور پھر سب ویگ حضرت علیؓ کے گھر آئی اور وہیں ختم ہوئی۔

ذرا غور فرمائیے اگر مسئلہ امامت شیعہ کے ہاں اتنا اہم ہے کہ کلمہ کا جزو ہے منکر کافر ہے اور تمام اصحابؓ رسولؐ معاذ اللہ گردن زدنی ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی سیاسی ہیبت اور بیدار مغزی سے کام لینا چاہیے تھا۔ بعد از وفات اس کا اعلان کرتے لوگوں سے بیعت لیتے۔ جیسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تدفین سے پہلے یہ سب کام کر لیے تھے۔ (جلال العیون) آخر تکفین پیغمبرؐ اس میں رکاوٹ تو نہ تھی جب ایسا نہ کیا اور انصار کو اپنے اجتماع و انتخاب کا موقع مل گیا، تو قاصد کو آپ کے پاس آنا چاہیے تھا مگر وہ توسل افضل اور ہر و عزیز حضرت صدیق اکبرؓ و عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا تھا جو اس بات کا یقین ثبوت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تعلیم نبوی اور پیغمبرانہ برتاؤ کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ عمر رضی اللہ عنہما کو ہی افضل، مستحق خلافت اور مشکل قضیہ نمٹانے والا جانتے تھے۔ پھر جب صورت حال کا جائزہ لینے حضرت صدیق اکبرؓ حضورؐ کے مکان سے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلے جیسے طبری ص ۲۱۹ کی صراحت گزر چکی۔ تو حضرت علیؓ بھی ساتھ ہو جاتے یا اپنا نمائندہ بھیج دیتے یا اتنا ہی کہلا بھیجتے ذرا صبر کرو میں بھی آ رہا ہوں۔ یہ سب مواقع کھو دیئے اور انصار ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ہی متفق ہو گئے تو اگلے دن جب حضرت صدیق اکبرؓ بیعت واپس کرنا چاہتے تھے تو اقالہ منظور کر لیتے اور خود بیعت لیتے مگر سب تاریخین متفق ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کی معذرت اور اچانک صورت حال کو حضرت علیؓ نے قبول کیا مشورہ میں عدم شرکت کی شکایت کو نظر انداز کیا اور بیعت کر کے مسلمانوں کے ساتھ متفق و متحد ہو گئے۔ اب صدیوں بعد ایک نادان دوست فرقہ غصب امامت کا فرضی راگ الاپ رہا ہے کہ میں نے کتب میں دیکھا ہے ہزاروں روپے کی فیسوں پر مناظرے ہوتے ہیں تمام مومنین صحابہؓ رسولؐ پر کیمپڑ اچھالا جاتا ہے مسلمانوں میں تواریف اور منافرت کا بُت بچوایا جا رہا ہے کیا آج کوئی عقلمند منصف اسلام اور مسلمانوں کا ہمدردان حرکات کو پسند یا مفید اسلام سمجھ سکتا ہے؟

اب بچھٹائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت
 س ۳۸۸: حضرت رسالتؐ کے سارے وعدے کس نے پورے کیے؟
 ج: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیے ریاض النضرہ ص ۱۶۱ پر باب ہے
 ذکر وفاء بعدات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اس بات کا ذکر کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
 نے رسول اللہ کے وعدوں کو پورا فرمایا پھر دو واقعات ذکر کیے ہیں۔
 س ۳۸۹: جناب ختمی مرتبت کے قرضے کون پورے کرتا رہا؟
 ج: جو حکومت متعلقہ قرض تھے وہ ابوبکرؓ نے پورے کیے خانگی ضرورت کے قرضے
 وکانداروں کو کوئی بھی ادا کر سکتا ہے اس کا خلافت سے تعلق نہیں۔
 س ۳۹۰: حضور اکرمؐ نے تبرکات خاص کس کے حوالے کیے؟
 ج: سب بڑا تبرک مسجد نبوی کا حصہ اور منبر پیغمبرؐ تھا وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے
 ہی حوالے کیا۔ حوالہ کی حاجت نہیں۔ تمام نظام مالیات بھی آپ کے حصے میں آیا اور بطور
 خلیفہ اس کی آپ نے شرعی تقسیم کی کیونکہ امام جعفر صادق کی حدیث ہے: "انفال دمال
 غنیمت یافتے، وہ مال ہے جس پر مسلمانوں نے نہ گھوڑے دوڑائے نہ سواریاں چلائیں
 یا جو کافروں نے بطور صلح دے دیا یا انھوں نے بخشش کر دیا اور ہر بنجر زمین اور وادیوں کے
 پیٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے میں ہوں گے اور آپ کے بعد خلیفہ و امام کے قبضے و
 تصرف میں ہوں گے وہ جہاں چاہے خرچ کرے" (اصول کافی ص ۵۳۹)
 اسی اصول پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس ترکہ پیغمبرؐ میں آپ کے حکم کے
 مطابق وراثت نہیں چلائی بلکہ فدک، اموال بنو نضیر، صدقات اہل مدینہ، خمس وغیرہ کو حسب
 شرع و صواب بید مساکین اور مستحقین پر خرچ کیا۔ حوالہ جات گزر چکے شیعوں کو بھی اس اختلاف
 نہیں۔ پروسیکیٹور محض فرضی ہے۔
 ہاں حضرت علیؓ نے حضورؐ کا خیر، ہتھیار اور کپڑے لیے۔ یہ نہلانے والے رشتہ دار
 لے سکتے ہیں۔ ان تبرکات کا خلافت سے کوئی تعلق نہیں۔
 س ۳۹۱: کیا کتب اہل سنت میں ایسی مرفوع صحیح حدیث موجود ہے؟ جس میں حضورؐ

نے ابوبکرؓ کے لیے خلیفہ یا وصی کے الفاظ سے حاکم ہونے کا امرت کو حکم فرمایا ہو۔
 ج: خلافت پر دلیل ایسے ہر قسم کے الفاظ کی حدیثیں ہیں جو تحفہ امامیہ سوال ۱۳ میں
 ص ۲۸۹ تا ۲۸۷ مذکور ہیں۔

مطلوبہ احادیث یہ ہیں: ۱۔ ابوالقاسم بغوی اپنی سند حسن کے ساتھ عبداللہ بن عمرؓ سے
 روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے فرماتے سنا:
 یكون خلفي اثنا عشرة خليفة ابوبکر یلبث میرے بعد بارہ خلیفے ہوں گے (پہلے خلیفے) ابوبکرؓ
 الاقليل من هذا الحديث مجمع تھوڑی زندگی خلافت کریں گے۔ اس حدیث کا شروع
 علی صحته وورد من طرق عدة (تاریخ الخلفاء ص ۱۷) حصہ بالاجماع صحیح ہے اس کی کئی سندیں ہیں۔
 ۲۔ ابن عساکر ابن عباسؓ سے راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک عورت مسئلہ پوچھنے آئی
 آپ نے فرمایا: پھر آنا۔ کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! اگر پھر آؤں اور آپ کو نہ پاؤں یعنی
 آپ وفات پا جائیں؟ تو فرمایا اگر تو آئے اور مجھے نہ پائے۔
 قال ابوبکر فانه الخليفة تو ابوبکرؓ کے پاس آنا کیونکہ وہی میرا میرے بعد
 من بعدی۔ خلیفہ ہوگا۔ (ایضاً)

۳۔ مسلم اور بخاری میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے مجھے مرض موت
 میں فرمایا۔ اپنے باپ اور بھائی کو میرے پاس بلاؤ تاکہ میں ایک نوشتہ لکھ دوں کیونکہ مجھے فکر
 ہے کہ کوئی آرزو کرنے والا آرزو کرے اور کہنے والا کہنے لگے میں زیادہ (خلافت کا) حقدار ہوں۔
 ویالہی اللہ والمؤمنون خدا اور ایمان والے ابوبکرؓ کے سوا اور کسی کو خلیفہ
 الا ابابکر۔ نہیں ملتے۔

۴۔ حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ نامزد کرتے تو کسے کرتے؟
 تو فرمایا ابوبکرؓ کو پھر عمرؓ کو (صحیحین) ان جیسی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
 ابوبکرؓ کی خلافت پر اشارات تو کر دیئے اور مصلیٰ کی امامت بھی دے دی۔ آخری وصایا کفن و دفن
 غسل نماز وغیرہ کے متعلق ارشاد فرما کر وصی بھی بنا دیا۔ (ملاحظہ ہو جلال العیون، حیات القلوب ص ۶۹۵)
 مگر مجمع عام بلکہ باقاعدہ خلیفہ ہونے کا اعلان نہ فرمایا تاکہ مسلمانوں کا حق انتخاب زائل نہ ہو اور نامزدگی

یانص کے بجائے شوری تا قیامت اصول عام قرار پائے اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ نامزد خلیفہ اپنے آپ کو لوگوں کی باز پرس سے پاک سمجھے گا۔ تو لوگوں کو شکایت ہوگی جب اپنا منتخب شدہ ہوگا تو لوگ شکایت کا ازاں کر سکیں گے۔ پھر شارع کی طرف سے مقرر شدہ خلیفہ کی نافرمانی خدائی عذاب کو دعوت دیتی چنانچہ اس کی وجہ مسند بزار کی اس حدیث میں مذکور ہے۔

”خلیفہ فرماتے ہیں: لوگوں نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ ہم پر خلیفہ مقرر نہیں کرتے، تو آپ نے فرمایا اگر میں تم پر مقرر کر جاؤں اور تم میرے خلیفہ کی نافرمانی کرو تو تم پر عذاب نازل ہوگا۔ (اخرجه الحاكم فی المستدرک، تاریخ الخلفاء، سیرت المصطفیٰ ص ۳۴۲)

س ۳۹۲: جنازہ رسول چھوڑ کر تدبیر حکومت کیوں ضروری ہوا؟

ج: جنازہ کسی نے نہیں چھوڑا۔ سلمان فارسیؓ سے سیم بن قیس ہلالی روایت کرتے ہیں کہ دس آدمی مہاجرین کے اور دس آدمی انصار کے حجرہ مبارک میں داخل ہو کر نماز پڑھتے تھے پھر نکلتے تھے حتیٰ کہ مہاجرین و انصار میں سے ایک بھی نہ بچا جس نے جنازہ نہ پڑھا ہو۔

(احتجاج طبرسی ص ۱۳۲ مطبوعہ ایران ۱۳۰۲ھ)

تھوڑی دیر کے لیے اختلاف رفع کرنے اکابر صحابہ گئے تھے پھر واپس آگئے تدفین سے قبل انتخاب کی حکمت یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسی شخصیت ضرور چاہیے تھی جو دین کا بند و بست کرے اختلافات کو مٹائے۔ دشمنوں، منافقوں کو شرارت کرنے سے روکے۔ لہذا خلیفہ کا انتخاب تدفین سے بھی قبل ضروری ہوا شیعہ اصول بھی یہی ہے اور یہی وجہ شرح مواقف ص ۲۹ پر لکھی ہے جسے شیعہ بددیانتی سے بھیانک انداز میں پیش کیا کرتے ہیں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں: ”حضرت ابو بکر و عمر اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عذر واضح تھا کہ انھوں نے بیعت میں جلدی مسلمانوں کی بڑی مصلحت جان کر کی۔ تاخیر میں جھگڑا اور اختلاف پڑتا تھا حتیٰ کہ تدفین بھی بیعت کے بعد کی۔ کیونکہ یہ اہم کام تھا تاکہ حضور کے دفن، کفن، غسل، نماز وغیرہ میں اختلاف ہو تو خلیفہ فیصلہ کر سکے۔ (شرح مسلم نووی ص ۱۹)

س ۳۹۳، ۳۹۴: امکان سازش و حملہ کی صورت میں مرکز کی حفاظت ضروری ہے یا نہیں؟ بئرب کو خالی چھوڑ جانا حرص اقتدار کی ترکیب ہے یا حفاظت حکومت اسلامیہ؟

ج: آپ کی بددیانتی اور مسلم دشمنی پر آفرین ہے۔ یہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی روم پر روانگی پر طعن ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے اور لشکر نہ نکل سکا تو آپ شیخین سمیت سب صحابہ کو ملعون بناتے رہے۔ (معاذ اللہ) اب جب خلیفۃ الرسول نے نامساعد حالات میں تاکیدات نبویؐ کی وجہ سے بھیج دیا اور وہ کامیابی سے فارغ و منصور لوٹے تو آپ غصہ سے اس لشکر پر پوٹ پوٹ ہو رہے ہیں قل مؤتوا بیغیظکم۔ حضرت اسامہؓ کے لشکر کی روانگی ہی مرکز کی حفاظت اور سازشوں کی کمی کا باعث بنی مورخین کا بیان ہے: ”چالیس دن کے بعد یہ محم اپنا کام پورا کر کے فاتحانہ مدینہ واپس آئی حضرت ابو بکرؓ نے شر سے نکل کر اس کا استقبال کیا۔۔۔۔۔ اس کا اثر نہایت اچھا پڑا۔ اس سے ایک طرف بیرونی طاقتوں کے دلوں پر خوف بیٹھ گیا۔ دوسری طرف انقلاب کرنے والوں کو اس کا یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کی قوت کافی ہے۔ چونکہ مال غنیمت بھی خوب ہاتھ آگیا تھا۔ لہذا اکتفا نہ کرکھوں کو درست کرنے اور ملک کے امن و امان کے بحال کرنے میں اس مال غنیمت سے مسلمانوں کو بڑی امداد ملی اور فوجی دستوں کی روانگی میں سامان سفر کی تیاریاں زیادہ تکلیف دہ نہیں ہو سکیں۔“ (تاریخ اسلام منہج ندوی و اکبر آبادی ص ۱۳۲)

س ۳۹۵: ارشاد خداوندی ہے: ”وہ وقت قریب ہے کہ تم لوگ حاکم بن جاؤ گے ارض خدا پر فساد پراکرو گے اور اپنے رشتے منقطع کر لو گے ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے اور ان کے کانوں کو بہرا کر دیا ہے اور آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے“ کیا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا دور آغاز فساد فی الارض اور انقطاع الارحام سے نہ ہوا؟

ج: مرتدوں، منافقوں علانیہ یا بقیۃ نبوت کے دعویداروں زکوٰۃ کے منکروں پر اللہ کی لعنت ہو۔ ان سے جنگ عین شرعی جہاد ہے جس کی پیشین گوئی اور رٹنے والے خلیفہ کی حقانیت قرآن نے بیان کر دی ہے۔

”اے ایمان والو! جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا۔ (تو خدا کا کچھ نقصان نہیں، خدا عنقریب ایسے لوگوں کو لائے گا جن کو وہ دوست رکھتا ہے اور اس کو وہ دوست رکھتے ہیں۔ مومنوں کے لیے وہ رحمدل ہیں اور کافروں کے لیے سخت راہ خدا میں جہاد

کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ یہ فضل خدا کا ہے جس کو چاہے عطا فرمائے اور خدائے تعالیٰ صاحب وسعت و علم ہے۔ (ترجمہ مقبول ص ۱۳۹ پ ۳) سنی و شیعہ تمام مومنین کا اتفاق ہے کہ بعد از پیغمبر فتنہ ارتداد ہوا تھا۔ ان سے جنگ حضرت ابوبکرؓ اور آپ کے لشکر نے کی جس کے ایک سپاہی علیؓ بھی تھے۔ یہی لشکر اس فضیلت کا مصداق ہے اور خلافت صدیقی پر زبردست برہان ہے۔

آیت بالا بے موقع نقل کر کے سائل۔ جو مرتدوں، منافقوں، منکرین زکوٰۃ کا حامی اور ایجنٹ ہے۔ نے ہمارے جذبات کو ٹھیس پہنچائی۔ ہم تو جواب آن غزل "کچھ نہیں دیتے مگر سبائیت کی دوسری شاخ خارجی اور ناصبی اوپر والی آیت۔ جنگ جمل و صفین اور نہروان کے، ہزار مقتولوں کے متعلق پڑھ کر حضرت علیؓ پر معاذ اللہ فتویٰ لگایا کرتے ہیں۔ حقائق کی روشنی میں درست جواب ہمیں بھی سمجھا دیجئے تاکہ دشمن کے دانت کھٹے کر سکیں۔ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِبُوهُ لَنَا۔

حضرت صدیق اکبرؓ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہما کی نظر میں

- حضرت ابوبکرؓ اپنی بزرگی اور اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین منتخب کر لیے گئے۔ آپؓ کی دانائی فراست اور اعتدال پسندی مسلم تھی۔ ابوبکرؓ کے انتخاب کو حضرت علیؓ اور آنحضرت کے خاندان نے تسلیم کر لیا۔ (تاریخ اسلام ص ۱۱۷ ج ۱ شیخ محمد باقر عظیمی)
- پیروان محمدؐ کو فتنہ سے بچانے کے لیے حضرت علیؓ نے فوراً ابوبکرؓ کی بیعت کر لی۔ (سپرٹ آف اسلام، امیر علی ص ۲۹۳)
- حضرت علیؓ نے فرمایا: ابوبکرؓ مجھ سے چار باتوں میں بڑھ گئے۔ حضورؐ کے ساتھ ہجرت، غار میں رفاقت، نماز کی امامت، اسلام کی اشاعت۔ وہ کھلم کھلا دین ظاہر کرتے ہیں چھپاتا تھا۔ قریش مجھے حقیر مانتے انہی عزت کرتے۔ اگر ابوبکرؓ لشکر کشی اور مدین کی سرکوبی سے درگزر کرتے تو دین میں پیچیدگیاں پڑ جاتیں اور لوگ اصحاب طاوت کی طرح بے غیرت ہو جاتے۔
- حق تعالیٰ ابوبکرؓ پر رحمتیں نازل فرمائے۔ جو شخص مجھے ابوبکرؓ پر فوقیت دے گا تو اس پر مغتری کی حد جاری کرنا۔ (الموافقة بین اہل البیت والصحابۃ۔ بحوالہ ابوبکرؓ علیؓ کی نظر میں)

مطالعین فاروقی

س ۳۹۶: حضرت عمرؓ نے وفات رسولؐ کا انکار کر کے دھمکی کیوں دی؟
ج: وفات کے شدید غم اور صدمہ سے حواس بجا نہ رہے جیسے کبھی صدمہ کی خبر سننے سے بے ہوشی ہو جاتی ہے چونکہ اسی خبر سے بے قابو ہوئے تو سننے کی تاب نہ لے کر دھمکی دی۔
س ۳۹۷: اگر فرط غم کا نتیجہ تھا تو تکفین و تدفین سے غیر حاضری کیوں ہوئی؟
ج: یہ ناپاک بہتان ہے بارہا تردید ہو چکی اور یہ حالت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جھڑکنے اور خطبہ دینے سے جاتی رہی یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ جب خلاف واقعہ بات کہتے اور دھمکی دیتے تھے تو علیؓ شیر خدا نے ان کو کیوں نہ روکا۔ اگر وہ بھی بخود تھے تو عمرؓ پر اعتراض نہ رہا۔ اگر حضرت عمرؓ کو کٹر طول نہ کر سکتے تھے اور کوئی بھی نہ کر رہا تھا۔ صدیق اکبرؓ نے ہی اگر کیا تو حضرت صدیق اکبرؓ کی بزرگی، بہادری اور تدبیر نے ان کو ہی خلافت عظمیٰ کا حقدار ترین بنا دیا۔

س ۳۹۸: ازالۃ الخفا میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ؟

ج: اہل سنت کے ہاں خلافت نبوت کی طرح عمدہ نہیں ہے کہ خود بھی ایمان لاتا ضروری ہو بلکہ یہ تقویٰ اور ولایت کی طرح ہے۔ ولی و متقی اپنے آپ کو متقی اور ولی نہ جانے تو اچھا ہے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کمال تواضع، خدا خونی اور کس نفسی سے اپنے آپ کو کامل خلیفہ نہیں جانتے بلکہ بادشاہت کا فکر کھاتے ہیں تو یہ ان کے کمال کی دلیل ہے۔ جیسے شیعہ کی اصول کافی ص ۲۲ میں ہے کہ صحابہؓ کی ایک جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی ہمیں اپنے اوپر نفاق کا ڈر لگتا ہے حضورؐ نے فرمایا واقعی ایسا ہے صحابہؓ نے عرض کیا جی ہاں تو فرمایا:

انہ صریح الایمان یہ تو عین ایمان کی دلیل ہے۔
 چور اور ڈاکو سے وہی ڈرتا ہے جس کے پاس دولت ہوتی ہے۔ مشاق سائل تقویٰ
 کی تعریف میں خود لکھتا ہے: "جس قدر خدا کی محبت و عظمت نگاہوں میں زیادہ ہوگی اتنا ہی اپنے
 افعال کی کوتاہیوں کا اندیشہ زیادہ ہوگا۔ پس یہی تقویٰ ہے۔" (فروع دین ص ۵۵)
 س ۳۹۹: حضرت عمرؓ کو سب سے پہلے امیر المومنین کس نے کہا؟
 ج: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ رسول اللہ
 کہا جاتا تھا۔ اب مجھے خلیفہ خلیفہ رسول اللہ کہا جائے تو لمبا ہو جائے گا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ
 نے کہا آپ امیر ہیں اور ہم مومنین ہیں تو آپ امیر المومنین ہوئے۔
 ریاض النضرہ ص ۲۹۹ کی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عدی بن حاتم اور لبید بن ربیع
 نے عراق سے آکر کہا کہ اے عمرو بن العاص، امیر المومنین سے ہمیں ملائیں۔ تو یہ لقب سب کو
 پسند آگیا اور اس دن سے لکھا جانے لگا۔

س ۴۰۰: روضۃ الاحباب میں ہے کہ آپ کو فاروق کا لقب اہل کتاب نے دیا۔
 کیا زمانہ رسول مقبولؐ یا دور ابوبکرؓ میں آپ کو فاروق اعظمؓ کہا جاتا تھا؟
 ج: روضۃ الاحباب ہمارے پاس نہیں ہے۔ اغلب یہ ہے کہ اہل کتاب نے
 اپنی کتاب سے پڑھ کر بتایا ہوگا کہ حضرت عمرؓ کا لقب فاروق ہے کیونکہ تورات وغیرہ میں آپ
 کے خصال بہت لکھے ہیں جبکہ قرآن شریف کی گواہی ہے: مثلمہم فی التورۃ و
 مثلمہم فی الانجیل۔ چنانچہ کعب احبار (سابق یہود کے بڑے عالم) کہتے ہیں کہ وہ
 شام میں عمرؓ سے ملے تو کہا انہی کتابوں میں لکھا ہے۔ یہ مالک جن کے باشندے بنی اسرائیل
 ہیں۔ ایک نیک آدمی کے ہاتھ پر فتح ہوں گے جو مومنوں پر مہربان ہوگا، کافروں پر سخت ہوگا
 اس کا باطن ظاہر کی طرح (پاک و صاف) ہوگا اس کی بات عمل کے مخالف نہ ہوگی۔ فیصلہ
 میں اپنا بیگانہ اس کے ہاں برابر ہوگا۔ اس کے تابع دررات کے عبادت گزار اور دن میں
 (کفار سے لڑاکے) شیر ہونگے، آپس میں مہربان اور صلہ رحمی کرنے والے ہوں گے۔ عمرؓ
 نے پوچھا کیا تو سچ کہتا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! اللہ کی قسم جو میری بات سن رہا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا سب تعریفیں اللہ کی ہیں جس نے ہمیں عزت و بزرگی، شرافت
 اور رحمت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت عطا فرمائی۔ اللہ کی رحمت ہر چیز پر وسیع
 ہے۔ (ریاض النضرہ ص ۳۰۰)

صالح بن کیسان کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ یہودیوں نے کہا ہم انبیاء کی احادیث
 میں یہ پڑھتے ہیں کہ حجاز کے یہودیوں کو ایک شخص جلاوطن کرے گا جس کی صفات عمرؓ والی صفات
 ہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان کو جلاوطن کیا۔ زہری نے تخریج کی ہے۔ (ریاض النضرہ ص ۳۰۰)
 لقب فاروق آپ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ (اہل کتاب نے تو
 اپنی کتابوں سے دیکھ کر اس کی تائید ہی کی۔)

ابو بکر بن موسیٰ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے حق کو
 عمرؓ کے قلب و زبان پر رکھ دیا ہے اور وہ فاروق ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے حق و باطل
 میں فرق کر دیا۔

ابی عمر بن ذکوانؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ حضرت عمرؓ کا نام
 فاروق کس نے رکھا؟ تو انھوں نے کہا کہ نبی علیہ السلام نے۔ (طبقات ابن سعد ص ۲۹۹)
 اور عہد نبوت (دو صدیق) میں بھی شیخینؓ کو القاب خاصہ سے یاد کیا جاتا تھا۔ چنانچہ
 شیعہ کی معتبر کتاب رجال کشی ص ۲، عمار بن یاسرؓ کے حالات میں ہے کہ جب حضورؐ نے تین شخصوں
 کے مشاق جنت ہونے کا ذکر فرمایا تو حضرت ابوبکرؓ سے لوگوں نے کہا۔ یا ابابکر انت
 الصّدیق وانت ثانی اثنین اذہما فی الغار ہمیں نبی سے پوچھ کر بتائیں
 کہ وہ تین کون ہیں۔ پھر عمرؓ سے لوگوں نے کہا: انت الفاروق الذی ینطق الملک
 علی لسانک (آپ وہ فاروق ہیں کہ فرشتہ آپ کی زبان سے بولتا ہے۔ ان تین
 شخصوں کا نام پوچھ کر بتائیں۔۔۔ الخ)

س ۴۰۱: مشکوٰۃ میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے تورات حضورؐ کے سامنے پڑھی تو
 آپؐ کو ناگوار گزار فرمایا: لو کان موسیٰ حیّاً لما وسعه الاقباعی۔
 (اگر موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو میری ہی پیروی کرتے۔)

ج: یہ چیز قابل طعن تیب ہوتی کہ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے ایسا کیا ہوتا۔ پہلے صریح منع تو نہ تھا۔ اتنی بات مشہور تھی کہ ان کی کتب محرف ہیں۔ نہ تصدیق کرو نہ تکذیب کرو۔ حضرت عمرؓ علم کے انتہائی شوقین تھے چاہا کہ تورات پڑھ کر حضورؐ سے صحیح باتوں کی تصدیق کرائیں تو علم میں انداز ہو جیسے قرآن بھی اپنا وصف مصدق لما بین یدیه (پہلی کتابوں کو سچا بتانے والا) بیان کرتا ہے مگر اس غیر نصابی کتاب میں لکھنے سے اپنی نصابی کتاب قرآن کے حقوق پر زور پڑ سکتی تھی۔ اس لیے آپ نے ٹوک دیا اور استاد کو یہ حق ہے کہ غیر نصابی کتب سے طلبہ کو منع کرے خواہ وہ کتنے اچھے جذبے سے مطالعہ کریں۔

س ۲۲: حضرت عمرؓ نے خدمت رسولؐ میں قلم دوات کیوں پیش نہ کرنے دیا؟
ج: کسی کو منع نہیں کیا صرف حضورؐ کے آرام کی خاطر مشورہ دیا کہ آپ کو تکلیف نہ دو ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔ بعض علماء اس طلب نبویؐ کو امتحانی سوال بتاتے ہیں حضرت عمرؓ نے ٹھیک جواب دیا اور حضورؐ نے نہ لکھوا کر عملی تائید کی۔

س ۲۳: حضرت عمرؓ نے حضورؐ کے متعلق ہذیان والا جملہ کیوں کہا؟
ج: بکواس محض ہے یہ استفہامیہ جملہ دوسروں نے کہا: اھجر رسول اللہ کیا حضورؐ ہم سے رخصت ہو چلے ہیں۔ آپ سے پوچھ لو۔ تفصیل تحفہ امامیہ سوال ۹ میں دیکھیں۔ لفظ ہجر ہجرت اور جدائی سے بنا ہے اسے بکواس بنانا شیعوں کا عمل ہے۔

س ۲۴: آپ کے ہاں حضرت عمرؓ کی بہادری کے واقعات

بدر میں ان کے ہاتھ سے کتنے کفار مارے گئے یا زخمی ہوئے؟

ج: جنگ بدر میں مشہور بہادر، مؤذی رسولؐ اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا۔ (ابن ہشام ص ۲۸۹)

اشدھم فی امر اللہ عمرؓ اللہ کے قانون کے نفاذ میں حضرت عمرؓ سب سخت ہیں اکا مصداق آپ نے ہی بدر کے قیدیوں کو قتل کرنے کا مشورہ دیا پھر تائید میں قرآنی آیات اُتریں۔ (کتب سیرت و تفسیر)

حضرت عمرؓ یقیناً بہادر تھے چند واقعات سے اندازہ لگائیں:

۱۔ حالت کفر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کے لیے تنہا چلے تھے (معاذ اللہ) کسی اور کافر کو جرأت نہ ہوتی تھی۔

۲۔ پھر جب حضورؐ کی دُعا: اللھم اعز الاسلام لعمر بن الخطاب۔ اے اللہ اسلام کو عمرؓ کے ذریعے غلبہ عطا فرما۔ (ابن سعد ص ۶۵) قبول ہو گئی اور مسلمان ہو گئے۔ آپؐ ۳ دن پہلے اگرچہ حضرت حمزہؓ بھی مسلمان ہو چکے تھے مگر مسلمان علانیہ کعبہ شریف میں نماز نہ پڑھ سکتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے تحریک اٹھائی اور حمزہؓ نے تائید کی تو ان دونوں پہلوؤں کی بہت اور بہادری سے مسلمان علانیہ نماز پڑھنے لگے جو کافر مزاحمت کرتے حضرت عمرؓ تنہا لڑتے اور غالب رہتے تھے۔

۳۔ سعید بن المسیبؓ کہتے ہیں کہ چالیس مردوں اور دس عورتوں کے بعد عمرؓ اسلام لائے حضرت عمرؓ کے اسلام لاتے ہی اسلام مکہ میں ظاہر ہوا۔ صہیب بن سنانؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو اسلام ظاہر ہوا اور علانیہ اس کی دعوت دی جانے لگی۔ عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: جب سے حضرت عمرؓ اسلام لائے ہم لوگ برابر غالب رہے۔ محمد بن عبیدؓ نے کہا کہ ہمیں عمرؓ کے اسلام لانے تک بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی استطاعت نہ تھی۔ جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو انھوں نے لوگوں سے جنگ کی۔ یہاں تک کہ انھوں نے ہمیں نماز کے لیے چھوڑ دیا۔

۴۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ عمرؓ کا اسلام فتح تھی، ان کی ہجرت مدو تھی اور ان کی خلافت رحمت تھی۔ ہم نے اپنی وہ حالت دیکھی ہے کہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے تک ہم لوگ بیت اللہ میں نماز نہ پڑھ سکتے تھے جب عمرؓ اسلام لائے تو انھوں نے لوگوں سے جنگ کی یہاں تک کہ ان لوگوں نے ہمیں چھوڑ دیا اور ہم نے بیت اللہ میں نماز پڑھی۔

(طبقات ابن سعد ص ۶۸)

۵۔ غزوہ سویق کے لیے مسلمان گھبراتے تھے کیونکہ ابوسفیانؓ کے کہنے پر نعیم بن مسعودؓ نے مدینے آکر بڑی آب و تاب کے ساتھ قریش کی تیاریوں کا حال جا بجا بیان کرنا شروع کر دیا

تھا لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو جنگ پر آمادہ کیا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ خدا کے سچے رسول ہیں پھر مسلمان ان خبروں کو سن سن کر کیوں گھبرا رہے ہیں۔ (تاریخ اسلام ص ۱۵۱ از نجیب آبادی)

۱۔ ہر کسی نے چھپ کر ہجرت کی۔ حضرت عمرؓ نے علانیہ کی۔ (کتب ہیرت)
۷۔ غزوہ بنو المصطلق میں ابو بکرؓ علم بردار تھے۔ مقدمۃ الجیش حضرت عمرؓ تھے۔ قتال کے بعد غوب فتح ہوئی حضرت جویریہؓ قید ہو کر آئی تھیں۔ (تاریخ اسلام اکبر شاہ ص ۱۵۵)
۸۔ ایک غنڈے کا فر عمر بن وہب کو صفوان بن امیہ سردار قریش نے حضورؐ کے قتل کے لیے مدینہ بھیجا وہ مسلح اُترا ہی تھا کہ حضرت عمرؓ نے نگاہوں اور تیور سے بھانپ لیا۔ تو اسے پکڑ کر دبیح لیا اور حضورؐ کے سامنے پیش کیا۔ اس نے ارادہ قتل کا اظہار کر کے اسلام قبول کر لیا۔ یہ سچ کا واقعہ ہے۔ (سیرت النبیؐ از شبلی ص ۲۲۷)

۹۔ زید بن سحنہ یہودی تاجر تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس نے کچھ قرض لینا تھا وقت آنے سے پہلے اس نے اُجدین سے حضورؐ کے گلے میں چادر ڈال کر کھینچی سخت سست کہا کہ تم عبد المطلب کے خاندان والو یونہی ہمیشہ چلے جوالے کرتے ہو۔ حضرت عمرؓ نے اسے پکڑ لیا۔ سزا دینا چاہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے حضورؐ نے مسکرا کر فرمایا عمرؓ! ایسا نہ کرو میرا قرض ادا کر دو اور ۲۰ صاع گھجوریں زیادہ دو۔ (سیرت النبیؐ ص ۲۲۷)
۱۰۔ فتح مکہ کے بعد البوسفیان کو سابق جرائم کی پاداش میں حضرت عمرؓ نے قتل کرنا چاہا مگر حضورؐ نے منع فرما دیا اور اس کے گھر کو امن و امان کا حرم بنا دیا۔ ایسے واقعات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عفو و درگزر کے ساتھ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا استدعاء علی الکفار اور بہادر ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ پھر کسی جنگ میں کسی کو قتل کرنے یا زخمی ہونے کا علم ہمیں ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔ بالفعل شرکت اور ثابت قدمی بھی فضیلت کے لیے کافی ہے۔

س ۲۰۵: جنگ احد کے حالات میں کچھ
اُحد میں حضرت عمرؓ کی خدمات کتابوں..... میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ حضورؐ کو زرعہ کفار میں چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ وہ ثابت قدم کیوں نہ رہے؟

رج: یہ حوالہ جات میں کانٹ چھانٹ اور رافضی پڑھ بیگنہ ہے ورنہ حضرت عمرؓ و ابو بکرؓ کچھ اور مہاجرین و انصار کے ساتھ احد میں بھی ثابت قدم رہے۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

۱۔ ”جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد غوب زور و شور سے ہنگامہ کارزار گرم تھا ایک شقی کے پتھر پھینکنے سے آپ کا ہونٹ زخمی اور نچلا دانت شہید ہوا۔ اسی حالت میں آپ کا پائے مبارک ایک گڑھے میں جا پڑا اور آپ گر گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت طلحہؓ نے آپ کو اٹھا کر باہر نکالا۔ آپ کے گرد جب صحابہ کرام کی ایک مختصر جماعت فراہم ہو گئی اور لڑائی شدت سے جاری ہوئی تو کفار کے حملوں میں سستی پیدا ہونے لگی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کفار کو مار مار کر ہٹایا اس حالت میں آنحضرتؐ نے پہاڑ کی طرف متوجہ ہونے کا حکم دیا اور صحابہ کرام کی جماعت کے ساتھ پہاڑ کی ایک بلندی پر چڑھ گئے۔ مدعا اس سے ہے کہ کفار کے زرعہ سے نکل کر پہاڑ کو پشت پر لے لیں اور لڑائی کا ایک محاذ قائم ہو جائے۔ چنانچہ یہ تدبیر یعنی لڑائی کے لیے بہترین مقام کو حاصل کرنا بہت مفید ثابت ہوا۔ مسلمانوں کے بلند مقام پر چڑھ جانے کے بعد البوسفیان نے بھی پہاڑ پر چڑھنا چاہا اور وہ کفار کی ایک جماعت کو لے کر دوسرے راستے سے زیادہ بلند مقام تک چڑھنا چاہتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان کو اوپر چڑھنے سے باز رکھو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ چند ہمراہیوں کے ساتھ اس طرف روانہ ہوئے اور البوسفیان کی جماعت کو نیچے دھکیل دیا۔ (تاریخ اسلام ص ۱۵۱ از اکبر شاہ)
زرعہ میں گھرنے کا پورا قصد سامنے ہے۔ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی ثابت قدمی اور خدمات بھی واضح ہیں۔ جنگی حکمت عملی کے لیے پیچھے ہٹ کر پہاڑ پر چڑھنے کو رافضی مورخوں نے فرار بنا ڈالا ہے۔ حالانکہ حضورؐ نے بھی کفار کے زرعہ سے نکل کر پہاڑ کو پشت پناہ بنایا تھا۔ (غدا بدویانہتی اور بغض سے بچائے)

۲۔ ابن اسحاق نے کہا: جب مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا تو حضورؐ کو اٹھالے چلے اور آپ بھی ان کے ساتھ گھاٹی کی طرف چلے۔ آپ کے ساتھ ابو بکر صدیقؓ، عمر بن خطابؓ، علی بن ابی طالبؓ، طلحہ بن عبید اللہؓ، زبیر بن العوامؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین

اور عمارت بن صمہ اور مسلمانوں کی ایک جماعت بھی تھی۔ (ابن ہشام ص ۵۹)

۳۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ کی گھاٹی پر تھے۔ آپ کے ساتھ مذکورہ بالا صحابہ کی جماعت تھی کہ قریش پہاڑ کی اونچی چوٹی پر چڑھنے لگے۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ ان کے کمانڈر خالد بن ولید تھے۔ ابن اسحاق نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مانگی اے اللہ یہ پہاڑ پر چڑھنے نہ پائیں۔

فقاتل عمر بن الخطاب ورهط حضرت عمرؓ نے اور ہاجرؤں کی ایک جماعت نے معہ من المهاجرین حتی اہبطوہم اس دستہ کفار سے جنگ کی حتی کہ ان کو پہاڑ سے من الجبل۔ (ابن ہشام ص ۵۹، طبری ص ۵۲) اتار دیا۔

۴۔ ابن سعد فرماتے ہیں کہ اس پہل اور اضطراب میں چودہ اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ سات مهاجرین اور سات انصاریوں سے ان میں سب سے اول حضرت ابوبکر، عمر، عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم کا نام گرامی ہے۔ (سیرت المصطفیٰ ص ۵۵)

۵۔ مشرکین کی فوج میں بھی حضورؐ کی شہادت کی خبر پھیل گئی تھی۔ ابوسفیان نے تصدیق کے لیے پہاڑ پر چڑھ کر آواز دی محمدؐ یہاں ہیں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں کو جواب دینے سے منع کر دیا۔ ابوسفیان نے جواب نہ پا کر ابوبکرؓ و عمرؓ کو آواز دی اس پر بھی جب کوئی جواب نہ ملا اس وقت اس نے مسرت میں نعرہ لگایا کہ سب مارے گئے (اسلام کا فاتحہ ہو گیا، حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہو سکا۔ حکم پیغمبرؐ بولے اوشم خدا ہم سب زندہ ہیں۔ یہ سن کر ابوسفیان نے اعلیٰ لہیل کا نعرہ لگایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جواب دیا: اللہ اعلیٰ واجل۔ ابوسفیان نے کہا: لنا العزیز ولا عزیز لکم۔ صحابہؓ نے کہا: اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم۔ (تاریخ اسلام نثری ص ۵۵)

۶۔ حضرت انس بن مالکؓ کے چچا انس بن نضر، عمر بن الخطاب اور طلحہ بن عبید اللہ اور دیگر انصار و مهاجرین رضی اللہ عنہم کے کچھ افراد کے پاس پہنچے جب کہ انھوں نے جنگ سے ہاتھ گرا دیئے تھے تو پوچھا کیوں بیٹھ گئے ہو۔ کہنے لگے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ انسؓ نے کہا کہ پھر تم آپ کے بعد جی کر کیا کرو گے۔ اٹھو باعزت اسی طرح مر جاؤ

جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوئے۔ پھر انسؓ مشرکین کے سامنے آئے اور جنگ کی تا آنکہ شہید ہو گئے۔ (تاریخ طبری ص ۵۴)

یہاں سے پتہ چلا کہ یہ خاص بہادروں کا گروہ تھا۔ البتہ شہادت رسولؐ کی خبر سن کر غمزدہ ہوا اور بہت ہار بیٹھا۔ پھر جب حضورؐ کے زندہ ہونے کا اعلان ہوا تو آپ کے ہمراہ ہو گیا اور مذکورہ بالا واقعات میں اہم کردار ادا کیا۔

س ۷۷: جنگ خندق میں عمرو بن ود کی تلکار میں عمرؓ نے کیا جواب دیا؟
ج: بہت تلاش کیا۔ مگر عمرو بن ود کا عمرؓ کو پکارنا اور مکالمہ کسی کتاب میں نظر سے نہیں گزرا۔ اتنا پتہ چلا کہ عمرو بن ود کو دعوت اسلام کے بعد حضرت علیؓ نے قتل کیا۔ اس کے ایک ساتھی کو زبیر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ ایک ڈر کے مارے خندق میں گر پڑا اور حضرت علیؓ نے اتر کر گردن کاٹ لی۔

ضرار بن خطاب کے ہاتھ میں برچھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے تلوار کے ذریعے اسے مار دیا۔
س ۷۸: حضرت عمرؓ کو صلح حدیبیہ کی وجہ کے دن نبوت میں شک ہوا تھا؟

ج: یہ آپ کا جھوٹا قدیم طعن ہے اور بات کا بتنگڑ بنا کر ہی جھوٹے مذہب کی آب یاری کرتے ہیں۔ آپ کو بھی یقین ہے کہ یہ جھوٹا الزام ہے تبھی تو حوالہ نہیں دیا۔ بات اتنی ہے کہ حدیبیہ کی صلح انتہائی کمزور شرائط پر ہوئی تھی مستقبل میں اس کے فوائد و مصالح کا اللہ علام الغیوب کو علم تھا۔ آنحضورؐ بحکم وحی شرائط ماننے کے پابند تھے۔ ظاہر حالات میں سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اضطراب بے چینی اور ناخوشی تھی جن کے ترجمان و نمائندہ حضرت عمرؓ تھے اور آپ نے وہ گفتگو بے باکی کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کی جو کتب حدیث و سیرت میں مشہور ہے۔ اس بے چینی اور اضطراب کے دفعیہ کے لیے اللہ نے سورت فتح اتاری۔ آیت ہذا پر غور کیجئے:

هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْأُمُومِينَ لِيُذْكَرُوا بَأْزَمَانٍ اسی خدا نے سکینہ و تسلی، مومنوں کے دلوں میں اتارا تاکہ وہ اپنے ایمان پر ایمان کا اضافہ کریں

مَعَ اِيْمَانِهِمْ وَلِلّٰهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور آسمانوں زمینوں کے لشکر تو اللہ ہی کے ہیں
وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا لَّحٰكِمًا (فتح ۲) اور اللہ بڑے زبردست حکمت والے ہیں۔
دلوں میں اضطراب کے بدلے سکینہ اتارا اور افسردگی و مایوسی کے مقابل زیادتی ایمان کی نوید
سنائی۔ اب دشمنان صحابہ اس کیفیت کو شک فی النبوت وغیرہ سے تعبیر کریں تو کریں۔ چہرہ میں
ان کو اپنا ہی آئینہ نظر آتا ہے مگر اللہ کے ہاں وہ بدستور صاحب یقین و ایمان اور سکینت و
اطمینان والے تھے۔

اس کی جیسی تجرباتی ایک وہ مثال ہے کہ جب حضرت حسنؑ نے معاویہ کے ہاتھ پر صلح و
بیعت کی تو دو سال تک آپ کی پارٹی کا غلبان و اضطراب باقی رہا وہ شکایت کرتے تو حضرت
حسن رضی اللہ عنہ و انٹ ویتے کہ میں نے تمہاری اور مسلمانوں کی حفاظت کی ہے۔ تاریخ حضرت
امام حسین رضی اللہ عنہ سے یہ کہلاتی ہے: "میرا ناک کٹ جاتا تو اس سے بہتر تھا جو میرے بھائی
نے کیا" کیا حضرت حسینؑ، قیس بن سعد، سفیان بن ابی یعلیٰ وغیرہ کٹر شیعیان حسن پر یہ فتویٰ
شیعہ لگا سکتے ہیں۔ (دیدہ باید)۔ اور خود مشاق رافضی نے ذکر الافغان میں اس کا اقرار
کیا ہے۔ اصحاب حدیبیہ کے جذبات کو ایمان کی دلیل بنا کر شیعیان حسن کا دفاع کیا ہے۔
اس کی دوسری مثال۔ پاکستان بھارت جنگ ۱۹۶۵ء کی صلح تاشقند بھی ہے کہ جب
صدر ایوب مرحوم نے بڑی طاقتوں کے شر سے تحفظ کی خاطر کمزور شرائط پر صلح کی کشمیر کا کافی مفتوحہ
علاقہ واپس دے دیا تو فوج کے ایک حصے کو کافی اضطراب ہوا۔ بغاوت تک کا خطرہ رہا، تو
فوجیوں کی یہ کیفیت دراصل قوم و ملک سے دشمنی نہیں ہوتی بلکہ ملک و قوم کے مفاد کے بظاہر
خلاف معاملات پر وہ اسی ناراضی اور بے چینی کا اظہار کرتے ہیں۔ جس کا اظہار ہی ایمان اور
وفا داری کی دلیل ہے۔

یہی کیفیت حضرت عمرؓ اور مسلمانوں کی تھی جسے بد باطن رافضیوں نے شک فی النبوة
بنا کر مشہور کیا ہے ورنہ حضرت عمرؓ نے کوئی شک نہیں کیا تھا بلکہ یقین سے ابوبکر صدیقؓ سے
اسی مکالمہ میں کہا تھا:

قال عمرو انا اشهد انہ رسول اللہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور اللہ کے رسول ہیں۔
(طبری ص ۳۳۷)

س ۴۸۸: تذکرہ خواص الائمہ و سیرت علیہ میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ
کو فدک کا وثیقہ لکھ دیا تھا مگر عمرؓ نے لے کر بھاڑ دیا۔ اپنے امام کی توہین کیوں کی؟
ج: یہ دونوں کتابیں بباطن رافضیوں کی ساختہ پرواختہ ہیں۔ اہل سنت پر حجت نہیں
و تفصیل تحفہ امامیہ کے آخر میں دیکھیں، اگر شیعہ کا اس پر یقین ہے تو حضرت ابوبکرؓ سے تو دشمنی
چھوڑیں ان سے تو لا کریں۔ ان کو مومن و جنتی، حضرت فاطمہؓ کا بھروسہ اور محسن جانیں۔ اَلَيْسَ
مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ؟

بالفرض اس کی کچھ اصل ہو تو ہمارے نزدیک حضرت عمرؓ کی حیثیت چیف جسٹس کی تھی
اور عدلیہ کے عظیم مقام کا تقاضا ہے کہ چیف جسٹس اگر حاکم و خلیفہ کے کسی عمل سے اختلاف و
نزاع کرنا چاہے تو کر سکے اور خلیفہ اس سے تعرض نہ کرے بلکہ تسلیم کر لے۔ اس مسئلہ میں چونکہ
مفاد عامہ کا شخصی مفاد سے ٹکراؤ تھا تو موجودہ جمہوری اصول کہ مفاد عامہ کو مفاد خاص پر ترجیح
ہے۔ کے مطابق حضرت عمرؓ کا کردار نادرست نہ ہوگا۔

س ۴۸۹: کیا حضرت عمرؓ نے خود کبھی نماز تراویح پڑھی تو کس کے پیچھے؟
ج: حضرت ابی بن کعبؓ کے پیچھے ہی ہمیشہ پڑھی۔ کیا کہیں صراحت ہے کہ حضرت
عمرؓ نہ پڑھتے تھے؟ کیا مسجد کی انتظامیہ کا صدر کسی کو امام و خطیب مقرر کرے تو وہ خود اس کے
پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتا؟ سوال بناتے وقت اتنی بے عقلی کا تو ثبوت نہ دینا چاہیے۔

س ۴۹۰: طلاق ثلاثہ کا رواج کب سے شروع ہوا؟ صحیح مسلم باب الطلاق دیکھیں۔
ج: مسلم شریف ص ۴۶۱ باب لا تحل المطلقۃ ثلاثا المطلقہا حتی تنکح
زوجا غیرہ۔ سامنے کھلا ہے اس کی چھ ہم معنی حدیثوں میں سے ایک یہ بھی ہے "حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ اس سے دوسرے
نے شادی کی۔ پھر اس نے دخول سے پہلے طلاق دے دی۔ پھر پہلا خاوند اس سے نکاح کرنا
چاہتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے کے
پہلے وہ حلال نہیں ہے جب تک کہ دوسرا خاوند وہ مزانہ چکھے جو پہلے نے چکھا ہے۔"

اس حدیث صریح سے پتہ چلا کہ حضور کے زمانے میں تین طلاقیں تین ہی سمجھی جاتی

تھیں اور وہ عورت دوسرے سے نکاح و جماع کے بغیر پہلے طلاق و ہندہ خاوند کے لیے حلال نہ ہو سکتی تھی۔

مسلم ص ۴۷ کی حدیث میں ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما طلاق کا مسئلہ پوچھنے والے سے کہتے کہ اگر تو نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دی ہیں تو رجوع کرے کیونکہ مجھے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا تھا۔

وان كنت طلقته ثلاثا فقد حرمت عليك حتى تنكح زوجا غيرك وعصيت الله فيما امرتك من طلاق امرتك۔ بیوی کو تین طلاقیں دے کر خدا کی نافرمانی کی۔

اس سے بہت چلا کہ تین طلاقیں معا یا متفرق دے دینا اگرچہ خدا کی نافرمانی ہے مگر وہ لغو نہیں ہیں وہ نافذ اور مؤثر ہیں۔ بیوی حرام رہے گی جب تک اور خاوند نہ دیکھے۔

ان مفصل احادیث کی روشنی میں مسلم ص ۴۷ کی ان مجمل احادیث کا مطلب اخذ کیا جائے گا جس سے سائل حضرت عمرؓ پر اعتراض جڑ رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو تین کو ایک قرار دیتے تھے مگر عمرؓ نے تین کو تین قرار دے کر امت پر تنگی پیدا کر دی جیسے اہل حدیث حضرات بھی اسی غلط فہمی میں پڑ گئے ہیں۔ اس کے کئی جواب دیئے گئے ہیں :

۱۔ ابن عباسؓ کی یہ روایت مرفوع نہیں ہے بلکہ اپنا تاثر و تبصرہ ہے چونکہ عہد نبوت میں صغیر السن تھے تو آیات بالا کے مقابل اسے آپ کی ناسمجھی پر عمل کیا جائے گا۔

۲۔ یہ قرآنی آیت کے برخلاف ہے۔ اللہ کا فرمان ہے۔ طلاق رجعی (ایک) یا دو مرتبہ ہے پھر یا تو رجوع کر کے گھر میں رکھو یا بالکل چھوڑ دو۔۔۔ اگر تیسری طلاق دی تو وہ خاوند اول کے لیے حلال نہیں حتیٰ کہ اور خاوند سے نکاح کرنے۔ (بقرہ پ ۱۳ ع ۱۳)

تین الگ الگ لفظوں سے دے (قرآنی صورت) یا ایک کلمہ سے کہے میں نے تین طلاقیں دیں۔ تو ائمہ اربعہ اور جمہور علماء اسے مغلط ہی شمار کرتے ہیں۔ طاؤس۔ بعض اہل ظاہر اور رافضیوں کا اعتبار نہیں ہے۔

۳۔ اوپر والی حدیثوں کے بھی خلاف ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین کو تین ہی

گنا ہے تو ابن عباسؓ کی اس روایت پر عمل نہ ہوگا بلکہ تاویل کی جائے گی۔ تو امام نوویؒ نے تاویلی جوابات یہ دیئے ہیں۔

۴۔ مطلب یہ ہے کہ اگر عہد نبوت میں کوئی انت طالق۔ انت طالق۔ انت طالق کہہ دیتا نہ تاکید کی نیت کرتا۔ نہ علیحدہ گنتی کی تو ایک طلاق کا حکم دیا جاتا تھا۔ کیونکہ اس وقت تین گنتے کا رواج نہ پڑا تھا تو غالب رواج کے تحت ایک کی تاکید سمجھی جاتی تھی۔ اب حضرت عمرؓ کے دور میں ارادۂ تین دی جاتی ہیں تو تین ہی نافذ کر دی گئیں۔

۵۔ حضورؐ کے عہد میں ایک طلاق کا رواج تھا۔ یعنی تین کا کام ایک سے ہی لیتے تو ایک سمجھی جاتی حضرت عمرؓ کے دور میں بیک دفعہ تین طلاقیں دینے لگے تو تین ہی نافذ کیں۔ گویا لوگوں کی عادت میں اختلاف کا بیان کیا گیا ہے مسئلہ کی تبدیلی کا حکم نہیں ہے۔

الحاصل۔ تین طلاقیں کو تین قرار دینا حضرت عمرؓ کی ایجاد اور بدعت نہیں ہے۔ قرآن سنّت نبویؐ اور ائمہ اربعہؓ و جمہور علماء امت کا یہی فیصلہ ہے ابن عباسؓ کے اثر کو غلط سمجھا گیا ہے۔

س ۱۱۱: بخاری مناقب عمرؓ میں ہے کہ آپؓ نے شراب بنیذ پی لی۔ کیا شراب بڑ سمجھتے تھے؟

رج: متعہ باز اور شراب نوش ذکر و مجتہد صاحبان حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ ناپاک

بہتان اگر نہ لگائیں تو پھر شیعہ کیسے بنیں؟ بنیذ کی حقیقت یہ ہے کہ رات کو کھجوریں پانی میں بھگو

دیں اور صبح کو وہ میٹھا شربت بنا ہو گا۔ پی لیں۔ اسے کسی نے بھی شراب نہیں کہا۔ یہ شربت

کھجور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی پیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو بھی قاتلانہ حملہ کے بعد یہ شربت

بنیذ پھر دودھ پلایا گیا۔ مگر دونوں پیٹ سے نکل آئے۔ شراب کی حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز

کا شیعہ خالص ہو۔ پھر وہ کئی دن بند رکھنے سے متعفن اور بدبودار ہو جائے۔ جھاگ چھوڑے

اس میں نشہ پیدا ہو جائے تو حرام ہے۔ اگر یہ حالت پیدا نہ ہو تو لیموں، مالٹا، گنا، انگور،

کھجور ہر چیز کا تازہ رس پینا جائز اور پاک ہے۔ افسوس کہ شیعہ عہد ابزعم خود بھی یہ جھوٹا الزام

لگا کر مسلمانوں کے جذبات مجروح کرتے ہیں۔ جبکہ شیعوں کے ہاں نشہ کی بدبو دینے والی

شرابیں حرام نہیں ہیں۔

۲۔ مسئلہ ۱ کے جوابات : اور شرابیں حرام نہیں ہیں اگرچہ ان سے نشے کی بُو آتی ہو۔

۱۔ فیہنی کی تحریر الرسلہ ص ۴۷ پر ہے : "والعصیر الزبیدی والتمری لا یلیق بالمسکین منہ ولا حداد" منقہ اور کھجور کی پھڑکی ہوئی

شراب، حرمت اور حد میں نشہ آور کے ساتھ نہیں ملائی جائیں گی۔ دہ یہ حرام ہیں نہ ان پر حد ہے۔

شیرہ میں اسلاف۔ مکروہ ہے جو شخص دو تہائی خشک ہونے سے پہلے مشروب خمر کو حلال سمجھتا ہو۔ اسے پکانے کا امن دینا مکروہ ہے۔ (مختصر النافع للحلی ص ۲۵۶)
س ۲۱۲-۲۱۳: کیا حضرت عمرؓ کو آیت تیمیم معلوم تھی؟ اگر تھی تو انھوں نے یہ فتویٰ جاری کیوں کر دیا کہ پانی نہ ملے تو نماز نہ پڑھو (مسلم، بخاری)

رج: جھوٹ بولنے اور بہتان تراشی میں آپ کو ذرا حیا نہیں آتی۔ حضرت عمرؓ نے ایسا فتویٰ کہاں دیا تھا؟ بلکہ تیمیم کی آیت نازل ہونے یا طریقہ تیمیم معلوم ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ و عمارؓ ایک سفر میں تھے جنہی ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے تو نماز نہ پڑھی۔ حضرت عمارؓ مٹی میں لوٹ پوٹ ہو گئے۔ جب عمارؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آکر بتلایا تو آپ نے پھر تیمیم کا طریقہ سمجھایا کہ پھرے اور ہاتھوں پر مٹی والا ہاتھ چھونک جھاڑ کر مل دینا کافی ہے پھر حضرت عمرؓ یہی فتویٰ دیتے تھے۔ چنانچہ دوسری روایت میں صراحت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابنی صحابی کو مسئلہ پوچھنے پر یہی بتایا۔ تفہم فیہما۔ یعنی دونوں ہاتھوں پر چھونک مارو کہ زائد مٹی اڑ جائے۔ بخاری ص ۲۱۲۔

س ۲۱۴: جامع ترمذی کتاب التفسیر میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے وطی فی الدبر کی تو آیت نساء کُم حُرٌّ لَّکُم نازل ہوئی حضرت صاحب کو اسی رائے میں کیوں پسند تھیں؟
رج: آیت کا مطلب ہے؟ کہ عورتیں تمھاری کھیتی ہیں تو اپنی کھیتی میں آؤ جس طرح چاہو۔ (بقرہ پ ۱۲)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ بہتان ہے ورنہ وہ تو یہ کہتے تھے کہ جماع کا مقام تو ایک ہے مگر لیٹے بیٹھے، اگلی سمت سے یا پچھلی سمت سے جیسے چاہو وطی کر سکتے ہو۔ حضرت عمرؓ کے فعل کی تائید ہی میں یہ آیت نازل ہوئی۔ معترض کو حضرت عمرؓ اور خدا کا شکر گزار ہونا چاہیے تھا۔ مگر اس نے فطرت سینہ کے مطابق حضرت عمرؓ پر وطی در دبر کا ناپاک الزام لگا دیا ورنہ حدیث شریف میں صراحت ہے۔

فَاَتُوا حُرَّتْکُمْ اِلٰی شِئْتُمْ اَقْبَلْ کہ جیسے چاہو کھیتوں میں آؤ۔ آگے سے یا پیچھے

عہ مصباح اللغات ص ۳۹ پر ہے: اسلاف و اسلاف پچھلے سے پہلے جو خود بخود ہے (یہ بہترین تشریح)

وادبر و اتق الدبر والحيضۃ (ترمذی ص ۱۳۳) سے مقام پافانہ اور حالت حیض سے بچو۔
س ۲۱۵: بخاری کتاب التفسیر میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ وطی فی الدبر کے ہمیشہ قائل رہے؟
رج: یہ بھی ناپاک بہتان ہے۔ ورنہ نافع کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ یہ کس مسئلہ میں نازل ہوئی فرمایا۔ اس۔ اس مسئلہ میں نازل ہوئی۔

دوسری روایت میں یہ ہے "یا نبیہا فی" کہ عورت کے پاس اس طریقے سے آئے۔
دراصل ابن عمرؓ نے شدت حیار سے اشارۃً بتایا کہ آیت کے مطابق عورت کے پاس آگے اور پیچھے کی سمت سے جماع ہو سکتا ہے۔ مگر غلطی سے لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ وہ وطی فی الدبر کے قائل تھے۔ جیسے مشاق اس کا مشاق بن چکا ہے۔ بعض نے ابن عمرؓ کا وہم قرار دیا مگر سب صحیح بات وہ ہے جو امام ابو حنیفہ اور مجہور اہل سنت نے کہی ہے کہ وطی فی الدبر حرام ہے اور ابن عمرؓ کی بات کا مطلب یہ ہے کہ مقام جماع میں پیچھے کی طرف سے بھی جماع ہو سکتا اور یہی اِلٰی شِئْتُمْ کی تفسیر ہے (قسطانی، بحوالہ بخاری ص ۲۱۶)۔ ماشیہ۔

س ۲۱۶: موجودگی آب میں ڈھیلے پتھر سے استنجا کا جواز قرآن سے دکھائیے؟
رج: یہودیت کا چہرہ مذہب شیعاب طہارت کے متعلق بھی وہی اعتراضات مسلمانوں پر کر رہا ہے جو یہودی کیا کرتے تھے۔ پانی ہر وقت پاس نہیں ہوتا اور نہ ہر براز کی جگہ ملتا ہے تو کیا ڈھیلے وغیرہ سے گندگی صاف نہ کرے۔ یہی شیعہ تہذیب ہے؟ پس جب وَالرُّحِیْزَ فَاَلْهَجُزُ (اور پلیدی دُور کیجئے)، کا حکم قرآنی ہے تو اس فعل پر اعتراض کیوں؟
سورت توبہ کی آیت جو مسجد قبا والوں کی شان میں اُتری۔

فِیْہِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَّخِطُّوْا اس مسجد میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاک رہنا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَهَّرِیْنَ۔ (پ ۲) پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک پسند کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔
تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس آیت میں ان کی تعریف اس لیے کی گئی ہے کہ وہ پہلے ڈھیلے سے استنجا کرتے تھے پھر پانی سے بھی کرتے تھے تو جمع بین الطریقین کی وجہ سے ممدوح ہوئے۔ یہاں باب تفعل کا صیغہ تَطَهَّرُوْا استعمال ہوا ہے جو تکلف کو کشش اور مبالغہ پر دلالت کرتا ہے تو پتہ چلا کہ ڈھیلے وغیرہ سے۔ جب وہ مخرج سے درہم بھر پھیلا ہوا نہ ہو

طہارت تو حاصل ہو جاتی تھی مگر خوب پاکی استنجا بالماء سے بھی کرتے تھے۔ ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اگر ابتداء ہی پانی سے استنجا کیا جائے تو قطرہ بول رسنے سے استنجا صحیح نہ ہو گا خصوصاً بوڑھے کمزوروں کو قطرہ خشک کرنا ضروری ہوتا ہے اور اس کا بہترین طریقہ وٹوانی اور ڈھیلے کا استعمال ہے۔

س ۴۱۸: کسی مرفوع حدیث سے اس طریقہ کا سنت نبوی ہونا ثابت کریں؟
ج: بخاری شریف میں "باب الاستنجا بالحجارة" میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حاجت کے لیے نکلے ہیں (ابو ہریرہ) آپ کے قریب گیا تو مجھ سے فرمایا ڈھیلے وغیرہ تلاش کر لا، تاکہ میں صفائی حاصل کروں۔ ہڈی اور گوبر نہ لانا۔ میں نے پتھر لا کر آپ کے پہلو میں رکھ دیئے اور دوڑ چلا گیا۔ آپ نے قصاً حاجت کے بعد ان کو استعمال کیا۔ (بخاری ص ۴۱۸)
س ۴۱۹: حضرت عمرؓ نے پیشاب کے بعد ذکر کو دیوار سے کیوں رگڑا؟
ج: قطرات خشک کرنے کے لیے ڈھیلہ وغیرہ نہ مل سکا ہو گا۔

س ۴۱۹: صاحب السیر حضرت حذیفہؓ سے عمرؓ اپنے بارے کیا پوچھتے تھے؟
ج: منافقوں کی تعیین کراتے تھے پھر ان کے شر سے بچتے تھے۔ کمال تقویٰ و خشوع سے اپنے متعلق ایک دفعہ وہم ہوا تو پوچھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نفی میں جواب دیا تو خدا کا شکر بجالائے۔ اگر حضرت حذیفہؓ کی رازداری رسولؐ پر شیعہ کو اعتماد ہے اور حضرت عمرؓ کو انھوں نے مومنوں میں شمار کر دیا۔ تو اب عمرؓ دشمنی اور نفاق کا ناپاک بہتان ختم ہو جانا چاہیے۔ مگر شیعہ خود ایمان سے محروم اور کٹر منافق ہیں۔ اپنی ادائیں کیوں چھوڑیں؟
س ۴۲۰: تاریخ واقعی اور مسلم میں ہے۔ روم و فارس کے خزانوں کی فتوحات کی خبر دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا۔ تم باہم حسد و نفسانیت اور بغض رکھو گے بتائیے اس وقت حاکم مسلمین کون تھا؟

ج: اس سوال میں سائل واقعی دھوکہ باز اور ۴۲۰ نکلا اور یہ مثل اسی موقع کے لیے بولی گئی ہے؟ "خیم نانی کرے تاوان نواسوں پر پڑے" بغض و حسد تو وہ کریں جو دولت پاکر عیاش بن جائیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم کو شہید کریں پھر

جو تھی خلافت میں خانہ جنگی جاری رکھیں۔ اور قصور وار عمر فاروق رضی اللہ عنہ قرار پائیں؟ جو معمولی کھانا کھاتے، معمولی پھٹا پرانا لباس پہنتے اور زاہد ترین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ اس حدیث میں نہ فاتح اسلام خلیفہ مسلمین عمرؓ پر طعن مقصود ہے۔ نہ غازی مجاہد صحابہؓ پر طنز و اعتراض ہے صرف دولت کا نقصان وہ پہلو بتلانا اور اس سے خبردار کرنا مقصود ہے۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف جو تحریک یہودی سازش سے نوسلم ہو و مجوس نے چلائی وہ اسی دولت کی حرص اور باہمی بغض و عناد کی وجہ سے پیدا ہوئی اور مسلمانوں کے وقار کو زبردست نقصان پہنچا۔ فرمان رسولؐ صحیح ثابت ہوا۔ اب جب آپ نے اس حدیث کو چھیڑا ہے تو ہم بتاتے ہیں کہ یہی حدیث خلافت راشدہ کی حقانیت اور حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے ایمان اور رسالت مآب کے نمائندہ ترجمان ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ کتب شیعہ تاریخ اور حدیث میں یہ واقعہ متواتر ہے کہ غزوہ خندق میں ایک چٹان نمودار ہوئی تھی جو کسی سے نہ ٹوٹی بالآخر حضورؐ کی تین ضربوں سے پاش پاش ہوئی۔ ہر دفعہ نور چمکا اور محلات دکھائی دیئے۔ پہلی کے وقت فرمایا مجھے یمن کی چابیاں دی گئیں، دوسری کے وقت فرمایا مجھے کسریٰ کی چابیاں دی گئیں، تیسری میں فرمایا: مجھے قیصر روم کی فتوحات عطا کی گئیں۔ (بخاری مسلم۔ ابو داؤد، سیرت ابن ہشام ص ۲۳۱ ابن سعد، تاریخ طبری ص ۵۶۹)۔ شیعہ کی حیات القلوب، جلاء العیون، (رضہ کافی وغیرہ) یمن تو آپ کے ہاتھ مبارک پر فتح ہوا اور روم و کسریٰ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ و عثمانؓ کی فتوحات سے قلم و اسلام میں آئے۔ آپ نے ان کو اپنی فتح اور امت کی فتح قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ خلافت راشدہ علیٰ منہاج النبوة تھی اب ان خلفاء کا منکر دراصل منکر رسول منکر اسلام اور خارج از ایمان ہے۔

س ۴۲۱: صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر میں حدیث رسولؐ ہے کہ خدا دین اسلام کی فاجر شخص سے تائید کرے گا۔ اس پر تبصرہ کیجئے۔

ج: اس سے اتنا پتہ تو چل گیا کہ حضرت عمرؓ کی فتوحات اسلامی ترقیات آپ کے اعتقاد میں بھی سب دین کا غلبہ اور تائید تھیں۔ لہذا جو کچھ آپ نے اپنے رسالوں میں

عمری فتوحات اور لشکر اسلام پر ہرزہ سرائی کی ہے۔ وہ عمدہ جھوٹ اور ڈھیٹ پن ہے۔ خود آپ کا ضمیر آپ کو ملامت کرتا ہوگا۔ رہا اس حدیث سے فسق و فحش کا استدلال تو یہ آپ کے بغض کا کرشمہ ہے ورنہ حضورؐ نے یا کسی اور صحابی و محدث نے اسے حضرت عمرؓ پر چسپاں نہیں کیا ہے بلکہ اس منافق کے متعلق ہے جس نے اُحد میں غالباً نو قتل کیے تھے پھر خود کشی کر کے دوزخی بنا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا اور پورا واقعہ اسی حدیث بخاری ص ۲۳۱ پر ہے۔ یہیں سے ہم آپ کو خبردار کرتے ہیں کہ آپ جو بار بار اکابر صحابہ کے متعلق گستاخانہ پوچھتے ہیں۔ فلاں نے کتنے کتنے کافر قتل کیے۔ نہ پوچھا کریں کیونکہ قتل کفار کی کثرت بھی ایمان پر قطعی دلیل نہیں ہے۔ جب تک باقی اعمال و عقائد درست نہ ہوں۔ اگر آپ حضرت عمرؓ کی قربانیوں اور کمالات کو اس حدیث سے ناجائز مجروح کرتے ہیں تو اگر کوئی آپ کا خارجی بھائی حضرت علیؓ پر چسپاں کرنے لگے تو کیا تبصرہ ہوگا؟

س ۲۲۲: مشکوٰۃ کتاب الامارۃ میں ہے تم امارات حکومت پر زیادہ لالچی ہو جاؤ گے مگر قیامت کے دن پچھتاؤ گے۔ کیا یہ پیشین گوئی رسول پوری نہیں ہو گئی تھی؟
ج: یہ جنس امت کو خطاب ہے صحابہؓ کے بعد والی کچھ حکومتیں اس کا مصداق ہیں۔ صحابہ کرام مصداق نہیں۔ ہم بار بار دلائل سے عرض کر چکے ہیں کہ شیخینؓ کو وفات نبویؐ کے دن خلافت کا تصور بھی نہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نامزد کیا تھا۔ خود کوئی کوشش نہ کی تھی۔ حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما ایک کیٹی میں نامزد ہوئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق پیشین گوئی تھی: "جب تو حاکم بن جائے تو تقویٰ اور عدل اختیار کرنا تو ان کو امید لگ گئی تھی" اور پھر حالات و مقدر نے بتائید خداوندی اس عمدہ جلیلہ پر پہنچا دیا۔

س ۲۲۳: بخاری کتاب المغازی ص ۹ میں ہے کہ حضرت علیؓ قیامت کے دن اللہ کے سامنے دوزخ کو اپنے خصم سے حق جوئی کریں گے۔ کس چیز کا مطالبہ کریں گے؟
ج: آپ کی پُرخیانت قلم کاری اور حکمرانہ استدلال کا اعتراف کرنا ہی پڑے گا۔ کیونکہ یہ خصم و عمل آیت کریمہ هَذَا اِنْ خَصَمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رُبِّهِمْ۔ (پ) یہ

دو گروہ ہیں۔ انھوں نے اپنے رب کی توحید کے متعلق ایک دوسرے سے جھگڑا کیا، کی تفسیر میں قیس بن عباد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرے ہیں۔ جب کہ جنگ بدر میں حضرت حمزہ، علی اور ابو عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم نے بالترتیب اپنے دشمنوں شیبہ، ولید بن عتبہ اور عتبہ کو قتل کیا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ فرما رہے ہیں۔ میں اپنے دو ساتھیوں سے بھی پہلے۔ اپنے دشمن ولید بن عتبہ سے رحمن کے سامنے جھگڑوں گا۔ کہ وہ کیوں صرف خدا کو ہی وحدہ لا شریک، قادر، مشکل کشا، عالم الغیب، فریاد رس، مالک الکائنات و مالک الجنۃ والنار اور دعا و پکار، نذر و نیاز کے لائق اپنا مالک و مہربان نہ مانتا تھا اور حضرت ابراہیم، اسماعیل، وود، یغوث، یعوق، سواع، نصر، لات، منات جیسے نیک بزرگوں اور ان کے یادگاری بتوں کو ہی مذکورہ بالا صفات میں خدا کا شریک اور شفیع عند اللہ کیوں مانتا تھا؟ شیعہ چونکہ آج حضرت علیؓ کے توحیدی مذہب کا کٹر منکر و دشمن ہے اور ولید وغیرہ کفار مشرکین کے بلا سبغہ ۹۵ فی صدی مذہب کا قائل ہے۔ اس لیے وہ ولید کو اپنا یا حضرت علیؓ کا دشمن نہیں سمجھتا۔ بلکہ وہ دھوکہ سے حضرت علیؓ کا دشمن، حضرت امیر معاویہؓ، طلحہؓ و زبیرؓ جیسے اکابر صحابہ کرامؓ کو باور کرانا چاہتا ہے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

س ۲۲۴: کیا جناب حذیفہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ برحق تسلیم کیا؟
ج: یقیناً کیا۔ تمام صحابہ کرامؓ کے اجماع میں آپ بھی شامل ہیں کیا کسی انکا استثنا کیا ہے اور کیا حدیث ارتداد میں (بجز تین کے) آپ نے بھی استثنا کیا ہے؟ ایسا مجھول مطالبہ تو یوں ہوگا کہ کوئی کہے بتاؤ ۵، عبادی الثانی ۱۲ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز پڑھی؟ صریح ثبوت نہ ہو تو ترک نماز کا فتویٰ لگا دے۔ واضح رہے کہ حضرت حذیفہؓ حضرت عمرؓ کی طرف سے مدائن کے گورنر تھے۔ (جیسے سلمان فارسیؓ رہے تھے) اور یہ عمدہ بغیر بیعت کے اور خلیفہ تسلیم کیے بغیر چل نہیں ہو سکتا۔ طبقات ابن سعد ص ۱۱۱ اردو میں ہے:

"حسنؓ سے مروی ہے حضرت عمرؓ نے حضرت حذیفہؓ کو لکھا کہ لوگوں کو ان کی عطائیں اور تنخواہیں دے دو انھوں نے یہ لکھا کہ ہم نے یہ کر دیا ہے اور بہت کچھ بچ گیا ہے"

انہیں حضرت عمرؓ نے لکھا کہ وہ غنیمت جو اللہ نے عطا فرمائی نہ عمرؓ کی ہے نہ آل عمرؓ کی اسے بھی انہی میں تقسیم کرو۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا حضرت عمرؓ سے کمال تعلق و محبت اس روایت سے بھی واضح ہے۔

حذیفہؓ کہتے ہیں: ہم عمرؓ کے دربار میں بیٹھے تھے۔ آپؓ ایسے فتنوں کے بارے میں پوچھا جو مسند کی لہروں جیسے ہوں گے۔ حذیفہؓ نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ ان سے نہ ڈریں آپ کے اور ان کے درمیان بند دروازہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا وہ کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا؟ حذیفہؓ نے کہا توڑا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا وہ پھر کبھی بند نہ ہوگا۔ (وہ دروازہ حضرت عمرؓ کی شہادت تھی۔)۔ (بخاری ص ۱۵۱)

س ۲۲۵: حضرت حذیفہؓ سے حضورؐ نے فرمایا تھا کہ عنقریب ایسے امام ہوں گے کہ میری سنت و ہدایت پر نہ چلیں گے۔ اگر تو ان کا زمانہ پائے تو ان کی اطاعت نہ کرنا، اگرچہ تیرا مال لوٹ لیا جائے اور پشت زخمی کر دی جائے۔ (متفق علیہ) کیا یہ خلافت ثلاثہ کو باطل نہیں کرتی؟

ج: اس حدیث کی تلاش میں ہم نے خوب وقت اٹھائی۔ کیونکہ سائل نے حوالے دینے کے باوجود کسی حدیث کے پورے الفاظ نقل نہیں کیے۔ ایک حدیث سے کچھ نقل کیے تو ان میں بھی امر نہی کی الٹ خیانت کر دی۔ گویا یہ صاحب۔ دروغ گوئی اور خیانت میں اپنے سب بڑے مصنفین سے بازی لے گئے۔

مسلم شریف کتاب الامارۃ کے اس باب ”فتنوں کے وقت مسلمانوں کے ساتھ متحد رہنا واجب ہے اور ہر حال میں جماعت سے علیحدگی اور فرمانبرداری سے انکار حرام ہے“ کی یہ حدیث ہے جس کے محولہ خیانت شدہ اصل الفاظ یہ ہیں:-

قال قلت کیف اصنع یا رسول اللہ ان ادركت ذلک
حذیفہؓ کہتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ اگر میں وہ زمانہ پاؤں تو کیا کروں حضورؐ نے فرمایا:
قال تسمع و تطيع و انت
توان کی بات سننا اور فرمانبرداری کرنا۔ اگرچہ تیری بیٹھ ماری جائے اور تیرا مال چھینا جائے

فاسمع و اطع۔ (مسلم ص ۱۲۴) واللفظ
تب بھی ان کی بات ماننا اور فرمانبرداری کرنا۔
وفي البخاری ص ۱۵۱ تلزم
بخاری کے لفظ یہ ہیں: مسلمانوں کی جماعت اور
جماعة المسلمين و اما مهم۔
ان کے امام و حاکم کی لازمی تابعداری کرنا۔

بظاہر ایک صحابی سے خطاب ہے مگر دراصل مستقبل کی پیشین گوئی ہے اور اس وقت کے عام لوگوں کو ہدایت کی تعلیم ہے کہ ایسا کریں گویا خطاب جنس مسلمان کو ہے۔ جیسے قرآن و حدیث کے بہت سے خطابات اسی نوع کے ہیں اور بعد والے مسلمان مصداق ہیں۔ تو یہ ضروری نہیں کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ ضرور ہی وہ زمانہ پائیں۔ کیونکہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کو تازنگی نہ کسی نے مارا نہ ان کا مال چھینا۔ تو خلفاء ثلاثہ کی خلافتوں کے بطلان پر رافضی کا ملعون استدلال خود باطل ہوا۔ اب رہی یہ بات کہ اس سے کون سا دور مراد ہے۔ تو ہم رافضیوں کے خارجی بھائیوں والا استدلال کر کے حضرت علیؓ کی خلافت کے واقعات کو مصداق نہیں بناتے۔ بلکہ علماء کی تصریح کے مطابق حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانہ کے بعد بنو امیہ یا بنو عباس کے حکام مراد ہیں مگر جائز کاموں میں ان کی اطاعت لازم اور بغاوت حرام ہے۔ شارح مسلم امام نووی فرماتے ہیں:-

”قاضی عیاض فرماتے ہیں: بشر کے بعد ایام خیر سے مراد عمر بن عبد العزیز کا زمانہ ہے۔“
قولہ۔ (اس کے بعد کئی باتوں کو اچھا اور کئی باتوں کو بُرا دیکھو گے) اس سے مراد حضرت عمر بن عبد العزیز کے بعد والے حاکم مراد ہیں۔ قولہ (میری ہدایت اور سیرت کے برخلاف چلیں گے) علماء کہتے ہیں یہ وہ امر ہیں جو لوگوں کو بدعت اور گمراہی کی طرف بلاتے تھے جیسے کہ خارجی، قرمطہ (اسماعیلی اور فاطمی شیعہ) اور فسادی لوگ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کی تابعداری لازم ہے۔ اگرچہ فی ذاتہ وہ گنہگار ہو اور لوگوں کے مال چھیننے کی نافرمانی وغیرہ کرے تو اس کی غیر گناہ کے کام میں تابعداری لازم ہے (شرح مسلم نووی ص ۱۲۴) اس تفصیل سے معلوم ہو چکا ہو گا کہ شیعہ کیسے پر خیانت استدلال کیا کرتے ہیں۔

س ۲۲۶ تا ۲۲۸: کیا عمرؓ کو عشرہ مبشرہ والی بشارت جنت پر یقین تھا؟ اگر تھا تو حذیفہؓ سے کیوں رازا کھواتے تھے؟ کیا یہ چور کی داڑھی میں تنکا تو نہیں؟

ج: سوال ۳۹۸ میں اس کا جواب ہو چکا ہے پھر مختصر یہ کہ بشارت جنت پر یقین کے باوجود ان کو کمال لٹھیت اور خدا خونی سے خاتمہ بالآخر کا تو فکر رہتا تھا اور یہی خوف اور امید کے درمیان کامل ایمان کا درجہ ہے جیسے آپ ہی یہ فرمادی ہے کہ اگر قیامت کے دن خدا صرف ایک آدمی کے جنت میں جانے کا فیصلہ کرے تو مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں گا اور اگر اس کے برعکس صرف ایک کے دوزخ میں جانے کا فیصلہ کرے تو مجھے فکر ہو گا کہ شاید میں ہی وہ نہ ہوں۔

فکر آخرت سے محروم شیعہ بھائی چور کی ڈالھی میں تنکے نہ دکھائے بلکہ یہ "کمترین" فرمانِ مرقوسی سے اپنی غلطی دور کر دے۔ جلال العیون ص ۱۸ میں ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے شیعہ علی ابن ابی طالب شقی کے ہاتھوں حضرت علیؑ کو شہادت کی اطلاع دی:

"حضرت امیر پر سید آیا آنحالت باسلامتی تو حضرت علیؑ نے پوچھا کیا اس حالت میں دین من خواہد بود؟ میرا دین سلامت ہو گا؟

اب حضرت علیؑ جیسے امام مبشر بالجنت سے پوچھیے کہ آپ کو اپنے انجام خیر میں کیوں شک پڑ گیا؟

عہد نبوت میں حضرت عمرؓ کی سالانہ خدمات

س ۴۲۹: عہد نبوی میں حضرت عمرؓ کو کس کس جنگ میں امیر لشکر مقرر کیا گیا؟

ج: علم تاریخ اسلام از اکبر شاہ نجیب آبادی ص ۱۶۱ میں ہے:

"خیبر سے مدینہ واپس پہنچ کر آپ نے ان تمام قبائل کی طرف جو مسلمانوں کی بیخ کنی کی کوششوں میں اور سازشوں میں لگے ہوئے تھے۔ ایک ایک دستہ فوج ادب آموزی اور رعب قائم کرنے کے لیے روانہ کیا تاکہ کوئی بڑی بغاوت اور خطرناک سازش ہرزدنہ ہونے پائے چنانچہ نجد کے قبیلہ فزارہ کی طرف حضرت ابوبکر صدیقؓ، سلمہ بن اکوعؓ اور دوسرے صحابہؓ کے ہمراہ روانہ کیے گئے۔ قوم ہوازن کی طرف حضرت عمر فاروقؓ کو تیس سواروں کے ساتھ روانہ کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو تیس سواروں کے ہمراہ بشیر بن دارام یہودی کی گرفتاری کے لیے بھیجا گیا۔

... یہ تمام فوجی دستے کامیاب و فتح مند واپس ہوئے اور ہر جگہ مسلمانوں کو فتح و کامیابی

نصیب ہوئی۔"

۲۔ تاریخ اسلام ندوی ص ۶۱ میں ہے: "اس کے علاوہ ۶۰ میں سریہ عکاشہ بن محسن، و سریہ علی بن ابی طالب ۶۰ میں، سریہ عمر بن خطاب ۶۰ میں، سریہ کعب بن عمرو دھوٹے پھوٹے سرا یا مختلف سمتوں میں دشمنوں کی خبر سن کر بھیجے گئے۔ (جو کامیاب واپس آئے)

۳۔ تاریخ اسلام نجیب آبادی فتح مکہ کے حال میں ص ۱۸۳ میں ہے "اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروقؓ کو ایک دستہ فوج دے کر طلایہ گردی پر مامور فرمایا تھا کہ دشمنوں کو شب خون نہ مار سکے۔"

۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قبیلہ میں صدقہ اور زکوٰۃ کے محصل مقرر فرمائے۔ عموماً ہر قبیلہ کے سردار کو یہ منصب سپرد ہوتا تھا۔ پھر ۲۴ افسروں کی فہرست میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہے جو مرکز اسلام مدینہ والوں کے ڈپٹی کلکٹر اور محصل زکوٰۃ تھے۔

(تاریخ اسلام ندوی ص ۱۱۱)

۵۔ غزوہ بنو المصطلق کا واقعہ گزر چکا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سپہ سالار تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقدمہ الجیش تھے خوب فتح ہوئی۔

۶۔ خیبر کی جنگ میں امیر لشکر بنائے جانے کا سائل نے خود ذکر کیا ہے۔ طبری ص ۱۱۱ میں ہے:

"کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر میں اترے تو آٹھ سو کے دروہیں بیمار ہوئے لوگوں کے پاس نہ آئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا لے کر اٹھے فقاتل قتالا شديدا۔ خوب جنگ کی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لیا تو انھوں نے بھی پہلی جنگ سے زیادہ سخت جنگ لڑی پھر واپس آئے۔"

فتح و نصرت تو مقدر سے ہے غالب مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

۷۔ شیعہ کی حیات القلوب ص ۴۴ میں ہے کہ غزوہ ذات السلاسل میں چار ہزار مجاہدین و انصار پر حضرت ابوبکرؓ کو پھر حضرت عمرؓ کو امیر بنایا۔ طبری ص ۳۱-۳۲ پر اس کا ذکر ہے۔

س ۴۳۳: کیا کبھی حضرت علیؑ کو حضرت عمرؓ کے ماتحت حضورؐ نے کیا؟

ج: اس سوال سے تکبر اور نفاق کی گواہی آتی ہے جیسے زید بن عاصہ رضی اللہ عنہ کی

سپہ سالاری اور پھر آخر حیات نبوی میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی سپہ سالاری پر کچھ لوگوں کو اعتراض تھا آپ نے ان کو سزنش فرمائی اسی طرح اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرواڑا مانا جائے تو شیعیہ طعن کریں گے۔ حالانکہ اصحاب رسول اللہ ایک دوسرے پر مہربان اور بھائی بھائی تھے۔ حکم رسول سے کوئی کسی کی ماتحتی میں آنے کو عار اور ذلت نہ جانتا تھا۔ حضرت عمر بن العاص اور ابوعبیدہ بن الجراح کی ماتحتی میں شیخین بھی روانہ کیے گئے ہمیں تو کبھی طعن نہ سوجھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امارت میں سب مسلمانوں کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حج کیا۔ مرض وفات پیغمبر میں حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ پھر حضرت عمرؓ کے ماتحت شوری کے ممبر عدلیہ کے قاضی اور کبھی نائب خلیفہ رہے۔ اب اگر کسی جنگ میں سرسج ماتحتی کا ذکر نہ ملے تو شیخین سے افضلیت کی یا ان کے نااہل ہونے کی کیا دلیل بن جائے گی؟

س ۳۳۱ تا ۳۳۲: صحیح مسلم میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے دعاؤں حضرت ابوبکرؓ کو آثم، خائن، غادر اور کاذب جانا۔ کیا حیدر کو اڑ پر آپ کو اعتبار ہے؟
ج: یقیناً اعتبار ہے لیکن کیا حضرت علیؓ باپ کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محترم خسر اور قدیم ساتھیوں کو گالیاں دیتے تھے؟ حدیث کا مطلب بالکل غلط سمجھا گیا ہے اور جملہ استفہامیہ کو خبر بنا کر شیعوں نے حضرت علیؓ پر بتان باندھا اور دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ پہلے اصل حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ جس کا حائل یہ ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو حضرت عمرؓ نے صدقات مدینہ، فدک و مال فے کا متولی بنا دیا تھا کہ غریب اور یتیم و یتیم و غیرہ مدد میں تقسیم کریں۔ اختلاف مزاج کی وجہ سے ان کا اختلاف ہوا اور حضرت عمرؓ سے تقسیم چاہی حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کا حوالہ دیتے ہوئے یہ کہا کہ تم نے ان سے مطالبہ کیا تھا۔ انھوں نے تقسیم نہ کی۔ پھر میں والی ہوا میں بھی تقسیم نہیں کرتا۔ مگر تم اصرار کرتے ہو۔ کیا تم نے ابوبکرؓ کو کاذب، آثم، غادر اور خائن جانا حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ وہ یقیناً سچے، نیک، خیر خواہ اور حق کے تابع رہے تھے۔ ابوبکرؓ کی وفات کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا شین بنا۔ کیا تم نے مجھے کاذب، آثم، غادر، خائن خیال کیا حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ میں یقیناً سچا،

نیک، خیر خواہ اور حق کا تابعدار ہوں۔ میں غمے تم کو متولی بنایا۔ پھر تم دونوں ایک پروگرام بنا کر آگئے اور کہتے تھے کہ ہمارے حوالے کر دو۔ میں نے کہا اگر تم چاہو تو میں اس شرط پر حوالے کرتا ہوں کہ تم خدا کا وعدہ دے کر کہو کہ تم ان میں وہی عمل کرو گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے تم نے وعدہ کیا۔ کیا ایسا ہی ہے؟ تو دونوں نے کہا: جی ہاں۔... الخ (مسلم ص ۱۹)
اس کا جواب یہ ہے: ۱۔ کہ حرف استفہام محذوف ہے افرعیتما۔ (کیا تم نے خیال کیا، یعنی ایسا خیال تو تم ابوبکرؓ اور میرے بارے میں سوچ سکتے تو پھر ہمارے فیصلے اور تولیت پر راضی کیوں نہیں؟ یہ حذف عربوں کا محاورہ ہے۔ جیسے سورت انعام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں تین دفعہ آیا ہے اور استفہام محذوف ہے۔ هذا رجب۔ یہ میرا رب ہے؟ یعنی تمھارے خیال میں یہ سورج، چاند، ستارہ میرا رب ہے۔ شیعیہ ترجمہ مقبول یہ ہے: کیا میرا پروردگار یہی ہے؟ آیا یہ میرا رب ہے؟ آیا یہ میرا پروردگار ہے؟

جیسے یہاں حذف ماننے سے کلام صحیح ہوگا اسی طرح حدیث میں ہمزہ سوالیہ حذف ماننے سے کلام سچا ثابت ہوگا۔ تمھارے عقیدے میں ہیں اور ابوبکرؓ کاذب، آثم، غادر اور خائن تو نہیں ہیں؟
۲۔ استفہام کبھی ادات استعمال کرنے سے ہوتا ہے کبھی انداز کلام اور لب و لہجہ کے اونچ نیچ سے ہوتا ہے۔ مخاطب سمجھ جاتا ہے مگر دوسرے کو محسوس نہیں ہوتا اور کتابت میں تو بالکل نہیں آتا اور اردو میں اس کی کئی مثالیں مل سکتی ہیں جیسے کوئی شخص باپ سے جھگڑے تو دیکھنے والا کہتا ہے۔ باپ کا یہ ادب ہے؟ یعنی کیا باپ کا یہی احترام ہوتا ہے؟ تو اسی طرح مثال بالا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کیا تم مجھے اور ابوبکرؓ کو ایسا سمجھتے ہو؟ جو مطمئن نہیں ہوتے۔ اس کی مثال یوں بھی سمجھو کہ اپنے روزمرہ کے دوکاندار سے دو تین بار کہو کہ اچھی چیز دو تو وہ جھٹکا کر کے تم مجھے دھوکہ باز اور خائن جانتے ہو۔ یعنی ایسا ہرگز نہ بانو مجھ پر اعتماد کرو۔

۳۔ بعض دفعہ مبالغہ لفظاً یا لفظاً بول دیتے ہیں۔ حقیقتاً اعتقاد ایسا نہیں ہوتا جیسے اقارب اور احباب کے جب کوئی بے اعتنائی ظہور میں آتی ہے تو مبالغہ یہ کہ دیا کرتے ہیں

کیا تم مجھ کو اپنا بھائی یا دوست نہیں سمجھتے حالانکہ دل میں ان کی محبت مرکوز ہوتی ہے اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے کلام سے صدیق اکبرؓ سے رنج اور آزر دگی کی بو آتی ہے تو حضرت عمرؓ نے بطور شکوہ مجاہد اور مخلصانہ عتاب آمیز لہجہ میں مبالغہ یہ فرمایا کہ کیا تم دونوں ابوبکرؓ کو (اور مجھے) کاذب و فاسق وغیرہ سمجھتے ہو۔ واللہ ابوبکرؓ تو بار بار راشد اور تابع حق تھے۔ حالانکہ حضرت عمرؓ کو یقین تھا کہ حضرت علیؓ اور عباسؓ کے دل میں حضرت صدیق اکبرؓ کی محبت ایسی پختہ اور راسخ ہے کہ کسی طرح بھی نکالے نہیں نکل سکتی۔ اس لیے زبان سے ایسے کلمات کا نکالنا جن سے رنج اور آزر دگی مرشح ہوتی ہے محبت صادق کی شان کے مناسب نہیں۔ (از افادات مولانا ادریس کاندھلوی)

چل جواب یہ نکلا کہ حضرت عمرؓ کا عتاب کے رنگ میں سوالیہ کلام ہے۔ اس بات کی خبر نہیں ہے کہ واقعی حضرت عباسؓ و حضرت علیؓ نے شیخینؓ کو ایسا جانا۔ جب حضرت علیؓ و عباسؓ نے ایک دفعہ بھی ایسا کبھی نہ کہا تو اب ان الفاظ کو بہانہ بنا کر حضرت علیؓ کا مقولہ بنالینا اور شیخینؓ کو گالیاں دینا کسی مسلمان کی شان نہیں ہے۔

س ۴۳۵: حضرت عمرؓ نے بنو ہاشم کے کس فرد کو کلیدی عہدہ دیا؟

ج: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرکز میں وزیر اوقاف و مالیات بنایا۔ (بخاری، مسلم، مشیر خاص بنایا۔ دکن العمال ص ۱۳۴) قاضی اور مفتی بھی بنایا۔ (الفاروق ص ۳۲۳) غیر موجودگی میں نائب خلیفہ بنایا۔ (فتوح البلدان ص ۱۱۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنا خاص مشیر بنایا۔ دلیل وہ مشہور روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ ابن عباسؓ کو مجلس شوریٰ میں اپنے قریب ترین بھلے تھے تو بعض صحابہؓ کے وجہ پوچھنے پر حضرت ابن عباسؓ سے سورت النسر کی تفسیر پوچھی تو صحابہ مطمئن ہو گئے۔ (کتب صحاح)

س ۴۳۶: انصاریں سے کن کن اصحاب کو گورنر بنایا؟

ج: اس سوال کا آپ کو حق نہیں۔ کیونکہ آپ انصار کو مانتے ہی نہیں۔ کیونکہ ان کے پہلے اجتماع ہی سے شیعہ کی فرضی امامت دفن ہو گئی تھی۔ تو پھر ان کے عہدہ

پانے سے آپ کی غیبت ہو گئی بجز اس کے کہ عہدہ دینے نہ دینے، دونوں صورتوں میں حضرت عمرؓ پر طعن و تشنیع کر کے نامہ اعمال سیاہ کریں۔ چند حضرات کے نام یہ ہیں:-

۱۔ حضرت معاذ بن جبلؓ (اعلم الامۃ بالحلال والحرام)، حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کے بعد شام کے گورنر تھے۔ ۱۸ھ میں طاعون عمواس میں شہادت پائی۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے۔ اگر میں معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زندہ پاتا تو اپنے بعد خلیفہ بناتا۔ (طبقات ابن سعد ص ۱۳۱)

۲۔ سعد بن عبید النعمان (جو سعد قاری کے نام سے مشہور انصاری ہیں) کے بیٹے عمیر بن سعد کو شام کے ایک حصے کا والی بنایا تھا۔ (طبقات ابن سعد ص ۱۳۱)

۳۔ ابوعبس بن جبیر بن عمرو بن زید۔ ان کو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ عامل صدقات بناتے تھے۔ (ابن سعد ص ۱۳۱)

۴۔ حضرت ابی بن کعب نے ایک دفعہ گورنری کا عہدہ مانگا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں تمہارے دین کو آلودہ کرنا پسند نہیں کرتا۔ یہی بنوہمی پالیسی تھی کہ حنین وغیرہ کے کثیر غنائم مولفۃ القلوب کو دیئے مگر انصار کو نہ دیئے۔ یہی مزاج انصار کا بن گیا تھا۔ چنانچہ ایک انصاری نے حضرت عمرؓ سے حاجت طلب کی تو سفید معزز لباس میں پاس بیٹھے ہوئے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: "دنیا میں ہماری کفایت اور آخرت تک ہمارا گوشہ وہ اعمال ہیں جن کی ہمیں آخرت میں جزا دی جائے گی۔ اس نے پوچھا۔ یہ کون ہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا یہ سید المسلمین حضرت ابی بن کعبؓ ہیں۔ انصار کا یہی وہ ذہن ہے اور ان کے بزرگوں کی پالیسی ہے جس کی وجہ سے انصار نے عہدے کم پائے۔ (ابن سعد ص ۱۳۱)

۵۔ خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو انصاری کو حضرت عمرؓ نے یمن کا عامل بنایا تھا۔ (طبقات ابن سعد ص ۱۳۱)

۶۔ حضرت سہل بن حنیف جن کا حضرت علیؓ سے عقد موافقات ہوا تھا اور دور قرضوئی کے گورنر تھے۔ حضرت عمرؓ کے مشیر تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے میرے لیے سہل بے غم (رضی اللہ عنہ) کو بلاؤ۔ (طبقات ابن سعد)

س ۴۳۷: سوال ۳۹۵ میں ہم نے سورت محمدؓ کی دو آیات نقل کی ہیں۔ ان کو بھر دیکھ کر اس حدیث کا مطلب سمجھائیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابوبکرؓ کو دیکھ کر فرمایا:

اِنَّ هٰذَا اِنَّمَا السَّمْعُ وَالْبَصَرُ (تمدی) کہ یہ دونوں میری (شعوائی اور بینائی) ہیں۔

کیا یہ حدیث قرآن کے مطابق ہے یا مخالف؟

ج: سورت محمد کی محولہ آیات کا تو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے دور سے کچھ تعلق نہیں۔ ہاں دیگر آیات میں شیخینؓ کی فضیلت اور خلافت کا ثبوت موجود ہے تو یہ حدیث مطابق قرآن ہے اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ میں ان کے مشوروں سے کسی صورت میں مستغنی نہیں جیسے کوئی شخص اپنے کانوں اور آنکھوں سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ آپ کی سب زندگی ان کو مقرب، مشیر اور وزیر بنانے اور ان کے مشوروں اور تجاویز پر عمل پیرا ہونے کے واقعات سے پُر ہے۔ جنگ اُحد میں شہر میں مورچہ بند ہو کر لڑنے کا مشورہ انھوں نے دیا تھا۔ آپ کو بھی پسند آیا مگر بدر میں غیر حاضر بعض نوجوانوں کے اصرار سے کھلے میدان میں جنگ لڑی گئی جنگ بدر میں قیدیوں سے فدیہ لے کر چھوڑنے کا مشورہ حضرت ابوبکرؓ نے دیا تھا۔ عمل اس پر ہوا مگر حضرت عمرؓ نے قتل و تشدد کا جو مشورہ دیا تھا۔ انفال کی آیات کریمہ اس کے حق میں نازل ہوئیں۔

س ۴۳۵: تاریخ الخلفاء ص ۹۷ میں ہے: اگر علیؓ بن ابی طالب موجود نہ ہوتے اور پیچیدہ معاملات درپیش آتے تو حضرت عمرؓ ہمیشہ گھبرا کرتے تھے۔ کیسے فاروق تھے؟

ج: حوالہ اوصیون دونوں غلط ہیں۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۳۱۔ حضرت علیؓ کے فضائل والی احادیث میں حضرت عمرؓ کے متعلق لکھا ہے: "کہ وہ ایسے مشکل مسئلہ سے پناہ مانگتے تھے جس کے لیے ابوالحسن نہ ہوں" اور دوسری روایت یہ ہے: "کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: علیؓ ہمارے سب سے اچھے قاضی ہیں" مطلب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ کی فہم و فراست نیک نیتی سے حکومتی کاموں میں تعاون اور بہترین خدمات کا اعتراف کرتے ہیں اور آپ کی اہمیت اور فضیلت نمایاں کر رہے ہیں جیسے خود حضرت علیؓ، حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے فضائل اور خدمات کا اقرار کرتے تھے۔ کئی احادیث گزر چکیں اور کچھ بعد میں آئیں گی۔ دراصل یہ سب بھائی بھائی تھے۔ ہر بھائی دوسرے کو اپنے سے اچھا جانتا تھا۔ یہ شاگردانِ محمدؐ آپس میں کوئی حسد و بغض نہ رکھتے تھے بلکہ نبیؐ قرآنی خلیق، مہربان اور ایک دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے اور یہی کمال تقویٰ ہے۔ اب ایک رافضی کا گھٹیا ذہن سے حضرت عمرؓ کی اس عقیدت مندی کو تنقیص عمرؓ

اور فضیلت علیؓ کے لیے استعمال کرنا۔ یا حضرت علیؓ کی طرف حضرت عمرؓ کی عقیدت مندی منسوب کرنے کے بجائے۔ گالیوں اور بہتانوں کی نسبت کرنا۔ اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا ہے اور حضرت علیؓ کو انسانیت اور شرافت سے عاری جتانا ہے۔ (معاذ اللہ)

س ۴۳۹: "حضرت علیؓ ہم سب سے زیادہ معاملہ فہم ہیں" کیا ہم سب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ شامل نہیں؟

ج: اس کا جواب بھی سابقہ تحریر سے ہو گیا کہ حضرت علیؓ و عمرؓ تو ایک دوسرے کے رفیق کار، معاملہ فہم اور پاسانِ شریعت ہیں۔ مگر ان میں دشمنی جتانے والا رافضی اپنی حسد کی لگائی ہوئی آگ میں جل رہا ہے۔

بحث نکاح ام کلثومؓ | س ۴۴۰: شیعوں سے بتائیں کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو حضرت ام کلثومؓ کس تاریخ اور سن ہجری میں بیاہ دی؟ نکاح کس نے پڑھایا؟

ج: شیعہ کی مستند کتاب فروع کافی ص ۲۷۶ مطبوعہ جدید ایران پر باب ہے۔ باب تزویج ام کلثومؓ: "مولانا علی اکبر الغفاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ امیر المؤمنین علیہ السلام کی بیٹی ہیں اپنے زمانہ خلافت میں حضرت عمرؓ نے ان کا رشتہ مانگا تھا تو لے لے کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت عباسؓ کو اس کام کا وکیل بنا دیا تو حضرت عباسؓ نے علانیہ عند الناس حضرت عمرؓ کو نکاح کر کے دے دی۔ نکاح کی تاریخ تمام مؤرخین نے ذیقعدہ ۱۱ لکھی ہے۔ جب اصل نکاح ام کلثومؓ سے ثابت ہو گیا تو تاریخ کے تعین میں عام مؤرخین پر اعتماد کافی ہے۔ مسئلہ ہذا پر شیعہ کے تفصیلی حوالہ بات "رحمار بنیہم" ص ۲۱۲ تا ۲۵۴۔ مصنف مولانا محمد نافع ملاحظہ فرمائیں۔

س ۴۴۱: زوجہ عمرؓ ام کلثومؓ کی وفات کس سن ہجری میں ہوئی؟

ج: حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کے اوائل (۴۱ تا ۴۲) میں ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ذہبی ص ۳۳۱ در تذکرہ ام کلثومؓ بنت علیؓ)

س ۴۴۲: نکاح کے وقت زوجین کی عمریں کیا کیا تھیں؟

ج: حضرت عمرؓ کی عمر ۵۶ سال اور حضرت ام کلثومؓ کی ۱۴ سال تھی۔ کیونکہ

جلال الیون ملک پر یہ بھی ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے انتقال پر اقم کلثومؓ روضہ اطہر پر آکر روئیں۔
کہ ہم پر آپ کی مصیبت پھر تازہ ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ وہ ۱۱ھ میں اچھی خاصی سمجھدار تھیں
کم از کم آٹھ برس کی ہوں گی۔ تو تاریخ نکاح ذوالقعدہ ۱۱ھ (الفاروقؓ) میں چودہ برس
کی ہوئیں۔

س ۴۳۳: جب حضرت عمرؓ فوت ہوئے تو نبی صاحبہؓ کی عمر کتنی تھی؟
ج: ۲۰-۲۱ سال تھی۔ پھر عون بن جعفر بن ابی طالب سے نکاح ہوا۔
س ۴۳۴: حضرت عمرؓ نے اس نکاح کی غرض و غایت کیا بیان کی ہے؟
ج: یہ بتلایا ہے کہ اس عمر میں شادی شوق سے نہیں کی۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے رشتہ مصاہرت اور دامادگی قائم ہونے کی غرض سے کی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے میں نے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے:

کل نسب وصہر منقطع کہ ہر خاندانی اور سہیلی رشتہ قیامت کے
دن بے کار ہوگا مگر جس کا میرے ساتھ یہ رشتہ
(ریاض النضرہ ص ۳۴) ہوگا۔ (کار آمد ہوگا)

اور اسی اعزاز میں عمر چالیس ہزار درہم مقرر کیا تھا۔ (تاریخ اسلام ص ۱۳۳ ندوی)

س ۴۳۵: نکاح کے وقت حضرت عمرؓ کی کتنی بیویاں اور لونڈیاں تھیں؟
ج: تین بیویاں تھیں۔ ۱۔ زینب بنت ملحون۔ اس سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ
اور عبدالرحمن اکبر پیدا ہوئے۔

۲۔ جمیلہ بنت عامر (اقم کلثومؓ) اسی کا نام حضورؐ نے عاصیہ سے بدل کر عبیدہ رکھا اسی
سے حضرت عامرؓ جیسے عالم فاضل پیدا ہوئے کہ خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ آپ
کے نواسے ہیں۔

۳۔ ملیکہ بنت جردل خزاعیہ۔ دارقطنی اقم کلثومؓ نام بتاتے ہیں۔ شاید یہ کنیت ہو۔ اسی
سے عبید اللہ بن عمرؓ جس نے درپردہ قاتل عمر ہرمزان مجوسی کو قتل کیا تھا اور زید اصغر
پیدا ہوئے۔

باندی ایک تھی جس کا نام لہیہ تھا۔ (تفصیل ریاض النضرہ ص ۳۳ پر دیکھیں)
س ۴۳۶: جب کوئی نانا نواسی سے عقد کرے تو آپ کیا کہیں گے؟

ج: اب تو حضرت عمرؓ نانا بن گئے۔ (سبحان اللہ) مگر کیا جب سوتے جاگتے،
اٹھتے بیٹھتے معاذ اللہ اہل بیت کے نانا جی کو تبرکے بکتے ہو۔ اس وقت اہل بیت کا
احترام بھول جاتے ہو۔ بے شک نانا بنتے تھے مگر سگے نہ تھے۔ تو جیسے حضور علیہ السلام
نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھائی کہہ کر ان کی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (بھتیجی) سے
نکاح کر لیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ چچا زاد بھائی کو اپنی بیٹی (علیؓ کی بھتیجی) دے دی۔
اسی طرح سوتیلی نواسی سے حضرت عمرؓ نے نکاح کر لیا۔

س ۴۳۷: مستدرک حاکم میں ہے کہ رشتہ مانگنے کے جواب میں حضرت علیؓ نے
کہا: میں نے یہ ابن جعفر (بھتیجے) کے لیے بٹھا رکھی ہے یہ عمرؓ نے کہا مجھ سے زیادہ اعزاز
کا کوئی حق دار نہیں۔ تو عمرؓ نے ہاشمی رشتہ دار کا رشتہ کیوں تڑوایا؟

ج: رشتہ تڑوانے کی یا ایک کی منگنی پر چڑھائی کی بات تب ہوتی اگر حضرت جعفرؓ
کے لڑکے نے رشتہ پوچھا ہوتا اور منگنی ہو چکی ہوتی۔ ابھی تک حضرت علیؓ کا اپنا خیال ایسا
تھا۔ جیسے والدین کا بچپن میں ہی کسی کی طرف خیال لگ جاتا ہے تو اس طرح کا رشتہ پوچھنا یا
لینے پر اصرار کرنا شرع میں ممنوع نہیں ہوتا۔

س ۴۳۸: حضرت علیؓ نے بھتیجے کے جذبات کو ٹھیس کیوں پہنچائی؟ اور ضعیف العمر
کو نابالغ لڑکی کیوں دی؟ اخلاقی ضوابط کی روشنی میں جواب دیں۔

ج: قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں رشتوں میں عمر کا تفاوت پایا جاتا تھا۔ یہ کوئی
ضابطہ اخلاق کے خلاف نہ تھا۔ آخر حضرت فاطمہؓ کے بعد آٹھ رشتے یکے بعد دیگرے تا
خلا علیؓ نے کیے۔ کیا وہ سب ازواج اپنی ہم عمر تھیں؟ اور پھر حضرت ابن جعفر طیارؓ
کے جذبات کو ٹھیس کی بات فرضی ہے اثبات نہیں۔ باپ کو حق حاصل ہے کہ جب تک
کسی سے کچی بات نہ کی ہو۔ اپنے سابق ارادہ کے خلاف کسی اور کو حسبِ محبت رشتہ دے دے۔
س ۴۳۹: حاکم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے مبارک

طلب کی۔ یعنی ام کلثوم بنت علی و بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کی؟ اس میں کیا مصلحت تھی؟

ج: بڑے خاندان میں رشتہ ہونے پر فخر کرنا دنیوی عرف ہے۔ حضرت عمرؓ کو چونکہ بہت خوشی حاصل ہوئی تھی۔ تو نسبت الی الرسول میں اپنا اعزاز سمجھتے تھے۔

س ۴۵۱، ۴۵۲: کیا حضرت عمرؓ نے فاطمہ الزہراؓ کا رشتہ طلب کیا تھا؟ تو کیا جواب ملا؟

ج: مکمل تفصیل "ہم سنی کیوں ہیں؟" میں دیکھئے۔ (بحث ہذا)

س ۴۵۲: حضرت عمرؓ نے اپنی ساری زندگی میں کتنی شادیاں کیں؟

ج: کل پانچ کیں۔ تین کا ذکر ہو چکا۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا

پانچویں عاتکہ بنت زید تھیں۔

س ۴۵۳: حضرت سیدہ فاطمہ الزہراؓ کی وفات کس سن میں ہوئی؟

ج: رمضان ۱۱ھ میں۔ کیونکہ حضورؐ سے چھ ماہ بعد وفات پائی۔ (تقریب)

س ۴۵۴: اس وقت ان کی اولاد اور عمریں کیا کیا تھیں؟

ج: محرم یا صفر ۲ھ میں حضرت علیؓ سے نکاح ہوا تھا۔ پہلی لڑکی ام کلثومؓ تھیں۔ ان کی عمر نو یا آٹھ سال تھی۔ حضرت حسنؓ، حسینؓ و جو بالترتیب رمضان ۳ھ اور شعبان ۴ھ میں طبری سے مولانا کاندھلوی کی تحقیق کے مطابق پیدا ہوئے تھے جو آٹھ سات سال کے تھے۔

جلال العیون مجلسی میں ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ روٹھ کر آئی تھیں تو حضرت حسنؓ و حسینؓ کو دائیں بائیں کندھے پر بٹھایا تھا اور ام کلثومؓ کا ہاتھ پکڑ کر باپ کے گھر آئی تھیں۔ (قصہ ناراضگی فاطمہؓ بر علیؓ)۔ اس سے پتہ چلا کہ ام کلثومؓ بھائیوں سے بڑی تھیں۔

س ۴۵۵: کتاب المعارف لابن ابی قتیبہ میں ہے کہ حضرت علیؓ کی تمام

لڑکیوں کی شادی اولاد عقیلؓ اور اولاد عباسؓ سے ہوئی۔ تو عمرؓ کا استثنائاً کیوں نہیں؟

ج: ابن قتیبہ درپردہ شیعہ ہے۔ اس کی کتاب میں مشاجرات کے بناوٹی قصے

ایسی پر دال ہیں اور یہ تفصیل اکثری لحاظ سے ہے یا اس وجہ سے کہ حضرت ام کلثومؓ کا نکاح

بیوگی کے بعد حضرت عون بن جعفرؓ سے پھر محمد بن جعفرؓ سے پھر عبد اللہ بن جعفرؓ سے ہوا جب

اس نے آپ کی بہن زینبؓ کو جس نے کربلا میں شرکت کی تھی، طلاق دے دی تھی۔

(جمہرة الانساب لابن جریر اندلسی تحت اولاد علیؓ)

مگر یہ آپ کا سوال بالکل جھوٹا ہے کیونکہ معارف ابن قتیبہ میں ہے:

واما ام کلثوم الکبریٰ رضی اللہ عنہا

وہی بنت فاطمة فکانت

عند عمر بن الخطاب وولدت

له ولدا قد ذکرناہم۔

لڑکا پیدا ہوا جس کا ہم ذکر کر چکے۔

(المعارف ص ۹۲ تحت بنات علی المرتضیٰ بحوالہ رجاء بیہم ص ۲۲۶)

س ۴۵۶: مولوی محمد انصار اللہ حنفی چشتی "سر المختوم فی تحقیق عقد ام کلثوم" میں

لکھتے ہیں کہ راوی اول زبیر بن بکار کذاب مفتری نے یہ عقد گھڑا ہے؟

ج: اہل سنت کے روپ میں راضیوں کو ہم نہیں مانتے۔ شیعہ کی ۴ کتب

اصول کی ۹ روایتیں ہمارے سامنے ہیں کسی میں امام معصوم سے راوی زبیر بن بکار نہیں

ہے۔ بلکہ کافی میں چار روایات ہیں: ۱۔ ہشام بن سالم ابو عبد اللہ سے اور ۲۔ حماد از

زرارہ ابو عبد اللہ سے ۳۔ معاویہ بن عمار ابو عبد اللہ سے اور ۴۔ سلیمان بن خالد ابو عبد اللہ

سے روایت کرتے ہیں الاستبصار میں بھی سلیمان بن خالد اور معاویہ بن عبد اللہ امام

جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں۔

س ۴۵۷: اس افسانے کے راوی زبیر بن بکار کو کتب رجال سے متبر بتائیے؟

ج: ہماری معتبر و متداول رجال کی کتاب تقریب التہذیب (خلاصہ تہذیب

التہذیب) از علامہ ابن حجر عسقلانی میں ہے کہ ابن ماجہ کے راوی:

الزبیر بن بکار بن عبد اللہ بن مصعب بن ثابت بن عبد اللہ بن الزبیر الاسدی

الکوفی مدینہ کے قاضی اور ثقہ ہیں۔ سلیمانی نے ان کی تضعیف کر کے غلطی کی ہے دسویں

طبقے کے چھوٹوں میں سے ہیں ۲۵۰ھ میں وفات پائی۔

س ۴۵۸: صحیحین میں سے زبیر بن بکار کی کوئی اور حدیث نکال دیجئے؟

ج: اس کی روایت صرف ابن ماجہ نے لی ہے۔ بخاری و مسلم کا معاصر تھا ان کو لینے کی ضرورت نہ پڑی۔

س ۴۵۹: جب علماء شیعہ زبیر بن بکاء کو دشمن اہل بیت اور مفتری بتاتے ہیں سنیہ میں بھی یہی درجہ ہے تو شیعوں کو اس کی روایت ماننے پر کیوں مجبور کر سکتے ہیں؟
ج: ہمارے ہاں تو ثقہ ہے۔ کتب شیعہ میں تنہا یہ راوی نہیں بکثرت اور یہی اور وہ ثقہ ہیں۔ عقد کی روایات متعدد طرق سے مستند مشہور بلکہ متواتر فی المعنی ہیں۔ لہذا اصول حدیث کی رو سے شیعوں کو مجبوراً اپنی احادیث ماننی ہوں گی ورنہ لٹریچر کے جھوٹے ہونے کا اعلان کریں۔ پھر یہ دعویٰ کہ علماء شیعہ کے ہاں یہ مفتری اور دشمن اہل بیت ہے۔ بالکل جھوٹ اور افتراء ہے شیعہ رجال میں جامع و معتبر کتاب تنقیح المقال لہما مقانی ص ۴۲ میں زبیر بن بکاء بن عبد اللہ کے ترجمہ میں ہے: "کہ یہ کثیر العلم غزیر الفہم اور قریش کے اخبار و انساب کو سب لوگوں سے زیادہ جانتا تھا۔ ایسی روایات بھی اس سے مروی ہیں جو سنی مذہب کو غلط اور شیعہ کو برحق بتاتی ہیں پھر ما مقانی کہتا ہے کہ ابن ندیم کا بیان اسے امامی اور حسن راویوں میں شمار کرتا ہے"۔

س ۴۶۰: کشف المحجوب میں ہے کہ حضرت عمرؓ قرآن اس لیے اونچا پڑھتے تھے کہ شیطان بھلے جبکہ آپ کے ہاں حدیث ہے کہ شیطان اس راہ پر نہیں آتا جس پر عمرؓ ہو۔ تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسے بھگاتے تھے؟

ج: حدیث بالکل درست ہے جیسے شیطان خود دیکھ کر عمرؓ والا راستہ چھوڑ دیتا تھا اسی طرح آواز سن کر بھی دور بھاگ جاتا تھا تو آواز سے بھگانا۔ دیکھنے سے بھی زیادہ موثر تھا۔

س ۴۶۱: حضرت عمرؓ سے حضورؐ نے فرمایا: اے عمرؓ تو ابوبکرؓ کی تمام نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے جب کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ اول میں کہا ہے کہ مجھ پر شیطان مسلط ہے تو پھر یہ افضل نہ ہوگا جس سے شیطان دور رہے؟

ج: قدرتی ہیبت اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایسی دی تھی کہ شیطان اور اس کے ایجنٹ رافضی مرآئی آپ سے دور بھاگتے تھے جیسے کہ حدیث کے شان

نزول سے واضح ہے کہ ڈھول بجانے والی عورت نے حضرت عمرؓ کو دیکھتے ہی ڈھول چھپا دیا اور دیک کر بیٹھ گئی مگر اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت لازم نہیں آتی کیونکہ چور ڈاکو تھا نیدار، ایس۔ پی سے زیادہ بھاگتے ہیں، بادشاہ سے اتنا نہیں بھاگتے۔
حضرت ابوبکرؓ کی کس نفسی پر دلیل اس جملہ کا یہ ترجمہ بالکل غلط کیا ہے۔ (شیطان مجھ پر مسلط ہے) بلکہ ترجمہ یہ ہے اعتراکہ امر (لاحق ہونا) مصباح اللغات ص ۵۲۸ یعنی شیطان مجھے بھی درپیش ہے اور چھپتا ہے۔ لہذا میں سیدھا چلوں تو ساتھ دو اور اگر ٹیڑھا چلوں تو سیدھی راہ پر لگاؤ۔ معصوم تو صرف پیغمبر پاکؐ تھے جن پر وحی آتی تھی اہل خطبہ سے حضرت ابوبکرؓ کا کمال تقویٰ اور احساس ذمہ داری نمایاں ہوتا ہے جیسے جنگ صفین میں حضرت علیؓ نے فرمایا تھا: "مجھے ٹھیک اور حق بات بتانے سے نہ رکنا کیونکہ میں اپنے نفس میں غلطی کرنے سے بالائیں ہوں" (کافی کتاب الروضہ ص ۲۵۷ ونج البلاغ ص ۴۳۶)
س ۴۶۲: حدیث بالا سے حضرت عمرؓ افضل قرار پاتے ہیں۔ کیا آپ ان کو افضل مانتے ہیں؟

ج: آپ حضرت عمرؓ کو ہی افضل مان لیں ہم خوش ہو جائیں گے۔ مگر اہل سنت بالاتفاق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو افضل الناس بعد الانبیاءؐ مانتے ہیں۔

س ۴۶۳: حضرت عمرؓ کو اگر افضل نہیں مانتے تو پھر ابوبکرؓ کے اقرار تسلط شیطان کا کیا بنے گا حالانکہ اللہ کے خاص بندوں پر شیطان کا غلبہ نہیں ہوتا؟

ج: تسلط شیطان کا اقرار نہیں ہے کس نفسی سے شیطان کا مقابلہ پر آنا اور چھڑنا مراد ہے۔ تفصیلی اور الزامی جواب گزر چکا۔

س ۴۶۴: رخصتی کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جو نازیبا اور ناگفتہ بہ سلوک حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے کیا۔ کیا وہ صحیح ہے؟

ج: جب میاں بیوی بن چکے تو اب خانگی معاملات میں ہمیں دخل دینے کی کیا ضرورت؟ ہم اسے دشمن کی ساخت اور پروپیگنڈہ کہیں گے۔ بالفرض کوئی بات ہو تو معقول وجہ یہ ہے کہ طبعی طور پر ابتداء و لہنوں کو کراہت اور نفرت ہوتی ہے اس لیے

روتی ہیں۔ کچھ عرصہ دل نہیں لگتا۔ یہی تلخ اور ناگفتہ بہ حقائق حضرت فاطمہؑ کی زبان سے جلا اعیون میں حضرت علیؑ و فاطمہ رضی اللہ عنہما کی شادی کے قصہ میں دیکھ لیجئے۔

س ۴۶۵: حضرت عمرؓ کی وفات سے بی بی ام کلثومؓ کو کیا حصہ میراث ملا؟
ج: دیگر بیواؤں کے ساتھ ۱/۸ حصہ ملا جب کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ درویش منش تھے مالدار نہ تھے تو تفصیل کیا ملے؟ ہاں اگر بالکل حصہ نہ ملتا تو نفی کا ذکر ضرور ملتا۔ جیسے آپ کا صاحبزادہ زید بن عمر اور ام کلثومؓ ایک ہی ساعت میں فوت ہوئے اور تقدیم و تاخیر کا فیصلہ نہ ہو سکنے کی وجہ سے کسی کو بھی ایک دوسرے کا وارث نہ قرار دیا گیا شیعوں کی تہذیب الاحکام آخری جلد کتاب المیراث ص ۳۸۸ و قدیم میں ہے:

عن جعفر عن ابیہ قال ماتت ام کلثوم بنت علی وابنتا زید بن عمر بن الخطاب فی ساعة واحدة لا یدری الیہما هلک قبل فلم لیورث احدہما من الآخر وصلی علیہما معاً۔
کہ دونوں ایک ہی گھڑی میں فوت ہوئے کوئی کسی کا وارث نہ بن سکا اور ماں بیٹے کا جنازہ بھی اکٹھا پڑھا گیا۔

س ۴۶۶ تا ۴۶۸: کیا حضرت علیؑ وفاتِ عمرؓ کے وقت مدینہ میں تھے؟ تو جنازہ میں شرکت کا ثبوت دیں؟

ج: جی ہاں مدینہ میں تھے اور اپنے داماد کا جنازہ پڑھا معتبر ثبوت یہ ہے:
فلما مات عمر رضی اللہ عنہ واحضرت جنازتہ تبادرا الیہما علی و عثمان الیہما یصلی علیہ فقال لہما عبد اللہ بن عوف لستما من ہذا فی شیء انما ہذا الی صہیب الذی امرہ عمر ان یصلی بالناس فتقدم صہیب فصلى علیہ۔ (البیہ ۴۶۵ ط بیروت)
جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ وفات پا گئے اور جنازہ حاضر ہو گیا تو حضرت علیؑ و عثمانؓ جنازہ پڑھانے کے لیے لپکے تو عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہا تم دونوں نہیں پڑھا سکتے یہ صرف حضرت صہیبؓ کا حق ہے جسے خود حضرت عمرؓ نے (بطور وصیت) حکم دیا ہے کہ وہ نماز پڑھائے چنانچہ حضرت صہیبؓ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔

س ۴۶۹: کا بھی جواب ہو گیا کہ داماد کے جنازہ سے محروم نہ رہے بلکہ خوب خراج عقیدت بھی پیش کیا۔ بخاری ص ۵۲، مسلم کتاب المناقب میں ہے:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا جنازہ رکھا ہوا تھا لوگ اس کو گھیرے ہوئے تھے۔ دعائیں دیتے اور صلوٰۃ بھیجتے تھے میں بھی ان میں تھا۔ مجھے ایک شخص نے اچانک ڈرا دیا جب اس نے میرا کندھا پکڑا تو وہ حضرت علیؑ تھے جو حضرت عمرؓ پر دعائے رحمت بھیجتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ نے اپنے بعد ایسا کوئی شخص نہیں چھوڑا جو آپ جیسے اعمال لے کر اپنے اللہ سے ملے اور مجھے سب سے زیادہ پسند ہو۔ (یعنی آپ کے بعد کوئی اور آپ سے افضل نہیں) اللہ کی قسم میں یقیناً یہ گمان رکھتا تھا کہ اللہ آپ کو اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ (قبروں میں اور جنت میں) اکٹھا کرے گا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ میں نے بہت دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سن رکھا ہے آپ فرماتے تھے میں چلا اور ابوبکرؓ و عمرؓ چلے۔ میں داخل ہوا ابوبکرؓ و عمرؓ داخل ہوئے میں نکلا اور ابوبکرؓ و عمرؓ نکلے۔ (یعنی نبی سے غیر مخصوص افعال عامہ میں شیخینؓ کی حضور کے ساتھ کمال شرکت تھی) تو اب برزخ میں بھی شریک رہیں گے۔ گویا حضرت علیؑ نے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تدفین کا مشورہ دیا۔

س ۴۷۰: جب شوری منعقد ہوا تو حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی پیروی کرنے کی شرط نامنظور کر کے حکومت کیوں ٹھکرا دی؟

ج: بالکل جھوٹ ہے حضرت علیؑ نے شرط نامنظور نہیں کی بلکہ یہ کہ کر منظور فرمائی ارجو ان افعل و اعلم بمبلغ علمی و طاقتی کہ میں امید رکھتا ہوں کہ اپنی طاقت اور علم کی مقدار سنتِ رسولؐ اور سنتِ شیخینؓ پر عمل کروں گا۔ (طبری ص ۲۳۳)
۲: شیخینؓ کی سیرت کا انکار نہ تھا ورنہ آگے پیچھے اتنی تعریفیں کیوں کیں؟ دراصل وہ سنتِ شیخینؓ کو رسولؐ خدا کی سنت سے جدا اور مستقل قابل ذکر نہ جانتے تھے۔ بلکہ سنتِ رسولؐ میں مدغم سمجھتے تھے۔ دلیل نوح البلاغہ کا یہ فرمان ہے:

لله بلاد فلان فقد قوم الا و دوداوی فلاں (عمر بن الخطاب) کو آفرین ہے اس نے العمد و اقام السنتہ و خلف الفتنہ کجی کو درست کیا۔ خرابی کا علاج کیا۔ سنت قائم

ذہب نقی الثوب قليل العيب۔ کی فتنہ دور کیا۔ پاکدامن اور بے عیب شخصت ہوا۔
(نہج البلاغہ مع شرح ابن ابی الحدید ص ۹۲)

اور پھر اس کی وضاحت طبری سے بھی ہوتی ہے:-

کہ ربیع بن شداد نے حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کی تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے بعد سنت ابی بکرؓ اور عمرؓ کا بھی ذکر کیا تو حضرت علیؑ نے فرمایا:

لو ان ابی بکر وعمر عملا بغیر کتاب اللہ و اگر حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے کتاب اللہ اور سنت سنت رسول اللہ لم یکنوا علی شیء من رسول اللہ کے خلاف عمل کیا ہوتا تو وہ کسی بات الحق فیالیہ۔ (طبری ص ۱۷۷ ط و المعارف مصر) میں حق پر نہ ہوتے۔ پھر اسے بیعت کر لیا۔

اور اگر تاریخ کی یہ بات تسلیم کی جائے کہ ایک ساتھی نے آپ کو ایسا مشورہ دیا تھا، وہ عثمانؓ کے انتخاب کو پسند کرتا تھا۔ اگر یہ مشورہ نہ ہوتا تو آپ سیرت شیعین کا مستقل ذکر کر دیتے اور خلیفہ سوم بن جاتے۔ کیونکہ آپ کے انصاف ساتھی بھی آپ سے یہ تعلیم پا چکے تھے چنانچہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے ایک دفعہ حضرت عثمانؓ کی خیر خواہی میں کہا کہ آپ ابوبکرؓ و عمرؓ کی سیرت و پالیسی پر ہی چلیے تاکہ آپ پر کوئی اعتراض نہ کرے۔ (مجالس المؤمنین ص ۲۲)

س ۱۷۷: حسب کتاب اللہ کہ کہ حدیث و سنت کا انکار اولین کس نے کیا؟
ج: یہ جملہ قرآن کی تکمیل و فضیلت پر دلیل ہے۔ انکار حدیث محض شیعہ بتان ہے۔

کیونکہ آپ قرآن کے بعد حدیث سے تمسک کیا کرتے تھے اور یہ قول نص قرآنی پر مبنی ہے:
أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ۔ (پ ۱ ع ۱) اتاری جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔

س ۱۷۸: تاریخ فقہ اسلامی میں حضرت عمرؓ کی طرف منسوب ہے۔

”احادیث کی روایت کر کے تلاوت قرآن میں رکاوٹ نہ پیدا کرنا صرف قرآن پڑھ کر“ پرویز بھی اتباع عمرؓ کرتا ہے وہ قصور وار کیوں؟

ج: لوگوں میں قرآن شریف کی تدریس و تعلیم عام کرنے کے لیے اور تلاوت قرآن کو رواج دینے کے لیے ایسا فرمایا اور اس وقت اس کی ضرورت تھی۔ ورنہ حدیثیں قرآن میں

ایسے گڈمڈ اور مخلوط ہو جاتیں جیسے انجیلوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر حواریوں کا کلام بھرا پڑا ہے ہاں احادیث سے فقہاء، علماء اور خود آپؐ اور آپؐ کی شوری کے اصحاب استدلال کرتے اور قانون سازی کر رہے تھے۔

گویا عوام کو روایت حدیث سے روکنا ایک خاص مصلحت تھی۔ جیسے موجودہ دور میں کئی خبروں کو سنسکر کر دیا جاتا ہے پھر بعد میں کبھی اشاعت کر دی جاتی ہے۔

پرویز کا استدلال غلط ہے وہ تو انکار سنت میں شیعوں کا مقلد ہے کیونکہ جیسے شیعہ قرآن اور امامت کو ثقلین مانتے ہیں۔ اہل سنت نبی ہونے کے بجائے امامیہ اور ملت جعفریہ کہلانے پر فخر کرتے ہیں۔ اسی طرح پرویز بھی دو ثقلین مانتا ہے۔ ”قرآن اور مرکز ملت“ اور یہ بات اس کی کتابوں میں عام ملتی ہے۔ حوالہ کی حاجت نہیں۔

س ۱۷۳: کا جواب بھی ہو گیا کہ روایت حدیث کی اس وقت ممانعت قرآن کی حفاظت اور اسے احادیث رسولؐ سے خالص اور پاک رکھنے کے لیے تھی تاکہ ہر حرف اور ہر جملہ کے متعلق یقین ہو کہ اللہ ہی کا کلام ہے۔ حضرت رسولؐ کا کلام نہیں۔

س ۱۷۴: اگر حضرت عمرؓ کو یہ فخر تھا کہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط احادیث منسوب نہ کر دیں لہذا ممانعت کر دی تو سارے صحابہؓ عاقل کیسے ہوئے؟

ج: یہ فخر ایک عقلی تقاضا ہے جو صحابہؓ کی عدالت کے خلاف نہیں کیونکہ حافظہ کی کمی یا سوؤ و ہم سے روایت میں غلطی کا امکان ہو سکتا ہے۔ صحابہؓ عدا حضورؐ کی طرف غلط بات

سے اور کلام رسولؐ میں تحریف و بدویانہی کرنے سے پاک تھے۔ پھر اس معاشرہ میں نصف صبر تابعین بھی پیدا ہو چکے تھے تو اہتمام قرآن اور تصحیح احادیث کا تقاضا یہی تھا کہ عوام الناس پر کچھ نہ کچھ پابندی لگائی جائے جیسے اسی لیے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا: جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ بنا لے۔

جیسے شیعوں نے احادیث رسولؐ کو صحابہؓ سے تو قبول نہ کیا۔ ڈیڑھ صدی بعد ایک تابعی بزرگ کی طرف روایات کا انبار منسوب کر کے اسے ہی شریعت بنا ڈالا اور بالا حدیث کا مصداق بن گئے۔

س ۴۷۵: کیا حضرت عمرؓ کے دور میں قرآن کتابی شکل میں رائج تھا؟

ج: کتابی شکل میں مرتب اور محفوظ بیت المال میں تھا۔ لوگوں کے گھروں میں نہ تھا حافظ قرآن بکثرت تھے۔ زبانی تعلیم و تعلم اور تبلیغ و نقل ہوتی تھی اسی لیے روایت احادیث پر شرائط عامہ کی گئیں تاکہ قرآن سے مخلوط نہ ہوں۔

س ۴۷۶: رائج ہو گیا تھا تو پھر رد و بدل کر کے عثمانؓ نے عمرؓ کی مخالفت کیوں کی؟
ج: تفصیلی ابجاث گز رہی ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوئی رد و بدل نہ کیا بلکہ اسی کی مزید نقلیں اور کتابتیں کروا کر مملکت اسلامیہ کے تمام صوبوں میں پھیلا دیں اور اشاعت قرآن کا زبردست کارنامہ سرانجام دیا۔

س ۴۷۷: اگر کتابی شکل میں رائج نہ تھی تو پھر وہ نامکمل کتاب کافی کیسے ہوئی؟
ج: ذہن و حافظہ میں مکمل و مرتب کتاب کی طرح تھا۔ باقاعدہ تعلیم و تعلم کے ذریعے سب لوگوں کے لیے کافی تھا۔

س ۴۷۸: اگر حضرت عمرؓ اقوال رسول کو ضروری اور جزو دین سمجھتے تھے تو انھوں نے مخلص صحابہؓ کی جماعت مقرر کر کے احادیث رسولؐ کی جامع کتاب کیوں مدون نہ کی؟
ج: یہ سوال حضرت عمرؓ کے بجائے خود صاحب احادیث رسول پاکؐ سے کرنا چاہیے کہ اپنی احادیث کو کیوں کتابی شکل میں مدون نہ فرمایا؟

مگر اصل وجہ اور جواب یہ ہے کہ ہر کام اپنے مقررہ وقت پر ہوا کرتا ہے۔ کتابی شکل میں تدوین شریعت اُمت کی ذمہ داری تھی۔ سب سے پہلا نمبر قرآن کریم کا تھا۔ صحابہ کرامؓ نے ایک مخلص صحابہؓ کی کمیٹی مقرر کر کے قرآن کی تدوین کر دی مگر افسوس کہ متکبر شیعوں نے اسے بھی قبول نہ کیا۔ بالفرض حضرت عمرؓ قبل از وقت حدیث کی تدوین کر بھی دیتے تو کیا ضمانت تھی کہ شیعہ قبول کرتے وہ بدستور کتب حدیث پر اعتراض کرتے جیسے قرآن پر کرتے ہیں پھر خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز المتوفی ۱۰۱ھ نے یہ کام کر بھی دیا اور احادیث جمع کر کے چھوٹی بڑی کتب بھی گئیں جو پھر جامع شکل میں مدون اور منقح ہو کر صحاح ستہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ میں منظم اور مکتوب ہو گئیں لیکن شیعوں نے ان کتب اور احادیث

رسولؐ کو ہرگز تسلیم نہ کیا۔ بدستور سب اُمت کو منافق و کافر کہہ کر ڈیڑھ اینٹ کا امام باڑہ الگ بناتے چلے آ رہے ہیں۔

س ۴۷۹: "الفاروق" میں حضرت عمرؓ اور ابن عباسؓ کا مکالمہ درج ہے کہ اہل بیت منصوب و محسود ہیں۔ وجہ تحریر کریں؟

ج: یہ جھوٹا قصہ ہے۔ سند و عقل کی رو سے تردید تحفۃ الاخیار سوال ۸ میں دیکھیں۔
س ۴۸۰: اہل سنت معتزلی علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں: "حضرت عمرؓ نے کہا حضورؐ نے مرض موت میں علیؓ کے نام کی تصریح کر دینی چاہی۔ مگر میں نے اس سے آپ کو روک دیا۔ یہ روکنے کا مشورہ و مکالمہ کسی معتبر کتاب سے نقل کر دیں۔
ج: ابن ابی الحدید سُنی نہیں بلکہ معتزلی ہیں یعنی عقائد و اصول میں شیعہ ہیں فروع میں نہیں۔ چنانچہ وہ بھی حضرت علیؓ کی منصوص خلافت کے قائل ہیں۔

جیسے کتاب لہذا ص ۱۱۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی زبانی علیؓ کی تعریف سے بھی خلافت کے منصوص ہونے کا نتیجہ نکالا ہے۔ اس لیے ان کی عبارت سے ہم پر الزام درست نہیں۔

۲۔ بخاری میں اس کے خلاف فرمان رسولؐ ہے: ویالی اللہ والمؤمنون إلا ابابکر۔
۳۔ علی سبیل التنزیل والتسلیم وجہ یہ بتاتی ہے؟ کہ قریش کا آپؐ پر اجتماع کبھی نہ ہوگا۔ اگر حاکم بن جائیں تو عرب چاروں طرف سے آپ کے برخلاف ہو جائیں گے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چل گیا کہ عمرؓ نے میرے ارادے کو بھانپ لیا ہے چنانچہ آپؐ رک گئے اور اللہ نے بھی اپنی تقدیر نافذ کرنے کے سوا کچھ نہ مانا۔

یہ واقعہ و مکالمہ حضرت عمرؓ کی سیاسی بصیرت اور فراست کا ہے۔ علامہ نے بھی اسی ضمن میں نقل کیا ہے شیعہ کا ضمیر اور حضرت امیر کے اپنے عہد خلافت کے اوقات بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں تو حضرت عمرؓ پر اعتراض کیوں؟

اگر یہ مشورہ اتنا ہی ناجائز تھا تو حضورؐ کو تسلیم نہ کرنا چاہیے تھا۔

س ۴۸۱: تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ عمرؓ نے کہا۔ اے ابن عباسؓ! جہاں

رسول خدا کا یہی ارادہ تھا کہ خلافت علیؑ کو ملے لیکن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چلبستے سے کیا ہوتا ہے جب خدا نے نہ چاہا کہ خلافت علیؑ کو ملے؟ آخر خدا کو حضرت علیؑ میں کیا نقص نظر آگیا تھا؟ وہ کونسی آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خواہش سے باز رکھا ہو؟

ج: ہم بتلا چکے ہیں کہ معتزلی کی یہ روایات ہم اہل سنت پر حجت نہیں۔ پھر یہ بجائی مسلم اور عام کتب تاریخ کے خلاف ہیں۔ حضرت علیؑ میں کچھ نقص نہ تھا۔ مگر خلافت خدا نے اپنے وقت پر ان کو عطا کی پہلے راگ الاپنے والے خدا پر بھی الزام و اتہام لگاتے ہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مختار کل نہ تھے۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَخْبَتَ اَسَىٰ پر دلیل ہے۔ نیز سورت تحریم کی آیت وَاِذَا اسْتَسْلَمَ النَّبِيُّ اِلَىٰ بَعْضِ اَزْوَاجِهِمْ حَدِيْثًا (اور جب نبیؐ نے ایک خفیہ بات اپنی ایک بیوی کو بتائی) میں جب حضورؐ نے منجانب اللہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے خلیفہ ہونے کی بشارت سادی۔ (تفسیر قمی سورت تحریم جلد ۲) تو خدا اور رسولؐ کی مشیت میں اتفاق ہو گیا۔ شیعہ کی سوالی تقریر غلط ہے۔ وہ بھی خدا اور رسولؐ کے ساتھ اتفاق کریں۔ مطابقی جواب یہ ہے کہ شیعہ کی تفسیر الفرات ص ۲ پر لکھا ہے کہ حضورؐ نے اللہ سے دُعا کی کہ میرے بعد علیؑ کو خلیفہ بنانا۔ مگر اللہ نے انکار کیا۔ کہ علیؑ خلیفہ نہیں بنے گا۔

س ۲۸۲: کیا آپ حضرت عمرؓ کو عاشق رسولؐ مانتے ہیں؟

ج: جی ہاں! وہ آپ کے محب اور متبع صادق تھے۔

س ۲۸۳: کوئی ایسا عاشق ہے جس نے خواہش معشوق کا احترام نہ کیا ہو؟

ج: نام نہاد شیعہ عاشقان اہل بیت واقعی ایسے ہیں۔

س ۲۸۴: اگر نہیں تو پھر حضرت عمرؓ معیار عشق پر کیسے اترے؟

ج: حسب تصریح سابق وہ روایت ہی مسلم نہیں جو مدار طعن ہے۔

س ۲۸۵: کیا جو شخص حضرت علیؑ پر ظلم کرے وہ ظالم ہوگا؟

ج: حضرت علیؑ پر ظلم کا تصور ہی غلط ہے کیونکہ آپ طاقت ور اور غالب تھے ظلم کمزور اور مغلوب پر ہوتا ہے۔ البتہ جو شخص حضرت علیؑ کا حُب دار کہلا کر بات بات

پر نافرمانی کرے۔ وہی ظالم اور بناوٹی شیعہ ہوگا۔

س ۲۸۶: رسول مقبولؐ کو اسلام زیادہ عزیز تھا یا حضرت عمرؓ کو؟

ج: دونوں کو عزیز تھا۔ کیونکہ حضرت عمرؓ کے لیے آپؐ نے دُعا مانگی: اے اللہ عمرؓ کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما! (احتجاج طبرسی)

س ۲۸۷: کنز العمال میں ہے: سَيَكُونُ لِعَدِيْ فَتْنَةٌ فَاِذَا كَانَ ذَلِكَ فَالْزَمُوا عَلِيَّ بْنَ اَبِي طَالِبٍ فَانَّهُ الْفَارُوقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ حضرت عمرؓ کے حوالے کیوں نہ کیا؟

ج: ۱۔ روایت بے سند اور جعلی ہے۔

۲: بفرض تسلیم حضرت علیؑ کے دور خلافت کے متعلق ہے۔ اس وقت عمرؓ نہ تھے۔

۳: ایک شخص کے حق میں تعریفی کلمہ دوسرے سے اس صفت کی نفی نہیں کرتا۔ جبکہ حضرت عمرؓ کو حضورؐ نے فاروق کا لقب دیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ نے حق حضرت عمرؓ کی زبان اور دل پر رکھ دیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

س ۲۸۸: پھر حضرت علیؑ کو اس لقب سے کیوں سرفراز فرمایا؟

ج: اپنے دور میں ان کے خلیفہ برحق ہونے کی نشاندہی کی۔

س ۲۸۹: سیکن مستقبل قریب کے لیے ہے۔ قریبی دور فتن کون سا تھا؟

ج: ایسے الفاظ میں زمانے کے پھوٹے بڑے ہونے کا بڑا ابہام ہوتا ہے تو دور علوی کی خانہ جنگیاں اور غاصبوں سے لڑائی بھی دور قریبی کا مصداق ہے۔

س ۲۹۰: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو شوریٰ کمیٹی بنائی اس میں اختلاف کی صورت میں قتل کرنے کی شرط کیوں عائد کی؟

ج: تاکہ مسلمانوں کا اتفاق و اتحاد برقرار رہے۔ ملی فوائد پر شخصی فائدہ کو قربان کیا جاسکتا ہے اور مسلم میں حدیث نبویؐ ہے کہ تم جب کسی پر متفق ہو جاؤ اور کوئی شخص اگر اس اتفاق کو توڑنا اور نئی بیعت لینا چاہے تو اسے قتل کر دو خواہ کوئی ہو تو یہ ایک ضابطہ اور دستور ہے۔ خاص شخص سے دشمنی نہیں۔ ہر حکومت میں ایسے ضابطے ہوتے ہیں۔

س ۴۹۱: امور شریعت میں قیاس کرنا حضرت عمرؓ کی اولیات میں سے ہے۔
(الفاروق) لیکن اول من قاس ابلیس بھی علماء کا قول ہے۔ حضورؐ اور ابو بکرؓ نے قیاس کیوں نہ مانا؟

ج: اس کی تشریح و تفصیل تحفہ امامیہ میں گزر چکی ہے۔ قیاس ایک شرعی اصطلاح ہے کہ جو مسائل نئے درپیش ہوں۔ قرآن و سنت اور اجماع مسلمین میں اس کا تذکرہ نہ ملے تو اسی جیسی صورت و شکل والا مسئلہ قرآن و سنت اور امت کے فیصلوں میں سے تلاش کیا جائے جب مل جائے تو خاص شرائط سے اسے بنیاد اور مقیاس علیہ بنایا جائے اور نئے مسئلے کا جائز ناجائز ہونا ظاہر کیا جائے اسے ہی اجتہاد کہتے ہیں۔ سنی و شیعہ تمام علماء اس قیاس و اجتہاد کے قائل ہیں خود حضورؐ نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے اَجْتَهَدْ بِسْ اِیْ یٰئِیْ اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ سن کر دُعا دی تھی۔ (مشکوٰۃ)

تو قیاس عمرؓ کی ایجاد نہیں۔ ہاں بطور اصول و قانون نفاذ حضرت عمرؓ کا کارنامہ ہے کیونکہ اس وقت اسلامی فتوحات اور ترقیات سے لاتعداد نئے مسائل پیدا ہو رہے تھے تو ان کا حل اسی طرح ممکن تھا۔ ابلسی قیاس حکم خدا کے مخالف تھا۔ جیسے شیعہ اپنا مذہب بناتے پھرتے ہیں اور رسالت کے بجائے امامت ایجاد کر کے قرآن کو گم شدہ اور سنت نبویؐ کو منسوخ مانتے ہیں تو اہل سنت کے قیاس شرعی اور شیعہ کے قیاس ابلسی میں بڑا عظیم فرق ہے۔

س ۴۹۲: رسول خداؐ زیادہ عاقل تھے یا حضرت عمرؓ؟

ج: رسول خداؐ سب سے پہلے اور زیادہ عالم و عاقل تھے۔ آپ ہی نے تو حضرت عمرؓ کو علم اور عقل کی تعلیم دی تھی۔

س ۴۹۳: اگر عمرؓ زیادہ تھے تو ان کو ہی نبی کیوں نہیں مان لیتے؟

ج: حضرت عمرؓ بڑے عقل مند اور صاحب علم تھے مگر حضورؐ سے زیادہ نہ تھے نبوت حضورؐ پر ختم ہے۔ تو نبی ماننے کا تصور نہیں ہو سکتا۔ ہاں اہلیت و لیاقت ضرور تھی۔ فرمان نبویؐ: لَوْ كَانَ لِعَدِي نَبِيٌّ لَّكَانَ عَمْرٌ: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے۔ (ترمذی)

س ۴۹۴: اگر حضورؐ زیادہ عاقل و عالم تھے تو پھر حضرت عمرؓ نے آپ کی شریعت میں کیوں رد و بدل کیا؟ الفاروق میں اولیات کا مطالعہ کر کے مفصل جواب دیجئے۔

ج: "الفاروق" ص ۶۱۲-۶۱۳ سامنے کھلی ہے۔ اسلامی نظام کی عملی تدوین اور امت مسلمہ کی تعمیر و ترقی کے لیے حضرت عمرؓ نے جو نئی اصلاحات اور اصلاحی سکیمیں رائج فرمائیں ان کو مورخین اولیات کہتے ہیں۔ ۴۵ عدد یہاں لکھی ہیں۔ ان میں سے قیاس، عدل، الصلوٰۃ کا بغیر منی النوم، نماز تراویح، معاتین طلاقوں کا بائن و نافذ ہونا، نماز جنازہ پر چار تکبیروں کا اجماع آپ زیادہ موضوع سخن بناتے ہیں۔ ان سب کی حقیقت ہم "تحفہ امامیہ" اور ہم سنی کیوں ہیں؟ میں مفصل ذکر کر چکے ہیں۔

ان چھ باتوں کے علاوہ باقی سب چیزیں مملکت کے بہترین نظام سے متعلق ہیں جو حضرت عمرؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم و تربیت کے فیضان سے اور کمال عقل و دانش سے ایجاد کی ہیں۔ شیعہ اسے "شریعت میں رد و بدل" بتائیں تو ان کی سوچ ہے کیونکہ ان کو تو صرف متعہ خاں اور امام باڑہ کی تعمیر و ترقی کا ہی فکر ہے دین اسلام اور امت محمدیہ کی مصالح سے ان کو کیا واسطہ؟ مگر تمام دُنیا کے انسانیت پر حضرت عمرؓ کا یہ احسان ہے کہ آپ نے بنی نوع انسان کو نظام سیاست اصول عدالت اور امن و امان کے زریں قواعد سکھائے اور مسلم غیر مسلم ہر حکومت اور معاشرہ کے لیے وہی سنگ بنیاد اور ریڑھ کی ہڈی ہیں۔ چینی، فرانسیسی، انگریز، امریکن مسلمان سبھی حضرت عمرؓ کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور ان کی ایجادات سے دُنیا و دین آباد کیے ہوئے ہیں عقل و دانش سے محروم صرف شیعہ کا ایک فرقہ ایسا ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بازی ہار کر آپ کی کردار کشی پر تلا ہوا ہے۔ ورنہ ہم ہر عقل مند سے پوچھتے ہیں: کہ کیا بیت المال و خزانہ کا قیام، عدلیہ کا اجراء، قاضیوں کا تقرر، تاریخ و سن کا نفاذ، امیر المومنین کا لقب، فوجی دفتر، والیوں کی تنخواہیں، دفتر مال، پیالشن، مردم شماری، نہریں کھدوانا، شہر آباد کرنا، ممالک کو صوبوں میں تقسیم کرنا، اموال تجارت پر چوگر لگانا، جیل خانے بنانا، پولیس قائم کرنا، چھاؤنیاں بنانا، پرچہ نویس رکھنا، مسافروں کے آرام کے لیے سڑکیں، مکانات، سرائیں بنانا، بچوں کے وظیفے لگانا، مکاتب و مدارس قائم کرنا، معلموں اور مدرسوں کے مشاہرے مقرر کرنا، قرآن

کی ایک جلد میں کتابت کرانا، شراب کی حداسی دُرے لگانا، تجارت کے گھوڑوں پر رکوۃ لگانا، وقف و ٹرسٹ کا محکمہ بنانا، مساجد میں وعظ کروانا اور روشنی کا انتظام کرانا، بکواسی شاعروں کو سزا دینا، غزلیہ اشعار میں عورتوں کے نام پر پابندی لگانا وغیرہ اصلاحات اور ایجادات سے جو الفاروقؓ کے چار صفحات پر مذکور ہیں۔ شریعت میں رد و بدل ہوا۔ یا شیعوں نے ان باتوں کو غلط کہہ کر اپنے دین، مذہب اور عقل و فراست کا خاتمہ کر دیا۔ شیعو! تم سے خدا سمجھے۔

کوڑھغزی کی یہ انتہا ہے کہ غیر مسلموں کی کچھ ایجادات پر تو ہم فخر کریں اور ان کا نام تاریخ میں روشن رہے مگر مسلمانوں کے محسن سوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اسلام کے ”نظام امن و عمل“ کو عملاً نصف دُنیا پر رائج کر دکھائیں اور اس سورج کی کرنیں تمام دنیا پر جگمگائیں، تو ایک چمکا ڈر صفت مسلم ناگروہ ان کا احسان شناس ہونے کے بجائے عمر بھران پر کبھی ٹیچا تیا رہے۔

چشمِ حُود بر کندہ باد

عیب نماید ہنرش در نظر

عمر راست خواہی ہزار چشم چناں کور بہتر کہ آفتاب سیاہ

خلافتِ فاروقی حضرت علیؓ کی نظر میں

خدا کی فلاں پر رحمت ہو اس نے کجی کو درست کیا، جہالت کا علاج کیا سنتِ رسولِ قائم کی بدعت کو پس پشت ڈالا، دنیا سے پاک امن اور کم عیب ہو کر گزر گیا۔ خوبی کو پالیا اور شر و فساد سے بچ نکلا۔ خدا کی بندگی کا حق ادا کیا اور کما حقہ تقویٰ اختیار کیا۔ وہ جب فوت ہو گیا تو لوگ پیچ در پیچ راستوں میں پڑ گئے کہ گمراہ کو راستہ نہیں ملتا راہ پانے والوں کو یقین نہیں آتا۔ (بج البلاغہ قسم دوم ص ۲۲ طہریت)

ہمارے بعد اندھیرا ہے گا محفل میں بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کے لیے

مطالعہ عثمانی

س ۲۹۵: حضرت عثمان بعثت کے کون سے سن میں مسلمان ہوئے؟

ج: پہلے ہی سال حضرت ابوبکرؓ کی ترغیب پر مسلمان ہوئے۔ (تاریخ اسلام ندوی)

س ۲۹۶: حضرت عمرؓ پہلے اسلام لائے یا حضرت عثمانؓ پہلے مسلمان ہوئے؟

ج: پہلے حضرت عثمانؓ اسلام لائے۔

س ۲۹۷: دونوں میں قبولِ اسلام کا درمیانی وقفہ کتنی مدت تھا؟

ج: تقریباً ۵ سال۔

س ۲۹۸: دونوں میں سے کس کا درجہ اسلام اولیٰ تھا؟

ج: قبولیتِ اسلام میں حضرت عثمانؓ کا درجہ اولیٰ تھا۔ مگر خصوصیات اور کمالات ہر کسی کے جُدا جُدا ہوتے ہیں۔ زندگی کے تمام اعمال کی گنتی اور ترتیب سے حضرت عمرؓ کو باجماع اُمت حضرت عثمانؓ پر فضیلت حاصل ہے۔

س ۲۹۹: باعثِ اقتیاز و رجات اور کیا وجوہ ہیں؟

ج: عمرؓ مرادِ رسولؐ تھے۔ مسلمان ہوتے ہی تمام مسلمانوں کو تقویت نصیب ہوئی اور وہ خاکِ کعبہ میں علانیہ نماز پڑھنے لگے۔ فراست و شجاعت میں بیکتا تھے۔ خلافت کے کازانے اور اس میں امن و امان کی فراوانی آپؐ زور سے لکھنے کے قابل ہے۔

س ۳۰۰: حضرت عمرؓ قبل از اسلام کون سے کسبِ معاش سے وابستہ تھے؟

ج: تجارت۔ تاریخ اسلام ندوی ص ۱۹ پر ہے۔ حضرت عمرؓ کا اصل ذریعہ معاش تجارت

تھا۔ اسلام کے قبل سے ان کا یہ مشغلہ تھا اور اسلام کے بعد بھی قائم رہا۔

س ۵۱: حضرت عثمان کا اسلام سے پہلے کیا کاروبار تھا؟ جائیداد اور معاشی دولت کا گوشوارہ مرتب فرمادیجئے۔

ج: کاروبار تو تجارت تھا، نو عمر تھے۔ اس وقت آپ کی خاص دولت مندی کا تذکرہ نہیں ملتا۔ ہاں یہ پتہ چلتا ہے کہ مشرکین کے ظلم و تم کا شکار ہو گئے۔ اپنے چچا حکم بن ابی العاص نے رسی میں باندھا صفوں میں لپیٹ کر دھواں دیا۔ نیا دین چھوڑنے پر مجبور کیا۔ مگر آپ نے فرمایا خدا کی قسم یہ دین کبھی نہ چھوڑوں گا۔ بالآخر حبشہ کو ہجرت کی پھر مدینہ کو کی۔ (ابن سعد ۳۸)

س ۵۲: قبول اسلام کے وقت کتنی دولت بارگاہ نبویؐ میں نذر کی؟

ج: آپ اس وقت بھی ہر جمعہ غلام آزاد کرتے تھے: "جب سے میں مسلمان ہوا ایک جمعہ بھی نہ گزرا کہ غلام آزاد نہ کیا ہو بجز اس کے میرے پاس کبھی مال نہ ہوا تو بعد میں آزاد کر لیا۔" (تاریخ الخلفاء ۱۱۵) اس وقت اسلام کو افراد کی ضرورت تھی۔ مالی چندہ کی نہ تھی۔ حضرت ابو بکرؓ و عثمانؓ اپنے اثر و رسوخ سے لوگوں کو اسلام کی طرف کھینچ رہے تھے اور غریب غلاموں کو کافروں سے خرید کر آزاد کر دیتے تھے چنانچہ حضرت بلالؓ ابوفکیہ، عامر بن فہرہؓ زہرہؓ ہندہؓ، ہندہؓ کی بیٹی، لبنہؓ، مولیہؓ اور ام عیسٰؓ ان سب کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ہی خرید کر آزاد کیا۔ (اصابہ ۴۴۴) اس طرح ابو بکرؓ نے ۴۰ ہزار درہم کا سرمایہ تیرہ سال میں مکہ میں اسلام پر خرچ کیا۔ (سیرت المصطفیٰ ۱۱۵) اگر شیعہ حضرت ابو بکرؓ کے اس مالی اثبات کو خراج عقیدت نہیں پیش کر سکتے تو عثمانؓ کی قدر کیا کریں گے جو ایسے سوال کرتے ہیں۔

س ۵۳: حضرت خدیجہؓ اکبریہ سلام اللہ علیہا کی دولت اور جناب عثمانؓ کی دولت کا

تقابلی گوشوارہ مرتب فرمائیے۔

ج: آپ حضرت عثمانؓ کے مقابلہ میں جناب ابوطالب یا کسی ہاشمی کا ذکر کرتے تو بات مناسب تھی۔ سیدہ حضرت خدیجہؓ سے شیعہ راہنہ کو کیا تعلق؟ وہ تو آپ کو اہل بیت رسولؐ ہی نہیں مانتے۔ لیکن پیغمبرؐ پر پیدا ہونے والی آپ کی تین بیٹیوں کو پیغمبرؐ سے نفی نسب کی گالی دے کر حضرت خدیجہؓ پر ناپاک حملہ کرتے ہیں۔ ان کے کسی کمال اور بزرگی پر کوئی تقریب و مجلس نہیں مناتے

صرف والدہ فاطمہؓ اور خوشدامن مرتضیٰؓ ہونے کے لحاظ سے وہ بدگوئی نہیں کر سکتے جو دیگر ازواج مطہراتؓ کی کرتے رہتے ہیں۔ حضرت خدیجہؓ مالدار تھیں۔ نکاح کے بعد اس سے حضور علیہ السلام نے فائدہ اٹھایا اور وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَى (خدا نے تجھے تنگ دست پایا تو غنی کر دیا) خدا نے سچ کر دیا اور بچوں کی تربیت خوش مالی سے کی۔ حضرت ابوطالب کا مالی لحاظ سے احسان مند نہ ہونے دیا تو حضرت خدیجہؓ کے قدردان ہم اہل سنت ہی ہیں۔ آپ کی خانگی ضروریات پر مال خدیجہؓ صرف ہوا حضرت عثمانؓ کا ہو۔ بہر صورت ہم دونوں بزرگوں کے عقیدت کشش ہیں اور شیعوں کو ان سے کچھ تعلق نہیں۔

س ۵۴: انتقال کے وقت حضرت خدیجہؓ کی مالی پوزیشن کیا تھی؟

ج: اس وقت کافی کمزور ہو چکی تھی۔ کیونکہ دعویٰ نبوت کے بعد حضورؐ کی سرگرمیاں تبلیغ کے لیے وقف ہو گئیں۔ کفار کی دشمنی اور مخالفت نے عمر اور خانہ نشین خدیجہؓ کو اتنا موقع فراہم نہ کیا کہ وہ اپنے وکلاء اور مضاربوں کے ذریعے تجارتی سلسلہ کو بحال رکھتیں۔

س ۵۵: بی بی صاحبہ کی کتنی رقم حضورؐ نے اسلامی مذاات میں خرچ فرمائی؟

ج: نکاح کے بعد اب بی بی صاحبہ کی الگ دولت نہ رہی، گھر کا مشترکہ سرمایہ تھا جو اولاد کی تربیت اور خانگی اخراجات میں صرف ہوا۔

مکی زندگی میں ایسی اسلامی ضروریات اور مذاات پیدا نہ ہوئی تھیں جو مدینہ میں جا کر پیدا ہوئیں کیونکہ ابھی تک جہاد و صدقات واجبہ اور سلم معاشرہ کی وسعت سامنے نہ آئی تھی جن پر خرچ کیا جاتا۔

س ۵۶: کیا کسی روایت میں حضورؐ نے یہ اقرار کیا ہے کہ ان کے ذمہ بی بی معظمہؓ کا اتنا قرض ہے۔

ج: نہیں۔

س ۵۷، ۵۸: وہ قرض کتنا تھا اور ادائیگی کس طرح فرمائی؟

ج: نہ قرض تھا، نہ ادائیگی کا سوال تھا۔

س ۵۹: ہجرت رسولؐ کے وقت عثمانؓ مکہ میں تھے یا نہ؟

ج: مکہ میں نہ تھے۔ حبشہ میں دوسری مرتبہ اپنی بیوی سیدہ رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کر گئے تھے۔ تمام سنی شیعہ سیرت نگاروں کا اس پر اتفاق ہے۔

باقاعدہ نکلج و نصرتی حضرت عثمانؓ کے گھر ہوئی اور ۵ نبوت میں پہلی ہجرت حبشہ ہوئی ان میں ہر فرست
حضرت عثمانؓ اور رقیہ بنت النبیؐ کا تذکرہ باقر علی مجلسی جیسے متعصب شیعہ نے بھی کیا ہے ۔

(حیات القلوب $\frac{۳۰۵}{۲۰۰}$ ، منتی اللعالم $\frac{۱۷}{۱۲}$)

س ۵۱: فرزند ابولہب سے نکاح ہوا تو کتنا عرصہ شوہر کے گھر رہیں؟

ج : رخصتی ہونے سے پہلے اس نے چھوڑ دیا تھا۔

س ۵۸: جب حضرت رقیہ کا پہلا نکاح ہوا تو کتنی عمر تھی؟

ج: وہ بعثت سے قبل صغیر ہی میں بطور نبیت و منگی تھا۔ رقیہ کی پیدائش بعثت سے دس سال پہلے ہوئی تو اس وقت سات آٹھ برس کی ہوں گی۔

س ۵۱۹: جنگ بدر میں حضرت عثمانؓ نے کتنے کافر مارے؟

ج : آپ خدا اور عناد سے تجاہلِ عارفانہ کر رہے ہیں ورنہ تمام سیرت نگاروں کا اتفاق ہے کہ حضرت رقیہؓ شدید بیمار تھیں۔ بدر کو جاتے وقت حضور عثمانؓ کو حکماً حضرت رقیہؓ کی تیمارداری کے لیے چھوڑ گئے اور فرمایا : تمہیں غازیوں کا ثواب اور غنیمت کا حصہ پورا میں ملے گا۔ چنانچہ جب حضورؐ جنگ بدر جیت کر واپس آئے تو حضرت عثمانؓ سیدہ رقیہؓ کو دنا چکے تھے۔ آپؐ نے اشک بارانہ قبر پر دعا فرمائی۔

س ۵۲: جنگ اُحد میں حضرت عثمانؓ شامل تھے یا نہیں؟ ثابِت قدمی دکھائیں۔

ج: شامل تھے اور ثابت قدم بھی رہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ایک ایک صحابیؓ کی ثابت قدمی کی صراحت ہم تک بھی پہنچے۔ جن ۱۲ اہل کیم و بیش ثابت قدم صحابہ کرامؓ کے نام خاص موقع پر موضحین نے لکھے ہیں ان میں عثمانؓ کا نام نہ ہونے سے فرار کا بلا ثبوت الزام و گمان درست نہ ہوگا۔ جنگی حکمتِ عملی کے تحت مجاہدین آگے پیچھے ہوتے رہتے ہیں۔ ثابت قدمی کی کئی روایات میں حضرت علیؓ کا ذکر بھی نہیں خصوصاً ابن قتیہ کے سخت قاتلانہ حملہ کے وقت جب حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے ہاتھ کٹوا کر وار روکا۔

بالفرض اگر ایسا ہوا اور نبض قرآنی ایک جماعت کے قدم و گام کائے تو خود قرآن کریم ہی نے
وَلَقَدْ عَفَا عَنْهُمْ فَمَا كَانَ كَومَعَافٍ كَرِيْهُا۟ يٰٓمَعْشَرَ الْبَشَرِ اِنَّكُمْ لَعَالَمٌۭ

سنا : اگر کہیں تھے تو مالی حالت کیسی تھی ؟

ج: مگر میں تھے ہی نہیں۔

س ۵۱۔ مکہ سے مدینہ کو بیچ کرتے وقت کتنا مالی نقصان اٹھانا پڑا؟

ج : جب عبثہ کو دومرتبہ ہجرت کی توسیع کا روبرو قائم ہو گیا۔

س ۵۱۲: بوقت ہجرت کتنی رقم یا اثاثے حضور کو دیئے؟

ج: حضور کو تو اس وقت رقم کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ مسافر ہجرت کو زاد سفر چاہیے تھا تو حکم رسولؐ کے تحت کچھ مال ساتھ لے گئے۔

س ۵۱۳: مدیتہ جا کر کون سا دھندہ شروع کیا؟

ج: ہستہ پہنچ کر یا پھر مدینہ آکر تجارت ممبروں کو پیشہ بنایا۔

س ۵۴: حضرت رقیہؓ کے انتقال کے وقت عثمانؓ کی بیویاں کتنی تھیں؟

ج: سیدہ رقیہ بنت النبیؐ ہی آپ کی پہلی بیوی تھیں۔ ان پر سوکن کوئی نہ تھی۔

تاریخ طبری ص ۴۲ پر رقیہ دَام کَلثُوم بناتِ رسولؐ کو سب سے پہلے ازواج میں لکھا ہے۔ پھر فاختہ بنتِ غزوٰن بن جابر کا ذکر ہے جن سے عبد اللہ اصغر پیدا ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ عبد اللہ اکبر اس سے پہلے حضرت سیدہ رقیہؓ سے ہوا تھا تو وہی پہلی بیوی تھیں۔

س ۵۱۵: جب ام کلثومؓ سے نکاح ہوا تو کتنی ازواج کے شوہر تھے؟

ج: کوئی نہ تھیں۔ حضرت رقیہؓ کی وفات پر حضرت عثمانؓ کی حسد و مادگی کے پیش نظر حضور کو آپ پر ترس آیا اور اہم کلمہ از خود بیاہ دی اور حضرت عمرؓ جو اپنی بیٹی حفصہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کرنا چاہتے تھے، اسے خود بیاہ لیا۔ چنانچہ رشتوں میں تبدیلی کے وقت فرمایا: "میں عثمانؓ کو حفصہؓ سے بہتر بیوی اور حفصہؓ کو عثمانؓ سے بہتر شوہر دیتا ہوں۔" (کتب حدیث)

س ۵۱۶۔ حضرت رقیہؓ کا نکاح عثمانؓ سے کب ہوا، بی بی کی عمر کتنی تھی؟

ج : ۴۔ نبوت میں ہوا۔ بی بی کنواری تھیں، تیرہ برس کی عمر تھی کیونکہ تمام سیرت نگاروں کا اتفاق ہے کہ جب اعلانِ نبوت کے تین سال بعد و انذر عشیرونك الاقرین نازل ہوئی تو چچا ابولہب نے بیٹوں سے حضورؐ کی بیٹیوں کے رشتے، منگنیاں تڑوا دیں۔ پھر

بدستور مشورے لینے کا حکم دیا اور آپ نے اس پر عمل فرمایا۔ فَأَعْفَ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ
وَسَأَوْرَهُمْ فِي الْأَمْرِ۔ (پ ۷۷)۔

اب جو شخص خدا کا حکم، قرآنی فیصلہ اور سنت پیغمبر کو نہ مانے اور حضرت عثمانؓ یا دیگر صحابہؓ پر فرار
کا طعن کتا رہے وہ ملعون پکا کافر ہوگا، یا سبائی مسلمان؟ وضاحت کریں۔

س ۵۲۱: کیا حضورؐ معاہدہ کے پابند تھے یا عہد شکن بھی تھے؟

ج: تکمیل معاہدہ کے بعد پابند ہوتے تھے، قبل تکمیل پابندی ضروری نہیں۔

س ۵۲۲: اگر حضورؐ بات کے پکے تھے تو صلح حدیبیہ کا شرائط نامہ نقل کیجئے؟

ج: تاریخ اسلام ندوی شمس اور نجیب آبادی ص ۱۶۸ پر شرائط نامہ یہ لکھا ہے:

۱۔ مسلمان اس سال عمرہ نہ کریں گے آئندہ سال اگر کریں گے۔

۲۔ اگلے سال آئیں گے تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں گے۔

۳۔ ہتھیار لگا کر نہ آئیں گے صرف تلواریں بانیام ساتھ ہوں گی۔

۴۔ اگر قریش میں سے کوئی شخص بلا اجازت اپنے ولی کے مسلمانوں کے پاس چلا جائے گا تو
قریش کی طرف واپس کیا جائے گا لیکن اگر کوئی مسلمان قریش کے پاس آجائے گا تو وہ واپس
نہ کیا جائے گا۔

۵۔ صلح کی میعاد دس سال ہوگی۔ کوئی فریق دوسرے کے جان و مال سے تعرض نہ کرے گا۔

۶۔ عرب کا ہر قبیلہ آزاد ہوگا۔ وہ فریقین میں سے جس کا چاہے حلیف بن جائے۔

س ۵۲۳: کیا صلح نامہ میں یہ شرط تھی کہ اگر کوئی کفار کا آدمی مدینہ آئے گا تو اسے واپس
کر دیا جائے گا اور اگر کوئی مسلمان مکہ میں پکڑا جائے گا تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا؟

ج: یہ شرط نہ تھی جو بالا مذکور ہے۔ مگر اپنے اسلاف مشرکین، جن کی نمائندگی آپ اب
کر رہے ہیں سے سیکھی ہوئی آپ کی بدعہدی اور خیانت کو آفرین ہے کہ شرط نقل کرنے میں کتنی

غدار کی خط کشیدہ جملہ کس عربی نازی لفظ کا ترجمہ ہے۔ صرف عثمانؓ کی فضیلت کا انکار کرنے
کے لیے یہ جھوٹا جملہ آپ نے تراشا ہے ورنہ اس شرط کا تقاضا مفاد یہ ہے کہ کفار کا آدمی
مسلمان ہو کر مدینہ آجائے تو مسلمان واپس کر دیں گے جیسے سہیل کے رط کے ابو جندلؓ مظلوم

مسلمان کو کفار کتابت معاہدہ سے قبل ہی شرط کی بنا پر واپس چھڑا لے گئے۔

اور اگر کوئی مسلمان (معاذ اللہ مرتد ہو کر) مکہ چلا جائے تو کافر اسے واپس نہ کریں گے۔

یہ دو طرفہ شرط مسلمانوں کے خلاف اور اشتغال انگیز تھی تبھی تو حضورؐ اور خاص صحابہؓ نے بے چین
مسلمانوں کو وجہ حکمت یہ سمجھائی کہ جو مرتد ہو گیا ہمیں اس سے کیا غرض وہ کافروں کے ہاں ہی ہے
اور جو مسلمان ہو جائے وہ کافروں میں رہ کر بھی اپنی تبلیغ کرتا رہے گا۔

حضرت عثمانؓ نہ مرتد ہوئے تھے نہ وہاں رہائش کرنے گئے تھے بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
خاص سفیر اور نمائندے بن کر گئے تھے۔ سائل شیعہ کی خیانت نے یہ دوہرا ظلم کیا کہ اس شرط
ارتداد و لحاق کا مصداق معاذ اللہ حضرت عثمانؓ کو بنا ڈالا۔ حالانکہ دنیا کے کسی بھی دستور میں سفیر
کے ساتھ بدسلوکی و زیادتی ناقابل معافی مجرم ہے۔

س ۵۲۴: اگر شرط مسلمہ تھی تو عثمانؓ کی گرفتاری پر رسولؐ معاہدہ سے کیسے پھر سکتے تھے؟

ج: آپ کو جہالت بھی مبارک ہو۔ حضرت عثمانؓ کو سفیر بنا کر حبیبؓ بھیا وہ عمرہ کی اجازت لینے
گئے تھے ابھی تک کوئی شرائط اور معاہدہ طے نہ ہوا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے قتل کی خبر سن کر حضورؐ کا اور
مسلمانوں کا مشتعل ہونا، کسی معاہدہ سے انحراف نہ تھا۔ کتب تاریخ غور سے دیکھیں۔

س ۵۲۵: کفار مکہ نے کون سی خلاف ورزی کی تھی؟

ج: حرم کعبہ جو ہر شخص کی پناہ گاہ ہے وہاں مسلمانوں کو عمرہ کی اجازت نہ دی اُلٹا ان کے
سفیر حضرت عثمانؓ کو زور و کوب کیا اور دو تین مرتبہ مسلمانوں پر شیخو مارا۔ (کتب تاریخ)

س ۵۲۶: کیا خدا بھی وعدہ و عہدہ کا پاس نہ کرتا؟

ج: وعدہ کا پاس کیا تبھی تو غداروں کے خلاف بیعت رضوان منعقد کرائی۔ جس میں شیخو نازل ہیں۔

س ۵۲۷: اگر کرتا تو بیعت شجرہ، کو ایک غیر آئینی اور خلاف عہد و جہ کی بنا پر منعقد کرنے

کا حکم کیوں دیتا، کیونکہ بیعت رضوان بقول شما عثمانؓ کے لیے تھی۔

ج: رافضی کی دراز زبان، حضرت عثمانؓ و حضورؐ سے بڑھ کر جن تک جا پہنچی:

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلُ عَلَيْهِ يَلْهَثُ أَوْ تَتْرُكُهُ يَلْهَثُ

ذَلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بَايَتَنَا۔

اس کی مثال کتنے جیسی ہے تو اس پر حملہ کرے تو بھی بھونکے، نہ کرے تو بھی

بھونکے، یہی بھونک ان لوگوں کی بھی ہے جو ہماری آیات کے منکر ہیں۔

واقعی خدا نے بیعت رضوان حضرت عثمانؓ کی بزرگی ظاہر کرنے کے لیے کرائی اور سورت فتح میں اس کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور بیعت کرنے والوں کو اپنی رضا اور جنت کی بشارت سنائی ہے۔ یہ ایک آئینی اور بین الاقوامی معاہدہ کی خلاف ورزی ہو جانے پر منعقد کرائی۔ پندرہ سو صحابہ کرامؓ تو اس بیعت سے جنت کے وارث بن گئے۔ مگر اب ۱۵ سو سال بعد مشاق جیسے مسلمانوں کے دشمن اور کفار کے ایجنٹ خود خدا پر بھی سیخ پا ہو رہے ہیں۔ کفار کی نمک حلائی کا واقعی حق ادا کر دیا ہے۔

س ۵۲۸: قتل عثمانؓ کی افواہ جھوٹی تھی۔ خدا کو اس کا علم تھا تو پھر ایک جھوٹی افواہ کے باعث اتنا اہتمام کیوں کیا گیا؟

ج: صحابہ کرامؓ کی عثمانؓ سے محبت اور جذبہ فدائیت و جان نثاری کا امتحان لینا تھا۔ خدا سے پوچھیے کہ جب حضرت اسمعیلؑ کو ذبح نہ کرانا تھا تو حضرت ابراہیمؑ سے یہ ڈرامہ کیوں کرایا اور قرآن میں ذکر کا اہتمام کر کے ابراہیمؑ و اسمعیلؑ کا درجہ کیوں بڑھایا؟

س ۵۲۹: جب معلوم ہوا کہ عثمانؓ زندہ ہیں تو پھر یہ اقدام کیوں نہ روک دیا؟

ج: بالاکافی ہے۔ نیز شیعہ علماء نے شہادت حسینؑ کے واقعہ میں لکھا ہے کہ جب حضرت حسینؑ شہید ہو گئے تھے تو خدا نے فرشتوں کی جماعت نصرت کے لیے بھیجی، کیوں؟

س ۵۳: اگر بیعت رضوان کا باعث حضرت عثمانؓ کا واقعہ مانا جائے تو خدا کے علم کی نفی، رسولؐ کی امانت و صداقت کا انکار اور وحی مصنوعہ جیسے رنگ آمیزی پر کیا یہ صداقت میں پرکاری ضرب نہیں ہے؟

ج: اگر قرآنی واقعہ شان نزول کا آپ انکار کر دیں تو کوئی اور واقعہ تراش کر خدا کے علم، رسولؐ کی امانت و صداقت کو بچالیں اور خیالی دین سچا کر دکھائیں۔ مسلمانوں کے ہاں تو خدا، قرآن، رسولؐ، صحابہؓ کا جذبہ شہادت، بیعت رضوان اور عثمانؓ کی خبر شہادت پر یہ اشتعال اہل ایمان سب برحق امور ہیں۔

نوٹ: ۵۳۱ سے ۵۴۴ تک سوالات غزوہ حنین سے متعلق ہیں۔ ان کے جوابات

”ہم سنی کیوں ہیں؟“ میں ہم دے چکے ہیں۔ یہاں مختصراً اشارات کافی ہوں گے۔

س ۵۳۱، ۵۳۲: جن لوگوں نے بیعت رضوان توڑی کیا وہ فضیلت کے مستحق ہیں؟

ج: بیعت رضوان حضرت عثمانؓ کے قصاص کی خاطر تھی۔ ”مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ عثمانؓ قتل کر دیئے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ ہوا۔ آپؐ نے قصاص کے لیے صحابہؓ سے جانبازی کی بیعت لی۔ (بخاری کتاب الشروط، تاریخ اسلام نڈی ص ۷۹)

تو عہد نبوت میں نہ عثمانؓ شہید ہوئے نہ عہد شکنی کا موقع آیا۔ البتہ جب بلویوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا اور کچھ لوگوں نے قصاص لینے میں عہد اکاؤٹ ڈالی اور طالبین قصاص کو اپنا دشمن جان کر جنگ کی۔ وہ عہد شکنی کا مصداق ہیں مگر پھر اللہ بیعت رضوان والے صحابہؓ قصاص میں کوتاہی اور عہد شکنی سے پاک ہیں۔

س ۵۳۳: قرآن سے جنگ حنین سے متعلق آیات کا صرف ترجمہ لکھیے؟

ج: ”بے شک اللہ تعالیٰ نے بہت سی جنگوں میں تمہاری مدد کی اور حنین کے دن بھی کی جب تم کو اپنی کثرت پر ناز آ گیا تھا تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آیا اور باوجود کشادگی کے زمین تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ دے کر ہٹ گئے۔ پھر اللہ نے اپنی تسلی اپنے رسولؐ پر اور مومنین پر اتاری اور وہ لشکر اتارا جو تم نے نہ دیکھا اور کافروں کو خوب سزا دی۔ کافروں کا بدلہ یہی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ رحمت متوجہ کرتا ہے جس پر چاہے اور اللہ بڑے بخشنے والے مہربان ہیں۔“ (توبہ ۴ پل)

نوٹ: آیات کا ترجمہ بلا تفسیر حاضر ہے شیعہ کا طعن ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ شکست پائی کا سبب، کثرت پر ناز کرنا بتایا ہے۔ بزدلی یا نفاق نہیں اور یہ اتفاقی سبب اور درسی حکمت تھا جو نکتہ بیعت کا مصداق نہ ہو گا کیونکہ وقتی پسپائی کے بعد مسلمانوں نے تائید ایزدی سے ایسے ڈٹ کر حملہ کیا کہ سب سے عظیم فتح اور مال غنیمت کی کثرت یہاں حاصل ہوئی۔ پھر ثابت قدم نہ رہنے والوں پر اپنی توجہ و توبہ کا ذکر فرمایا اور معافی کا پروانہ دے دیا۔ خدا کا یہ انعام و فضل، صحابہؓ کے دشمن سبائیوں کو جلانے کے لیے کافی ہے ان کو چاہیے کہ کالا لباس پہن کر ماتم کریں اور حسد و کینہ کی آگ میں جل مریں۔ ذلک جزاء الکافرین۔

س ۵۳۴، ۵۳۵: حنین میں حضرت عثمانؓ کی شجاعت کی کوئی مثال صحیح حدیث سے نقل کریں آپ کے ہاتھ سے صرف ایک مقتول کا نام لکھیں؟

ج: مسلمانوں کا لشکر بارہ ہزار تھا۔ فتح مکہ کے دو ہزار نو مسلموں کے اوڑا قدم ڈمگائے اور وہ بھاگے تو دوسروں کو بھی سرا سیمہ و متزلزل کر دیا۔ مگر آنحضرتؐ کی بہمت اور انا للہی لا کذب انا ابن عبد المطلب۔ (میں نبی ہوں جھوٹ نہیں، عبد المطلب کا بیٹا ہوں) کے رجز نے اور حضرت عباسؓ کی آواز نے سب کو پھر اکٹھا کر دیا اور وہ ایسے جم کر لڑے کہ ہزاروں کفار کو قتل کر کے، چھ ہزار قیدی بنا لیے۔ چوالیس ہزار اونٹ، چوالیس ہزار سے زیادہ بھیڑ بکریاں، چار ہزار اوقیہ چاندی مسلمانوں کے ہاتھ آئی۔ (تاریخ اسلام نجیب آبادی ص ۱۸۸)

اب ہر مجاہد کی تفصیلی شجاعت اور کارروائی سامنے نہیں آ سکتی تا کہ کسی خاص صحابی پر جن کسا جائے۔ آخر شیعہ جن چار اصحاب حضرت سلمانؓ، ابوذرؓ، عمارؓ و مقدادؓ کو ملتے ہیں۔ ان کی بھی ایسی مثال اور مقتولوں کے نام دکھا سکتے ہیں؟

اگر وہاں جرات نہیں تو کیا ذوالنورینؓ و امام دین محمدؓ ان سے کم رتبہ ہیں کہ انہی یادہ کوئی کر سکیں۔

س ۵۳۶: اگر کہا جائے کہ عثمانؓ مدینہ میں نہ تھے تو ثبوت درکار ہے؟

ج: دشمن اصحابؓ رسولؐ راضی کو یہ علم نہیں کہ حنین کی جنگ مدینہ کے پاس نہ تھی بلکہ مکہ کے مشرق میں طائف کی طرف قبائل ہوازن اور ثقیف، جو بڑے جنگجو، تیر انداز تھے کے درمیان ہوئی تھی۔ مسلمان ابھی وادی کے پیچ در پیچ راستوں سے صبح کا ذب کی تاریکی میں نیچے اتر رہے تھے کہ مورچہ بند تیار کفار نے یکدم تیروں کی بارش کر دی اور ابتداءً مسلمان سنبھل نہ سکے۔ ہوا جو کچھ ہوا۔ پھر جب ڈٹ کر مسلمانوں نے حملہ کیا تو جنگ کا نقشہ بدل گیا اور عظیم فتح حاصل ہوئی۔ صد افسوس ہے کہ دشمن اسلام راضی پورا واقعہ سامنے نہیں لاتا۔ صرف وقتی بھگدڑ پر مطاعن کے قلعے تعمیر کرتا ہے۔

س ۵۳۷: جن لوگوں نے بیعت شجرہ کے بعد عہد شکنی کی ان کی مذمت کرنا آپ

صحیح جانتے ہیں یا نہیں؟

ج: جب ہم عہد شکنی تسلیم ہی نہیں کرتے تو مذمت کیسے کریں؟

س ۵۳۸: اگر نہیں سمجھتے تو قرآن میں یہ مذمت کیوں آئی؟

ج: قرآن پر یہ ناپاک بہتان ہے کوئی مذمت نہیں آئی ہے صرف ایک جملہ میں مورت واقعہ کا ذکر کر کے، مسلمانوں کو اپنی نصرت، سکینت اور غفران و رحمت سے نوازا گیا ہے۔ اور کافروں کے عذاب و جزا پانے کی مذمت مذکور ہے۔ (پنہ، ۱۰)

س ۵۳۹: اگر مذمت صحیح سمجھتے ہیں تو شیعوں کے خیال کو ناگوار کیوں خیال کرتے ہیں؟

ج: جب قرآن میں مذمت ہے ہی نہیں، شیعوں نے اصحاب رسولؐ کے بغض میں مشہور کر رکھی ہے پھر اگر وہ اسے مطابق واقعہ جانتے ہیں تو غیبت اور حسد ام ہے و درنہ بن کر اپنے بزرگ بھائیوں کا گوشت فوش رہے ہیں اور اگر مذمت کی وجہ ہی نہیں ہے، پھر ڈھٹائی سے تقریر کرتے رسائل چھپتے، مناظروں کے چیلنج دیتے اور اصحاب رسولؐ پر بتان تراشتے ہیں تو یہ بتان بازی بڑا جرم ہے ہم ان کے الزام کو ناگوار ہی نہیں بلکہ خود ان کو اسلام و ایمان سے محروم جانتے ہیں۔

س ۵۴۰، ۵۴۱: کیا کسی کتاب میں ہے کہ حضرت علیؓ جنگ حنین میں بھاگے ہوں؟ حوالہ و

عبارت لکھیں۔

ج: اگر کہیں ہو بھی تو ہم اس کی تلاش میں ایمان ضائع نہ کریں گے۔ نہ ایسی روایت سے

فراز کا نتیجہ نکالیں گے جہاں حضرت علیؓ کا ذکر نہ ملے کیونکہ حضرت علیؓ سمیت تمام مسلمان مہاجرین اور انصار کی ہم عزت ہی کرتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ کے فزاد کی مراحت کیوں نہیں ہے۔

س ۵۴۲: اگر نہیں ہو سکتی تو مکمل اتفاق ہوا کہ حضرت امیرؓ نے عہد نہیں توڑا۔ اب بتائیں

کہ ایک شخص کے عہد نہ توڑنے کا ۱۰۰٪ یقین ہو۔ دوسروں کے متعلق متضاد گواہیاں ہوں تو یقینی بری الذمہ کون ہوگا؟

ج: ہمارے ہاں کسی نے عہد نہ توڑا۔ شیعوں کے ہاں کچھ صحابہؓ نے اور خارجیوں کے ہاں

مختلف واقعات کی بنا پر حضرت علیؓ نے توڑا۔ مگر یہ دونوں مذہب غلط اور صحابہؓ دشمنی کا آئینہ ہیں اور تمام صحابہ کرامؓ اس اتہام سے بری الذمہ ہیں ہم اس میں بحث و کرید مہلک ایمان جانتے ہیں۔

س ۵۴۳ تا ۵۴۵: جن کتب میں حنین میں اصحاب کے فزاد کا تذکرہ ہے کیا وہ

اہل سنت کی نہیں ہیں اگر شیعوں کی ہیں تو آپ کے ہاں کیوں رائج ہیں جب کہ شیعہ سے روایت لینا آپ جائز نہیں سمجھتے مگر شمر کی روایت نقل کر لیتے ہیں؟ صحابہ سے تبر پر شیعہ مجرم کیوں؟
ج: ان کتب کے نام اور پھر اہل سنت کے ہاں معتبر نہ ہونا باطن رافضیوں کی تصنیف ہونا۔ ہم، ہم سنی کیوں ہیں؟ میں وضاحت کر چکے ہیں۔ مراجعت کریں۔

علامہ شیعوں سے روایت تو ہم نہیں لیتے مگر قرونِ اولیٰ میں شیعہ موجودہ دور کی طرح مسلمانوں سے الگ تھلگ اپنا مذہب اور قومی وجود نہ رکھتے تھے۔ تقیہ کرنے میں بہت ہوشیار تھے۔ ہمارے بہت سے علمائے ان کی ظاہری عدالت و شکل پر اعتبار کر لیا اور روایتیں لے لیں۔ وقت گزرنے پر پتہ چلا کہ وہ اپنا زہر اور بغض اصحاب کا گندہ مواد ہماری کتب میں بھی چھوڑ گئے ہیں تو اب ہم "کتاب اللہ، حدیث نبوی، اجماع صحابہ اور اصول شرعیہ" پر ایسی روایات کو پرکھتے ہیں اور روایتی جرح کر کے شیعوں کی موضوع و ذیل روایات کو پٹخ دیتے ہیں یہاں کئی مثالیں دی جاسکتی ہیں مگر طوالت کے خوف سے صرف کلیہ کا ذکر کافی ہے۔ شمر کی روایات بھی نہیں لیتے۔ تقریب التذیب میں جس شمر کا ذکر ہے وہ اور شخص ہے چھٹے طبقے کا صدوق ہے وفات دوسری صدی کے نصف آخر میں ہوئی۔ بھلا وہ شمر کیسے ہو سکتا ہے جو ۳۷ھ میں حضرت علیؑ کا خاشع متھا، پھر حضرت حسینؑ کا قاتل بنا۔ ان شیعوں خدا بزار ہے۔
س ۵۲۶: اگر آپ کے خیال میں چند افراد نے ایسا نہ کیا تھا تو جنگِ حنین کے متعلق ان کے کارنامے تلاش کر کے شیعوں کا منہ بند کیوں نہیں کر دیتے؟

ج: کتب تاریخ میں ہے: "مسلمان وادی کی شاخ و درشاخ اور پیچیدہ گزرگاہوں میں ہو کر نشیب کی طرف اترنے لگے تھے۔ اور صبح کا ذب کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی کہ اچانک دشمنوں کی فوجوں نے کمین گاہوں سے نکل نکل کر تیر اندازی اور شدید حملے شروع کر دیئے۔ اس اچانک آپڑنے والی مصیبت اور بالکل غیر متوقع حملہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان سراسیمہ ہو گئے اور اہل مکہ کے دو ہزار آدمی سب سے پہلے حواس باختہ ہو کر بھاگے ان کو دیکھ کر اور مسلمان بھی جدھر جس کو موقع ملا منتشر ہونے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وادی کے داہنی جانب تھے آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت

فضل بن حیان، ابوسفیان الحارث اور ایک مختصر سی جماعت صحابہ کرامؓ کی رہ گئی۔"

(تاریخ اسلام از نجیب آبادی ص ۱۸۱، سیرت ابن ہشام ص ۸۵)

اس جگہ ذکر کو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی معاف کر دیا۔

سیرت ابن ہشام ص ۱۸۱ میں ہے کہ ام سلمہؓ نے حضورؐ سے کہا: "آپ ان لوگوں کو قتل کریں جو آپ سے بھاگے۔ جیسے جنگ کرنے والوں کو آپ قتل کرتے ہیں۔" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: "اے ام سلمہ! کیا اللہ کافی نہیں ہے؟" ایک روایت میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے کفایت کی ہے اور اچھا کیا ہے۔"

یہاں سیرت کے حاشیہ پر ہے کہ حضورؐ کے ام سلمہؓ کو ترویجی جواب سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ حنین کے دن مسلمانوں کا فرار کبیرہ گناہوں سے نہ تھا۔ علمائے صرف بدر کے دن فرار کو کبار میں گناہ ہے کہ اللہ نے فرمایا: "اور اس دن جو پیٹھ پھیرے گا... الخ۔ اُحد میں فرار کرنے والوں کو معاف کر دیا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ اور حنین والوں کے متعلق بھی معافی اُتری۔

(دویم حنین... الخ... غفور رحیم)

شیخین اور دیگر صحابہ کرامؓ کی ثابت قدمی واضح اور بزرگی کی دلیل ہے لیکن کیا یہ حضرت علیؑ کی تعلیم ہے کہ باقی سب صحابہؓ پر کچھ اچھالتے رہو۔ محل و موقع کی نزاکت، بے بسی اور خدا و رسولؐ کی معافی اور ان کے دیگر کارناموں کو بالکل نظر انداز کر دو اور کافروں سے بھی بڑھ کر کمینہ پن کا ثبوت دو پھر یہ جنگ جو عظیم الشان فتح سے آبدار ہوئی، کیا صحابہؓ ہی کے تیروں تلواروں اور نیزوں کی رہیں منت نہ تھیں؟ کیا کسی رافضی نے بھی یہاں تیر چلایا تھا یا آپ کے ۳۰ یاروں نے بھی کوئی کمال دکھایا تو سامنے لائے۔ حضرت علی المرتضیٰؑ کے مقتولوں کی فرست بنائے۔ سیرت ابن ہشام سے تو ایک مقتول نہیں ملتا۔ ایک کے اونٹ کی ٹانگیں حضرت علیؑ نے کاٹیں وہ گرا تو انصاری ساتھی نے اسے قتل کیا۔ (ابن ہشام ص ۱۸۱)۔ اس کے سوا باقی ہزاروں کفار صحابہ کرامؓ کی تلواروں سے ہی جہنم رسید نہیں ہوئے؟ حضرت ابو قتادہؓ نے ۲۰ کو قتل کیا اور ہتھیار لیے۔ (ابن ہشام ص ۱۸۱)۔ ابو عامرؓ نے ۹ مشرکوں کو قتل کیا۔ (ایضاً ص ۱۸۱) کیا حقائق کو جھٹلانا اور "خیر امت" کی کردار کشی کر کے رسولؐ خدا کا بھی دل دکھانا کسی مسلمان

یہ بطور شرط و کلیہ کے ہے ورنہ تمام سیرت نگاروں کا اتفاق ہے کہ جنگ بدر میں ایک مسلمان بھی نہیں بھاگا۔

کی شان ہے؟

س ۵۴۷: اگر آپ ایسے شواہد پیش کرتے ہیں مگر شیعہ مہٹ دھرمی سے آپ کی بات کا اعتبار نہیں کرتے تو ایسی مثال دیں جسے شیعوں نے نامعقول جرح کر کے جھٹلایا ہو؟

ج: عہد نبویؐ کے ۳۷ غزوات و سرایا صحابہ کرامؓ کی بہادری اور عظیم فتوحات سے لبریز ہیں کسی میں شکست یا پیپائی نہ ہوئی صرف دو جنگوں میں وقتی پیپائی ہوئی اور اس کا سبب بھی قرآن نے خود یہ بتایا کہ احد میں امیر کی حکم عدولی تھی اور حنین میں اپنی کثرت پر ناز تھا۔ بطور درس حکمت اللہ نے قدم ڈمگا کر یہ سہل بتایا کہ فتح و شکست میرے قبضے میں ہے۔ کثرت اور جنگی مہارت سے صرف وابستہ نہیں ہے پھر احد و حنین میں بھی دل شکنی کے باوجود دوبارہ جرأت مندانہ حملے ثابت قدمی، میدان جیت لینا، متعلقہ مباحث میں کتب تاریخ سے ہم نقل کرتے آ رہے ہیں لیکن وہ کون سی مثال ہے جسے شیعہ نے انصاف سے مان لیا اور نامعقول جرح نہ کی اور حقیقت کو نہ جھٹلایا۔ دراصل شیعوں نے قرآن کو، مشن نبوت کو، صحابہ کرامؓ کے ایمان و کردار کو جھٹلایا ہے کوئی کسر نہ چھوڑی وہ تاریخی صحیح واقعات کو کہاں مانتے ہیں؟ ان کا مقصد صرف حضرت علیؓ کو مافوق البشر (خدا) اور نبی سے بھی افضل باور کرانا ہے۔ باقی تمام صحابہ کرامؓ کی تکذیب اور کردار کشی کرنا ہے شیعہ مقررہوں کا ایک ایک جملہ مصنفوں کا ایک ایک پیرا گراف مشتاق دنیا کا ایک ایک سوال یہی بتاتا ہے کہ نامعقول ہفوات سے شیعوں نے ہر حقیقت کو جھٹلایا ہے۔ ان ۷۷ سوالوں میں بھی یہی تکذیب ہے اس لیے ہم دیانتہ یہ لکھنے کو مجبور ہیں کہ شیعوں کا اس اسلام سے رائی برابر بھی تعلق نہیں جو رسولؐ خدا نے ۲۳ سال میں اپنی اُمت کو پڑھایا سکھایا اور ان کو نمونہ ہدایت بنا کر اپنی یادگار چھوڑا۔ وہ قرآن، سنت رسولؐ اور صحابہ کرامؓ کے قطعی منکر و مکذب ہیں ذرہ بھی خوف خدا، رسول اللہؐ سے رشتہ کا پاس اور اسلام سے محبت ہوتی تو یہ نراڑھ خانی کبھی نہ کرتے جو کوئی ہندو، سکھ، عیسائی، یہودی مورخ بھی نہیں کر سکتا۔

اللہم اخذل الشیعة و اہلکھم و دمردی اہم و شدت شملہم
کما اہلکت عاداً و ثموداً و اہلکت الایرانیین المتشیعین من
ایدی العراق۔ اللہم خذہم اخذ عزیز مقتدر۔

س ۵۴۸، ۵۴۹: کیا آپ کے عقیدے میں فرشتے بے حیار ہو سکتے ہیں؟ اگر ہو سکتے ہیں تو ایسے تین فرشتوں کا تعارف کرائیے۔

ج: وہ شیعہ نہیں کہ بے حیائین کر مسلمانوں کی پردہ دری کریں بلکہ مسلمان اور با حیار ہیں۔ کسی کے عیب تلاش نہیں کرتے۔ تین کے عیب تلاش کرنے والا گروہ ایمان، اسلام، صلقت تینوں محرم ہے۔

س ۵۵۰: اگر فرشتے معصوم اور حیا دار ہیں تو حضرت عثمانؓ سے کون سی ٹھوسی حیار کرتے ہیں؟

ج: حیا اس فطری وصف خیر کا نام ہے جو کسی میں کچھ کمی کوتاہی یا مکروہ حالت دیکھ کر اسے چھپانے اور رسوا نہ کرنے پر صاحب حیار کو آمادہ کرتا ہے مثلاً اچھا نا کسی کا ستر دیکھ لیا یا بدن کا عیب نظر آگیا یا توقع کے خلاف ناپسند بات دیکھ لی تو اگر دیکھنے والے نے شرم سے خاموشی اختیار کر لی تو کہا جائے گا اس نے شرم و حیا سے کام لیا۔ مگر جس نے اسے مشہور کیا تو کہا جائے گا کہ اس نے بے حیائی سے کام لیا۔ حیار کا ایک مفہوم کسی کا عملی احترام ہے۔ اور یہ جذبہ شرم و حیا، شخصیت کے اعتبار سے کم و بیش ہوتا رہتا ہے اور محاورہ میں کشتی شخص سے شرم و حیار کرنا، اس کی خاص بزرگی اور احترام کا اقرار ہوتا ہے۔ مثلاً ہم بے تکلف بول چال کر رہے ہوں اچانک استاد یا والدین یا اور کوئی خاص بزرگ سامنے آجائے تو ہم شرم و حیا سے بالکل چپ سا دھ لیں گے دیک بٹھیں گے۔ فرشتوں کا حضرت عثمانؓ سے حیار کرنا، اسی دوسرے مفہوم کے اعتبار سے ہے کہ وہ ان کو دیکھ کر ہی سرتاپا احترام بن جاتے ہیں جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پٹلی پر کپڑا برابر کر کے عثمانؓ کے اسی احترام و حیار کا اظہار کیا تھا۔ اس لحاظ سے فرشتوں کو دوسروں کے حق میں بے حیا نہ کہا جائے گا بلکہ حضرت عثمانؓ کی کمال بزرگی کی دلیل و فضیلت سمجھا جائے گا یعنی فرشتے جتنا احترام اور پاس و لحاظ حضرت عثمانؓ کا کرتے ہیں اور وہ کانیں کرتے، تعجب ہے کہ معترض تو زور سے بے حیار ہی نکلتے کہ وہ مفہوم اول کے اعتبار سے بھی، حضرت عثمانؓ کی اپنے خیال میں، کمی اور کوتاہی کو چھپاتے نہیں بلکہ وقاحت و بے حیائی سے دنیائے عالم میں رسوا کرتے رہتے ہیں۔ واقعی فرشتے با حیا ہیں، شیعہ محروم از حیار ہیں۔

س ۵۵۱: اگر حضرت عثمانؓ "ذوالنورین" تھے تو پھر ابوبہب کو دو نوروں کا باپ کیوں نہ مان لیا جائے کہ وہ ان کا والد نسبتی تھا۔

ج: بے حیائی اور گستاخی کی حد کر دی کہ "دونوروں کا باپ" حضور کا وصف اور خاصہ تھا اس نے ابولہب کو کافر کو یہ وصف لایا کر دیا۔ جب ابولہب نے دشمنی رسول میں آپ کی بیٹیاں لینے ہی سے انکار کر دیا تو وہ ان کا خسر اور نسبتی باپ کیسے بنا؟

س ۵۵۲: اس فضیلت میں ابولہب کو خاص مقام فضیلت حاصل ہو جاتا ہے؟

ج: ہرگز نہیں۔ اس کی بد بختی اجاگر ہوتی ہے کہ اس نے نبوت کے ان معصوم نوروں کو گھر نہ آنے دیا۔ ابولہب کی فضیلت شیعہ کے ہاں ہوگی جو کفر و شرک میں شیعہ کا ہاشمی پیشوا تھا اور بنات رسول کا دشمن اور منکر فضیلت تھا۔

س ۵۵۳: رسول مقبول کی صحیح مرفوع حدیث پیش کریں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ان ربیبہ بیٹیوں کو نور فرمایا؟

ج: ہمیں کیا ضرورت ہے کہ حضرت فاطمہؑ کو حضور کی "نور چشم" تب تسلیم کریں کہ ایسا نذران رسول ملے ورنہ نہیں۔ رشتہ اولاد ظاہر ہونے کے لیے کسی بھی محاورہ اور لفظ کا استعمال کافی ہوتا ہے۔ خواہ باپ کرے یا کوئی اور۔ نور چشم۔ نور عین بیٹی کے لیے عربی، اردو، فارسی میں کثیر الاستعمال لفظ ہے۔ اسی محاورہ سے ان دو صاحبزادیوں کو آپ کے دونور کہا جاتا ہے اور عثمانؓ ذوالنورین سے ملقب ہیں۔ اور حدیث صحیح مرفوع بھی موجود ہے:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ نے وحی بھیجی ہے کہ میں اپنی دو آنکھوں (نور چشم بیٹیوں) کو عثمانؓ سے بیاہ دوں۔ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔ (ریاض النضرہ ص ۱۱۳ ط مصر)

کریم خان لغت (مصباح اللغات ص ۷۶) میں دو آنکھوں کو کہتے ہیں۔ نور و لطافت میں بیٹی کو آنکھ سے تشبیہ دی جاتی ہے اور نور چشم کا بیٹی پر اطلاق اسی وجہ سے ہے۔

س ۵۵۴: حدیبیہ کے موقع پر عثمانؓ کیوں سفیر بنائے گئے؟ عمرؓ نے ذمہ داری کیوں قبول نہ کی؟

ج: یہ طعن مطاعن فلو دتی میں کرنا چاہیے تھا۔ عثمانؓ کے لیے تو یہ سفارت باعث صد فضیلت ہے اولاً حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو ہی چنا تھا پتہ چلا کہ وہ کامل مومن اور پیغمبر مومنین

کے نمائندہ تھے لیکن وجہ معقول خود یہ عرض کی کہ میرا جانا بار آور ثابت نہ ہوگا کیونکہ میرا مزاج تیز ہے قریش کو میرے ساتھ دشمنی ہے وہ مجھے چھیڑ کر جنگ کریں گے۔ میری برادری بھی وہاں نہیں ہے تو صلح کے بجائے حالات اور کشیدہ ہو جائیں گے۔

لیکن اگر آپ عثمانؓ کو بھیجیں گے تو مفید رہے گا۔ کیونکہ یہ برو بار ہیں ان کی برادری اور جاتی بھی مکہ میں ہیں۔ ان کو اگر چھیڑا بھی گیا تو برداشت کر لیں گے یا پھر قوم اپنے تحفظ میں لے لے گی اور سفارت کا مفید نتیجہ سامنے آجائے گا حضورؐ نے اس مشورہ پر عمل کیا۔

بہر حال دونوں بزرگوں کا ایمان، نبیؐ کا ان پر اعتماد اور نمائندہ اہل اسلام ہونا ثابت ہوا جس کے شیعہ منکر ہیں۔ حضورؐ نے حضرت عثمانؓ کی طرف سے خود اپنا ہاتھ دوسرے پر رکھ کر سویت کی اور فرمایا وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا کام کرنے گئے ہیں تو حضورؐ کا ہاتھ عثمانؓ کے لیے لوگوں کے اپنے ہاتھوں سے بہتر تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۱۸)

س ۵۵۵: حضرت ابوبکرؓ کے دور میں عثمانؓ کیا ریاستی ذمہ داری رکھتے تھے؟

ج: مدینہ کے مفتی، کابینہ خاص اور شوروی کے ممبر تھے اور پرائیویٹ سیکرٹری بھی تھے۔ صدیق کا آخری وصیت نامہ اور حضرت عمرؓ کی نامزدگی حضرت عثمانؓ نے ہی لکھی اور صدیق ابوبکرؓ نے کی۔ (تاریخ اسلام ندوی ص ۱۲۱) تفصیل تاریخ اسلام نجیب آبادی ص ۲۶۸ پر دیکھیں۔

س ۵۵۶: حضرت عثمانؓ نے مروان کو افریقہ کا خمس معاف کر دیا اور رشتہ داروں کو کافی مال دیا۔ کیا یہ قومی اثاثہ تھا یا ذاتی ملکیت تھا؟

ج: بخشش کی بات غلط ہے مروان نے ۵ لاکھ میں افریقہ کا خمس خرید لیا تھا۔

(ابن خلدون ص ۱۲۹)

تاریخ اسلام ندوی ص ۲۲۲ پر ہے: "بیت المال میں تصرف کے سلسلے میں جو واقعات بیان کیے جاتے ہیں وہ نہایت مسخ شدہ شکل میں ہیں۔ اصلی شکل میں وہ قابل اعتراض نہیں مثلاً مروان کو طرابلس کے مال غنیمت کا کوئی حصہ آپ نے عطا نہیں کیا تھا بلکہ اس نے ۵ لاکھ میں خریدا تھا۔"

رشتہ داروں کو عطایا ذاتی مال سے دیتے تھے خود اس اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں:

”لوگ کہتے ہیں کہ میں اپنے خاندان والوں سے محبت کرتا ہوں اور ان کو دیتا لیتا ہوں لیکن میری محبت نے مجھے ظلم کی طرف مائل نہیں کیا بلکہ میں ان کے واجبی حقوق ادا کرتا ہوں۔ جو کچھ میں ان کو دیتا ہوں میں اپنے ذاتی مال سے دیتا ہوں۔ مسلمانوں کا مال نہ میں اپنے لیے حلال سمجھتا ہوں نہ کسی دوسرے کے لیے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوبکرؓ اور عمرؓ کے زمانے میں بھی اپنے ذاتی مال سے ان کو بڑی بڑی رقمیں دیتا تھا حالانکہ اس زمانہ میں مین بخل و حرص تھا اور اب جبکہ خاندانی عمر کو پہنچ چکا ہوں۔ زندگی ختم کے قریب ہے اور اپنا تمام سرمایہ اپنے اہل و عیال کے سپرد کر دیا ہے تو ملحدین ایسی باتیں مشہور کرتے ہیں“ (تاریخ طبری ۲۹۵۲ و ندوی ص ۲۲۲) س ۵۵۷: تاریخ الخلفائیں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے سب سے پہلے لوگوں کی جاگیریں مقرر کیں۔

تو اسلام میں سب سے پہلے جاگیر داری کا بانی کون ہوا؟

ج: کچھ لوگوں کو خدماتِ دینیہ کے صلے میں زمین الاٹ کر دینا فی نفسہ گناہ نہیں۔ بلکہ سنتِ نبویؐ سے ثابت ہے۔ خیبر کی فتح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو ایک قطعہ اراضی شمع نامی مرحمت فرمایا تھا۔ (تاریخ اسلام ندوی ص ۱۶۶)

نیز اسلام کا قانون من احیاء ارض الموات فہی لہ۔ جو بنجر زمین آباد کر کے قابل کاشت بنائے تو وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے۔ بہت سی عراقی زمینیں اس طرح آباد ہو کر جاگیر بنیں۔ وہ جاگیر دارانہ نظام مذہم ہے جس میں ظلم تعدی کی خاطر اپنے ٹوٹوں کو زمینیں دے دی جائیں اور وہ عوام کے حقوق کا استحصال کریں جیسے انگریزوں کے دور میں کئی شیعہ رئیس جاگیر دار بنائے گئے۔

س ۵۵۸: جمعہ کی اذان اول کب رائج ہوئی؟ دور رسالت اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے زمانوں میں اس اذان کا رواج کیوں نہ تھا؟

ج: عہدِ نبوتؐ میں اور شیخینؓ میں حضرت عثمانؓ کے زمانے کی بہ نسبت مسلم آبادی محدود تھی، شہر اتنا بڑا اور ترقی یافتہ نہ تھا۔ پہلی اذان کے وقت لوگ عموماً موجود ہوتے اور خطبہ معاً شروع ہو جاتا۔ عہدِ عثمانی میں تمدنی وسعت ہوئی۔ کاروبار میں انہماک ہوا۔ اذان پر لوگ جمع ہوتے ہوئے خطبہ سننے محروم ہو جاتے تو دوسری اذان کے اضافہ سے مکمل خطبہ

سننے میں سہولت پیدا ہو گئی۔ حضرت عثمانؓ خلیفہ راشد ہیں۔ اس کا اضافہ آپ کے لیے درست تھا۔ حضورؐ کا فرمان ہے: ”لوگو! تم میری سنت پر چلو اور میرے خلفاء راشدین کے طریقہ پر چلو“ (ترمذی، ابوداؤد، احمد)

س ۵۵۹: نماز عید سے قبل کس بادشاہ نے خطبہ خلافِ سنت پڑھا؟

ج: سیوطیؒ نے اولیاتِ عثمانؓ میں یہ بات لکھی ہے مگر دیگر مورخین اسے مروان یا عبد الملک کی طرف نسبت کرتے ہیں اور حضرت عثمانؓ کی طرف نسبت نہیں کرتے بالفرض اگر کبھی ایسا ہوا تو یہ اصطلاحی خطبہ نہ تھا۔ بلکہ بطور وعظ و تذکیر خطاب تھا۔ جیسے ہم آج کل عید و جمعہ سے پہلے تقریریں کرتے ہیں۔

س ۵۶۰: عثمانؓ نے ولید شہابی کو کوثر کا گور زکیوں بنایا؟

ج: ولید میں انتظامی لیاقت کافی تھی اور اس کی شراب نوشی بعد میں ظاہر ہوئی حضرت سعد بن ابی وقاص سے متون مزاج کو فی شاکی تھے۔ لہذا ان کے بجائے ولید کو مقرر کیا۔ پھر طبری کی تحقیق میں الزام شراب نوشی جھوٹا تھا۔ چونکہ اس پر گواہیاں چل گئیں تو احادیث میں بطور واقعہ ذکر آگیا اور ولید پر حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کے ہاتھوں شراب نوشی کی حد جاری کرائی اور وہ پاک ہو گئے تو کسی پر کوئی اعتراض نہ رہا۔

س ۵۶۱: عمرو بن العاصؓ نے حضرت عثمانؓ کی بہن کو طلاق کیوں دی؟

ج: خانگی معاملات میں دخل دینا ذلیل لوگوں کا کام ہے نکاح و طلاق کے واقعات ہر خاندان میں ہوتے رہتے ہیں۔ بتائیے خواہر حسینؓ زینبؓ کو ان کے خاوند ابن جعفر نے کیوں طلاق دی تھی؟ تاریخ میں وجہ حضرت عمرؓ کی مصر سے معزولی لکھی ہے۔

س ۵۶۲: تاریخِ اعظم کو فی میں ہے کہ حضرت عمارؓ کو عثمانؓ نے اتنا پٹوایا کہ مرضِ فتنہ ہو گیا۔ کیوں؟ کیا سب صحابہؓ عادل ہیں؟

ج: اعظم کو فی راضی ہے۔ روایتِ حجت نہیں۔ سب صحابہؓ عادل ہیں۔ اگر غلط فہمی سے کسی صحابی نے ایسی بات کی جو قابلِ مواخذہ تھی جیسے عمارؓ سابیوں کی بغاوت و انتشار پسندی سے متاثر ہو رہے تھے اگر عثمانؓ نے کچھ سزا دی ہو تو بحیثیت خلیفہ و حاکم ایسا حق رکھتے تھے

حضرت عمرؓ اور علیؓ نے بھی سیاسی مصالح کی بنا پر عمال کو علانیہ سزا دی تھی تاریخ طبری ص ۳۹۹ پر ہے۔ کہ عمار اور عباس بن عتیبہ بن ابی لمب کے درمیان جھگڑا اور گالی گلوچ ہوا۔ حضرت عثمانؓ نے دونوں کو تادیباً مارا تو اس سے آل عمار اور آل عتیبہ میں دشمنی ہو گئی۔ عثمانؓ سے بھی یہ ناراضگی بنی۔

س ۵۶۳: حضرت ابوذرؓ کو عثمانؓ نے ملک بدر کیوں کیا؟

ج: جھوٹا طعن ہے۔ حضرت ابوذرؓ از خود ربذہ میں جا ٹھہرے تھے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابوذرؓ جائز سرمایہ داری کے بھی خلاف تھے۔ ان کے مشرب میں کل کے لیے کچھ اٹھا رکھنا جائز تھا وہ شام میں سرمایہ داری کے خلاف وعظ کتے پھرتے تھے۔ (جو بوتا ڈنڈا مارے مارتے تھے) اس سے بدامنی پھیلنے کا اندیشہ تھا اس لیے امیر معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کو لکھ بھیجا کہ ان کو شام سے بلا لیجئے۔ حضرت عثمانؓ نے امن عامر کے خیال سے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ آپ میرے پاس رہیئے۔ آپ کی کفالت میں کروں گا لیکن وہ ایک بے نیاز بزرگ تھے جواب دیا مجھے تمہاری دنیا کی ضرورت نہیں ہے اور خود مدینہ کے قریب ایک ویرانہ ربذہ میں سکونت اختیار کر لی۔ (ابن سعد ج ۱ قسم اول ص ۱۶۷، تاریخ اسلام ندوی ص ۲۲۱، تاریخ اسلام نجیب آبادی ص ۲۴۶)۔

س ۵۶۴: صحیح بخاری کتاب المناکب میں حضرت علیؓ کا قول ہے: ”میں حضورؐ کی حدیث کو کسی کے قول سے نہیں چھوڑ سکتا“ ایسا کیوں فرمایا؟

ج: یہ ایک فقہی مسئلہ میں مستحب اور افضل ہونے نہ ہونے کے بارے میں اختلاف کا ذکر ہے۔ حضرت عثمانؓ مفرد حج کو افضل سمجھتے تھے۔ کیونکہ اس میں براہ راست احرام حج ہی کے لیے ہوتا ہے تو حج تمتع اور حج قرآن سے تنزیہاً منع کرتے تھے۔ حضرت علیؓ کو اختلاف تھا کہ سنت رسولؐ تمتع اور قرآن کی موجود ہے۔ لہذا میں اسے نہیں چھوڑتا۔ (بخاری ص ۲۱۲)۔

س ۵۶۵: اذان جمعہ کا اجراء؟

ج: جواب گزر چکا ہے۔

س ۵۶۶: حضرت عثمانؓ نے ایام حج منیٰ میں قصر نہ کی ۴ رکعت پڑھائیں۔ کیوں؟

ج: حضرت عثمانؓ نے قیام کی نیت کر لی تھی۔ نیت قیام سے حکم نبویؐ نماز پوری پڑھی جاتی ہے چنانچہ خود لوگوں کے جواب میں یہی وجہ بیان فرمائی۔ (مسند احمد بن حنبل ص ۶۲)۔

س ۵۶۷: مروان بن حکم کو مدینہ واپس کیوں بلایا۔ فدک کی جاگیر اسے کیوں دی؟
ج: مروان شیعین کا کچھ نہ لگتا تھا نہ انھیں اس کی ضرورت تھی مگر مروان حضرت عثمانؓ کا چچا زاد بھائی تھا۔ مجرم اور در بدر شدہ اس کا باپ تھا مروان نہ تھا وہ تو صغیر السن ہونے کی وجہ سے باپ کے ساتھ تبعاً در بدر ہوا تھا۔

پھر حضرت عثمانؓ نے حضورؐ سے ان کے لیے معافی طلب کر لی تھی اور آپ کو مل گئی تھی جس کا دوسروں کو پتہ نہ تھا۔ اب حضرت عثمانؓ نے سابق اجازت اور صلہ رحمی سے بے قصور مروان کو بلایا اور اس کی لیاقت و ہوشیاری سے کام لیا۔ یہ کوئی شرعاً گناہ نہیں ہے۔ مروان کو فدک کی ادائیگی غلط الزام ہے۔ صحیح یہ ہے کہ مروان فدک کا والی اپنے دور میں ہوا۔ اور عہد عثمانی میں فدک کا فائدہ بدستور بنو ہاشم اور فقرا اٹھاتے رہے۔

س ۵۶۸: کیا یہ درست نہیں کہ عہد عثمانی میں ان کے سوا کسی کا تجارتی بیڑہ سمندر میں نہ چلتا تھا؟

ج: ہماری نظر سے یہ تاریخی بات نہیں گذری۔ اگر ہو بھی تو دوسرا کوئی اتنا مالدار نہ ہوگا کہ وہ بیڑا بنا کر سمندر میں چلا سکے۔ اجارہ داری کا طعن تب ہو کہ حضرت عثمانؓ نے صراحتاً اوروں کو تجارتی جہاز چلانے سے منع کر دیا ہو۔ آپ عہد نبوتؐ سے مالدار ترین تھے۔ بیک دفعہ لاکھوں ہزاروں درہم و دینار راہِ خدا میں خرچ کرتے تھے اور خدا دیتا بھی بے حساب تھا۔ یہ طعن تو ان کے مال و نعمت پر حسد کی پیداوار ہے۔

س ۵۶۹: تاریخ اسلام علامہ عباسی ص ۱۴۵ پر ہے کہ حضرت عثمانؓ نے عوام الناس کو بارش کے پانی تک سے محروم کر دیا اور رشتہ دار فائدہ اٹھاتے رہے۔

ج: اصل کتاب ہمارے سامنے نہیں۔ ورنہ سائل کا دروغ ظاہر ہو جاتا۔ حضرت عثمانؓ نے یہود سے منہ مانگی قیمت پر کنوئیں خرید کر وقف کر دیئے صرف ایک پیالہ پانی اپنا حق سمجھا۔ بیت المال سے کبھی کھانا نہ کھایا۔ جو سامان ہوتا ہر کسی کو بقدر حصص تقسیم کر دیتے۔ ان پر بارش

ایک غلام تیار کیا۔ بیت المال کی اونٹنی چرا کر اس کے حوالے کی اور ابن ابی سرح کے نام محمد بن ابی بکر کے قتل کا خط اسے دے کر اپنے لشکر سے آگے پیچھے ایسے گزارا کہ وہ مشکوک ہو کر پڑا جائے اور یہ دوبارہ فتنہ کھڑا کر دیں چنانچہ ایسا ہی ہو گیا اور مختلف سمتوں کی طرف جانے والے بیک وقت مدینہ لوٹ آئے۔ تاریخی شہادتیں ملاحظہ ہوں۔

”مصری حضرت علیؑ کے پاس آئے۔ اپنا مطلب بتایا تو حضرت علیؑ نے ان کو چیخ کر پھینکا دیا اور فرمایا نیک لوگ جانتے ہیں کہ مروہ اور خشب والے لشکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے لعنتی ہیں۔ دفع ہو جاؤ خدا تمہارا ساتھ نہ دے۔ مصری حضرت طلحہؓ کے پاس آئے آپ نے بھی ان کو یہی جواب دیا۔ کوئی حضرت زبیرؓ کے پاس آئے۔ آپ نے بھی ان کو یہی جواب دیا۔ پھر یہ لوگ باہر نکلے اور یوں دکھلایا کہ وہ واپس جا رہے ہیں۔ تو مقام خشب اور عواص سے سرک کر اپنے لشکروں تک جا پہنچے جو تین کوس کے فاصلے پر پھڑپھڑے ہوئے تھے تاکہ مدینہ والے منتشر ہو جائیں۔ پھر یہ دوبارہ لوٹ کر آجائیں۔ چنانچہ اہل مدینہ تو ان کے نکلنے کی وجہ سے منتشر ہو گئے۔

جب یہ بلوائی اپنے لشکروں تک پہنچے تو ان کو ساتھ لے کر اچانک مدینہ پہنچ گئے اور مدینہ والوں کو تب پتہ چلا جب شہر کے آس پاس تکبیریں بلند ہو رہی تھیں۔ یہ لشکر گاہوں میں اتر پڑے۔ حضرت عثمانؓ کا گھیراؤ کر لیا اور کہا امن اسے ملے گا جو ہاتھ بند رکھے گا۔

حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو چند دن نمازیں پڑھائیں۔ لوگ گھروں میں دیک بٹھے اور کسی کو بات سے نہ روکا۔ لوگ بلوائیوں سے گفتگو کرنے آئے جن میں علیؑ بھی تھے تو آپؑ نے پوچھا: تمہیں واپس جانے کے بعد کس چیز نے پروگرام بدل کر لٹایا؟ کہنے لگے ہم نے ڈاکیے سے خط پکڑا ہے جس میں ہمارے قتل کا حکم ہے۔ طلحہؓ آئے تو بصریوں نے یہی کہا۔ زبیرؓ آئے تو کوفیوں نے یہی کہا۔ پھر کوفیوں اور بصریوں نے کہا ہم اپنے (مصری) بھائیوں کی مدد کرنے اور دفاع کرنے آئے ہیں۔ گویا وہ پہلے سے ایک وقت اور پروگرام طے کر چکے تھے۔

تو حضرت علیؑ نے کہا: اے کوفیو، اور اے بصریو، تمہیں کیسے پتہ چلا کہ مصر والوں نے خط پکڑا ہے حالانکہ تم کئی کوس جا چکے تھے۔ پھر ہماری طرف لوٹ آئے۔

هذا والله امر ابرم بالمدينة قالوا
فضعوه على ما شئتم لا حاجة
لنا في هذا الرجل ليعتزلنا
خدا کی قسم یہ سازش تو مدینہ میں تیار کی گئی ہے
بلوائی کہنے لگے تم جیسے چاہو سمجھو ہمیں اس شخص
کی ضرورت نہیں۔ ہم سے الگ ہو جائے (خلافت
(طبری ص ۳۳۹ تا ۳۵۱)

پھر جب حضرت عثمانؓ سے پوچھا گیا تھا کہ اونٹ بیت المال کا ہے؟ غلام تمہارا ہے؟
خط تمہارے نام سے لکھا گیا ہے اور تمہاری لگی ہے؟ تو حضرت عثمانؓ نے جواب دیا تھا:
دو باتیں مانو: یا تو دو گواہ میرے خلاف پیش کرو یا میری قسم پر اعتبار کرو۔ کہ خدا کی
قسم جس کے بغیر کوئی معبود نہیں، نہ میں نے لکھا، نہ لکھوایا، نہ مجھے اس کا علم ہے۔ نیز کیا تم
جانتے ہو ایک خط دوسرے کی زبان اور نام سے لکھا جاسکتا ہے۔ جعلی مہربانی جاسکتی ہے؟
بلوائی کہنے لگے، خدا نے تیرا خون حلال کر دیا تو نے وعدہ توڑا۔ چنانچہ بلوائیوں نے آپؑ
کا محاصرہ کر لیا۔ (طبری ص ۳۵۶)

تاریخ اسلام نجیب آبادی ص ۳۶۲ میں ان سب واقعات کے علاوہ یہ بھی ہے کہ بلوائیوں
نے کہا، اے علیؑ آپ ہماری مدد کریں؟ حضرت علیؑ نے انکار کیا تو انہوں نے کہا، آپ نے ہمیں
لکھا کیوں تھا؟ حضرت علیؑ نے فرمایا، میں نے کبھی تم کو کچھ بھی نہیں لکھا۔
کیا اس تفصیل سے یہ واضح نہ ہو گیا کہ یہ بد بخت سبائی حضرت عثمانؓ کو شہید کر کے حضرت
علیؑ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ خط وغیرہ کا ڈرامہ خود بنا کر آپ کے قتل کا بہانہ بنایا تھا اور
حضرت علیؑ کو بھی ملوث کرنا چاہتے تھے۔

س ۵۷۲: محمد بن ابی بکر نے طلحہؓ، زبیرؓ اور علیؑ سے کیا شکایت کی تھی؟

ج: اپنا ہی جعلی خط دکھا کر حکم قتل کا الزام عثمانؓ پر لگایا تھا۔

س ۵۷۵: جب اصحاب نے اصل مجرم مروان طلب کیا تو انہوں نے اسے کیوں پناہ دی؟

ج: سابق تفصیل کے مطابق جب مروان بھی خط کا کاتب اور مجرم ثابت نہیں ہوتا تو کیسے

بے قصور شخص کو غنڈوں کے حوالے کر کے قتل کرا دیتے؟

س ۵۷۶: اہل مدینہ نے حضرت عثمانؓ کی طرف داری کو کیوں پسند نہ کیا؟

ج: وہ حضرت عثمانؓ کو قتل سے بچانا چاہتے تھے، خیر خواہ تھے، مروان کی سپردگی اور قتل سے گو حضرت عثمانؓ بچ جاتے اور اہل مدینہ خوش ہو جاتے۔ مگر قتل کرانے کا داغ حضرت عثمانؓ پر رہ جاتا۔ لہذا آپ نے اپنی جان مظلومانہ ان کے حوالے کر دی مگر ناحق قتل نہ ہونے دیا۔ اس عزیمت اور جرأت کی مثال انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کہیں نہیں ملے گی۔

س ۵۷: جب بلویوں نے مان لیا کہ حضرت عثمانؓ سے ان کا کوئی جھگڑا نہیں ہے اگر وہ مروان کو حوالے کر دیں تو پھر آپ نے ایسا کیوں کیا؟

ج: دروغ گو کبھی سچ کہہ ہی دیتا ہے۔ جب آپ مان رہے ہیں کہ آپ کے سبائی اسلاف کو بھی حضرت عثمانؓ سے جھگڑا نہ تھا۔ وہ ان کے ہاں بھی بے قصور اور الزامات سے پاک تھے تو پھر چودہ سو سال سے حضرت عثمانؓ کے خلاف بدگوئی بند کیوں نہیں کرتے۔ مطاعن والزامات کی بارش خود مفسد بلویوں پر کیوں نہیں برساتے۔ مروان اور اشتر نخعی شیطان اور حکیم بن جلدہ ڈاکو اور ابن سبائیہودی کو تمام حادثات کا ذمہ دار قرار دے کر سنی شیعہ نزاع کی جڑ، بحث مشاجرات کو ختم کیوں نہیں کرتے اور صحابہ کرامؓ سے حسن ظنی قائم کر کے مصالحت کی باتیں کیوں تسلیم نہیں کرتے؟ مروان کے سپرد کرنے کی وجہ بیان ہو چکی ہے۔

حضرت عثمانؓ مظلوم شہید تھے۔

یہاں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ وہ ارشادات نبویؐ اور آثار صحابہؓ ذکر کر دیں جن میں حضرت عثمانؓ کو جنتی اور شہید مظلوم فرمایا گیا ہے اور اہل فتنہ باغیوں کا برباطل ہونا واضح ہے:

۱۔ کعب بن عجرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ایک فتنہ کا ذکر کیا اس کی نزدیکی اور بڑھائی ذکر کی۔ ایک شخص چادر اوڑھے ہوئے پاس سے گذرا۔ آپؐ نے فرمایا، اس دن یحییٰ پر ہوگا۔ میں نے اٹھ کر اس کا پلو پکڑا اور کہا یا رسول اللہؐ! یہ شخص؟ (فرمایا: ہاں) تو وہ عثمان بن عفانؓ تھے۔ (احمد بن حنبل، ترمذی وقال حسن صحیح)۔

۲۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ عثمانؓ سے فرمایا کہ اللہ تجھے ایک قمیص (خلافت) پہنائے گا۔ منافقین اتروانا چاہیں گے تو ہرگز نہ اتارنا، تو ہرگز نہ اتارنا۔

۳۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ایک فتنہ کا ذکر کیا تو فرمایا اس میں عثمانؓ مظلوم ہو کر شہید کیا جائے گا۔ (ترمذی)

۴۔ حضرت عثمانؓ نے محاصرہ والے دن فرمایا کہ رسول اللہؐ نے مجھ سے عہد لیا ہے۔ میں اس پر ڈٹا ہوا ہوں۔ (یعنی منافقوں کے کہنے پر خلافت نہیں چھوڑ سکتا۔) (ترمذی)

۵۔ ایک مرتبہ کوہ احد پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کھڑے تھے وہ ہیبت سے کانپنے لگا تو آپؐ نے فرمایا، ٹھہر جا! تجھ پر ایک نبیؐ، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

۶۔ زید بن ثابتؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، فرماتے تھے میرے پاس سے عثمانؓ گذرے میرے پاس ایک فرشتہ (غالباً جبریلؑ) موجود تھا۔ کہنے لگا یہ شہید ہے اسے قوم قتل کرے گی۔ ہم اس سے حیا کرتے ہیں۔ (خروج ابن عساکر (تاریخ الخلفاء ص ۱۱۹))

۷۔ حضرت عثمانؓ نے محاصرہ کے دن تمام حجت کے لیے فرمایا تھا: اے اصحابِ نبیؐ تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ جس نے عسرت والے لشکر کو تیار کیا وہ جنتی ہے جو رومہ کا کنواں کھدوا دے وہ جنتی ہے تو لشکر کو میں نے ساز و سامان سے تیار کیا اور کنواں کھدوایا۔ تمام صحابہؓ نے تصدیق کی۔ (بخاری)

۸۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا، لوگو! تم جانتے ہو کہ رسول اللہؐ شہید مکہ (ایک پہاڑی) پر تھے ابو بکرؓ، عمرؓ اور میںؓ ساتھ تھے۔ وہ حرکت میں آگیا اور پتھر پستی کو گرنے لگے تو آپؐ نے فرمایا شہید ٹھہر جا، تجھ پر نبیؐ، صدیقؓ اور شہید کھڑے ہیں۔ سب نے کہا جی ہاں، اللہ گواہ ہے۔ تب عثمانؓ نے نعرہ تکبیر کہا۔ اللہ کی قسم انھوں نے بھی گواہی دے دی ہے کہ رب کعبہ کی قسم میں شہید ہوں، شہید ہوں، شہید ہوں۔ (ترمذی، نسائی، دارقطنی، مشکوٰۃ ص ۵۱۲)

۹۔ ابوسلمہ، عثمانؓ کے آزاد کردہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عثمانؓ سے پوشیدہ باتیں کر رہے تھے۔ آپ کا رنگ بدلتا جاتا تھا۔ جب محاصرہ کا دن آیا تو ہم کچھ کہہ کر کیا ہم لوگوں سے جنگ نہ کریں؟ تو فرمایا نہیں، مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد لیا تھا، میں اس پر خوب پکا ہوں۔ (مشکوٰۃ ص ۵۶۲)

۱۰۔ ابو ہریرہؓ محاصرہ کے دن، عثمانؓ کے پاس آئے تو خدا اور رسولؐ کی تعریف کے بعد فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، فرماتے تھے: تم جلدی میرے بعد ایک فتنہ دیکھو گے اور اختلاف یا فرمایا اختلاف اور فتنہ دیکھو گے۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ہمارا امیر کون ہوگا؟ یا ہمیں کس کی اتباع کا حکم دیتے ہو تو آپؐ نے فرمایا: علیکم بالامیر و اصحابہ و ہولیشیر الی عثمان تم پر لازم ہے کہ امیر المؤمنین اور اس کے ساتھیوں بذلک۔ (رواح البیہقی فی دلائل النبوة، مشکوٰۃ ۵۶۳) کی حمایت کرنا۔ اشارہ عثمانؓ کی طرف کیا۔

۱۱۔ بخاری و مسلم کی ایک طویل حدیث میں ہے:

کہ حضور ایک باغ میں تھے۔ ایک شخص نے دروازہ کھلویا۔ آپؐ نے فرمایا: کھول دو اور اسے جنت کی بشارت دو۔ اس مصیبت عظیم پر بھی جو اسے پہنچے گی۔ وہ حضرت عثمانؓ تھے۔ میں (ابو موسیٰ الاشعریؓ) نے حضور علیہ السلام کی یہ پیشین گوئی عثمانؓ کو بتائی تو انھوں نے الحمد للہ کہا اور فرمایا اللہ ہی مستعان ہے۔ (مشکوٰۃ ۵۶۳)

آثار صحابہ

۱۲۔ امام باقرؑ سے مروی ہے کہ عثمانؓ مکان میں محصور تھے انھوں نے علیؑ کو بلوایا تو منافقین علیؑ سے لپٹ گئے اور انھیں آنے سے روکا۔ علیؑ نے اپنے سر کے عامرہ کے بیچ کھول ڈالے اور کہا اے اللہ میں ان کے قتل سے خوش نہیں ہوں اور نہ میں اس کا حکم دیتا ہوں۔

(طبقات ابن سعد ص ۱۹ اردو)

مگر آج کا شیعہ علیؑ قتل عثمانؓ پر خوش بھی ہے اور قاتلوں کا طرف دار بھی۔

۱۳۔ ابن عباسؓ نے فرمایا اگر ساری مخلوق اس قتل میں شریک ہوتی تو قوم لوط کی طرح ان پر پتھر پڑتے۔

۱۴۔ حضرت سعید بن زیدؓ نے فرمایا لوگو! اگر تمھاری بد اعمالی کی سزائیں کوہ احد تم پر پھٹ پڑے تو بھی بجا ہے۔

۱۵۔ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا حضرت عثمانؓ کی شہادت سے وہ رخنہ پیدا ہو گیا ہے جسے پہاڑ بھی بند نہیں کر سکتا۔

۱۶۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا۔ آج عرب کی قوت کا خاتمہ ہو گیا۔

۱۷۔ شامہ بن عدی نے رو کر فرمایا آج رسول اللہؐ کی جانشینی کا خاتمہ ہو گیا۔ اب بادشاہت کا دور شروع ہوگا۔

۱۸۔ حضرت ابو ہریرہؓ حادثہ کا ذکر کر کے بار بار روتے تھے۔ زید بن ثابتؓ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔

۱۹۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں عثمانؓ دھلے ہوئے کپڑے کی مانند پاک و صاف گئے۔

۲۰۔ حضرت عمار بن یاسرؓ حضرت عثمانؓ کے مخالفین سے کہتے تھے کہ ہم نے ابن عفانؓ کے ہاتھوں پر بیعت کی تھی اور ان سے راضی تھے تم لوگوں نے ان کو شہید کیوں کیا۔ (تاریخ اسلام ندوی ص ۲۳۳)

۲۱۔ حضرت نائلہؓ زوجہ عثمانؓ نے کہا۔ رب کعبہ کی قسم جو دشمنو! تم نے عثمانؓ کو قتل کر کے بہت بڑا گناہ کیا ہے دیکھو تم نے اسے قتل کیا جو بڑے روزہ دار، بڑے نمازی تھے۔ ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ص ۱۹۶)

۲۲۔ عبدالرحمن مہدیؓ (مشہور محدث) نے کہا، اللہ کی قسم عثمانؓ مظلوم شہید کیے گئے۔

۲۳۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا تھا اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو اللہ کی قسم پھر تاقیامت نہ ایک ساتھ نماز پڑھو گے نہ ایک ساتھ جہاد کرو گے۔ (ابن سعد ص ۲۴)

س ۵۷۸: جب حضرت عثمانؓ کو قتل کیا گیا تو موقعہ کا گواہ کون تھا؟

ج: حضرت علیؑ کا پروردہ محمد بن اسحاق تھا۔ کیونکہ یہی سب سے پہلے تیرہ مصری غنڈوں کا جھگڑے کر حملہ آور ہوا، ڈاڑھی پکڑ لی۔ تو حضرت عثمانؓ نے کہا، بھتیجے تیرا باپ تو میری ڈاڑھی نہ پکڑتا پھر شرمناک پیچھے ہٹ گیا۔ کنانہ بن بشر بن عتاب، سودان بن حمران اور عمرو بن الحمق جو اس کے ساتھ گئے تھے۔ انھوں نے آپؑ کو شہید کیا۔ (طبری ص ۳۹۲، ص ۳۹۳)۔ دوسری نائلہؓ زوجہ عثمانؓ تھیں۔ جن کا ہاتھ کٹ گیا۔ تیسرا گواہ حضرت عمرؓ کا آزاد کردہ غلام وثاب تھا جسے دفاع میں دوزخم آئے تھے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے عثمانؓ کے کہنے پر اشتہر خنی کو بلوایا تھا، تو حضرت عثمانؓ نے اسے کہا تھا: اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو کبھی متحد نہ رہو گے، کبھی اکٹھے نماز نہ پڑھو گے، کبھی میرے بعد کفار و دشمنوں سے متحدہ جنگ نہ کرو گے۔ (طبری ص ۳۹۲)

ہ ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کے لیے

معلوم ہوا کہ اشتر نخعی سب قاتلوں کا لیڈر اور موقعہ کا گواہ تھا۔
سودان بن حمران نے خود قتل عثمان کا اقرار کیا۔ قد قتلنا ابن عفان۔ (طبری ص ۳۷۹)
مناسب ہے کہ شہادت کا حادثہ اور لوگوں کے امداد نہ کرنے کی وجہ پیش کی جائیں۔

حضرت عثمان ذوالنورین کی شہادت

تاریخ اسلام ندوی ص ۲۳، ص ۲۳ پر ہے:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق حضرت عثمانؓ کو اپنی شہادت کا پورا یقین تھا اور آپ صبر و استقامت کے ساتھ ہر وقت اس کے منتظر تھے۔ اس لیے باغیوں کی سرگرمی دیکھ کر آپ نے شہادت کی تیاری شروع کر دی۔ جمعہ کے دن سے روزہ رکھا۔ ایک پاجامہ جسے آپ نے پہلے کبھی نہ پہنا تھا، زیب تن کیا۔ غلام آزاد کیے اور کلام اللہ کھول کر اس کی تلاوت میں مصروف ہو گئے۔ اس وقت تک قصر خلافت کے پھاٹک پر حضرت امام حسن، حسین، عبداللہ بن زبیر، محمد بن طلحہ، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم اور بہت سے صاحبزادے باغیوں کوڑے کے ہونے تھے کچھ معمولی سا کشت و خون بھی ہوا جب انہیں اندر داخل ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو انہوں نے پھاٹک میں آگ لگا دی اور کچھ لوگ قصر خلافت کے متصل دوسرے مکانوں کے ذریعے سے اوپر چڑھ کر اندر داخل ہو گئے جہاں صرف آپ کی بیوی نانکہ پاس تھیں اور آپ تلاوت قرآن کر رہے تھے“

پہلی گستاخی تو محمد بن ابی بکر نے کی۔ مگر وہ باپ کا والہ سُن کر شرمایا اور پیچھے ہٹا۔ پھر بدعاشوں کا ایک گروہ اندر آیا جن کا سرغنہ عبدالرحمن بن عدیس، کنانہ بن بشیر، عمرو بن حمق، عمیر بن ضابی، سودان بن حمران، غافقی بن حرب تھے، غافقی بڑھ کر حملہ آور ہوا اور قرآن پاک کو پاؤں سے ٹھکرا کر پھینک دیا۔ کنانہ بن بشیر نے آتے ہی حضرت عثمان غنیؓ پر تلوار چلائی۔ ان کی بیوی نانکہ نے فوراً آگے بڑھ کر تلوار کو ہاتھ سے روکا۔ ان کی انگلیاں کٹ کر انگ جا پڑیں۔ دوسرے وار سے حضرت عثمانؓ کی زبان سے ”بسم اللہ توکلت علی اللہ“ نکلا اور خون کا فوارہ کلام اللہ پر جاری ہو گیا۔ اس کے بعد ہی عمرو بن الحمق نے سینہ پر چڑھ کر ریچھے سے ۹ وار کیے۔ سودان بن

حمران نے لپک کر شہید کر دیا۔ عمیر بن ضابی نے آگے بڑھ کر ٹھوکریں ماریں جس سے آپ کی پیلیاں ٹوٹ گئیں۔ وہ ہر ٹھوک لگا کر کہتا تھا کیوں تم نے میرے باپ کو (کسی فوج داری جرم میں) قید کیا تھا جو قید میں ہی مرا۔

خون کے قطرات قرآن شریف کی اس آیت پر گرے:

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ
الْعَلِيمُ۔ (پ ۱۶۷، ۱۶۸)
سننے والا جاننے والا ہے۔

گھر کے اندر یہ قیامت برپا ہو گئی کہ قائم الیل، صائم الدھر، جامع القرآن، قاری الکتاب خادم اسلام و کاتب الوحی، کابل سے مراکش تک کے فرمانروا کو بھوک و پیاس میں چالیس دن محاصرہ کے بعد اوباش غنڈوں نے بزور بولا انتہائی شقاوت اور دردناکی سے شہید کر دیا۔ مگر کوٹھے پر موجود لوگوں کو پتہ نہ چلا۔ بلوائیوں نے گھر کا سامان بھی لوٹ لیا۔ یہ حادثہ ۱۸ ذی الحجہ جمعہ کے دن ۳۵ھ کو رونما ہوا۔ جو اسلام کا سب سے اندوہناک اور سنگین حادثہ تھا۔ اس کے بعد امت مسلمہ سُنی، شیعہ، خارجی، ناصبی وغیرہ فرقوں اور فتنوں میں ایسے بیڑے بڑے کہ تاحال متحد نہ ہو سکی اور حضرت عثمانؓ، عبداللہ بن سلام، ابو ہریرہؓ کی پیشین گوئیاں پوری ہو گئیں۔

زوجہ عثمان بنت الفراء سے مروی ہے کہ عثمانؓ کسی قدر سو گئے، بیدار ہوئے تو کہا کہ یہ قوم مجھے قتل کرے گی۔ میں نے کہا امیر المومنین ہرگز نہیں، فرمایا کہ میں نے رسول اللہ اور ابوبکرؓ کو عذاب کو خواب میں دیکھا، انہوں نے فرمایا کہ تم آج شام کو روزہ ہمارے پاس افطار کرنا یا یہ فرمایا کہ تم آج روزہ ہمارے پاس افطار کرو گے (چنانچہ عصر کے وقت شہید ہو گئے) طبقات ابن سعد ص ۱۹۱

حضرت عثمانؓ اگر اپنا دفاع چاہتے تو آبائی سب لوگوں کو اپنی مدد سے روک دیا

اہل مدینہ کے تعاون سے ۵۰۰، ۱۰۰۰ باغیوں کو ختم کر سکتے تھے مگر جو ار رسولؐ میں قتل و قتال جائز نہ سمجھا، جان دے دی، مگر کلمہ گو، گومانف ہی تھے، لوگوں پر تلوار نہ چلائی، اپنے سب اصحاب، اہل مدینہ اور غلاموں کو منع کر دیا حضرت معاویہ اور مغیرہ بن شعبہؓ اپنے گورنروں کی امدادی پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ مولانا معین الدین ندوی نے کیا خوب لکھا ہے، آپ کے خلاف کتنا طوفان بہا ہوا۔ مخالفین نے رُو در رُو

گستاخیاں کیں لیکن اس پیکرِ علم نے سوائے صبر و تحمل کے کوئی جواب نہ دیا اگر آپ چاہتے تو باغیوں کے خون کی ندیاں بہہ جاتیں لیکن آپ نے جان دے دی مگر صبر و حلم کے جادہ مستقیم سے نہ ہٹے۔ (تاریخ اسلام ص ۲۲۳)

مختصراً چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں :

۱۔ اے مدینہ والو! تمہیں اللہ کے حوالے کرتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں کہ میرے بعد تمہیں اللہ اچھی خلافت دے اور اہل مدینہ کو لوٹ جانے کا حکم دیا اور دفاعی جنگ نہ لڑنے پر ان سے قسم لی اور تو سب واپس ہو گئے مگر حسن، محمد، ابن زبیر اور ان جیسے نوجوان اپنے آباء کے حکم سے دروازے کی پاسبانی کرنے لگے۔ حضرت عثمانؓ گھر میں نظر بند ہو کر بیٹھ گئے۔ (طبری ص ۳۸۵)

۲۔ بلوائیوں سے کہا تھا، میں سر دے دوں گا لیکن خدا کی بخشی ہوئی خلافت کو نہ چھوڑوں گا۔ تم کو کسی سے مقابلہ اور جنگ کی ضرورت نہیں اس لیے کہ میں کسی کو تم سے لڑنے کی اجازت نہ دوں گا جو ایسا کرے گا وہ میرے حکم کے خلاف کرے گا۔ اگر میں جنگ ہی کرنا چاہتا تو میرے حکم پر ہر طرف سے فوجوں کا ہجوم ہو جاتا یا میں خود کسی مقام پر چلا جاتا۔ (طبری ص ۳۸۷)

یہاں سے پتہ چلا کہ طبری میں جو یہ روایت ہے کہ عثمانؓ خفیہ طور پر جنگ کی تیاری میں تھے۔ فوجیں بلوا بھیجی تھیں۔ دشمنوں کی بنائی ہوئی جھوٹی بات ہے۔ اہل مدینہ آپ کی مدد کو کافی تھے۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے عثمانؓ غنیؓ کے دروازے پر موجود رہ کر بلوائیوں کا مقابلہ کیا لیکن ان کو حضرت عثمانؓ نے امیر الحاج بنا کر باصرار مکرر روانہ کیا۔

۴۔ حسن بن علیؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، محمد بن طلحہؓ، سعید بن العاصؓ نے دروازہ کھولنے سے بلوائیوں کو روکا اور لڑکر ان کو پیچھے ہٹا دیا لیکن حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں کو قسمیں دے کر لڑنے سے روکا اور گھر کے اندر بلالیا۔

۵۔ جب بلوائی اندر گھس آئے تھے تو اپنے غلاموں وغیرہ حاضرین سے کہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عہد مجھ سے کیا ہے میں اس عہد پر قائم ہوں، تم ہرگز ان بلوائیوں کا مقابلہ اور ان سے قتال بالکل نہ کرو۔ وغیرہ بنی الاغصؓ یہ حالت دیکھ کر تاب نہ لاسکے۔ چند ہمراہیوں کو لے کر مقابلہ پر آئے اور لڑکر شہید ہوئے اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ بھی یہ کہتے

ہوئے یَقُومُ مَا لِي اَذْعُو لَكُمْ اِلَى النَّجْوَةِ وَتَدْعُوْنِي اِلَى النَّارِ۔ بلوائیوں پر ٹوٹ پڑے مگر حضرت عثمانؓ نے باصرار ابوہریرہؓ کو واپس بلوایا اور لڑائی سے باز رہنے کا حکم دیا۔ (تاریخ اسلام از اکبر شاہ نجیب آبادی ص ۳۶۵)

۶۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے مدد دینا چاہی۔ انصار نے آکر کہا۔ ہم آج دوبارہ آپ کے لیے انصار بننے ہیں مگر سب کو حضرت عثمانؓ نے روک دیا۔ اپنے غلاموں کو بھی قسیمہ روک دیا۔ از خود لڑکر ایک شہید ہوا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے عرض کیا قہر خلافت میں ہم لوگوں کی غمی تعداد ہے۔ اجازت ہو تو میں جان بازی کے جوہر دکھاؤں فرمایا خدا کی قسم دلاتا ہوں کہ میرے لیے خوزیری نہ کی جائے۔ (ابن سعد ص ۴۹)

س ۵۷۹: کیا مقدر قتل عثمانؓ خلیفہ وقت کی عدالت میں وارثوں نے پیش کیا؟

رج: خلیفہ وقت اور سربراہ مملکت کے قتل کا وارث و دعویٰ دار، اس کا جانشین اور حاکم مملکت ہی ہوتا ہے۔ جمہوری حکومتوں کا اصول یہی ہے۔ صرف وارث و اقارب ہی دعویٰ اٹھانے ہوتے۔ یہاں اشتراک یعنی جیسے مفسد کی قیادت میں آپ کے وارثوں اور اموی رشتہ داروں کو تشدد اور دھمکیوں سے مدینہ سے در بدر کر دیا گیا تھا۔ عملدار راج بلوائیوں کا تھا۔ کوئی وارث کس طرح آزادانہ بلوائیوں کے خلاف مقدمہ پیش کر سکتا تھا کہ اس کی جان محفوظ رہ سکتی۔ حضرت طلحہؓ، زبیرؓ اور دیگر شرفاء مدینہ نے حضرت علیؓ سے اجراء حدود اور قصاص کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا جو تم کہتے ہو میں اس سے غافل نہیں مگر مجھے قوت کہاں ہے کہ قصاص لوں۔ وہ ہمارے مالک بنے ہوئے ہیں۔ ہم ان کے مالک نہیں ہیں۔ ان کے غلام بھی ان کے ساتھ اٹھ کھڑے ہیں جو تم کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ (نیج البلاغہ و تاریخ طبری ص ۴۳)

تاہم حضرت عائشہؓ نے حضرت علیؓ کی خدمت میں یہ مقدمہ پیش کر کے اپنی ذمہ داری پوری کر دی اب اس پر عمل درآمد کرنا یا نہ کر سنا حکومت وقت کی ذمہ داری تھی۔

تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۱۲۴ کا بیان ملاحظہ ہو :

مروان اور حضرت عثمانؓ کی اولاد تو بھاگ گئی تھی۔ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کی بیوی کے پاس آئے اور پوچھا عثمانؓ کو کس نے قتل کیا۔ اس نے کہا میں یقینی نہیں جانتی۔ دو

شخص اندر آئے جن کو میں نہیں جانتی تھی۔ ان کے ساتھ محمد بن ابی بکر تھا۔ پھر اس نے تفصیلی واقعہ شہادت ذکر کیا جو کچھ محمد بن ابی بکر اور قاتلوں نے کیا تھا۔ حضرت علیؑ نے محمد کو بلا کر پوچھا۔ اس نے کہا اللہ کی قسم عورت نے جھوٹ نہیں کہا۔ میں قتل کے ارادے ہی اندر گیا تھا۔ عثمانؓ نے میرے باپ کا نام لیا میں ہٹ آیا اور اللہ کے سامنے رجوع کرتا ہوں۔ بخدا میں نے نہ قتل کیا، نہ قتل سے روکا۔ نائلہؓ نے کہا اس نے سچ کہا ہے، لیکن اسی نے ان کو اندر داخل کیا تھا۔ اب جب حضرت نائلہؓ کی شہادت اور محمد کے اقرار سے اس کا شریک قتل ہونا معلوم ہو چکا، تو بلی محمد ہی کے تھیلے میں تھی۔ تمام قاتلوں کو وہ بخوبی جانتا تھا۔ حضرت علیؑ کا معتمد اور پروردہ بھی تھا۔ اسی سے سب کچھ پوچھا جاسکتا تھا۔

س ۵۸۰: اگر مقدمہ پیش ہوا تو حکومت نے کیا قدم اٹھایا؟
ج: رشتہ دار تو مقدمہ اور گواہی پیش کر کے بری ہو گئے۔ اب تحقیق اور قاتلوں کی گرفتاری حکومت کا ہی کام تھا ہم اہل سنت تو مہربان ہیں۔

عمر رموز مملکت خسرواں ہی دانستہ

س ۵۸۱: کیا کوئی ضعیف سی شہادت بھی ملی کہ کس نے عثمانؓ کے خون سے ہاتھ رنگے؟
ج: ہاں ۵۷۸ کے تحت حادثہ قتل، مجرموں کی کارروائی ان کا اقرار ہم کتب تاریخ سے لکھ چکے ہیں یہاں محمد اقرار کر رہا ہے اور نائلہؓ کی تکذیب نہیں کرتا، تصدیق کر رہا ہے تو خون سے ہاتھ رنگوانے والا جب مل گیا، تو رنگنے والے ہاتھ بھی سی ملائے گا۔ بشرطیکہ اس سے حکومت وقت کے مشیر پوچھیں۔

س ۵۸۲: کیا کسی تاریخ سے ثابت ہو سکتا ہے کہ محمد بن ابی بکر نے عثمانؓ کو قتل کیا؟
ج: چور کی ڈاڑھی میں تنکا، خود ہی اپنے خیال میں مجرم کو اقرار کرانے سامنے لا رہے ہیں۔ اگرچہ کتب تاریخ میں محمد کا عثمانؓ کی ڈاڑھی پکڑنا، پھر شرمانا اور واپس ہو جانا لکھا ہے تاہم جن تیرہ غنڈوں کو لے کر آیا تھا اور انھوں نے حضرت عثمانؓ کو بیدردی سے شہید کیا ان کے نام تاریخ میں محفوظ ہیں اور چھ نام ہم لکھ چکے ہیں۔ ۱۔ عبدالرحمن بن عیسٰی، ۲۔ کنانہ بن بشر، ۳۔ عمرو بن حمق، ۴۔ حمیر بن ضابی، ۵۔ سودان بن حمران، ۶۔ غافقی بن حرب،

۷۔ ایک کانام ابن النباغ تھا۔ (طبری)۔ رومان بن سرحان، جبیلہ بن الایہم، اسود نجیبی، یسار بن عیاض کانام قاتلوں میں (ریاض النظر ص ۱۴۲) پر لکھا ہے۔ محمد بن ابی بکر کو سب معلوم تھے۔ اگر وہ دراصل حضرت علیؑ کا ذرہ بھی ہمدرد و خیر خواہ ہوتا اور اس سے تحقیق کی جاتی تو وہ ان چھ لوگوں کے نام بتا کر گرفتار کر دیتا تو حضرت علیؑ کی حکومت مستحکم ہو جاتی اور تمام مصائب کے پہاڑ ٹل جاتے لیکن۔ عر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

تاریخ طبری ص ۳۲۲ میں ہے وجاء محمد بن ابی بکر و ثلاثہ عشر حتی انتہی الی عثمان فاخذ بلحیثہ۔ کہ محمد بن ابی بکر ۱۳ غنڈے لے کر حضرت عثمانؓ تک آپہنچا اور ڈاڑھی پکڑ لی اور کہنے لگا۔ تجھے معاویہؓ، ابن عامر اور تیرے لشکر کچھ کام نہ آئے۔ عثمانؓ نے کہا بھتیجے میری ڈاڑھی چھوڑ دے۔ راوی (وثاب مولیٰ عمرؓ) کا بیان ہے میں نے دیکھا کہ اس نے حملہ آوروں سے ایک خاص آدمی کو بلایا۔ اس نے تلوار حضرت عثمانؓ کے سر پر ماری میں نے کہا ٹھہرو، اس نے کہا اس پر چھپو۔ تا آنکہ حضرت عثمانؓ کو انھوں نے شہید کر دیا۔ دپلے گزر چکا ہے کہ اس راوی کو بھی دوزخم آئے تھے۔

اشتر نخعی کی حضرت عثمانؓ سے گستاخانہ گفتگو اور محمد بن ابی بکر کا ۱۳ افراد کو لانا اور ان کا آپ کو شہید کرنا۔ (طبقات ابن سعد ص ۱۹۲ اردو پر بھی دیکھئے۔)
س ۵۸۳: کیا حضرت عثمانؓ کا قتل اجتہادی غلطی نہیں ہو سکتی؟

ج: نہیں، کیونکہ وہ تو طلب مواب میں چوک جانے کا نام ہے۔ یہاں تو ابن سبار یہودی کی مستقل سازش تھی کہ مسلمانوں سے ایک گروہ تیار کر کے عثمانؓ کو شہید کر دیا جائے اور وہ آپس میں لڑتے رہیں۔ پھر اسی گروہ نے حمل و صفیں برپا کر کرطلہ و زبیرؓ کو شہید کیا۔ اسی نے خارجی بن کر حضرت علیؑ سے جنگ کی پھر اسی گروہ والے ابن ملجم نے حضرت علیؑ کو شہید کیا پھر اسی نے حضرت حسنؓ کی مصالحت بامعاویہؓ کو ناپسند کر کے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ پھر اسی نے یزید کی حکومت اُلٹنے کے لیے حضرت امام حسینؓ کو جھوٹے خطوط لکھ کر بلایا۔ پھر فداری سے شہید کر دیا۔ اگر آپ قتل عثمانؓ کو اجتہادی غلطی کہتے ہیں تو ان تمام ہستیوں کے قتل کو بھی اجتہادی خطا مانئے۔ ہم تو ان سب بزرگوں کے قاتلوں کو ایک ہی شیعہ کہہ دیتے ہیں،

اللہ کا دشمن، مسلمانوں کا دشمن اور منافق سمجھے ہیں۔ (لعنة الله علیہما اجمعین۔)

س ۵۸۴: موجود اصحاب عشرہ مبشرہ میں سے ایک نام بتائیں جو عثمانؓ سے متفق رہا ہو اور اس کا حضرت صاحبؓ سے تنازعہ کسی وقت نہ ہوا ہو۔

ج: یہ مخالفانہ افواہیں دشمنوں کی پیداوار ہیں کوئی صحیح سند سے ثابت نہیں۔ حضرت عبدالرحمن عوفؓ مخالف ہوتے تو وہی کا بدینہ کو پھر بلا کر معزولی کا فیصلہ کرتے۔ حضرت علیؓ دشمن ہوتے تو امداد نہ کرتے اور پھر قتل سے برأت نہ کرتے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور سعید بن زیدؓ کی طرف تو تنازعہ کی نسبت ہی نہیں ہے بلکہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے لوگوں کو امداد کے لیے ابھارا۔ (طبری ص ۳۷۴) حضرت طلحہ و زبیرؓ مخالف تھے تو بیٹوں سے پہرہ نہ دلاتے۔

اگر ہم آپ سے پوچھیں کہ حضرت علیؓ کی بیعت کن کن لوگوں نے کی تھی اور پھر آخر تک کون کون سا ساتھ رہا تو اس کا جواب آپ کو ہنگام پڑے گا۔ خاموشی ہی بہتر ہے۔

س ۵۸۵: بلوایوں کا مطالبہ کیا تھا؟

ج: خلافت سے دستبرداری یا شاہوت۔ دوسرا مطالبہ پورا کر دیا۔

س ۵۸۶: سواحینہ کے محاصرہ میں معاویہؓ نے کیا امداد کی؟

ج: اولاً۔ لشکر بھیجنے کو کہا، مگر حضرت عثمانؓ نے منظور نہ کیا۔ ساتھ لے جانے کو کہا مگر آپ نے جوار رسولؐ کو نہ چھوڑا۔ پھر از خود لشکر بھیجا تھا۔ مگر اس کے پہنچنے سے قبل ہی آپ شہید کیے جا چکے تھے۔ طبری ص ۳۶۸ پر ہے کہ معاویہؓ نے یزید بن اسد بن کرز اور دیگر اہل شام کو لکھا۔ کہ امداد کر سکتے ہو تو جلدی کرو کیونکہ قوم کو جلدی ضرورت ہے یزید بن اسد نے خط پڑھا خدا کی حمد و ثناء کے بعد حضرت عثمانؓ کا تذکرہ کیا۔ بڑا حق جانا اور مدد پر لوگوں کو ابھارا اور چلنے کا حکم دیا تو بہت سے لوگ تابعدار ہو کر چل پڑے۔ جب اادی القرنی تک پہنچے تھے تو ان کو حضرت عثمانؓ کی شہادت کی اطلاع ملی، تو واپس پلٹ آئے۔

س ۵۸۷: بی بی عائشہؓ نے کیوں فرمایا کہ عثمانؓ کا فر ہو گیا ہے۔

ج: ایسی کوئی عبارت مسند احمد میں نہیں ہے۔ بہتان محض ہے۔

س ۵۸۸: حضرت عثمانؓ نے مکان کے روشن دان سے امداد علیؓ کیوں طلب

کی جب کہ علیؓ موجود نہیں تھے اور علیؓ سے مدد مانگنا آپ گناہ سمجھتے ہیں۔

ج: حضرت علیؓ آتے جاتے تھے تو ایک دوست دوسرے کی ہمدردی میں جو کر گزرتا تھا کرتا تھا۔ ایک دفعہ پانی طلب کیا کیونکہ چالیس دن کے محاصرہ میں بلوایوں نے پانی بند کر دیا تھا تو حضرت علیؓ مشکیزے بھر کر لائے تو بلوایوں نے آگے نہ پہنچنے دیا ناکام واپس آگئے۔ حاضر شخص سے یا غائب سے بواسطہ قاصد و خط ایسے اسباب کے تحت امداد و نصرت مانگنا گناہ نہیں بلکہ شرعاً تعاد و تواضع علی البیروالتقویٰ کے تحت درست ہے۔ ہاں غائبانہ بلا اسباب ظاہری ان کو مدد کے لیے پکارنا جیسے شیعہ اٹھتے بیٹھتے ”یا علی مشکل کشا“ و ”مدد“ کہتے ہیں۔ گناہ اور شرک ہے۔ اور ابن سبا یہودی نے ایجاد کیا تھا۔ حضرت علیؓ نے ایسے افراد کو جلا دیا تھا۔

س ۵۸۹: عثمانؓ کی پیاس کس نے بجھائی؟

ج: دیگر مومنین کی طرح حضرت علیؓ نے بھی پانی اندر پہنچایا۔

س ۵۹۰: امام حسنؓ کس کی حفاظت میں زخمی ہوئے؟

ج: اپنے محترم خسر امیر المومنین عثمانؓ کے دفاع میں، ذرا غور فرمائیں، یہی دونوں باپیں حضرت عثمانؓ کو برحق۔ بلوایوں کو بر باطل اور شیعہ مذہب کو بھڑاتا رہی ہیں۔

س ۵۹۱: حضرت عثمانؓ کی لاش کو کس نے غسل دیا؟

ج: شہید تھے، شہید کا غسل و کفن اسلام میں نہیں ہوتا۔ شاید شیعہ مذہب میں ہو۔

س ۵۹۲: جنازہ کس صحابی نے پڑھایا، کہاں پڑھا گیا، کتنے شرکار تھے؟

ج: حضرت جبیر بن مطعمؓ یا حضرت زبیر بن العوامؓ نے پڑھا۔ جنت البقیع میں عشار کے وقت، افراد نے جنازہ میں شرکت کی۔ طبقات ابن سعد ص ۱۹۹ پر ہے کہ جبیر بن مطعمؓ نے عثمانؓ پر سولہ آدمیوں کے ہمراہ نماز پڑھی جو مع جبیرؓ سرہ تھے۔ دوسری روایت میں ہے وہ لوگ جنازہ لے کر بقیع پہنچے، جبیر بن مطعمؓ نے نماز پڑھائی۔ ان کے پیچھے حکیم بن حزام، ابوجہم بن حذیفہ، نیار بن مکرم الاسلمی (دو غیر مرد) اور عثمانؓ کی دو بیویاں نائیلہ بنت الفرافضہ اور ام البنین بنت عیینہ تھیں۔ قبر میں نیار بن مکرم، ابوجہم بن حذیفہ اور جبیر بن مطعمؓ اترے۔ حکیم بن حزام، ام البنین اور نائیلہؓ لوگوں کو قبر کا راستہ بتا رہی تھیں۔ انہوں نے لحد بنائی اور

آپ کو دفن دیا۔ زیارت کے بعد سب متفرق ہو گئے۔ (ابن سعد ص ۱۹۹)

س ۵۹۳: حضرت عثمانؓ کو کہاں دفن کیا گیا؟

ج: جنت البقیع کے حصہ، حش کوکب میں۔

س ۵۹۴: قتل کے کتنے دن بعد دفن ہوئے، کیا لاش صحیح و سالم تھی؟

ج: نیار بن کرم کا بیان ہے کہ ہم نے (قتل کے دن) شب شنبہ مغرب و عشاء کے درمیان جنازہ اٹھایا تھا۔ تدفین اسی رات کو ہوئی تھی۔ بالفرض لیٹ بھی ہوتی تو لاش کو کچھ خطرہ نہ تھا۔ شہدار کے اجہام قبور میں بھی صحیح و سالم ہوتے ہیں۔

س ۵۹۵: حش کوکب کیا مقام تھا وہ کس مقصد کے لیے مشہور تھا؟

ج: حش کا معنی باغ اور کوکب ایک انصاری کا نام تھا۔ حضرت عثمانؓ نے اس سے یہ باغ خرید کر جنت البقیع میں شامل کر دیا۔ سب سے پہلی قبر آپ کی ہی اس میں بنی۔

(ریاض النضرہ ص ۱۴۳)

مالک بن ابی عامر کہتے ہیں لوگ آرزو کرتے کہ ان کی میتیں حش کوکب میں دفن کی جائیں عثمانؓ فرمایا کرتے تھے کہ عنقریب ایک مرد صالح وفات پائے گا، یہاں دفن کیا جائے گا لوگ اس کی پیروی کریں گے۔ (ابن سعد ص ۱۹۸)

حضرت عثمانؓ فی النورین کو حضرت علیؓ نے فرمایا

(اے عثمانؓ!) میں کوئی ایسی بات نہیں جانتا جس کی تمہیں خبر نہ ہو، نہ ایسی بات بتاتا ہوں جو آپؓ جانتے ہوں۔ حق جیسے ہم نے دیکھا تم نے بھی دیکھا۔ جیسے ہم نے سنا تم نے بھی سنا۔ جیسے ہم نے رسول اللہؐ کی صحبت کا شرف پایا تم نے بھی پایا۔ حق پر عمل کرنے کی ذمہ داری حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ پر تم سے زیادہ نہ تھی۔ تم رشتہ داری اور محرم ہونے میں ان سے زیادہ رسول اللہؐ کے قریبی ہو۔ تم نے رسول اللہؐ کی وادائی کا وہ شرف پایا ہے جو وہ نہ پاسکے۔ (بخاری ص ۲۹۴ مترجم)

مطالعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

س ۵۹۶: آپ کے دو دوستوں میں سے معتمد کون ہے؟ ایک غیر جانبدار ہے، والہانہ محبت کرتا ہے، مگر دشمنوں کو بھی بہ دل و جان چاہتا ہے۔ اختلافات کے موقع پر خاموش رہتا ہے۔ . . . دوسرا حقیقی محبت کا دعویٰ دار ہے۔ آپ کے دوستوں کو دوست اور دشمنوں کو دشمن سمجھتا ہے اور تمام رشتے منقطع کرتا ہے؟

ج: بقول آپ کے "فرض کریں" ایک فرضی غیر واقعی مثال ہے۔ حقیقتہً حضرت علیؓ و اہلبیتؓ کے ایسے کوئی دشمن نہ تھے اور نہ ایسے دوستوں کا دعویٰ محبت معتبر ہے جو عین موقع پر تو غداری کریں بدعائیں لیں۔ بین و ماتم اور فسق و معصیت ان کے مقدر میں آجائے۔ مگر جب آخری امام ان کے ہی خوف سے، ۳۱۳ مومنوں کی انتظاریں، غارِ سرمن راہی کے وینگ روم میں چلا جائے، تو یہ فرضی عشق و محبت کے دعوے دار بحر اپنے سب اہل اسلام کو اہل بیتؓ کا دشمن سمجھیں اور اہل بیتؓ کو سب مسلمانوں کا دشمن سمجھیں پھر ہر مسلمان سے تبرا کریں اور رشتے منقطع کر لیں۔ تفصیل کسی موقع پر آجائے گی۔ ہم تو اسی کو معتمد سمجھتے ہیں جو خود کو ان کا ادنیٰ خادم سمجھتا ہے۔ عملاً اتباع کرتا ہے ان کی شخصیت کے محاسن اور شریفانہ کمالات بیان کرتا ہے اور اس خاندان و گروہ کے ذاتی معاملات میں دخل دے کر ایک کو اچھا اور دوسرے کو بُرا نہیں بتاتا۔ تو اہل سنت کی مثال یوں سمجھیے کہ پانچ بھائیوں کو وہ انتہائی معزز شریف جانتے ہیں ان کے باہمی اختلافات میں فریق نہیں بنتے جب کہ ایک گروہ کہتا پھر تا ہے پانچ میں سے صرف ایک علالی شریف اور معزز ہے باقی چار معاذ اللہ عوامی اور بُرے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان پانچ بھائیوں کا باپ پہلے ہی گروہ کو اپنا اور بیٹوں کا دوست و خیر خواہ سمجھے گا اور دوسرے گروہ کو اپنا اور اپنے خاندان کا بدترین دشمن سمجھے گا کیونکہ صرف ایک کو علالی اور اچھا ماننا سب خاندان کی عزت پر بدترین حملہ ہے۔

س ۵۹۷: آپ کا یہ دوست آپ کے محبوب اعزہ سے دشمنی رکھتا ہے تو ایسے شخص کی محبت کا کیا معیار ہے جو آپ ہی کے خون اور خاندان کا عدو مطلق ہے؟

ج: بحمد اللہ اہل سنت یا ان کے اکابر صحابہ حضرت رسولؐ اور خاندان رسولؐ کے تابعدار دوست تھے شیعوں کی طرح فرضی عاشق نہ تھے کہ آپ کی تمام روحانی اولاد کو کافر مرتد بنا کر ان سے دشمنی رکھیں۔ فرضی دشمن بنا کر خاندان کو ان سے جلاڑائیں بھران کو بے یار و مددگار چھوڑ دیں۔

خاندان کے ہزاروں لاکھوں افراد میں سے صرف تیرہ سے محبت کا دعویٰ کریں باقی تمام اقارب رسولؐ سے، اور اپنے محبوبوں کے بھائیوں، رشتہ داروں، دوستوں، بزرگوں سبھی سے دشمنی اور تبرے کریں، پہلے کا معیار محبت درست ہے۔ دوسرے کا خالص معاندانہ اور نظامہ منافقانہ ہے۔

س ۵۹۸: کیا دشمن اہل بیت رسولؐ پاک باز صحابی ہو سکتا ہے؟

ج: ہم صحابی اور پاک باز کہتے ہی اسے ہیں جو پورے اسلام کو ماننے کے ساتھ خاندان رسولؐ سے بھی عقیدت و محبت رکھے ان کے واقعی مرتبے اور کمالات کا منکر نہ ہو۔

س ۵۹۹: اگر ہو سکتا ہے تو پھر کیوں کہتے ہو جو اہل بیتؑ کا دشمن ہو وہ سنی نہیں؟

ج: ہم سچ کہتے ہیں جو تمام اہل بیتؑ یا خاندان رسالتؑ کا منکر یا مبغض ہے وہ

سنی نہیں نہ مسلمان ہے ہم اسی وجہ سے تو شیعوں سے دشمنی رکھتے ہیں۔

س ۶۰۰: اگر نہیں ہو سکتا تو پھر معاویہ بن ابوسفیانؓ مخلص صحابی کیسے ہوا؟ کیا اس

نے حضرت علیؑ کے خلاف بغاوت نہیں کی؟ امام حسنؓ کو قتل نہیں کروایا؟

ج: اب آپ اصل روپ میں سامنے آتے ہیں، غور سے بسمع انصاف سنیے:

حضرت امیر معاویہؓ اور آپ کے والد وغیرہ مکہ مکرمہ میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

اسلام پہلی دشمنی اور گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ تَابًا وَآمَنًا وَعَمِلَ عَمَلًا

مُتَحَابًّا فَأَوْكِلْكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِكَ خَيْرًا حَسَنًا)۔ (الفرقان) تاریخ بتاتی

ہے کہ حضورؐ نے اس خاندان کا نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ اعتماد کر کے کئی عہدے بھی سونپے اسی

سنت نبویؐ کے تحت حضرت ابوبکرؓ نے پھر عمرؓ نے پھر عثمانؓ نے ان کو عہدوں پر برقرار رکھا اور

ان کی سیاسی بصیرت، خدمات و لیاقت سے فائدہ اٹھاتے رہے۔ اگر کبھی بنو ہاشم کو غیروں

کے مقابل اپنی تائید و حمایت کی ضرورت پڑی تو ابوسفیانؓ نے، آپ کے بیٹوں نے اسی طرح حضرت طلحہؓ و زبیرؓ نے علیؓ و بنو ہاشم کی تائید کی۔ ذرا اس ذہن سے تاریخ کو کھنگالیے۔ یہاں میں ایک ایک لاکھ روپیہ محرم کی فیس لے کر مجلس پڑھنے والے اور متعہ خانے آباد رکھنے والے فریبطن جنادری مجتہد صاحبان سے یہ پوچھتا ہوں کہ وہ سنہ ۳۵ سے سنہ ۳۵ تک کسی تاریخ سے کوئی حوالہ تو نکال کر دکھائیں کہ معاویہؓ وغیرہ نے اہل بیتؑ سے یہ دشمنی کی، یہ نقصان پہنچایا۔ یہ ان کی کردار کشی کی وغیرہ۔

اگر ایسا کچھ بھی نہیں مل سکتا تو پھر میں با ادب ہو کر یہ پوچھنے کی جسارت کرتا ہوں کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قلمدان خلافت ہاتھ میں لیتے ہی حضرت امیر معاویہؓ اور دیگر عمالانہ عثمانی کو، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ، ابن عباسؓ، حضرت حسنؓ وغیرہ کے مشوروں کے خلاف کیوں معزول کر دیا۔ آخر ان کے جرائم یا عوامی شکایات وغیرہ کیا تھیں؟ تاریخ سے کچھ تو نشانہ ہی کیجئے، مجز اس کے کہ بنو ہاشم و بنو امیہ کی اسلام سے پہلے جاہلی دشمنی تھی۔ اسلام نے اسے مٹا کر بھائی بھائی بنا دیا۔ حضورؐ نے اپنی تین صاحبزادیاں امویوں کو دیں اور ان کے ہر فرد کا دیگر قبائل کی طرح ایمان و اسلام قبول کیا۔ اب ابن سبا یہودی نے اس منہ دل زخم کو پھر چیرا قابت بنا کر ہاشمی و اموی دو دھڑے بنا دیئے۔ انقلاب و شورش کے ذریعے حضرت عثمانؓ اموی کو مظلومانہ شہید کیا حتیٰ کہ ان کے تمام افسران و عمالانہ بلا جرم بلیک لسٹ میں آ گئے۔

اب ہم جس تاریخ کو کھولتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ قاتلین عثمانؓ تو دندناتے پھرتے ہیں تو اہل مدینہ کے بڑے بڑے شرفاء کو تلواروں کے سائے میں گھسیٹ کر لاتے اور جبراً بیعت کر رہے ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ کو معزول نہ کرنے کے ہر مشورہ کو حضرت شیر خداؓ رد کر دیتے ہیں اور فرماتے ہیں اس کے لیے تلوار کے سوا میرے پاس کچھ نہیں ہے اور شام پر حملہ کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ خلاصہ ہے، تاریخ کے ان حوالہ جات کا جن کا جمع کرنا، ہم بے ادبی اور موجب طوالت سمجھتے ہیں۔ جو چاہے وہ طبری ج ۴، ص ۴۴۱، ۴۴۰، ۴۲۹، ۴۳۵، ۴۳۷، ۴۳۸، ۲۴۸، ۲۴۹ اور تاریخ اسلام نجیب آبادی ج ۱، ص ۳۸۱ سے ص ۳۸۷ کو پڑھ دیکھے۔

یہ چند حضرات کا بیعت سے کترانا بلوائیوں کے عمل و دخل کی وجہ سے تھا ورنہ وہ اگر اپنے شرور کو واپس ہوجاتے یا غیر جانبدار رہتے یا حضرت علیؑ کے قابو میں آجاتے تو کوئی مسلمان حضرت علیؑ سے اختلاف کرتا سب بڑا بیعت کر لیتے۔

اب آپ سوچئے ! ایک شخص کا چچا زاد بھائی بے دردی سے شہید ہو چکا ہے۔ تمام ورثہ جان بچا کر اس کے پاس آچھپے ہیں وہ بدستور خلیفہ مرحوم کا مقررہ عامل اور اہل شام کا محبوب حاکم ہے اب اس پر حملہ ہونے والا ہے۔ قاتلوں کی مفسدانہ طاقت اور حضرت علیؑ کی بے بسی اس کے سامنے ہے وہ اگر معزولی کا خط قبول نہیں کرتا بلکہ یہ شرط لگا دیتا ہے کہ تب بیعت اور تعمیل حکم کروں گا کہ قاتلوں سے بدلہ لو، خود نہیں لے سکتے تو ہمارے حوالے کرو، ہم خود لے لیں گے۔ (طبری و کتب تاریخ)۔ کیا شریعت میں ولی الدم کو اس مطالبہ کا حق نہیں؟ خدا کا فرمان ہے: وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لَوْلِيٍّ مِّنْهُ سُلْطَانًا۔ (پ۔ القرآن) پانے کا حق حاصل ہے۔

اگر حق ہے مگر حق ملنے کے بجائے اس پر چڑھائی ہوتی ہے تو کیا وہ دفاع کا حق نہیں رکھتا پھر اس مجبور اپنے ہی فتوہ صوبہ اور گھر میں دفاعی اقدام کو بغاوت شرعی کیسے کہہ دیا جائے۔ حالانکہ وہ بیعت کر چکنے کے بعد باطل مقصد کے لیے خلیفہ وقت پر چڑھائی کا نام ہے۔ غورچی سائوں نے لکھا ہے کہ اس میں وہ اشکال ہے جس کی وجہ سے ہم حضرت علیؑ کی طرح حضرت معاویہؓ کو بھی اپنے دفاعی اقدام میں مجبور و معذور اور صاحب دلیل مانتے ہیں۔ ہمارے بعض علماء نے اس پر کو بغاوت کا لفظ بولا ہے مگر درحقیقت اس کا ترجمہ طلب قصاص عثمانؓ نہیں کرنا ہو گا کیونکہ بغاوت بغی کا معنی طلب و خواہش کرنا ہے۔ اور یہی اجتہاد تھا جسے خوار تو کہا جاسکتا ہے مگر معصیت اور باطل پرستی نہیں ہے اور اسی بنا پر ہم اہل سنت مشاہیر اصحاب میں یکجہ نبوی خاموش ہیں۔ اگر سائل اس جواب سے مطمئن نہیں تو ہم مناظرانہ رنگ میں کہتے ہیں: کہ حضرت علیؑ نے عمالان عثمانی اور امیر معاویہؓ کے خلاف یہ تیزی اور چڑھائی کیا ابو یوں کے خلاف ہاشمی جذبہ دشمنی سے کی؟ تو یہ بالکل غلط اور حضرت علیؑ کے تقویٰ و ایمان کے خلاف ہے مگر شیعہ ہی باور کراتے ہیں، یا بلوائیوں کے زور اور خواہش کے دباؤ میں آکر کی جیسے تاریخ میں صراحت ہے کہ وہ شور مچا کر کہتے ہم سب قاتل عثمانؓ ہیں، معاویہؓ بدلہ لے لے اور اسی میں ان کا تحفظ تھا تو حضرت معاویہؓ کو یہ حکم نہ ماننا اور خود تیاری کرنا مناسب اور عقلی تقاضا تھا۔ حضرت حسنؑ کو قتل کرانے کا الزام بالکل جھوٹ ہے۔ زہر خورانی کا اضافہ سب سے پہلے چوتھی صدی شیعہ مورخ مسعودی نے گھڑ کر رکھا ہے

بعد کے مؤرخین نے اندھا دھند نقل شروع کر دی۔ ورنہ امیر معاویہؓ کی حضرت حسنؑ نے بیعت کی تھی۔ سالانہ دورے پر دمشق آتے تو لاکھوں درہم عطایا وصول کر کے لے جاتے۔ (یروالجات ہمارے لیے نظیر رسالہ "شیعہ حضرات سے ایک سوالات" ص ۴ پر دیکھئے) اور احتجاج طبری ص ۲۹۸ اپنے محسن و دوست کو زہر کون دیتا ہے۔ پھر بیعت شکنی اور مخالفت پر تو پہلے ایک دو سال شیعان کو ذاکر اساتے تھے تو اس وقت زہر دی جاتی۔ ۹ سال (۲۹) تک انتظار کیسی؟ دراصل حضرت حسنؑ ۴۰ دن مریض رہ کر طبعی موت سے واصل بحق ہوئے۔

بالقر زہر اگر دی گئی تو وہی دے سکتے ہیں جن کی اس بیعت اور مصالحت با معاویہؓ سے ناک کٹ گئی۔ سفیان بن ابی لیلیٰ جیسے مومن، السلام علیک یا مذل المومنین، یا عار المومنین سے سلام کرتے تھے اور کہتے تھے ہم تو ذلیل ہو گئے۔ ہمارا شک و شبہ اس بیعت کے متعلق دور نہیں ہوتا۔ وہ مسلمانوں میں قتل و غارت چاہتے تھے۔ مگر شہزادہ امن و ایمان یہ جواب دیتا کہ مسلمانوں کے خون بچانے کے لیے یہ بیعت کی ہے۔ (تفصیلات جلال العیون، منتهی الامال، حالات حسنؑ میں دیکھیں۔)

س ۱۰۰: اگر یہ اجتہادی غلطی تھی تو اجتہاد کی جامع تعریف لکھیے؟

ج: اجتہاد کا لغوی معنی کسی کام میں پوری کوشش صرف کرنا ہے اور اصطلاح میں یہ ہے: جامع الشرائط مجتہد غیر منصوص اور نئے مسائل کا حل نصوص سے قواعد خاصہ کے تحت نکالے۔ اصول الشاشی کی شرح الفصول ص ۳۱۱ میں ہے: "کہ لغت میں اجتہاد مقصود کے لیے طاقت و وسعت خرج کر دینے کو کہتے ہیں اور فقہاء کے عرف میں شریعت کا حکم اس کے طریقہ کے مطابق تلاش کرنے میں پوری طاقت اور کوشش خرج کرنے کو کہتے ہیں۔ مجتہد کبھی چوک بھی جاتا ہے اور کبھی مصیب ہوتا ہے۔ حدیث نبویؐ ہے: "کہ حاکم اگر اجتہاد کرے اور ٹھیک ہو تو دو ہزار اجر و ثواب پائے گا اگر غلط کرے تو ایک اجر پائے گا" (مشکوٰۃ)

س ۱۰۱: مجتہد کے معیار اور شرائط سے مطلع کریں۔

ج: مجتہد جامع الشرائط میں یہ اوصاف مطلوب ہیں:

۱۔ قرآن و حدیث کا عالم ہو۔ ۲۔ فقہاء کے اختلافات و مذاہب جانتا ہو۔

۲۔ عربیت اور کلام و محاورات کو جانتا ہو۔ ۳۔ ناسخ و منسوخ کا علم رکھتا ہو۔ ۴۔ مسلمان ہو۔ ۵۔ عاقل و بالغ ہو۔ ۶۔ عادل اور متقی ہو۔ ۷۔ صاحب الرائے و الفقه ہو۔ ۸۔ نئے مسائل کے مفروضہ و مفید پہلوؤں کو جانتا ہو۔ (کتب اصول فقہ)

س ۶۳: امام بخاریؒ نے یہ اقرار کیا کہ معاویہؓ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے؟

ج: امام بخاریؒ کا یہ مقولہ و اقرار کہاں ہے؟ بخاری کتاب المناقب ذکر معاویہؓ میں یہ تین حدیثیں لکھی ہیں: "ابن عباسؓ سے پوچھا گیا امیر المؤمنین معاویہؓ کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ فرمایا۔ اس نے وتر ٹھیک پڑھے ہیں وہ فقہ (مجتہد عالم) ہیں۔

دوسری روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا، معاویہؓ کا گلہ نہ کرو، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں۔ تیسری میں ہے کہ حضرت معاویہؓ نے لوگوں سے کہا، تم عصر کے بعد دو رکعتیں ایسی نماز پڑھتے ہو کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہم نے آپ کو یہ پڑھتے نہ دیکھا بلکہ منع فرماتے تھے۔

امام بخاریؒ کی شرائط روایت انتہائی کڑی ہیں۔ شاید اس بنا پر مرفوع حدیث ذکر نہ کی ہو ورنہ مرفوع حدیثیں بھی ہیں۔ ترمذی میں مشہور حدیث ہے کہ حضورؐ نے دعا فرمائی:

اے اللہ! معاویہؓ کو ہدایت یافتہ بنا دے اور اس کے ذریعے دوسروں کو ہدایت دے۔ (حدیث حسن ہے)۔ اصولاً یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کے تمام راویوں کی توثیق سوال ۶۵۵ کے جواب میں دیکھیں۔

البدایہ والنہایہ لابن کثیر دمشقی ج ۸ میں بارہ مرفوع احادیث مذکور ہیں اور ان پر صحیح حسن، جلیل ہونے کا حکم لگایا ہے۔ تفصیل ہماری کتاب عدالت صحابہؓ ص ۲۹۶ تا ۳۰۱ پر دیکھئے۔

س ۶۴: ایسی ہی رائے امام نسائیؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کی ہے کیوں؟

ج: وہ رائیں ہم نے نہیں دیکھیں ممکن ہے ان کو خاص معیار کی احادیث نہ ملی ہوں تو یہ کہا ہو مگر کسی عالم کو ایک حدیث کا نہ ملنا بالکل نفی کی دلیل نہیں ہے۔ جب کہ دوسروں کے پاس موجود ہوں۔

س ۶۵: سیوطیؒ نے تاریخ الخلفاء میں بخاری ذکر معاویہؓ کے حاشیہ میں یہ کیوں

لکھا ہے کہ حسن انتقال پر معاویہؓ نے کہا: "ایک انگارہ تھا جسے اللہ نے بچھا دیا" (سنن ابوداؤد)۔ ج: جھوٹا حوالہ ہے۔ تاریخ الخلفاء حضرت حسن و معاویہؓ کے دونوں باب دیکھئے۔ بخاری عربی مقام ہذا کا حاشیہ فور سے دیکھا۔ ابوداؤد کتاب السنۃ اور خلفاء کی احادیث کو دیکھا، کہیں بھی یہ مقولہ نہیں ملا۔ ہو سکتا ہے کسی رافضی نے بنا کر معاویہؓ کی طرف منسوب کیا ہو، تو جواب یہ ہے کہ انگارہ روشنی اور حرارت کا منبع ہوتا ہے بطور تاسف و تعزیریت کہا ہو گا کہ روشنی بجو گئی ہے۔

س ۶۶: کیا آپ حضرت علیؓ و حسنؓ کو برحق خلیفے مانتے ہیں؟

ج: جی ہاں، اور انہی کے آخری عمل سے حضرت معاویہؓ کو خلیفہ صالح مانتے ہیں۔

س ۶۷: شیعوں کی اصحاب ثلاثہ پر تنقید اجتہاد کے زمرے میں کیوں نہیں آتی؟

ج: شیعہ تو ان سے دشمنی اور تبرک کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ قرآن و حدیث یا اپنی کسی کتاب کی کوئی روایت اور فرمان امام ماننے کو تیار نہیں جب کہ مجتہد کسی سے دشمنی نہیں رکھتا وہ دلائل کا تابع ہوتا ہے اگر اپنے خیال یا اجتہاد کے خلاف قوی دلیل مل جائے تو اپنے موقف و فتویٰ سے رجوع کر لیتا ہے۔

س ۶۸: حضرت معاویہؓ پر شراب نوشی کا الزام۔

ج: نصرۃ الحق، نصاب کافیہ رافضی کی کتاب میں ہیں۔ ابن عساکر، ادائل سیدوطی اور مسند احمد کے نام بالکل جھوٹ لکھے ہیں۔ ایسی کوئی روایت ان میں نہیں، یا ہو سکتا ہے کہ کچھ روایوں کے شربت نبذ کو مے نوش ملنگوں نے شراب بنا کر ناپاک طعن کیا ہو؟

س ۶۹: تاریخ الخلفاء میں ہے کہ معاویہؓ نے بدھ کے دن جمعہ کی نماز پڑھائی۔

ج: جھوٹ ہے، تاریخ الخلفاء سب دیکھی ہے ایسا کچھ نہیں۔ ایسی بے عقل بے ہودہ باتیں لکھتے ہوئے شیعوں کو شرم بھی نہیں آتی کیا دمشق کے سارے مسلمان پاگل ہو گئے تھے؟

س ۷۰: تاریخ الخلفاء، تاریخ ابوالفداء، صواعق محرقة، تطہیر انسان، تاریخ

انجیس، نصاب کافیہ میں ہے کہ معاویہؓ اور اس کے عمال حضرت علیؓ پر سب کیا کرتے تھے۔

ج: آخری دو کتابیں رافضیوں کے جھوٹ کا پلندہ ہیں۔ جھوٹ موٹ کتابوں کے

نام لکھ کر ہمیں پریشان کیا جاتا ہے۔ تاریخ الخلفاء میں ایسی کوئی عبارت نہیں ہے۔ صواعق محرقہ اور تطہیر الجنان بھی غور سے دیکھی۔ ایسی بات نہیں ملی۔ یہ کتابیں ان باتوں کی نفی کے لیے لکھی گئی ہیں۔ البتہ شیعوں کا تخلیقی شاہکار یہ طعن اتنا مشہور ہے کہ سنی مآخذ نواز سکار مولوی مودودی مرحوم نے بھی اچھا لایا ہے اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ یہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے کہ خود حضرت معاویہؓ یا آپ کے سب اعمال سب کیا کرتے تھے۔ کسی بھی تاریخی روایت میں اس کا ثبوت نہیں ہے صرف طبری کی ایک روایت سے حضرت مغیرہ بن شعبہ اور مروان پر یہ الزام لگایا گیا ہے مگر طبری کی یہ روایت جو کامل ابن اثیر میں بھی بعینہ نقل ہے کہ الفاظ یہ ہیں: کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ حضرت معاویہؓ کی طرف سے سات سال چند ماہ گورنر کوثر رہے وہ بہت اچھی سیرت کے مالک اور انتہائی امن پسند تھے مگر حضرت علیؓ کی مذمت اور تنقید کو نہ چھوڑتے تھے۔ طبری ص ۱۸۷

مگر اسی روایت کے آخر میں مذمت کی تشریح یہ آجاتی ہے کہ مغیرہ حضرت عثمان و علیؓ کے تذکرہ میں فرماتے تھے، اے اللہ عثمانؓ مظلوم شہید ہوئے تو اس کے مددگاروں اور دوستوں اور حُب داروں اور قصاص کا مطالبہ کرنے والوں پر رحم فرما اور عثمانؓ کے قاتلوں پر بددعا کیا کرتے تھے۔

یہاں سے پتہ چلا کہ حضرت علیؓ کی ذات پر کوئی سب و شتم نہ تھی صرف قاتلین عثمانؓ پر بددعا تھی جسے شیعہ راویوں نے بالمعنی علیؓ کی مذمت اور سب و شتم سے تعبیر کر دیا نیز اس کے سب راوی شیعہ کذاب اور ضلع ہیں۔ پہلا ہشام بن محمد بن سائب کلبی ہے۔ جو رافضی بن رافضی ہے ثقہ نہیں۔ (سان المیزان ص ۱۶۹)۔ دوسرا لوط بن یحییٰ جلا جھنا شیعوں کا محدث ہے۔ (ایضاً ص ۱۹)۔ تیسرا محالد بن سعید ہے جو بالاتفاق جھوٹا اور کمزور ہے۔

بقول الشيخ شیعہ ہے کتاب الجرح لابن حاتم ص ۳۶۱ بحوالہ حضرت معاویہؓ و تحقیقی حقائق مسئلہ اسی طرح فضیل بن خدیج، مقعب بن زہیر مجہول ہیں۔ البتہ یہ میں مذکور مروان کے سب علیؓ کی بوضاحت بخاری یہ حقیقت ہے کہ وہ حضرت علیؓ کو ابتراب کہتے تھے۔ حالانکہ یہ آپ کا محبوب لقب علیہ نبوی تھا۔ اگر مروان لغوی معنوں میں بطور طنز و حقارت کہتا تھا تو اس کی نیت مالک یوم الدین کے سپرد، قانوناً تو اس پر گرفت و طعن نہیں ہے۔ الغرض یہ دو

روایتیں بھی صحت و روایت کے معیار پر ہرگز نہیں اترتیں تو حضرت معاویہؓ جیسے جلیل القدر صحابی پر جذبہ بغض سے طعن تراشنا روا نہیں ہے۔

س ۶۱۱: اسلام میں سب سے پہلے خواجہ سرا کس نے رکھے؟
ج: روایت بے سند ہے۔ اگر مانی بھی جائے تو لوگوں کو نصی کرنے کا الزام جھوٹا ہے البتہ خنثی یا ناکارہ لوگوں کو نوکر رکھنا اور غلاموں جیسی خدمت لینا معیوب بات نہیں ہے۔
س ۶۱۲: معاویہؓ نے ام المؤمنین عائشہؓ کو زندہ درگور کر کے قتل کیا۔ (ابن خلدون ص ۵۶)
ج: بالکل جھوٹ ہے مفصل تردید تحفہ امامیہ میں ہم کر چکے ہیں۔ جیسے زوجہ رسول کا قاتل پاکباز نہیں۔ اسی طرح لاعن اور مبغض بھی پاکباز مسلمان نہیں۔

س ۶۱۳: کامل ابن اثیر ص ۱۲۳ اور تاریخ طبری میں ہے کہ معاویہؓ حضرت علیؓ اور آپ کے ساتھیوں پر دعائے قنوت پڑھتا تھا کیا اہل سنت اسے مسلمان سمجھیں گے؟
ج: آپ نے خیانت سے کام لیا۔ تحکیم بعد اس قنوت کا آغاز حضرت علیؓ نے کیا اور معاویہؓ، عمرو، ابوالاعور سلمی، حبیب، عبد الرحمن بن خالد اور ضحاک بن قیس اور ولید پر کرنے لگے۔ جب معاویہؓ کو یہ خبر پہنچی تو وہ بھی قنوت میں حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ، اشتر اور حنینؓ کا نام لینے لگے۔ (طبری ص ۳۷۷، وقائع ص ۳۷) تو جزا سیدہ سیدہ مثلھا والا معاملہ ہے جب کہ سند کے لحاظ سے روایت لچر ہے۔ اب تک اہل سنت مسلمان ایسی کوئی حرکت نہیں کرتے شیعہ بھی تبرؤں کے ورد چھوڑ کر مسلمان بن جائیں۔ سن ۶۲۷ دیکھیں۔

س ۶۱۴: علامہ شبلی نعمانی نے سیرت النبی ص ۱۹ پر لکھا ہے کہ حدیثوں کی تدوین دور بنی امیہ میں ہوئی اور ہزاروں حدیثیں معاویہؓ وغیرہ کے فضائل میں بنوائی گئیں کیا وہ معتبر ہیں؟

ج: بالکل جھوٹا بتان ہے۔ سیرت النبی کی یہ ساری بحث غور سے دیکھیں یہ مضمون نہیں ہے بلکہ ص ۱۹ پر یہ ہے: "تصنیف و تالیف کی ابتدا سلطنت کی وجہ سے ہوئی صحابہؓ اور خلفاء راشدینؓ کے زمانہ میں اگرچہ فقہ و حدیث کی نہایت کثرت سے اشاعت ہوئی بہت سے درس کے حلقے قائم ہوئے لیکن جو کچھ تھا زیادہ تر زبانی تھا لیکن بنو امیہ

نے حکماً علماً سے تصنیفیں لکھوائیں۔ سب سے پہلے امیر معاویہؓ نے عبید بن شریہ کو مین سے بلا کر قدامت کی تاریخ مرتب کرائی جس کا نام ”انخبار الماضیین“ ہے امیر معاویہؓ کے بعد عبد الملک نے بہر فن میں علماء سے تصنیفیں لکھوائیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے تصنیف و تالیف کو زیادہ ترقی دی۔ ”تدوین حدیث کا سہرا آپ کے سر ہے۔“

س ۶۱۵: دراست اللبیت ص ۲۲ میں ہے کہ معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے طریقہ پر چلنے سے لوگوں کو جبراً منع کیا۔

ج: یہ سیاست میں تابعداری پر پابندی تھی کیونکہ قاتلین عثمان کو تحفظ ملتا تھا سیاہی پالیسی میں مخالفت بُری بات نہیں۔ باقی شرعی امور اور مسائل میں نہ تھی۔ اس میں تو حضرت معاویہؓ علیؓ سے مسائل پوچھ لیتے مثلاً ایک مرتبہ غلٹی مشکل کا مسئلہ پوچھا بھیجا تو آپ نے فرمایا پیشاب جس راہ سے آئے وہی حکم لگایا جائے۔ (تاریخ الخلفاء)۔

اہل سنت کا مذہب کسی خاص صحابی کی تقلید نہیں۔ تمام صحابہؓ کے فتاویٰ پر مجموعی عمل ہے۔ س ۶۱۶: بخاری میں ہے۔ حضورؐ نے عمارؓ سے فرمایا تجھے باغی گردہ قتل کرے گا کیا جناب عمارؓ کو گردہ معاویہؓ نے شہید نہیں کیا؟

ج: مکمل حدیث ابن ہشام میں یوں ہے کہ حضرت عمارؓ کو تعمیر مسجد کے وقت دو دو اینٹیں لوگ اٹھا دیتے تھے حضرت عمارؓ نے بطور شکایت کہا۔ حضرت آپ کے ساتھیوں نے مجھے قتل کر دیا آپ نے فرمایا:

یا عمار لا یقتلک اصحابی وانما میرے صحابہؓ تجھے قتل نہ کریں گے باغی گردہ تقتلک الفئة الباغیة۔

حضرت معاویہؓ اور آپ کے خاص ساتھیوں کو شیعہ بھی اصحاب رسول مانتے ہیں حضورؐ نے تو نفی فرمادی کہ میرے صحابی تھے شہید نہیں کریں گے تو اب حدیث قابل تاویل ہے کہ یا تو قاتلین عثمان نے خود آپ کو شہید کیا اور لاش کو لشکر معاویہؓ کے نیزوں سے قتل شدہ افراد میں پھینک دیا۔ یہی تاویل حضرت معاویہؓ نے بھی فرمائی ہے۔

یا پھر ایسے لوگوں نے قتل کیا جو زہرے باغی اور مفسد تھے صحابی نہ تھے اور اس وقت

لشکر معاویہؓ میں شامل ہو کر قاتل کر رہے تھے۔ اگر یہ توجیہ نہ بھی کی جائے تو زیادہ سے زیادہ باغی ہونا مقصود ہوگا اور ظاہر گو حضرت علیؓ کی نظریں باغی تھے دراصل وہ باغی یعنی طالب دم عثمان تھے۔

س ۶۱۷: اہل حدیث علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں کہ امیر معاویہؓ سنن مشورہ کی مخالفت کرتے تھے پس جو مذہب معاویہؓ پر ہو اس کو ثقہ نہیں کہا جاسکتا۔ (مدیہ المہدی)

ج: آخر عمر میں علامہ وحید الزمان تفسیلی شیعہ ہو گئے تھے ان کا قول حجت نہیں ہے۔ مولانا محمد نافع مدظلہ ان کے تذکرہ نویسوں کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ان کی طبع میں ایک قسم کی تلون مزاجی اور انتہا پسندی تھی کچھ عرصہ مقلد رہنے کے بعد غیر مقلد بن گئے اور آزادانہ تحقیق کے کاربند ہو گئے اسی دور میں انھوں نے صحاح ستہ کے تراجم کیے اور شیعی نظریات کے حامل ہو گئے۔ اسی دور میں انھوں نے انوار اللغۃ مقلبہ وحید اللغات مرتب کی اس میں متعدد مقامات پر انھوں نے اپنے ان شیعہ خیالات کا اظہار کیا ہے۔ دیکھئے مادہ عجز، مادہ عثم، مادہ غرب، مادہ صبر، مادہ عود (تفسیلی عبارات بنات الرابعہ ۴۳۸ تا ۴۴۲ ملاحظہ فرمائیں جو اس کی شیعیت کا برملا اقرار ہیں)۔

س ۶۱۸: مشہور محدث امام نسائی کی موت کیسے واقع ہوئی؟

ج: ناصبیوں نے فضائل علیؓ بیان کرنے کے جرم میں شہید کر دیا۔ الحمد للہ علیؓ کی محبت میں شہادت اہل سنت کو نصیب ہوئی۔ شیعہ تقیہ بازوں کو تو متہ اور تبرائے فرصت نہیں ہے۔

س ۶۱۹: عیسائیوں کی صلیب گلے میں ڈھکانا۔ (محاضرات راغب اصفہانی)

ج: جو اس محض ہے۔ ادبی کتابوں کے یہ چٹکے شرعی سند نہیں رکھتے۔

س ۶۲۰: فتاویٰ عزیزی منہ میں ہے: صحیح ہے کہ معاویہؓ کو مرتکب کبار جاننا چاہیے۔ تو پھر فضیلت کیسی؟

ج: شاہ صاحب لعن طعن کی آپ سے نفی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اس کام کی انتہا یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ اور باغی ہو اور فاسق لعن کا اہل نہیں ہوتا۔ یہ اپنا عقیدہ نہیں بتلایا بلکہ بطور تنزیل فرمایا کہ جو لوگ بعض اعمال کی صحیح توجیہ نہ کر سکیں تو یہی سمجھیں اور خصم کی حجت قطع کرنے کے لیے یہ آخری وار ہے مگر فضیلت صحابیت اور دیگر کمالات کی وجہ سے ثابت ہے اور گناہوں کی نفرت صحابہؓ کے لیے سب زیادہ ہے۔ لا کفر عنہم سیئاتہم (الخ)۔

جیسے یہ سب جنگ اہل بیت میں حضرت علیؓ کے لشکر سے اٹھ کر حضرت عائشہؓ کے لشکر میں آگئے اور فساد کیے لشکر علوی پر حملہ کر دیا۔

ایک عالم کی نظر میں ایک فعل غلط یا گناہ ہو مگر جواہل اجتہاد اپنی دیانتدارانہ رائے سے وہ کام کر رہا ہو اسے فاسق نہ کہا جائے گا۔ علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: "اگر کوئی شخص جو اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہے اپنے دیانتدارانہ اجتہاد کی رُو سے اسے جائز سمجھتا ہو تو اس کی بنا پر وہ فاسق نہیں ہوتا بلکہ اس کی غلطی کو خطائے اجتہادی کہا جاتا ہے" (بحوالہ حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق ص ۲۱۲)۔

س ۶۲۱: الامامۃ والسیاستہ ص ۱۴۵ پر ہے جب معاویہؓ کو علیؓ کی شہادت کی خبر ملی تو اس نے بڑی خوشی منائی اور سجدہ شکر ادا کیا۔

ج: ۱۔ غلط ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت معاویہؓ کو علیؓ کی شہادت پہنچی تو رونے لگے۔ بیوی نے کہا اب روتے ہو حالانکہ ان سے جنگ کی ہے۔ فرمایا تجھے پتہ نہیں کہ آج لوگ کتنے علم و فضل اور فقہ سے محروم ہو گئے۔ (البدایہ ص ۱۳۸)۔

ج ۲: الامامۃ والسیاستہ معتبر کتاب نہیں ہے کسی رافضی کی ہے جس نے ابن قتیبہؒ کی طرف منسوب کر دی ہے علامہ ابن العربی العواصم من القواصم میں فرماتے ہیں:

لوگوں پر سب سے زیادہ سخت جاہل عقل والا ہے یا چالاک بدعتی ہے۔

جاہل ابن قتیبہؒ ہے جس نے صحابہؓ کے لیے اچھی باتیں تحریر نہیں کیں۔ امامت و سیاست میں۔ اگر سب کچھ اس کا صحیح سمجھا جائے یا مبرد اپنی ادبی کتاب میں جہالت کا ثبوت دیتا ہے..... اور بدعتی مسعودی ہے کیونکہ وہ متعفن الحاد کی باتیں روایت کرتا ہے اور بدعت ہونے میں تو کوئی شک نہیں۔ علماء محققین نے ذکر کیا ہے کہ امامت و سیاست ابن قتیبہؒ کی نہیں ہے کیونکہ وہ مصر کے دو بڑے عالموں سے روایت کی جاتی ہے۔ ابن قتیبہؒ نہ مصر گئے نہ ان سے کچھ روایت کی۔ مبرد کے متعلق مشہور یہ ہے کہ وہ خارجیوں کی طرف مائل ہے۔ رہا مسعودی تو وہ چوٹی کا شیعہ ہے اور شیعہ مذہب پر اس کی کئی کتابیں ہیں۔ (بحوالہ حاشیہ تطہیر الجنان ص ۴۴ عربی طبع لبنان)

س ۶۲۲: لا یشیع اللہ یطنہ۔ حضورؐ نے یہ دُعا کس بزرگ کے حق میں کی؟

ج: حضرت معاویہؓ روٹی کھا رہے تھے۔ طلبی ہوئی تو عبدی نہ جا سکے۔ تب آپ نے ایسا فرمایا۔ استاد اپنے شاگرد کو ایسے الفاظ سے جھڑک دے تو کوئی مذمت و عیب نہیں۔ حضرت علیؓ کو البوتراب فرمانا بھی اسی قسم کا ہے ہم تو اسے مقام مدرج میں شمار کرتے ہیں مگر شیعہ

ہر بات کو عیب بنا دیتے ہیں۔ نیز ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رحمۃ اللعالمین نے دعائیں فرمایا:

"جس مسلمان کو میں نے بُرا بھلا کہا ہو یا پھسکار کی ہو تو میں بھی آدم کا بیٹا ہوں ان کی طرح غصہ آتا ہے اے اللہ تو نے مجھے رحمۃ للعالمین بنایا۔ قیامت کے دن میری اس بددعا کو اس کے حق میں جنت بنا دے۔ (ابوداؤد ص ۲۸۴، باب النہی عن سب رسول اللہ) تو مذمت کا اعتراض جاتا رہا۔

س ۶۲۳: اگر معاویہؓ کا تب وحی تھے تو صحیح سترہ سے ایک حدیث صحیح مرفوع نقل کریں۔

ج: بروایت ابن عباسؓ مسلم شریف ص ۳۰۴ پر ہے کہ حضرت ابوسفیانؓ والد معاویہؓ نے حضورؐ سے یہ درخواست کی:

ومعاویۃ تجعلہ کتابا بین یدیک معاویہؓ کو اپنا کتاب (وحی و خطوط) بنا دیں۔ حضورؐ قال نعم۔ تو مری حتی اقاتل نے فرمایا ہاں بنا دیا۔ مجھے امیر لشکر بنائیں کہ کفار الکفار کما کنت اقاتل المسلمین سے جنگ کروں جیسے مسلمانوں سے کرتا تھا آپ قال نعم۔ نے فرمایا۔ ہاں بنا دیا۔

س ۶۲۴: مدارج النبوة میں ہے کہ معاویہؓ کا کتاب وحی ہونا ثابت نہیں۔

ج: غلط الزام ہے۔ آپ کا تب وحی تھے۔ حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ ایک خصوصیت آپ کی یہ ہے کہ رسول اللہ کے کتابوں میں سے تھے۔ جیسے مسلم وغیرہ میں صحیح روایت ہے۔

۲۔ ایک حدیث میں ہے جس کی سند حسن ہے کہ معاویہؓ نبی علیہ السلام کے سامنے کھاکرتے تھے۔

۳۔ ابو نعیم کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے کتابوں سے معاویہؓ اچھی عمدہ کتابت والے فصیح زبان اور بردبار و معزز تھے۔

۴۔ مدائنی کہتے ہیں زید بن ثابتؓ (صرف) وحی لکھتے تھے اور معاویہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر عربوں کے درمیان وحی وغیرہ کی کتابت کرتے تھے۔ وہ خدا کی وحی پر رسول اللہ کے امین تھے۔ یہ بلند مرتبہ کوئی معمولی نہیں ہے۔ (تطہیر الجنان ص ۴۴) ممکن ہے صاحب مدارج النبوة کا یہی مطلب ہو کہ وہ صرف کتابت وحی نہ تھے پرائیویٹ سیکرٹری بھی تھے۔

۵۔ عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ معاویہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سامنے لکھا کرتے تھے۔ (رواہ الطبرانی واسنادہ حسن مجمع الزوائد ص ۳۵۹)

۶۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جبریلؑ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس یہ وحی لے کر آئے تو فرمایا: اے محمدؐ، معاویہؓ سے لکھوایا کرو کیونکہ وہ اللہ کی کتاب کے امین ہیں اور بہترین امین ہیں۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط مجمع الزوائد)

۷۔ قاضی عیاض نے معافی بن عمرانؓ مشہور محدث سے نقل کیا ہے ان سے پوچھا گیا کہ کیا عمر بن عبدالعزیزؓ معاویہؓ سے افضل ہیں؟ تو معافی بہت غصے میں آ گئے اور فرمایا: رسول اللہ کے صحابہؓ کے ساتھ کسی کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ معاویہؓ آپ کے صحابی، برادرِ نبیؐ کا تب رسول اور اللہ کی وحی پر امین تھے۔ جو آپ کو برا بھلا کہے اللہ کی فرشتوں کی اور سب لوگوں کی اس پر لعنت ہو۔ (تطہیر الجنان ص ۱۳۹، والبدایہ والنہایہ ص ۱۳۹)

س ۶۲۵، ۶۲۶: حضرت عمرؓ نے معاویہؓ کو کسری و قیصر سے کیوں تشبیہ دی پھر کیوں نہ یہ مماثلت حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو بخشنی جائے؟

ج: سرداری اور لباس کی وضع قطع اور انتظامی اہلیت کے لحاظ سے دی۔ کسی اچھی بات میں کافر سے تشبیہ دی جاسکتی ہے جیسے حضورؐ نے نوشیرواں کسری کے عدل پر فخر کیا چنانچہ حضرت عمرؓ اس انداز میں فرماتے تھے تم قیصر و کسری اور ان کے علم و دانش کی تعریف کرتے ہو حالانکہ تم میں معاویہؓ موجود ہیں۔ ورنہ مسلمانوں کے نزدیک نوشیرواں اور قیصر و کسری مذہب یا دیگر امور کے لحاظ سے محترم و معظم نہ تھے اور شیخینؓ تو سادہ پیوند لگا لباس پہنتے تھے۔ اس ۶۲۷: اصحاب عشرہ مبشرہ میں سے کسی صحابیؓ سے کوئی سی تین احادیث رواۃ کی توثیق کے ساتھ نقل کریں۔

ج: صحیح فضائل کی احادیث کا مطلقاً ثبوت کافی ہوتا ہے۔ شخصیات کی پابندیاں لگانا ضد بازی ہے۔ حضرت علیؓ کثیر الفضائل ہیں۔ اس پابندی سے شاید ان کے فضائل بھی ثابت نہ ہو سکیں؟

س ۶۲۸: اگر علیؓ و معاویہؓ، بھائیوں کے تنازعات میں اہل سنت داخل نہیں دیتے

تو پھر ابولہب و ابوجہل کو کیوں برا کہتے ہیں؟

ج: شیعہ میں یہی سمجھ کا تصور ہے کہ ذاتی معاملات کو مخالفتِ دین سے گڈمڈ کر دیا۔ ابوجہل و ابولہب کو حضورؐ سے یا آپؐ کو ان سے ذاتی دشمنی نہ تھی۔ دین کی مخالفت پر دشمنی تھی اگر وہ مسلمان ہو جاتے تو حضورؐ کے اسی طرح دوست ہوتے جیسے دیگر صحابہؓ تھے۔ مگر حضرت معاویہؓ اور علیؓ میں کوئی دینی اعتقادی مذہب کا اختلاف نہ تھا۔ ایک ہی دین کے پیروکاروں میں بھائی تھے۔ (دیکھئے خطبہ نہج البلاغہ، ان ربنا واحد و دیننا واحد.... الخ)

یہ مخالفت یا شکر رنجی و کدورت سیاسی اور انتظامی معاملات میں تھی۔ لہذا یہاں بھائیوں کے معاملات میں دخل نہ دیا جائے گا۔ کیونکہ خدا فرما چکا ہے: ”ہم جو کچھ ان کے دلوں میں کھوٹ کدورت ہوگی، نکال دیں گے اور وہ بھائی بھائی آئیں گے“ (سورۃ الحجرات ص ۱۲، ع ۴)

س ۶۲۹: اگر یہ جواب ہے کہ وہ دشمن اسلام دشمن رسول تھے تو پھر ہم کہیں گے، بھائیوں اور چچوں کا معاملہ ہے آپ اجنبی ہو کر کیوں برا کہتے ہیں۔ ہابیل قابیل کے معاملہ میں کیوں خاموش نہیں ہوتے؟

ج: جب اختلاف دین کا تھا وہ دشمن دین رسول تھے تو ہم حضورؐ کے دینی بھائی ہو کر ابوجہل و ابولہب سے دشمنی رکھیں گے۔ گو شیعہ ان کی نہ دشمنی رسول اچھا لیں نہ تبرے کریں شاید ان کے مذہبی پیشوا صحابہؓ دشمنی میں ہی ابوجہل و ابولہب ہیں۔ اسی طرح قابیل، ہابیل کی زبان سے قرآنی الفاظ فتنکون من اصحاب النار... الخ کے مطابق قطعی دوزخی ہو چکا تھا تو اختلاف دین ثابت ہوا۔ حضرت علیؓ و معاویہؓ میں یہ مثال بھی برعمل نہیں ہے۔

س ۶۳۰: کیا امام حسنؓ نے معاویہؓ کی بیعت کی، ثبوت درکار ہے۔

ج: یقیناً بیعت کی تبھی تو شیعہ امام حسنؓ سے ابھی تک ناراض ہیں اور ان کے کسی بھی کمال و کردار پر کوئی خصوصی تقریب یا مجلس منعقد نہیں کرتے۔ ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ کتاب احتجاج ص ۴۴ میں روایت ہے کہ جب امام حسنؓ نے معاویہؓ کے ہاتھ پر صلح کر لی۔ لوگ حاضر ہوئے اور بعضوں نے معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے پر آپ کو ملامت

کی۔ حضرت نے فرمایا تم پر افسوس ہے تم نہیں جانتے کہ میں نے تمہارے لیے کیا اچھا کام کیا۔
خدا کی قسم جو میں نے کیا وہ میرے شیعوں کے لیے بہتر ہے:

... آیانی دانید کہ ہیچک ازمانیت مگر آنکہ کیا تم نہیں جانتے کہ قائم مہدی کے سوا ہم
در گردن او بیعت از خلیفہ جورے کہ در زمان سب شیعہ امام اپنے اپنے زمانے کے خلیفہ
اوست واقع میشو مگر قائم ما۔ جور کی بیعت اپنی گردن میں ڈالتے ہیں۔

(مبارک العیون ص ۲۶۱ از ملابا قر علی مجلسی و منتہی الامال قمی ص ۲۳۱)

۲۔ ”امیر معاویہ نے فوراً ان کی شرائط کو منظور کر لیا اس کے بعد انھوں نے (حسن) اور
ان کے ہمراہیوں نے بھی اگر بیعت کر لی۔ حضرت امام حسن نے معاویہ سے کہا آپ حسین سے
اصرار نہ کریں۔ آپ کی بیعت کرنے کے مقابلہ میں ان کا اپنا فخر عزیز تر ہے یہ سن کر امیر معاویہ
خاموش ہو گئے لیکن بعد میں پھر امام حسین نے بھی امیر معاویہ سے بیعت کر لی۔

(تاریخ اسلام ص ۵۸۸ از اکبر شاہ نجیب آبادی)

س ۶۳۱، ۶۳۲: جب امام حسن نے حکومت معاویہ کو سونپ دی تو معاویہ نے
کن شرائط پر کاربند رہنے کا تحریری عہد کیا۔ شرائط صلح کی نقل مؤثقہ شائع کی جائے؟

ج۔ شرائط صلح: مختلف تاریخوں میں شرائط کی دفعات و تفصیلات میں اختلاف
ہے۔ دینوری کا بیان اس باب میں زیادہ مستند ہے اور قرین قیاس بھی معلوم ہوتا ہے۔

اس کے بیان کے مطابق مصالحت کی دفعات یہ تھیں: ۱۔ کسی عراقی کو محض پرانی عداوت
کی بنا پر نہ پکڑا جائے۔ ۲۔ بلا استثناء سب کو امان دی جائے۔ ۳۔ اہل عراق کی

بد زبانوں کو انگیز کیا جائے۔ ۴۔ دارالجر و کا پورا خرچ حضرت حسن کے لیے مخصوص کیا
جائے۔ ۵۔ امام حسین کو دو لاکھ سالانہ دیئے جائیں۔ وظائف میں بنی ہاشم کو بنو امیہ

پر ترجیح دی جائے۔

امیر معاویہ نے بلا کسی ترمیم کے یہ تمام شرطیں منظور کر لیں اور اپنے قلم سے اقرار نامہ لکھ
کر اس پر ہر کر کے اکابر شام کی شہادتیں لکھوا کر عبید اللہ بن عامر کے ذریعہ امام حسن کے پاس

بجھوا دیا۔ (اخبار الطوال ص ۲۳۱ و طبری بحوالہ تاریخ اسلام ندوی ص ۳۰۸)

شیعہ کی مبارک العیون ص ۲۵۲ اور منتہی الامال ص ۲۳۱ پر ہے:

”حسن بن علی نے معاویہ بن ابوسفیان کے ساتھ صلح کی ہے کہ حسن اس کا مقابلہ نہ کریں
گے بشرطیکہ:

۱۔ وہ لوگوں کے درمیان کتاب خدا، سنت رسول اور سیرت خلفاء راشدین کے مطابق
حکومت کریں۔

۲۔ اپنے بعد کسی شخص کو امر خلافت کے مقرر نہ کریں۔

۳۔ شام، عراق، حجاز، یمن کے لوگ جہاں بھی رہیں اس کی گرفت سے بے فکر رہیں۔

۴۔ حضرت علی کے اصحاب اور شیعہ اپنی جان و مال اور زن و اولاد سمیت محفوظ رہیں گے۔

ان شرطوں پر معاویہ سے عہد و پیمان لیا گیا۔ (حضرت معاویہ ان شرائط پر کاربند رہے
تبھی تو حسن نے مقابلہ نہ کیا۔) ولیعہدی خود نہ کی تھی بعض عمال کے مشورے اور پھر سب کی
تائید سے کی تاکہ جھگڑا نہ پیدا ہو۔

س ۶۳۳: کافر و مسلم کے مابین دراشت کا مسئلہ، معاویہ نے سنت کو بدلا، وہ
کیوں محرم ہے؟

ج: مولانا تقی عثمانی قاضی و فاقی شرعی کورٹ کی کتاب ”حضرت معاویہ اور تاریخی حقائق“
بازار سے منگوائی۔ بلفظ حوالہ غلط ہے۔ انھوں نے اس مفہوم کی عبارت البدایہ سے نقل
کر کے، مولانا مودودی کے استدلال کی تغلیط کی ہے۔ پھر جواب یہ فرماتے ہیں: ”واقعہ اہل
میں یہ ہے کہ یہ مسئلہ عہد صحابہ سے مختلف فیہ رہا ہے۔ اس بات پر تو اتفاق ہے کہ کافر مسلمان کا
وارث نہیں ہو سکتا لیکن اس میں اختلاف ہے کہ مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اس
اختلاف کی تشریح علامہ بدر الدین عینی کی زبانی مٹنیے:

”رہی یہ بات کہ مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے یا نہیں۔ سو عام صحابہ کرام کا قول تو
یہی ہے کہ وہ وارث نہ ہو گا اور اس کو ہمارے علماء (حنفیہ) اور امام شافعی نے اختیار
کیا ہے لیکن یہ استحسان ہے۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ وارث ہو اور یہی حضرت
معاذ بن جبل اور حضرت معاویہ کا مذہب ہے اور اسی کو مسروق، حسن، محمد بن الحنفیہ اور

محمد بن علی بن حسین (شیعہ کے امام باقرؑ) نے اختیار کیا ہے۔ (حضرت معاویہؓ ۱۵، ۱۶)
مسئلہ خاص فقہی اور قانونی ہے اور معاویہؓ اختلاف میں تنہا نہیں بلکہ معاویہ بن جبلؓ جیسے
اعلم الحلال والحرام صحابی اور امام باقرؓ جیسے فقیہ تابعی بھی آپ کے ہم تواہیں لہذا حضرت معاویہؓ کو
سنت کا مخالف یا بدعت کا مرتکب نہ کہا جائے گا۔

س ۶۳۴: معاہدہ کی دیت معاویہؓ نے کامل بنا کر آدھی خود لے لی فیصلہ خلاف سنت ہوا۔
ج: زہری کے قول میں یہ صراحت ہے والقی النصف فی بیت المال۔ کہ حضرت
معاویہؓ نے آدھی مقتول کے وارثوں کو دی اور آدھی بیت المال میں داخل کی۔ (سنن بیہقی ۱/۱۰۸)
تو خود لینے والی بات غلط ثابت ہوئی۔ پھر امام زہری اس کی نسبت صرف معاویہؓ کی طرف کرتے
ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ معاہدہ کی دیت کے بارے میں آنحضرتؐ سے مختلف روایتیں مروی ہیں
اس لیے یہ مسئلہ عدیہ صحابہؓ سے مختلف فیہ چلا آ رہا ہے۔

ایک حدیث یہ ہے: عقل الکافر نصف دية المسلم۔ (احمد، نسائی، ترمذی)
دوسری یہ ہے: دية ذمی دية مسلم۔ کہ ذمی کی دیت، مسلمان کی دیت کے
برابر ہے۔ (سنن الکبریٰ ۱/۱۰۲)

امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کی اس حدیث پر مبنی ہے حضرت معاویہؓ کا پہلی حدیث
پر ہے۔ دراصل حضرت معاویہؓ نے دو مختلف حدیثوں میں بہترین تطبیق دی کہ قاتل سے تو
دیت پوری مسلمان والی لی مگر مقتول کے ورثہ کو حدیث اول کے مطابق آدھی دی اور آدھی
بیت المال میں جمع کر دی کہ قتل سے بیت المال کا بھی نقصان ہوا اور خراج کی آمدنی وغیرہ گھٹ گئی۔
ایک مجتہد کو علمی انداز سے حضرت معاویہؓ سے اختلاف کا حق ہے مگر اسے قانون کی بالاتری
کا ماترکہنا یا خلاف سنت قانون بنانے کا الزام لگانا غلط ہے۔ (کذا فی معاویہ و تاریخی حقائق ص ۱۸)
س ۶۳۵: قسم اور ایک گواہ پر فیصلہ کی بدعت سب سے پہلے معاویہؓ نے کی۔

ج: معاویہؓ دشمنی میں بات کا تین گنا بنایا گیا ہے۔ ورنہ ضرورت کے موقع پر خود رسول اللہ
نے فیصلہ کیا۔ سنن ابی داؤد ص ۱۵۲ پر باب ہے، باب الیمین والشاہد، اور اس میں ابن
عباسؓ، ابوہریرہؓ کی یہ حدیث ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم اور ایک گواہ

پر ایک دفعہ فیصلہ کیا تھا۔

ائمہ ثلاثہ اس پر فیصلہ کے قائل ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نہیں کیونکہ کتاب اللہ میں دو گواہ ضروری ہیں۔
حضرت معاویہؓ کی طرف راوی نے پہل کی یا لغوی بدعت کی نسبت اس لیے کی ہے کہ خلفاء
راشدینؓ کو ایسے فیصلے کی ضرورت نہ پڑی تھی

س ۶۳۶: معاویہؓ نے یزید کی بیعت لینے کے لیے عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کو ایک لاکھ
درہم بھیجے اس نے انکار کیا رشوت لینا دینا کیسا ہے؟

ج: ”رشوت لینا دینا حرام ہے مگر رشوت کی تعریف یہ ہے کہ سرکاری افسر کے
ذمے بحیثیت عمدہ ایک کام کرنا ضروری ہو اور وہ لیے بغیر نہ کرے۔ یا کوئی شخص اس سے
ناجائز کام نکالنے کے لیے رقم دے۔“ حضرت عبدالرحمنؓ نہ حاکم تھے، نہ ان کے ذمے
بیعت کرنا ضروری تھا کیونکہ انھوں نے بیعت نہیں کی تب بھی یزید کو غلیفہ مان لیا گیا تو یہ پیشکش
رشوت کی مد میں نہ آئے گی ہاں تالیف قلب اور حسن تعلقات بنانا کہہ سکتے ہیں جیسے کسی
شخص کو مسلمان کرنے کے لیے یا اسلام پر برقرار رکھنے کے لیے زکوٰۃ خرچ کرنے کی مدد قرآن
میں مذکور ہے اور اسے قبول اسلام پر رشوت دہی نہ کہا جائے گا۔ حضرت عبدالرحمنؓ نے
کمال تقویٰ سے اس میں حصہ لینا اور زیر بار احسان ہونا گوارہ نہ کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

س ۶۳۷: مسوئی شرح موطا میں ہے کہ سرکاری عطیات میں سے سب سے پہلے زکوٰۃ معاویہؓ
نے وصول کی۔ کیا یہ بدعت ہے کہ نہیں؟

ج: سرکاری عطیات بھی لینے والے کا مال مملوک بن جاتا ہے۔ سال گزرنے پر زکوٰۃ
واجب ہوتی ہے۔ مسوئی میں اسی جگہ ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ”عطیہ مفید مال ہے۔
زکوٰۃ اس میں تب ہوگی کہ سال گزر جائے اسے بیہقی نے سنن میں ذکر کیا ہے۔“ پھر شاہ ولی اللہ
فرماتے ہیں: انما اخذ ابو بکر و عثمان۔ حضرت ابو بکرؓ اور عثمانؓ نے بھی سرکاری عطایا
من العطا یا لما عندہم من المنقود میں لوگوں سے زکوٰۃ لی تھی کیونکہ وہ اس نقدی
سے مل گئے جن پر سال گزر چکا تھا۔

(مسوئی ص ۲۲۴)

معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ کا فعل اتباع اسلام اور اتباع خلفاء ہے بدعت نہیں۔ امام زہری کا اسے اول کہنا ناواقفیت ہے۔

س ۶۳۸: مولوی مودودی خلافت و ملکیت میں لکھتے ہیں کہ معاویہ نے مال غنیمت میں سے سونا چاندی اپنے لیے نکالنے کا باقی شرع پر تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

ج: پانچوں حوالوں میں کتر بیونت کی گئی ہے ورنہ البدایہ والنہایہ میں صراحت ہے: یعنی الذهب والفضة يجمع كله من هذه الغنيمة لبیت المال، یعنی مال غنیمت کا یہ سونا چاندی بیت المال کے لیے اکٹھا کیا جائے۔ اور پھر یہ حکم صراحتاً نہیں ہے بلکہ زیادہ نے لکھا کہ امیر المومنین کا خط آیا ہے۔ یہ تحقیق اپنی جگہ باقی ہے کہ واقعی خط بھی آیا تھا یا زیادہ نے از خود منسوب کر کے حکم دیا۔

س ۶۳۹: اگر بیت المال کے لیے نکالنا تھا تو بھی قرآن و سنت کے خلاف ہے کہ زمانہ رسول سے زمانہ علی تک سونا چاندی مال سے علیحدہ نہ کیا گیا۔

ج: ہو سکتا ہے کہ اس وقت بیت المال میں ان دو چیزوں کی کمی ہو اور بطور زران کا سٹیٹ بینک میں رہنا ضروری ہے۔ اور حضرت معاویہ کو علم ہو کہ وہ سب مال کا خمس بنتا ہے۔ زیادہ نہیں تو ایسا انتظامی حکم دیا مگر فی نفسہ وہ سونا چاندی خمس سے زائد تھا۔ اسی لیے حضرت حکم دے مرنے اس حکم پر عمل نہ کیا۔

اسے کتاب و سنت کے خلاف کہنا جرات دشمنانہ ہے گو سابق کسی خلیفہ کو اس کی ضرورت پیش نہ آئی تھی تاہم عقلی اور فقہی اعتبار سے یہ ناجائز نہیں ہے اس کی مثال بالکل اسی طرح ہے کہ زکوٰۃ کے مصارف ثمانیہ میں سے صرف ایک مد میں زکوٰۃ خرچ کی جائے یا جب مختلف نصابوں کی نکال لی جائے تو کسی خاص نصاب سے (سونا، چاندی یا غلہ، کپڑا یا تجارتی سامان) تمام نصابوں کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو سب کے ہاں درست ہے۔ اسی طرح مختلف مدت کے مال سے سب کا خمس کسی خاص مد سے کمانڈر انچیف یا خلیفہ نکال کر بیت المال میں دے دے اور بقیہ تقسیم کر دے تو درست ہے۔

س ۶۴۰: کتاب الاموال میں ہے کہ معاویہ نے یمن کی زکوٰۃ سے لوگوں کو عطیات

دینے کا حکم دیا۔ لوگوں نے احتجاج کیا کہ ہم نیمیوں کا مال نہیں لیتے تب عطایا بھیجے گئے۔

ج: یہ بھی بلاوجہ اعتراض ہے کیونکہ عطایا لینے والوں میں امیر و غریب سبھی تھے۔ تاریخ زائد ہو رہی تھی مرکز سے جزیرہ کا مال آتے آتے دیر لگ جاتی اس لیے صدقات یمن سے ادائیگی کی اجازت دی اور یہ ایک مد کا دوسری سے قرض لینا تھا کہ عطیات فنڈز سے یتامی و مساکین کو اتنے مال کی ادائیگی کی جاتی۔ چونکہ نا سمجھی سے لوگوں نے احتجاج کیا تو اس کا بھی احترام کیا گیا۔ آج بھی حکومت کے مختلف ادارے اور شعبے افسران بالا کی اجازت سے دوسری مدتوں سے قرض لے کر اپنا حساب کتاب کر لیتے ہیں پھر اپنے فنڈ سے متعلقہ محکمہ کو ادائیگی کر دیتے ہیں اس میں کسی کی حق تلفی نہیں ہوتی۔

س ۶۴۱: حضرت حجر بن عدی کا مقام مذہب اہل سنت میں کیا ہے؟ کیا وہ شہید مظلوم نہ تھے؟ ج: حضرت حجر کو ذک کے نیک زاہد اور حضرت علیؑ کے حامیوں میں سے تھے۔ صحابی نہ تھے تابعی تھے۔ لیکن بنو امیہ کے سخت خلاف تھے۔ حضرت حسنؑ پر صلح و بیعت سے ناراض تھے پھر حضرت حسینؑ سے بیعت تڑوانی چاہی مگر آپؑ نے فرمایا:

انا قد بايعنا وعاهدنا ولا سبيل هم نے پکی بیعت اور معاہدہ کیا ہے ہم بیعت الی نقض بیعتنا۔ (اخبار الطوال للذہبی ص ۲۱)

پھر ان کے ساتھ بہت سے شریک مل گئے اور حکومت کے خلاف کارروائیوں میں لگے رہتے۔ بقول ابن جریر و ابن کثیر یہ لوگ حضرت عثمانؓ کی بدگوئی کرتے اور ان کے بارے ظالمانہ باتیں کرتے اور امرار پر عیب لگاتے تھے اور اس معاملے میں غلو کرتے تھے۔ (البدایہ ص ۵۷) پھر ایک مرتبہ حضرت مغیرہؓ گورنر کو ذک کو ڈرایا دھمکایا تو انھوں نے معاف کر دیا۔ پھر سات سال بعد زیاد کو ذک کا گورنر ہوا اور اس نے حضرت عثمانؓ کی تعریف کی۔ قاتلوں پر پھپکار کی، تو حجر نے حسب معمول کھڑے ہو کر برا بھلا کہا۔ (ابن سعد)۔ زیاد نے اس وقت کچھ نہ کہا، مگر تنہائی میں بلا کر خوب سمجھایا، زبان بند رکھنے کا حکم دیا۔ اب شریعہ ان کے گرد جمع ہو گئے اور زیاد کے خلاف خوب محاذ بنالیا۔ برسرِ عام گورنر کو اور عامیان عثمانؓ کو برا بھلا کہتے۔ پھر ایک مرتبہ مسجد میں خطبہ کے دوران نمازیوں اور گورنر پر پتھر اڑا دیا تو گورنر نے بڑی لڑائی کے

بعد ان کو گرفتار کیا۔ آزادانہ عینی ۴۰ گواہیاں اس مضمون کی ثبوت ہوئیں :

"حجر نے اپنے گرد بہت سے جتھے جمع کر لیے ہیں اور خلیفہ کو کھلم کھلا برا کہا ہے اور امیر المؤمنین کے خلاف جنگ کرنے کی دعوت دی ہے اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ خلافت کا آل ابی طالب کے علاوہ کوئی مستحق نہیں انھوں نے ہنگامہ برپا کر کے امیر المؤمنین کو نکال باہر کیا۔" (تاریخ طبری ص ۱۹۳ تا ص ۲۰۰، ج ۴)

ان گواہیوں میں حضرت وائل بن حجر، کثیر بن شہاب، عمرو بن حریت، خالد بن عرفطہ جیسے جلیل صحابہ تھے اور ابو بردہ، موسیٰ بن طلحہ، اسحق بن طلحہ جیسے فقہار و تابعین بھی تھے۔

ظاہر ہے ان کا جرم بغاوت ثابت ہو چکا تھا اور باغی کی سزا موت ہے۔ تاہم امیر معاویہ نے مزید تردد کیا اور گورنر کوذ کو کھاکر قتل کی نبت معاف کرنا افضل جانتا ہوں مگر زیاد نے لکھا اگر آپ کو شہر کوذ کی ضرورت ہے تو حجر اور ان کے ساتھیوں کو واپس نہ بھیجئے۔ پھر حضرت معاویہ نے چھ افراد کو سفارش پر چھوڑ دیا اور آٹھ کو جلا دے کے حوالے کر دیا۔ بعد میں حضرت عائشہؓ کا سفارشی خط آیا اور قاصد جلا دے کے پاس گیا تو حجر قتل کیے جا چکے تھے رحمہ اللہ۔ (البدایہ مخقر) اس سب تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت حجر بن عدی کندیؓ باقاعدہ جرم بغاوت کی بنا پر قتل کیے گئے۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو کوئی بڑی خونریز بغاوت برپا کر دیتے۔ شرعی جزا پاک ہو گئے۔

س ۶۴۲: کیا کبیرہ گناہ کرنے والا امیر المؤمنین ہو سکتا ہے؟

ج: حدیث مشہور ہے۔ ولا یدل للناس من امیر بس او فاجر۔

نیک یا بد امیر کا لوگوں پر ہونا ضروری ہے۔ حضرت علیؓ کا فتویٰ بھی یہی ہے لیکن حضرت معاویہؓ کو، حجر بن عدی کے قتل کرنے میں گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ کہا جائے گا کیونکہ انھوں نے اسلامی تعزیراتی سزا نافذ فرمائی۔ اگر حضرت علیؓ سے متوقع بغاوت کو دبانے کے لیے جنگ جمل و صفین میں ہوا، تو حضرت معاویہؓ نے ثابت شدہ بغاوت (مع شہادات) پر اگر صرف آٹھ افراد کو قتل کیا تو کوئی جرم نہیں کیا انتظامی امور میں قانون حاکم کی طرف داری کرتا ہے۔

۱۹۶۷ء کی قومی اتحاد کی تحریک میں بھٹو حکومت نے ہزاروں افراد کو خاک و خون میں ڈھلایا مگر قانون نے ان سب واقعات سے درگزر کر کے صرف احمد رضا قصوری کے والد مرحوم

کے خفیہ اور سازشی قتل میں بھٹو کو گرفتار کر کر سولی پر لٹکایا۔

س ۶۴۳: اگر نہیں ہو سکتا تو شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفہ اشاعرہ میں اعتراف کیا ہے کہ

معاویہ مرتکب کبیرہ تھا۔ آپ اسے خلیفہ کیوں مانتے ہیں؟

ج: بغاوت و امارت کے لیے عصمت شرط نہیں جیسے حدیث بالا گذری تاہم شاہ صاحب کا یہ قول جنگ صفین کی ظاہری شکل پر مبنی ہے کہ شاہ صاحب کے ہاں وہ ناجائز اور گناہ تھی۔

یہ مطلب نہیں کہ اس اجتہادی اقدام اور انتظامی معاملات کے علاوہ حضرت معاویہؓ اپنی ذاتی ہمت و کردار میں عیب دار یا مرتکب کبیرہ تھے جیسے شیعہ تاثر دے رہے ہیں اور جنگ صفین میں مقابلہ کا عذر اور اجتہاداً مجبوری ہم واضح کر چکے ہیں اور آپ کی خلافت صحیحہ حضرت حسنؓ کی دست برداری اور بیعت کے بعد ہے۔ اس ۲۰ سالہ دور میں کسی کبیرہ کا ارتکاب نہیں ہوا تو ہم امیر المؤمنین اور خلیفہ بجا مانتے ہیں۔

س ۶۴۴: جب معاویہؓ نے حضرت سعدؓ کو علیؓ کی سب و شتم پر مجبور کیا تو آپ نے کیا جواب دیا اور کون سی تین فضیلتیں بیان فرمائیں؟

ج: کوئی مجبور نہیں کیا بلکہ پوچھا: مالک لا تسب ابائنا ابائے۔ اور سب سے مراد لعنت و بھڑکار ہے نہ ان کی بدگوئی و مذمت ہے۔ صرف قاتلین عثمان کے متعلق

ان کی نرم پالیسی پر تنقید ہے مگر حضرت سعدؓ بڑے عالی ہمت اور قدردان مرتضیٰ تھے یہ فضائل بیان کر دیئے۔ حضرت معاویہؓ نے بھی غشی سے سنے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہؓ کے ہاں رائے کی بھی آزادی تھی اور فضائل مرتضیٰ سے انکاری بھی نہ تھے۔ اختلاف و شکر رنجی قاتلین عثمان کے متعلق نرم پالیسی سے پیدا ہوئی اور دن بدن بلوائیوں کی شرارتوں سے اس میں اضافہ ہوتا رہا۔ حضرت سعدؓ نے یہ فضیلتیں بیان فرمائیں:-

۱۔ حضورؐ نے فرمایا: کیا تو اس پر خوش نہیں کہ تیرا میرے ساتھ وہی مرتبہ ہے جو ہارونؓ کا مولیٰ کے ساتھ تھا۔ مگر یہ کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔

۲۔ خیبر کے دن آپؐ نے فرمایا: میں جھنڈا صبح اسے دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسولؐ بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ تو

علیؑ کو جھنڈا دیا۔ خدا نے آپ کو فتح دی۔

۳۔ جب آیت مبارکہ نازل ہوئی تو رسول اللہ نے حضرت علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ کو بلوایا تو دعا مانگی۔ اے اللہ یہ بھی میرے گھر کے لوگ ہیں۔ (مسلم ص ۲۷۸)

س ۶۲۵: جب عشرہ مبشرہ جیسے اصحابؓ سعد بن ابی وقاصؓ اور سعید بن زیدؓ اور دیگر خلفاء کے متقی و اہل فرزند موجود تھے تو زید کو ولی عہد کیوں بنایا؟

ج: اس کی مفصل تحقیق ہم ”عدالت حضرات صحابہ کرامؓ“ خاتمہ میں کر چکے ہیں۔ اگر ان میں سے بھی کوئی صاحب خلیفہ بن جاتے تو شیعہ کہاں مانتے؟ کیا عمر و بن سعد کو شیعہ خلیفہ مان لیتے۔ شیعوں کو تو بہر حال طعن بر معاویہؓ سے کام ہے۔

س ۶۲۶: کیا ولی عہدی محض تجویز تھی یا جبری حکم؟ اگر تجویز تھی تو رشوتیں دینے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

ج: تجویز تھی اور وہ بھی حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی۔ جب اکثر گورزوں اور کابینہ نے مشورہ دے کر پاس کرائی اور تمام شہروں والے متفق ہو گئے اور صرف اہل مدینہ کے ۵-۶ ذوی الرائے اصحابؓ نہ مان رہے تھے تو ایک بے اعتبار روایت کی بنا پر حضرت معاویہؓ نے تالیف قلوب یا دھمکی سے ہمنوا بنانے کی کوشش کی۔ سیاسی معاملات میں اتفاق حاصل کرنے کے لیے بسا اوقات ایسا اقدام ناگزیر ہو جاتا ہے۔ بغاوت کی سخت سزا اسی لیے ہے۔ ایک خلیفہ ہو جانے پر دوسرے کے لیے بیعت یا دعویٰ خلافت پر احادیثؓ، مسلم میں قتل کا حکم اسی بنا پر ہے۔ یہ اس فرضی روایت کو ماننے کی صورت میں حضرت معاویہؓ سے دفاع ہے۔ ورنہ اتنی باتوں کی ہمیں بھی ضرورت نہیں۔ فریقین ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر واجب الاصرار ہیں۔

س ۶۲۷: عدالت صحابہؓ کا صحیح مفہوم اہل سنت کے نزدیک کیا ہے؟

ج: بیکہ صحابہ کرامؓ، روایت حدیث میں جرح و تعدیل کی بحث سے بے نیاز تھے۔ وہ معاملات، اخلاق اور کردار میں صحبت نبویؐ کی وجہ سے تزکیہ شدہ اور صاف و بے عیب تھے۔ اگر کسی سے کوئی غلطی ہو گئی تو خدا نے معاف کر دی یا وہ خود تائب ہو کر رخصت ہوئے وہ عمدہ نہ بھوٹ بولتے تھے نہ ظلم و خیانت کرتے تھے۔ ہمیں ان کے باہمی معاملات میں

سکوت کا حکم ہے۔ خدا کا فرمان ہے: ”لیکن اللہ نے تمہیں ایمان محبوب بنادیا اور اسے تمہارے دلوں میں مزین کر دیا اور کفر، گناہ، نافرمانی سے تمہیں نفرت دے دی۔ تم ہی لوگ اللہ کے فضل و نعمت سے نیکو کار ہو۔“ (حجرات پ ۲)

س ۶۲۸، ۶۲۹: عہد اہل سنت الصحابة کلہم عدول کم از کم دو قدیم کتب سے ثابت کریں۔

ج: علامہ ابن عبد البر مالکی المتوفی ۴۶۳ھ الاستیعاب ص ۹ پر لکھتے ہیں:-

وان كان الصحابة رضی اللہ عنہم قد كفينا البحث عن احوالہم لاجماع اهل الحق من المسلمين وهم اهل السنة والجماعة انہم عدول۔
یہ شک ہم صحابہ کرامؓ کے حالات پر کافی بحث کر چکے ہیں کیونکہ تمام اہل حق، اہل سنت و جماعت مسلمانوں کا اجماع ہے کہ سب صحابہ کرامؓ عدول ہیں۔

ما حفظ خطیب بغدادی المتوفی ۴۶۰ھ کفایہ باب فی عدالت الصحابہؓ پر لکھتے ہیں:-

وجميع ذلك يقتضى طهارة الصحابة والقطع على تعديلهم ونزاهتهم فلا يحتاج احد منهم مع تعديل الله لهم المطلاع على بواطنهم الى تعديل احد من الخلق فهم على هذه الصفة الا ان يثبت على احد ارتكاب ما لا يحتمل الا قصد المعصية والخروج من باب التاويل فيحكم بسقوط العدالة وقد برءهم الله تعالى من ذلك ورفع اقدارهم عنه۔
یہ تمام آیات و احادیث صحابہ کرامؓ کی گناہوں سے طہارت عدالت کی قطعیت اور برائیوں سے پاک دامن پر دلالت کرتی ہیں پس ان کے باطن سے واقف رب تعالیٰ کی شہادت بر عدالت کے ہوتے ہوئے کسی مخلوق کی تعدیل کی حاجت نہیں وہ اسی طہارت پر سمجھ جائیں گے تا آنکہ کسی سے ایسے کام کا ارتکاب ثابت ہو جو صرف معصیت ہی کے ارادے سے ہو سکتا ہو اور تاویل کی کوئی گنجائش نہ رہے تاکہ عدالت ساقط ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے کام سے ان کو بری رکھا ہے اور ان کی شان اس سے برتر بنائی ہے۔

س ۶۵۰: کیا صحابہ کا ہر قول و فعل اجتہاد ہوگا؟

ج: مجتہد صحابہ کا ہر قول و فعل ایسا ہے بشرطیکہ خود اس نے یا باقی سب نے نفی نہ کی ہو اور عوام اگر مجتہد صحابی کے مقلد ہیں تو بھی یہی حکم ہے اگر عامی کا اپنا فعل و عمل ہے اور باقیوں نے اس کی تائید یا اس پر سکوت کیا ہے تو وہ بھی جائز سمجھا جائے گا۔ خلفاء راشدین کی پیروی کا بالخصوص آپ نے حکم دیا ہے اگر ان کا کسی مسئلے پر اتفاق ہو یا فرض کسی عام اور غیر فقیہ صحابی سے اس کے خلاف مروی ہو تو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ ان دو سوالوں کی مکمل تشریح ہماری کتاب عدالت صحابہ کرام میں دیکھئے۔

س ۶۵۱: کیا معاویہ کو بارگاہ رسالت میں مرتبہ اجتہاد حاصل ہوا؟

ج: بارگاہ رسالت میں صحابہ کا مشورہ چلتا اور قبول ہوتا تھا۔ اجتہاد تو آنجناب کا اپنا تھا۔ جب کہ معاویہ کاتب و امین تھے۔ مشورے دیتے تھے۔ ایک مشورہ کے موقع پر حضور علیہ السلام نے فرمایا: ادعوا معاویۃ احضر وہ امرکم فانہ قوی امین۔ معاویہ کو بلاؤ اپنا معاملہ اس کے سامنے رکھو کیونکہ وہ طاقت ور اور امین ہے۔ (مجمع الزوائد ص ۳۵۶، طبرانی رجالہ ثقات و فی بعضہم خلاف)

ایک مرتبہ یہ دُعا فرمائی: اے اللہ معاویہ کو حساب و کتاب سکھا اور عذاب جہنم سے بچا۔ (الاستیعاب لابن عبد البر ص ۳۸) تو یہ مرتبہ و تعلق اجتہاد سے کم رتبہ کا نہ تھا۔

س ۶۵۲: حضرت عائشہؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ نے تو آپ کے خیال میں غلطیوں سے رجوع کر لیا۔ کیا معاویہؓ نے بھی رجوع کیا۔ شہرستانی کے بقول معاویہؓ نے صرف امام حق کے خلاف بغاوت کی؟

ج: جب آپ کا مذہب ہی ”میں نہ مانوں“ کفر و انکار ہی ہے۔ مذکورہ بالا تین ہستیوں کو خدا معاف کر دے، تم معاف نہیں کرو گے تو حضرت معاویہؓ کے متعلق ایسا ثابت بھی کر دیں تو آپ مان جائیں گے؟ حضرت علیؓ کی وفات پر معاویہؓ کے رونے کا تو حالہ ہم البدایہ والنہایہ سے دے چکے ہیں۔ ضرار صدائی سے باصرار حضرت علیؓ کے غیر معمولی اوصاف سننا اور رو پڑنا بھی تاریخی حقیقت ہے۔ پھر آخر میں فرمایا: رحم

اللہ ابا الحسن کان واللہ کذلک۔ اللہ علیٰ رحمت نازل فرمائے خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔ (الاستیعاب تحت الاصابہ ص ۴۳)

اسی طرح آپ نے قسم کھا کر فرمایا: علیؓ مجھ سے بتر اور مجھ سے افضل ہیں اور میرا ان سے اختلاف صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے مسئلہ میں ہے اگر وہ خون عثمانؓ کا بدلہ لے لیں تو اہل شام میں ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا سب سے پہلے میں ہوں گا۔ (البدایہ ص ۱۲۹) یہ تاثرات ایک قسم کے رجوع اور توبہ کا نتیجہ ہیں۔ اور حضرت علیؓ بھی یہی تاثرات رکھتے تھے: اسحاق بن راہویہ نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ جنگ جمل اور صفین کے موقع پر ایک شخص کو سنا کہ وہ مخالف لشکر والوں کو برا کہہ رہا ہے تو آپ نے فرمایا، ان کو بھلائی کے سوا کچھ نہ کہو انھوں نے سمجھا ہے کہ ہم نے ان کے خلاف بغاوت کی ہے۔ (منہاج السنۃ ص ۶۱) اور نبی البلاغہ کا خطبہ تو مشہور ہی ہے جس میں اہل شام کو اپنے جیسا مومن کہا اور اختلاف صرف دم عثمانؓ میں منحصر فرمایا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت حسنؓ سے فرمایا: اے حسنؓ تیرے باپ کا گمان نہ تھا کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا۔ تیرا باپ چاہتا ہے کہ کاش وہ اس واقعہ (صفین) سے بیس سال پہلے فوت ہو گیا ہوتا۔ پھر صفین سے واپسی پر فرمایا: کہ حضرت معاویہؓ کے امیر ہونے کو برا نہ سمجھو، کیونکہ وہ جس وقت نہ ہوں گے تو تم مردوں کو گردنوں سے تہہ کی طرح اڑتے دیکھو گے۔

حادثہ اور جنگ سے گزرنے والے دونوں اکابر کے بیانات و تاثرات واضح ہیں اسی لیے ہم دونوں کے متعلق لب کشائی سے خاموش ہیں اور واجب الاحترام مانتے ہیں شہرستانی کے قول پر اصرار ایسا ہی ہے: ”کہ فریقین تو آپس میں صلح کریں مگر قاضی راضی نہ ہو“۔ س ۶۵۳: بخاری میں ہے: معاویہؓ نے کہا جو خلافت کے متعلق بات کرنا چاہے وہ سر اپنا اونچا کرے ہم اس سے اور اس کے باپ سے زیادہ حق دار ہیں۔ کیا تحریف و تحریف کا الزام معاویہؓ پر ثابت نہیں ہوتا؟

ج: اس میں تحریف اور دھمکی کی تفصیل تو نہیں ہے مگر حضرت ابن عمرؓ کا تاثر ہے کہ میں اگر بولتا تو اختلاف اور جھگڑے تک فوبت پہنچتی جسے میں پسند نہ کرتا تھا تو خاموش رہا۔

فتح الباری میں لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ کی رائے میں خلافت کا حقدار ترین وہ تھا، جو طاقت، رائے اور عقل میں فضیلت رکھتا ہو اور اسلام دین اور عبادت میں خالق شخص جو اتنی طاقت اور رائے و عقل نہیں رکھتا وہ فاضل و مستحق ترین نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ بڑے دین دار اور عبادت گذار کو احق ترین جانتے تھے۔ ہر انتخاب کے موقع پر ایسا اختلاف رائے اور گرم و نرم باتیں ہو جاتی ہیں۔ بالفرض حضرت ابن عمرؓ ہی بن جاتے تو شیعہ تو ان کے بھی دشمن ہوتے اور اب بھی ہیں۔

س ۶۵۲: کیا عقیدہ سنیہ میں صحابہ کرامؓ معیار حق ہیں؟

ج: جی ہاں! کہ وہ متبوع و مقتدا ہیں جو ان کے مجموعی نقش قدم پر چلے گا وہی نجات پائے گا۔ اللہ کا ارشاد ہے: ”اگر وہ لوگ بھی اسی طرح اور اتنا ایمان لائیں جو تم لئے ہو تو ہدایت پالیں اگر نہ پھیر لیں تو گمراہ ہیں“ (پل ع ۱۶)

س ۶۵۵: ترمذی کی حدیث کہ اے اللہ معاویہؓ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت پانے والا بنادے۔ اس کے اسناد صحیح ثابت کریں۔

ج: امام ترمذیؒ نے اسے حدیث حسن کہا یہ بھی صحیح کی ایک قسم ہے:

راوی پانچ ہیں: تقریب التذیب سے ان کی توثیق ملاحظہ ہو:

۱۔ محمد بن یحییٰ بن عبد اللہ بن خالد الذہلی نیشاپوری ثقہ اور جلیل حافظ ہیں۔ گیارھویں

طبقہ سے ہیں ۲۵۸ میں وفات پائی۔

۲۔ ابو مسر، عبد الاعلیٰ بن مسر و مشقی ہیں ثقہ اور فاضل ہیں۔ دسویں طبقہ کے کبار

ہیں۔ ۲۱۸ھ میں وفات پائی۔

۳۔ سعید بن عبد العزیز التنوخی دمشقی ثقہ اور امام ہیں۔ امام احمدؒ نے ان کو اور زانی

کے برابر مانا ہے۔ ساتویں طبقہ سے ہیں۔ ۱۶۷ھ یا اس کے بعد وفات پائی۔

۴۔ ربیعہ بن یزید دمشقی ابو شعیب ایا دی ثقہ اور عابد ہیں۔ چوتھے طبقہ سے ہیں۔

۱۲۳ھ میں وفات پائی۔

۵۔ عبد الرحمن بن ابی عمیر، ترمذی کی اسی روایت میں ہے کہ رسول اللہ کے

اصحاب میں سے تھے۔ تقریب میں ہے کہ حمص شام میں جا ٹھہرے تھے۔

سب صحابہ کرام عادل ہیں ان پر تنقید عرام ہے

س ۶۵۶: تنقید کے معنی اہل سنت کے نزدیک کیا ہیں؟

ج: لغوی معنی۔ پرکھنے اور کلام کے عیوب و محاسن ظاہر کرنے کے ہیں نقد
نقد انتقاد ناقہ مناقہ۔ کسی معاملہ میں جھگڑنا۔ انتقاد الکلام۔ کلام کی تنقید کرنا عیوب
محاسن ظاہر کرنا۔ (مصباح اللغات ص ۹)

اصطلاح اور محاورہ اردو میں، کسی چیز کے عیوب کو ظاہر کرنا ہے۔ اگر خوبیاں ظاہر
کی جائیں تو تقریظ و تبصرہ کہلاتا ہے۔

س ۶۵۷: کوئی آیت قرآن بتائیں کہ کسی صحابی پر تنقید نہ کی جائے؟

ج: تنقید مردہ اور کسی کے عیوب ظاہر کرنا، غیبت و عیب جوئی کہلاتا ہے قرآن میں ہے:
۱۔ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَ بَعضُکُمْ بَعضًا۔ (حجرات پ ۲) تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے اور نہ عیوب تلاش کرے۔

۲۔ وَلَا تَكْلُمُ الْفَوَاحِشَ الَّتِي بَيْنَ يَدَيْهِ (پ ۲) ہلاکت ہے ہر عیب جو اور طعنہ دینے والے کے لیے۔

جب قرآن مدح صحابہؓ سے پڑھے تو ان کی عیب جوئی و مذمت، غیبت، جھوٹ

اور طعنہ بازی ہوگی جو قطعی حرام ہے۔ یہ حقوق جب تمام مسلمانوں کو حاصل ہیں تو صحابہ کرام

اس کا مصداق اولین ہیں۔ جب وہ معیار ایمان ہیں تو معیار پر تنقید نہیں کی جاتی۔

س ۶۵۸: حرمت تنقید پر حدیث مرفوعہ صحیح توثیق شدہ پیش کریں۔

ج: ترمذی شریف میں ارشاد نبویؐ ہے:

لوگو! میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ ان کو میرے بعد طعن و تشنیع

و تنقید کا نشانہ نہ بنانا کیونکہ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے

ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے دراصل میرے ساتھ اپنے بغض

سے بھی جھپٹ کر منافقوں نے صحابہ کرامؓ کو بوقوف کیا تو خدا نے ان کو بڑے وقوف اور بے علم کہا۔ (پل ع ۱)

کی وجہ سے بعض رکھا جس نے انہیں طعن و تشنیع سے تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو ناراض کیا۔ عنقریب اللہ اسے بُرا عذاب دے گا۔ (ترمذی ص ۲۴۹) و موارد الظمان ملخص صحیح ابن حبان ص ۵۶۹) اس کے پانچ راویوں کی توثیق تقریب التہذیب سے یہ ہے:

۱۔ محمد بن یحییٰ بن عبد اللہ شیخ ترمذی۔ اس کی توثیق سوال ۶۵۵ میں آگئی۔

۲۔ یعقوب بن ابراہیم بن سعد ابو یوسف مدنی نزہۃ اللہ اور نویں طبقہ کے صغار سے ہیں۔ ۲۰۸ ھ میں وفات پائی۔

۳۔ عبیدہ بن ابی رائطہ المجاشعی کو فی صدوق طبقہ ثامنہ کے ہیں۔

۴۔ عبد الرحمن بن زیاد، اسے ابی زیاد بھی کہتے ہیں۔ یہ ابو بکر نخعی کو فی ہیں ثقہ اور کبار ثالثہ میں سے ہیں ۸۳ ھ میں وفات ہوئی۔

۵۔ عبد اللہ بن مغفل بیعت رضوان والے صحابی ہیں ۵۵ ھ میں بصرہ جا آباد ہوئے۔

س ۶۵۹: صحابہ پر تنقید کی ممانعت حضرت ابو بکر کے کلام سے ثابت کریں۔

ج: جب اصل ممانعت قرآن و سنت سے ثابت ہے اور حضرت ابو بکر کا مل متبع قرآن و سنت تھے تو حکماً ان کا فتویٰ بھی یہی سمجھا جائے گا۔ چونکہ مختصر دو سالہ دور خلافت میں صحابی پر تنقید کا واقعہ پیش نہیں آیا لہذا صراحت منقول نہیں ہے۔

س ۶۶۱: حضرت عمرؓ کے قول سے حرمت ثابت کریں۔

ج: شفاعت قاضی عیاضؒ میں ہے کہ صاحبزادے عبید اللہ نے حضرت مقداد بن اسود کو برا بھلا کہا تو حضرت عمرؓ نے اس کی زبان کا ٹہنی چا ہی۔ دیگر صحابہؓ نے سفارش کی تو آپؐ نے فرمایا مجھے چھوڑو میں اس کی زبان کاٹ دوں تاکہ پھر کوئی شخص رسول اللہ کے صحابہؓ کو برا بھلا نہ کہے۔ (شفار مع شرح خفا جی ص ۴۱۳)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک بدوی آپ کے پاس لایا گیا جس نے انصاف کی ہجو کی تھی۔ مگر اس نے ایک مرتبہ حضورؐ کو دیکھا ہوا تھا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (تھوڑی دیر کی) زیارت و صحبت کا لحاظ نہ ہوتا تو میں اس بدوی

کو سزا دینے میں تم سب کی طرف سے کافی تھا۔ (الصائم السلول علی شاتم الرسول آخری فصل) ابو داؤد ص ۲۸۷ پر طویل حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مدائن میں حضرت مدیفہؓ نے احادیث رسولؐ ایسے ذکر کیں کہ بعض صحابہؓ کی بے ادبی ہوتی تھی تو حضرت سلمان فارسیؓ نے ڈانٹ کر کہا کہ اس روش سے باز آ جاؤ ورنہ میں عمرؓ کو لکھتا ہوں۔ (وہ تمہیں سزا دیں گے) یہاں سے صحابہؓ کی بدگوئی کا جرم ہونا ثابت ہوا تو صحابیت کے مرتبہ کا لحاظ بھی معلوم ہوا۔

س ۶۶۱: حضرت عثمانؓ کے کلام سے ممانعت ثابت کریں۔

ج: حضرت عثمانؓ بھی متبع قرآن و سنت تھے۔ الگ ایسی صراحت نظر سے نہیں گذری۔

س ۶۶۲: حضرت علیؓ کے فرمان سے تمام صحابہؓ کے لیے حرمت تنقید ثابت کریں۔

ج: ۱۔ سب بڑا اور صریح وہ فرمان ہے جو اہل شام اور محاربین کے متعلق ہے کہ ان کے حق میں بجز خیر کے کچھ نہ کہو ہمارا ان کا اختلاف دم عثمانؓ کے متعلق غلط فہمی پر ہوا انھوں نے ہم پر الزام لگایا اور ہم سے لڑے حالانکہ ہم اس سے پاک ہیں۔ اسی طرح ہم نے ان کو غلطی پر سمجھ کر ان سے جنگ کی (حالانکہ وہ اپنے خیال میں اس سے پاک ہیں) (نہج البلاغہ)۔ حضرت امیر معاویہؓ وغیرہ شامی صحابہ کو شیعہ سب سے بُرا جانتے ہیں۔ جب حضرت علیؓ نے ان پر تنقید سے منع کیا تو بقیہ کی تنقید بدرجہ اولیٰ حرام ہے۔

۲۔ اللہ اللہ فی اصحابؓ لوگو! اپنے نبی کے صحابہ کے متعلق اللہ سے نبیؐ کم صلی اللہ علیہ وسلم ڈرو۔ اللہ سے ڈرو ان کی تنقید و برائی نہ فائدہ اٹھائی۔ (رداء الطبرانی) کرو کیونکہ حضورؐ نے ان کے متعلق ذکر خیر کی مصیبت فرمائی ہے

۳۔ نیز دارقطنی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا میرے بعد ایک قوم آئے گی جن کا بُرا لقب رافضی ہوگا تو اگر انہیں پائے تو ان کو قتل کرنا۔ کیونکہ وہ مشرک ہوں گے۔ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! ان کی نشانی کیا ہوگی؟ فرمایا تیری تعریف ان اوصاف سے کریں گے جو تجھ میں نہ ہوں گے اور گزشتہ نیک لوگوں (صحابہ رسول و تابعین) کی بدگوئی کریں گے۔ (صواعق مرقومہ ص ۵)

۴۔ نیز حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے

پیغمبروں میں سے کسی پیغمبر کو گالی دی اسے قتل کرو اور جس نے میرے صحابہ میں سے کسی کو گالی دی اسے کوڑے لگاؤ۔ (آخر جہ التمام فی فوائده ریاض النضرہ ص ۲۲)۔
۵۔ اور یہی روایت شیعہ کی جامع الاخبار لابن بابویہ ص ۱۳۸ مطبوعہ اسلام آباد میں بھی ہے۔
س ۶۶۳: تبرّا کے معنی بیان کر دیجئے۔

ج: لغوی معنی بتکلف کسی سے بیزار ہونا اور نفرت کرنا ہے۔ اصطلاحی یہ ہے کہ ایک شیعہ مذہب والا خدا کی توحید سے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہادیت، سنت اور قائم المعصومیت سے۔ از الحمد تا والناس قرآن شریف سے۔ چار اصحاب کے سوا، تمام صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدین سے بنات نبوی اور ازواج مطہراتؓ سے بیزاری اور نفرت ظاہر کرے، ان کی بدگوئی اور انکار میں اور لعنت و مذمت کرنے میں خوشی محسوس کرے۔
س ۶۶۴: سب و شتم کا مطلب واضح فرمائیے۔

ج: سب کا لغوی معنی گالی دینا ہے اور شتم کا معنی عار اور عیب کی کسی کی طرف نسبت کرنا اور بے عزتی کرنا ہے۔ (مصباح اللغات)۔ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں جب اصل لعنت میں کسی اسم کی خاص تعریف نہ ہو اور نہ شریعت میں مخصوص معنی اور تعریف ہو تو اس کی تعریف و تعیین میں عرف عام کا اعتبار ہوگا۔

”پس اہل عرف اور عوام الناس جس لفظ کو گالی، تنقیص شان، عیب گیری اور اعتراض میں شمار کرتے ہیں تو ایسا لفظ سب میں داخل ہوگا۔“ (الصارم المسلول علی شاتم الرسول)
س ۶۶۵: کیا اسلامی شریعت میں عام آدمی پر سب و شتم جائز ہے؟
ج: نہیں مشرکین کے بتوں معبودوں تک کو گالی دینے سے منع کیا گیا ہے۔

اہل سنت کی حدیث نبوی ہے: ”سباب المؤمن فسوق و قتالہ کفر“
مومن کو گالی دینا بڑا گناہ ہے اور اس سے (بلا ضرورت شرعی) جنگ کرنا (گویا) کفر ہے۔
شیعہ کی اصول کافی ص ۳۵۹، باب السباب میں امام باقرؑ کی احادیث ملاحظہ ہوں:
۱۔ کوئی شخص کسی دوسرے پر کفر کی شہادت نہیں دیتا۔ مگر ایک کافر بن ہی جاتا ہے۔
اگر کافر پر شہادت دی تھی تو سچ ہوئی اور اگر مومن مسلمان پر دی تھی تو کھنہ والا کافر ہوگا پس

تم مسلمانوں پر طعن کرنے سے ضرور بچو۔“

۲۔ لعنت جب کسی کے منہ سے نکلتی ہے تو پھرتی ہے اگر لعنت کیا ہوا اہل ہو تو ٹھیک در نہ لعنت کرنے والے پر آپڑتی ہے۔

۳۔ کوئی آدمی کسی مسلمان پر طعن نہیں کرتا مگر وہ بڑی موت مرتا ہے وہ اس لائق ہے کہ بھلائی کی طرف نہ لوٹے۔ (یعنی توبہ کی توفیق اسے نصیب نہیں ہوتی)۔
س ۶۶۶: اگر تبرّا اور سب و شتم ایک ہی چیز ہے تو پھر اہل سنت اپنے چمچے کلمہ رد کفر میں یہ ارتکاب کیوں کرتے ہیں؟

ج: ہمارے ہاں لغوی معنوں میں استعمال ہوتا ہے: یعنی ایک مسلمان شخص کہتا ہے: آئے اللہ میں کفر سے شرک سے، جھوٹ سے، غیبت سے، چغلی سے، بتان سے اور تمام گناہوں سے بیزاری اور نفرت رکھتا ہوں اور فرماں بردار ہو کر کہتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی خدائی حقوق کے لائق اور اس کی صفتوں والا نہیں۔ حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور شیعہ کا تبرّا اصطلاحی ہے کہ وہ مذکورہ باتوں سے تبرّا ہرگز نہیں کرتا۔ یہ تو اس کے شیعہ ہونے کی اصل نشانی ہیں۔ اس کا تبرّا سوال ۶۶۳ میں ذکر کردہ اشارے سے ہے۔ حوالہ کی حاجت اس لیے نہیں کہ ہر شیعہ زبان سے ان کا برملا اقرار کرتا ہے۔ جس کا جی چاہے کسی اثناعشری سے قسم دلا کر پوچھ لے۔

س ۶۶۷: آپ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے تو معاویہؓ پر سب و شتم نہ کیا۔ مگر معاویہؓ نے ان پر کیا اور شیعہ معاویہؓ کے تابع دار ہیں۔ سب و شتم کرتے ہیں۔ اہل سنت علیؑ کی پیروی کرتے ہیں۔ کتب اربعہ شیعہ سے ثابت کریں کہ مذہب شیعہ میں گالی بکنا جائز ہے؟

ج: یہ ہمارا الزامی جواب ہے جو شیعہ کے عقیدہ کے مطابق ہوتا ہے۔ در نہ اہل سنت کے ہاں فریقین کا ایک دوسرے کو گالی دینا ثابت ہی نہیں۔ طبری ص ۵ پر فریقین کا ایک دوسرے پر قنوت پڑھنا لکھا ہے۔ وہ ابو مخنف رافضی اور ابو جناب کلبی رافضی سے مروی ہے۔ دونوں مشور کذاب دشمنان صحابہ ہیں جو صحابہ کرامؓ پر ناپاک

اتہامات لگاتے رہتے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ شیعہ اپنے ائمہ کی تعلیمات کے برخلاف اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے ہر لمحہ خدا کے ذکر کے بجائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک صحابہؓ، ازواجؓ اور نامتربین قرآن، خلفاء راشدینؓ پر تبرے اور لعنتوں کے وظیفے پڑھتے ہیں۔ ہمیں ایسے ملعون اور تبرّاء لعنت پر مشتمل خطوط ملتے رہتے ہیں اور مشاق رافضی نے اس رسالہ میں ۱۰۰، ۱۰۰ اعتراضات و مطاعن، قرآن کریم، صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، عثمان غنیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ پر لکھ کر اپنے تبرّاز اور ساب و شاتم ہونے کا ننگا ثبوت دیا ہے۔ یہاں اصول اربعہ کے حوالہ کی کیا ضرورت ہے گو ”سنی مذہب سچا ہے“ ص ۳۶، ص ۳۷ کے مناظرہ میں ایسی روایتیں ہم روضہ کافی، فروغ کافی وغیرہ سے لکھ چکے ہیں مگر ہم یہاں یہ کہتے ہیں کہ شیعوں نے اسلام دشمنی اور بغض صحابہ کے جذبہ سے یہ روایتیں گھڑ کر اپنے اماموں کو بدنام کیا ہے ورنہ ان کی اصل تعلیم، تبرے اور لعنتوں گالیوں کی نہیں ہے بطور نمونہ صرف ایک روایت اصول کافی باب الطاعة والتقوى ص ۴۷، ص ۴۸ سے ملاحظہ فرمائیں؟ امام باقرؑ فرماتے ہیں اے جابر کیا شیعہ ہونے کے دعویدار کو یہ کافی ہے کہ وہ مکہ میں اہل بیت کا حب داردار ہوں۔ اللہ کی قسم ہمارا شیعہ (تابعدار) تو وہ ہے جو اللہ سے ڈرے اور خدا کی فرماں برداری کرے۔ اے جابر شیعوں کی پہچان تو عاجزی، خدا سے ڈر، امانت، خدا کے ذکر کی کثرت، روزہ، نماز، والدین سے نیکی کی کثرت، پڑوسیوں کی خبرگیری، فقیروں، مسکینوں، مقروصوں، یتیموں کی دیکھ بھال، سچ بولنے، قرآن پاک کی تلاوت اور پھلائی کے سوالگوں سے زبان بند رکھنے سے ہوتی تھی اور وہ ہر بات میں اپنے قبیلوں کے امین ہوتے تھے۔ جابر نے کہا: اے رسول اللہ کے بیٹے میں آج (آپ کے شیعوں سے) کسی کو ان صفات والا نہیں پاتا تو امام نے فرمایا اے جابر تجھے مذہب دھوکہ نہ دے کہ آدمی اپنے خیال سے یوں کتا پھرے میں تو علیؑ سے محبت کرتا اور دوستی رکھتا ہوں پھر اس کے بعد عمل کرنے والا نہ ہو۔ اگر کہے کہ میں رسول اللہ سے محبت رکھتا ہوں حالانکہ رسول اللہ حضرت علیؑ

سے بہت افضل ہیں۔ پھر وہ نہ آپ کی سیرت پر چلے نہ سنت پر عمل کرے۔ (کہ اہل سنت ہونا گناہ جانے) تو اسے رسولؐ کی محبت بھی کچھ نفع نہ دے گی۔ پس اللہ سے ڈرو اور خدا کی تعلیمات کے مطابق عمل کرو۔ خدا کے ساتھ کسی کی رشتہ داری نہیں ہے خدا نے تعالیٰ کو سب بندوں سے وہ پیارا اور معزز ہے جو سب سے بڑا پرہیزگار اور عامل و فرماں بردار ہو۔ اے جابر اللہ کا قرب صرف فرماں برداری سے ہوتا ہے۔ ہمارے پاس دوزخ سے برأت کا ٹکٹ نہیں ہے اور اللہ کے سامنے کسی کی حجت (ہمارے شیعہ کہلانے سے) چلے گی۔ جو اللہ کا فرماں بردار ہو وہی ہمارا دوست ہے اور جو اللہ کا نافرمان ہو وہی ہمارا دشمن ہے۔ ہماری دوستی صرف عمل اور تابعداری سے حاصل ہوتی ہے۔

عرض مؤلف روایت کو غور سے بار بار پڑھیے کیا اس میں مذہب شیعہ کی ایک بات بھی امام نے بتائی۔ کیا تبرّاء اور سب و شتم کو بھی ایمان، عمل اور تقویٰ کا جزو بتایا؟ کیا آج کسی شیعہ میں یہ عادات پائی جاتی ہیں۔ روایت میں جب صراحت ہے کہ امام باقرؑ کے زمانہ میں بھی ایسا شیعہ ایک نہ تھا تو آج کیسے ہو سکتا ہے؟ ہمیں سے ہم کہتے ہیں کہ شیعہ کا موجودہ مذہب ہرگز ائمہ اہل بیتؑ کا تعلیم کردہ نہیں ہے یہ صرف فاسق و متعبد باز ذاکروں اور دنیا پرست مجتہدوں کا اپنا بنایا ہوا ہے۔ وہ آل رسولؐ کے ”دوست و دشمن“ بتلانے کے گھنڈ میں، تفریق بین المسلمین کا ناپاک شغل اپنائے ہوئے ہیں حالانکہ امام کے فتویٰ میں وہ خود دشمن اہل بیتؑ ہیں۔ کیونکہ باقرؑ خود خدا و امام کی تعلیم پر عمل سے عاری اور محروم ہیں اور ان کو ہی امام نے اپنا دشمن کہا ہے۔

س ۶۶۸: جب مذہب میں یہ فعل مذموم ہے تو لغو اعتراض کیوں کیا جاتا ہے؟

ج: اپنے مذہب کے خلاف آپ کے کرتوتوں پر سچا اعتراض کیا جاتا ہے۔

س ۶۶۹: کیا لعنت گالی ہوتی ہے؟ کسی مفتی کا فتویٰ درکار ہے۔

ج: اہل سنت کے مفتیوں کے مفتی امام باقرؑ کا فتویٰ یہی ہے۔ اصول کافی کے باب السباب میں لعنت کرنے والی احادیث اس کا ثبوت ہیں۔ س ۶۶۵ کا جواب پھر دیکھ لیں۔

س ۶۴۱: آپ فاسق و فاجر پر لعنت کرنا جائز نہیں کہتے۔ قرآن میں کاذبین پر لعنت کیوں ہوئی؟

ج: قرآن مجید میں جن چند مقامات پر کاذبین، ظالمین اور کافریں و مشرکین پر ہوئی وہ سب مجموعہ کافروں پر ہی ہے۔ نہ لعنت شخصی ہے اور نہ مسلمان گنہگاروں پر ہے۔ جن پر اہل سنت لعنت نہیں کرتے اور دلیل وہی حدیثیں ہیں جو سنی و شیعہ میں مشہور ہیں کہ لعنت کو اپنا مقام نہ ملے تو لعنت کرنے والے پر لوٹ آتی ہے یعنی وہ ملعون یا کافر بن جاتا ہے۔

س ۶۴۲: اگر لعنت گالی ہے تو یہ گالیاں اللہ میاں نے کیوں دیں؟

ج: لعنت کا درجہ گالی سے بڑا ہے اور یہ لعنت کفار پر ہے۔ جسے ہم درست کہتے ہیں اور مسلمان گنہگاروں کو تو گالی دینا بھی جائز نہیں۔

س ۶۴۳: کیا معاویہ کو سنی شیخین سے زیادہ قوی و امین مانتے ہیں؟

ج: مطلقاً نہیں، کسی جزی میں تفادوت جہادات ہے۔

س ۶۴۴: پھر معاویہ اور تاریخی حقائق میں یہ روایت کیوں ہے کہ شیخین ایک مسئلہ میں مشورہ نہ دے سکے تو آپ نے فرمایا: معاویہ کو بلا و معاملہ سامنے رکھو وہ قوی ہیں اور امین ہیں۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

ج: اس کا حوالہ ہم پہلے دے چکے ہیں۔ ایک راوی کمزور ہے مگر شیعہ کا مفہوم مخالف سے استدلال بتلگڑ ہے۔ نہ شیخین، کمزور اور غلط مشورہ دینے والے ثابت ہوتے ہیں۔ نہ معاویہ کا فہم حضور سے اعلیٰ ثابت ہوتا ہے۔ نہ حدیث کو موضوع کئے کی ضرورت ہے ایسا کبھی ہو جاتا ہے کہ کسی پیچیدہ مسئلہ کا حل اور بہتر سوچ بڑے فضلاء اور دانش ورؤں کے ذہن میں نہیں آتی۔ چھوٹوں کے ذہن میں آجاتی ہے اور بڑوں کو چھوٹوں سے مشورہ کرنے میں ہی حکمت ہے: و شاوہم فی الامر حکم قرآن حکمت سے خالی نہیں ہے۔ اس تشریح سے سوال ۶۴۲، ۶۴۵ کا جواب بھی ہو گیا۔

س ۶۴۶: اگر معاویہ علی سے جنگ کر کے ان کو گالیاں دے کر اور دلوں کو اکرا کر

میں جائے گا تو پھر شیعہ صرف رسول اور آل رسول کے دشمنوں سے بیزاری کرنے سے کیوں بھنسی ہیں؟

ج: معاویہ دشمنی کا نشہ اور خمار بھی خوب ہے جو اترتا نہیں۔ جنگ کا عذر ہم مفصل بتا چکے ہیں۔ باقی ۴ الزامات صریح بھوٹ ہیں۔ تردید ہو چکی ہے۔ شیعہ کبھی رسول کے دشمنوں سے بیزاری نہیں کرتے۔ کیا شیعہ کی کسی بھی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ چلتے پھرتے یا نمازوں کے بعد یا کبھی بھی ان کفار و مشرکین سے تبرک کرو اور لعنتوں کے درود کرو جو رسول خدا سے جنگیں لڑتے رہے؟

جب ہرگز اس کا ثبوت نہیں ہے بلکہ ان کا تبرک اور لعنت بازی صرف ان مسلمانوں اور مومنوں پر ہے جو رسول خدا کے ساتھ ہو کر مشرکین و کفار سے جنگیں کرتے رہے تو شیعوں کے مسلم دشمن اور کافر دوست ہونے میں کیا شبہ رہا جب کہ یہ بھی حقیقت ہے کہ توحید و شرک اور مخالفت رسول کے باب میں آج شیعوں کا ۹۵ فیصد مذہب وہی ہے جو مشرکین کا تھا اور رسول خدا سے مٹانے آئے تھے تو شیعوں کے حضرت رسول سے اور تابعداران رسول سے بیزار ہونے اور جہنمی ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے۔

س ۶۴۷: شیعوں کو کیا ان افراد سے ذاتی دشمنی ہے وہ بھی اپنے اجتہاد سے ان کو قرآن و سنت کا مخالف اور مؤذی خانوادہ رسول جان کر دشمنی رکھتے ہیں؟

ج: بالکل ذاتی دشمنی ہے جیسے ایک دنیوی سیاست باز اپنے حریف سے شکست کھا کر ان کی کردار کشی کرتا ہے اور پارٹی کے لوگوں کو دشمنی کی تعلیم دیتا ہے۔ ہمارے اعتقاد میں حضرت علی نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ مگر نادان شیعوں نے بالکل اسی طرح خلفائے ثلاثہ اور حضرت معاویہ اور ان کے پیروکار صحابہ و تابعین سے دشمنی اور ان کی کردار کشی کا وطیرہ اپنایا ہوا ہے ورنہ کسی جمہوری ملک میں ایسی شریفانہ مثال نہ ملے گی کہ جسے انتخاب کے وقت دس بیس حامی بھی نہ ملیں یا وہ عظیم جنگ لڑ کر اپنا مقصد حاصل نہ کر سکے تو اس کے پیروکار سب قوم کی لعنت بازی، گالی گلوچ اور کردار کشی پر ایسے اتر آئیں کہ ان کو اپنے دین سے ہی خارج کر دیں۔

شیعہ نہ اہل اجتہاد ہیں نہ اپنی "تاریخ سیاہ" کے آئینہ میں حضرت علیؑ اور خاندانہ رسول کی دفاعی نمائندگی کا حق رکھتے ہیں تفصیل کسی مقام پر آجائے گی۔

س ۶۷۸: مطاعن شیعہ کا جواب آپ یہ دیتے ہیں: ۱۔ اصحابؓ کے معاملے میں نیک گمان رکھنا چاہیے۔ ۲۔ اپنی کتب سے استدلال پیش کرتے ہیں۔ کیا یہ طریقہ معقول ہے؟

ج: دونوں طریقہ معقول ہیں۔ نیک گمان رکھنے کا خدا نے حکم دیا ہے: **اجْتَنِبُوا اكْثِيرَ اِمِّنَ الظَّنِّ اِنَّ اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بَعْضَ الظَّنِّ اَشْمُ وَلَا تَجَسَّسُوا** بچو بلاشبہ کئی بدگمانیاں گناہ ہیں اور کسی کے (سورہ حجرات ع ۲۶) خفیہ عیب تلاش نہ کرو۔

جب شیعہ مذہب کا سارا طریقہ نوشت و خواند کا ایک ایک صفحہ، جملہ تاریخ شیعہ کا دفتر سیاہ اور پوری قوم کا متواتر عمل اس حکم قرآنی کی مخالفت، بدظنی، الزام تراشی اور عیب گیری کا شاک ہے۔ آخر مطاعن شیعہ کی حقیقت اس کے سوا کیا ہے؟ ناجائز اتہام و الزام سے صفائی دنیا کا ہر معقول انسان، اپنے گھر، اپنے عمل اور اپنی کتب سے پیش کیا کرتا ہے۔ ہاں دوسرے پر الزام اپنے عقیدہ اور کتب کی بنا پر لگانا غیر معقول ہے جو شیعہ دستور ہے۔

س ۶۷۹: اہل بیتؓ کے فضائل کی احادیث آپ کے بقول شیعوں کی ہوتی ہیں۔ لیکن مخالفین اہل بیتؓ کے مناقب جب شیعہ یہ کہہ کر تسلیم نہیں کرتے کہ یہ شیعوں کے ہیں تو آپ اودھم کیوں مچاتے ہیں؟

ج: یہ نرا مغالطہ ہے۔ اہل سنت فضائل اہل بیتؓ کی جن روایات کو صحیح مستند اور ثقہ لوگوں سے مروی مانتے ہیں ان کو شیعہ کی کہہ کر کبھی رد نہیں کرتے بلکہ عقیدت سے پھیلاتے ہیں۔ لیکن شیعہ کتب اور لٹریچر میں اہل بیتؓ کے لیے بھی البواب المناقب اور کتاب الفضائل ہے ہی نہیں کہ وہ باقاعدہ سند و روایات سے ثقافت کی معرفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے نقل کریں۔ لامحالہ وہ اہل سنت کی چوری کر کے گھر

کے اغراجات چلاتے ہیں۔ اب اہل سنت اس فطری اور معقول طریقہ سے ان کو پابند کرتے ہیں کہ جب کئی کتب کی ان سندوں سے فضائل اہل بیتؓ کی احادیث نبویؐ میں تو پھر انھی کتب اور سندوں سے فضائل صحابہؓ کے ارشادات نبویؐ کیوں تسلیم نہیں؟ آخر بغض اصحابؓ کے سوا اور کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ پھر اہل سنت شیعہ کتب سے احادیث اہل بیتؓ در مناقب اصحابؓ پیش کرتے ہیں اور مسلمانوں سے متحد ہو جانے کی درخواست کرتے ہیں مگر وہ بالکل نہیں مانتے تو شتر مرغ کی اس مثال پر ہم اودھم نہ مچائیں تو کیا کریں؟

س ۶۸۰: جب غیر مسلم کہتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا تو آپ اس کی تردید کرتے ہیں لیکن سلاطین اسلام کی توسیع پسندی کو "سنہری فتوحات" کہہ کر نشر کرتے ہیں۔ یہ دُرُخی کیوں؟

ج: عہد نبویؐ کے غزوات اور خلافت راشدہ کی فتوحات ایک ہی سلسلہ ترقی اسلام کے دو کنارے ہیں۔ غیر مسلم دونوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ ہم دونوں کا جواب دیتے ہیں کہ جہاد تبلیغ کی اجازت نہ ملنے پر ہوتا تھا۔ ورنہ جبراً تلوار سے نہ حضورؐ نے کسی کو کلمہ پڑھایا نہ خلفاء اسلام نے باوجودیکہ آپ صحابہ و اسلام دشمنی میں غیر مسلموں کے آلہ کار ہیں مگر تعجب ہے عہد نبویؐ میں حضرت علیؑ کی سپاہیانہ خدمات اور قتل کفار پر بڑا فخر کرتے ہیں یہ دُرُخی کیوں؟ پھر آپ خلافت راشدہ کی فتوحات پر ناغوش ہیں۔ مگر آپ کے خیال میں کسی بزرگ کی خدمت نظر آجائے تو فخر یہ ذکر کرتے ہیں۔ اپنے رسالہ "چار یار" ص ۱۶۶، ص ۱۶۷ کے اقتباس ملاحظہ کریں:

۱۔ "لیکن جنگ خندق کے علاوہ اور کسی جنگ میں ان کے کارناموں کی تفصیل نہیں ملتی اسی طرح بعد وفات رسولؐ کی جنگوں میں ان کو سپہ سالار کی حیثیت سے منتخب کیا گیا مثلاً جنگ قادسیہ، جلولار اور حملات فارس میں ان کی کارکردگیاں، ان کو ایک مامور جنگجو افسر ثابت کرتی ہیں"

۲۔ شہر مدائن ایک زمانے میں کسروی سلطنت کا دارالحکومت تھا اسے سعد بن وقاص (ابن وقاص) نے فتح کیا۔ سلمانؓ بھی ایک فوجی دستے کے قائد کی حیثیت سے اس

لشکر میں شامل تھے جب مسلمانوں نے مدائن کو فتح کیا تو سعد نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ شہر میں داخل ہونے کے لیے دریائے دجلہ کو عبور کریں اور کہا کہ اگر مسلمان اپنی صفات پر باقی ہیں تو خدا ضرور عبور کرنے میں مدد کرے گا۔ حضرت سلمانؓ کو جوش آگیا اور فرمایا اسلام ابھی تازہ ہے اور دریا بھی مسلمانوں کی اسی طرح اطاعت کرے گا جس طرح اہل زمین نے کی ہے..... یہ سمجھ لو کہ آج کے دن ہماری فوج کا کوئی آدمی ہلاک نہیں ہوگا۔ سلمانؓ کی اطلاع کے مطابق پوری فوج سواریوں پر دجلہ عبور کر گئی اور کوئی بھی غرق نہیں ہوا۔“

س ۶۸۱: کا جواب بھی ان اقتباسات سے ہو گیا کہ اگر یہ جارحانہ کارروائی اور وسعت حد و کی ناجائز کوشش ہوتی تو سلمانؓ کیوں شریک ہوتے۔ آپ کیوں فخر کرتے اور خدا دریا کو ان کے تابع کیوں کر دیتا۔ معلوم ہوا کہ خلافت راشدہ میں مسلمانوں کی یہ فتوحات اسلام کی صداقت اور خلفاء کی حقانیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

س ۶۸۲: روضۃ المناظر حاشیہ تاریخ کامل میں ہے کہ باتفاق مفسرین شجرہ ملعونہ فی القرآن سے مراد بنو امیہ ہیں کیا آپ کو اتفاق ہے؟

ج: تعجب ہے کہ دعویٰ تفسیر کا ہے اور حوالہ تاریخ کے حاشیہ کا دیا جا رہا ہے۔ پھر یہ صریح جھوٹ ہے۔ ایک معتبر تفسیری قول بھی نہیں ہے چہ جائیکہ مفسرین کا اتفاق بتایا جائے۔ ہمارے سامنے تفسیری اقوال کی دشمنی تفسیر طبریؒ، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳،

قتل کیا۔ (صواعق محرقة ص ۱۳۲ مطبوعہ ملتان) یہ سعادت امویوں کو حاصل ہوئی۔ رافضی متعہ باز کی قسمت کہاں؟ اگر بنو امیہ اتنے ہی بُرے تھے تو علیؑ نے اپنے پاس ان کو کیوں رکھا تھا؟ اگر وہ دشمن علیؑ تھے تو پھر حملہ آور کو کیوں قتل کیا؟ نیز بتائیے زیاد کو آپؐ نے فارس کا گورنر کیوں بنا رکھا تھا؟

س ۶۸۳: ترمذی میں ہے کہ حضورؐ تین قبیلوں سے ناخوش گئے۔ بنی ثقیف، بنی خنیفہ بنو امیہ۔ اگر شیعہ خوش نہ ہوں تو سنت ہے یا بدعت؟

ج ۱: یہ موضوع ہے منکر ہے۔ یحییٰ کہتے ہیں: ربيع کچھ نہیں۔ نسائی اسے متروک الحدیث کہتے ہیں۔ ابو حاتم رازی کہتے ہیں: ابن ابی یعقوب مجہول ہے۔ (العلل المتناہیہ فی الاحادیث الواہیہ ص ۲۹۳)

ج ۲: بالفرض مانی جائے تو بھی ان کے کچھ افراد مراد ہیں، تمام نہیں۔ ورنہ حضرت ابوالعاص بن ربيع حضرت عثمان، حضرت ام حبیبہ، ابوسفیان، یزید بن ابوسفیان، معاویہ، سعید بن العاص، خالد بن العاص رضی اللہ عنہم سے بھی ناخوش ہونا چاہیے۔ حالانکہ ان سے یقیناً خوش تھے معلوم ہوا کہ شیعوں کا ہر کام بدعت اور مخالف سنت ہے جن سے حضورؐ خوش تھے ان سے یہ دشمنی رکھتے ہیں اور جن کفار بنو امیہ سے آپؐ ناراض تھے ان سے دشمنی کا شیعہ نے کبھی ذکر ہی نہیں کیا۔

س ۶۸۵، ۶۸۶: آفت سے بیزاری اختیار کرنا بہتر ہے یا نہیں؟ فرمانِ رسولؐ ہے کہ ہر دین کے لیے ایک آفت ہے۔ دین اسلام کے لیے بنو امیہ آفت ہیں۔

ج: موضوع حدیث ہے۔ پھر یہ حدیث مرفوع نہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ کی طرف منسوب قول ہے۔ نعیم بن حماد نے فتن میں اسے روایت کیا ہے۔ اگرچہ بعض نے اسے صدوق کہا ہے لیکن ساتھ ہی وہی کثیر الخطا کہتے ہیں۔ زبانی حدیثیں بیان کرتے تھے۔ بہت سی منکر اس کے پاس تھیں جن کا تابع نہیں ہے۔ یحییٰ ابن معین نے کہا حدیث میں کچھ نہیں۔ ابو داؤد نے کہا اس کے پاس بیس حدیثیں بے اصل ہیں۔ نسائی نے کہا: ضعیف اور غیر ثقہ ہے۔ ابن حبان نے ثقات میں ذکر کر کے کہا کہ بہت دفعہ غلطیاں کرتا اور وہی ہے نسائی نے ضعیف کہا اور دوسرے واضح الحدیث کہتے ہیں۔ ابن عدی اسے متہم کہتے ہیں۔

(تہذیب التہذیب ص ۲۶۱)

س ۶۸۷: یزید نے معاویہؓ کی زندگی اور ولیمہ دی میں بی بی عائشہؓ سے نکاح کی خواہش کی کیوں کی؟ مدارج النبوة۔ حیب کہ ام المؤمنینؓ اُمت پر حرام ہے۔

ج: حوالہ ناقص ہے اور روایت جھوٹی ہے۔ مدارج النبوة کا تمام باب عائشہ صدیقہؓ دیکھا۔ کہیں یہ ملعون بات نہیں ہے۔ ہاں یہ بات مل گئی کہ طبعی موت سے وفات پائی کنویں میں گر کر وفات پانے کا قصہ روافض (لغتم اللہ) کا من گھڑت ہے۔ (مدارج ص ۵۹۹)

جب آپؐ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو ام المؤمنینؓ کہتے ہیں تو آپؐ کے خلاف تبراً و بکواس کا حرام کام بند کیجئے۔ ماں کی کردار کشی و عیب جوئی سے بیٹا حلالی نہیں رہ سکتا۔

س ۶۸۸: حادثہ حرہ میں یزید نے اہل مدینہ کو ڈرایا۔ کیا وہ حدیثِ مسلم کے مطابق لعنتِ خدا و انس و ملک کا مستحق نہ ہوا؟

ج: اس پر تبصرہ "ہم سنی کیوں ہیں؟" کے آخری سوال میں ہم کر چکے ہیں۔

س ۶۸۹: صواعق محرقة میں ہے کہ یزید پلید نے ماں بیٹا بن بھائی کا نکاح جائز کر دیا تھا کیا ایسا خلیفہ برحق ہو سکتا ہے جب کہ آج کل اسے خلیفہ راشد کہا جا رہا ہے۔

ج: صواعق محرقة اصل دیکھی۔ روایت واقدی سے ہے جو مثالب کی روایتیں خوب گھڑتا ہے پھر سند بھی مذکور نہیں ہے۔ یہ حقیقت نہیں سیاسی رقابت کا اظہار ہے، ورنہ اہل سنت متفقہ اس کی تکفیر کرتے۔

س ۶۹۰: کثیر اہل سنت یزید کو لعنتی کہتے ہیں بلکہ اکثریت نے اس کا کافر ہونا تسلیم کیا ہے۔ فرمائیے آج کل جو ہمدردانِ یزید اسے رحمہ اللہ کہتے ہیں وہ سنی ہیں؟

ج: پہلی دو باتیں آپؐ کی بے دلیل ہیں ہمیں اتفاق نہیں جو رحمہ اللہ کہہ رہے ہیں وہ بھی سُنی مذہب پر عمل نہیں کر رہے۔ آپؐ کی صحابہ دشمنی اور لعنتی پیشہ نے ان کو بطور ضد و مخالفت دوسری گمراہی میں ڈال دیا ہے۔

س ۶۹۱: اگر یزید نیک تھا تو اس کے فرزند معاویہ بن یزید رحمۃ اللہ علیہ نے اسے فاسق فاجر قرار دے کر تختِ حکومت کو کیوں ٹھوکر ماری؟

ج: ہاں اللہ بنو امیہ کے ایک فرد کو تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کہہ رہے ہیں ذرا اپنے سوال ۶۸۳ کو مڑ کر دیکھئے، کہیں دشمن رسول تو نہیں بن گئے؟ ورنہ اپنا ناجائز استدلال تو واپس لیجئے۔ اس صلح و دین دار صاحبزادہ پر بھی آپ نے تمت لگائی کہ اس نے والد کو فاسق و فاجر کہا۔ شیخہ نو تاریخ طبری کا بیان ملاحظہ ہو: ”مجھ میں حکومت کا بار اٹھانے کی طاقت نہیں ہے۔ میں نے چاہا تھا کہ ابوبکرؓ کی طرح کسی کو اپنا جانشین بنا دوں یا عمرؓ کی طرح چھ آدمیوں کو نامزد کر کے ان میں سے کسی ایک کا انتخاب شوریٰ پر چھوڑ دوں۔ لیکن نہ عمرؓ جیسا کوئی نظر آیا، نہ ویسے چھ آدمی ملے اس لیے میں اس منصب سے دست بردار ہوتا ہوں۔ تم لوگ جسے چاہو خلیفہ بنا لو۔“ حضرت امام حسنؓ کے بعد دست برداری کی یہ دوسری مثال تھی۔

(تاریخ اسلام ندوی ص ۳۷۷)

س: ۶۹۲: حضرت معاویہ بن یزید نے دادا کو کیوں غلطی ٹھہرایا؟
ج: شیعہ تو آپ جدید ہیں لیکن ان کے جھوٹ بولنے کی قدیم وراثت آپ کو پوری مل گئی ہے۔ ہم نے طبری دیکھی۔ یعقوبی کے حوالے پڑھے اور نجیب و ندوی کو بھی دیکھا۔ معاویہ بن یزید کے قصہ میں کہیں نہیں ہے کہ اس نے دادا کو قصور وار ٹھہرایا ہو۔
س: ۶۹۳: اگر یزید نیک تھا تو عمر بن عبد العزیز نے اسے امیر المومنین کہنے والے کو بیس کوڑوں کی سزا کیوں دی؟

س: ۶۹۴: آج جو لوگ یزید کو امیر المومنین کہتے ہیں کیا دور عمر ثانیؓ میں ان کو یہ سزا نہ ملتی؟ پھر ابن تیمیہ، غزالی اور محمود عباسی کی تحقیق کیا مقام رکھتی ہے؟
ج: پہلا حوالہ درست ہے اس میں یہ بھی ہے کہ ایک شخص نے حضرت معاویہؓ کو برا کہا تو اسے عمر ثانیؓ نے تیس کوڑے لگائے۔ کیا اب خدا عمر ثانیؓ کی حکومت دے تو آپ کو تیس تیس کوڑے روزانہ لگنے سے عار تو نہیں ہوگی؟

ابن تیمیہؒ نے امیر المومنین نہیں کہا۔ وہ کہتے ہیں یزید کے متعلق لوگوں کے تین گروہ ہیں ایک کافر کہتا ہے۔ (شیعہ)۔ ایک نبوت کا قائل ہے اور کم از کم برگزیدہ خلیفہ راشد مانتا ہے یزیدؓ نے ایسا کیا تھا نہ ویسا، بلکہ وہ بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا اور مسلمان تھا اس

پر لعنت درست نہیں۔

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کی اپنی منفرد تحقیق ہے وہ لعن یزید کی نفی کر کے دعائے رحمت جائز و محبت کہتے ہیں اور نمازوں میں مومنین و مسلمین کے لیے عمومی عافیت اسے بھی شامل مانتے ہیں۔ عباسی کی تحقیق سے ہمیں اتفاق نہیں وہ مسلک اہل سنت سے ہٹا ہوا ہے۔
س: ۶۹۵: قسطلانی شرح بخاری ص ۱۰۳ میں لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا: میرے بعد میری امت فتنہ برپا کر کے حقوق اہل بیت ضبط کرے گی۔ فرمائیں وہ کون سا پہلا حق غصب ہوا؟ غاصب کا کیا نام ہے؟

ج: قسطلانی دستیاب نہ ہو سکی کہ سیاق و سباق سے مفہوم اخذ کیا جاتا۔ بظاہر یہ اشارہ قاتلین عثمانؓ کی طرف ہے۔ کیونکہ امت میں سب سے پہلا فتنہ انھوں نے برپا کیا۔ حضورؐ کی دو صاحبزادیوں کے شوہر عثمانؓ و ذوالنورینؓ کو شہید کر کے خلافت غصب کی۔ قرآن و حدیث کے مطابق ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، آل محمد و اہل بیتؑ نبویؑ ہیں۔ ان سے جنگ کرنے والے مصریؓ کوئی بلوائی اس کا مصداق ہیں۔

س: ۶۹۶: ۵۰۰ سال پرانی تاریخ اسلام سے اصحاب ثلاثہؓ کا نماز جنازہ دکھائیں؟
ج: حضرت امام حسینؓ کو شیعان کوفہ بلا کر شہید کر دیں اور جنازہ نہ پڑھیں۔ حضرت علیؓ کو ابن ملجم جیسا قسمیہ حب دار علی شہید کر دے اور اہل بیت امرتہ شیعول (خوارج) کے خوف سے حضرت علیؓ کی قبر بھی چھپا دیں۔ آپ ان واقعات پر قیاس کر کے ان بزرگوں کا جنازہ نہ پڑھا جانا باور کرتے ہیں کہ زندگی اور موت دونوں میں تمام مسلمانوں کے محبوب و مطاع تھے اور سب دنیا دست بستہ خادم تھے۔ آج دل ان کی ایسا ہی محبت سے لبریز ہیں تو قیامت کے دن سب مسلمان حضورؐ کے ہمراہ ان کے جھنڈوں تلے جمع ہوں گے۔

ہمارے خیال میں تاریخ کی سب سے معتبر و مفصل کتاب البدایہ والنہایہ لابن کثیر التوفی ۷۷۲ھ ہے اور قدیم طبقات ابن سعد التوفی ۲۲۰ھ اچھی ہے۔ ان سے جنازوں کا مختصر بیان سماعت فرمائیں:

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیماری میں حضرت عمرؓ ولی عہد بنے۔ نمازیں پڑھاتے رہے

(البدایہ ص ۱۵) اور پھر عمرؓ نے ہی نمازہ جنازہ پڑھائی۔ (چار تکبیریں کہیں، قبر رسول اللہ اور منبر کے درمیان جنازہ پڑھا گیا۔) (طبقات ابن سعد ص ۵۵)

حضرت عمرؓ فاروق کا جنازہ صہیبؓ نے پڑھایا۔

چنانچہ البدایہ ص ۱۴۵ پر ہے جب عمرؓ فوت ہو گئے اور جنازہ لایا گیا تو حضرت علیؓ و عثمانؓ دونوں لپکے کہ جنازہ پڑھائیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہا تم کو کچھ اختیار نہیں ہے یہ حق صرف صہیبؓ کا ہے جن کے متعلق عمرؓ وصیت کر گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت صہیبؓ نے آگے بڑھ کر جنازہ پڑھایا۔ مطلب بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ ابوبکر و عمرؓ دونوں پر مسجد نبوی کے اندر منبر کے روبرو نماز پڑھی گئی۔ (طبقات ابن سعد ص ۵۵)

حضرت عثمانؓ کے جنازہ کی تفصیلات گزر چکی ہیں۔ البدایہ ص ۱۹ پر ہے کہ جبیر بن مطعم نے یازبیر بن عوامؓ نے جنازہ پڑھایا اور شرکار جنازہ میں حضرت زید بن ثابتؓ، کعب بن مالکؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اور عثمانؓ کے ساتھیوں کی ایک جماعت تھی۔ عورتوں میں آپ کی بیوی نائلہ اور ام البنین نے بھی جنازہ میں شرکت کی۔

س ۶۹۷: فرمان نبوی ہے۔ علی خلیفتی علیکم من حیاتی و فی مماتی فمن عصاه فقد عصانی۔ کہ علیؓ تم پر میری حیات اور میری ممات میں تم پر خلیفہ ہے اس کا نافرمان میرا نافرمان ہے کیا کسی اور صحابی کی شان میں کوئی ایسا حکم موجود ہے؟

ج: روضۃ الاحباب بوگس اور غیر معتبر کتاب ہے۔ حدیث بے سند بلکہ باطل ہے۔ کیونکہ حضور کی زندگی میں علیؓ کے خلیفہ و حاکم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نبوت حضورؐ سے چھین کر علیؓ کو مل گئی؟ اس کے برعکس ایسی ہی روایت خطیب بغدادی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی ہے: ”کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ کو اپنے دین اور وحی میں میرا خلیفہ بنایا ہے تم اس کی بات سنو، نجات پاؤ گے۔ فرمانبرداری کرو ہدایت پاؤ گے۔ حضرت عباسؓ کہتے ہیں اللہ کی قسم لوگوں نے اطاعت کی تو ہدایت پائی۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ اس میں عمر بن ابراہیم کردی کمزور راوی ہے۔ (تتزییہ الشریعۃ المرفوعہ عن الاخبار الشنیعۃ المہضوبۃ علی بن محمد الکنافی باب مناقب الخلفاء الاربعۃ)

س ۶۹۸: حضورؐ مثیل موسیٰ ہیں (مزل) قوم موسیٰ کے بارہ سردار مقرر ہوئے (ماندہ) کیا قوم محمدؐ کے بھی سردار ہوں گے یا نہیں؟

ج: تفصیل تو ”ہم سنی کیوں ہیں؟“ حصہ اول میں دیکھیں۔ حاصل یہ ہے کہ مماثلت من کل الوجہ نہیں پھر وہ بارہ سردار بارہ قبیلوں کے قبائلی سردار تھے مذہبی نہ تھے۔ پھر نبض قرآن دو عمدہ پر قائم رہے اور دس غدار نکلے۔ کیا شیعہ اپنے بارہ اماموں کو ایسا ہی جانتے ہیں؟

س ۶۹۹: پھر صحیح مسلم میں بارہ سرداروں والی احادیث کیوں درج ہیں؟ ج: مسلم میں لفظ نقیب و امام نہیں کہ شیعہ کا استدلال تام ہو۔ بلکہ خلیفہ اور امیر کا لفظ آیا ہے۔ حضرت علیؓ و حسنؓ کے سوا باقی بزرگوں کو بالاتفاق منصب خلافت و امارت ملا ہی نہیں تو حدیث کا مصداق وہ بارہ حاکم ہیں جن کی امارت میں امت مسلمہ ایک رہی، دوسرا حاکم نہ ہوا اگرچہ بعض کردار کے صاف نہ تھے تاہم خلافت و امارت کا مفہوم حدیث ان پر صادق ہے۔ تفصیل تحفہ امامیہ سوال نمبر ۲ میں دیکھئے۔

س ۷۰۰: مسلم میں ہے کہ بارہ سردار قریش میں سے ہوں گے۔ اور مودۃ القرابی وغیرہ میں ہے کہ یہ سردار قریش کے قبیلہ بنی ہاشم سے ہوں گے؟ ج: مودۃ القرابی غیر معتبر رافضیوں کی کتاب ہے قریش میں سے ہوئے جن میں بنو امیہ یا بنو عباس بھی شامل ہیں۔

س ۷۰۱: کیا اہل سنت کے بارہ خلفاء قول رسولؐ سے ثابت ہیں؟ ج: حدیث میں صراحت نہیں۔ علماء نے ترتیب خلافت سے معین کیے کہ نبوی پیشین گوئی کا مصداق ہیں اور پیشین گوئی کی تعیین واقعہ کے بعد ہوتی ہے۔

س ۷۰۲: شیعہ کے بارہ اماموں کے نام حدیث سے ثابت ہیں؟ (شواہد النبوة ص ۱۹۵) ج: بالکل جھوٹ ہے۔ اہل سنت کی کسی کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ناموں کی صراحت نہیں فرمائی۔ شواہد النبوة متاخر تقیہ باز شیعوں کی کتاب ہے جو ہر گز حجت نہیں شیعوں کی اصول اربعہ میں بھی صحیح سند کے ساتھ ان ناموں کی صراحت نہیں۔ اصول کافی کتاب الحجۃ کی ایک روایت بھی نہیں جس میں رسول خداؐ نے ان بارہ اماموں کے نام بتائے

ہوں یا حضرت علیؑ نے بارہ نام ذکر کیے ہوں یا امام محمد باقرؑ یا امام جعفرؑ نے بارہ اماموں کے نام کی کوئی ایک روایت بھی بتائی ہو یا منقطع السند ہی انہوں نے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما کر بارہ اماموں کے مسلسل مرتب نام بطور ائمہ و خلفاء ذکر کیے ہوں۔ میں تمام شیعوں کو بانگِ دہل کھتا ہوں کہ اصولِ اربعہ سے ایک بھی بارہ اماموں کے صریح نام بنام والی روایت رسول دکھادیں۔؟ فہل من مبارز۔

یہ کوئی حجت و دلیل نہیں کہ نام نہاد ثقۃ الاسلام کلینی رازی المتوفی ۳۲۹ھ ایک عقیدہ خود بنائے پھر لوگوں اقوال کی بھرمار سے کتاب الحجۃ قائم کرے۔ پھر اس میں ”باب الاشارة والنص علی فلان“ نام بنام لکھ کر اس مضمون کی غیر معتبر روایت کرے ”کہ ہر فوت ہونے والا پیشوا یہ کہے کہ فلاں میرا ولی وارث جانشین ہے“۔ پھر اس مفہوم کی بات یا وصیت بہر مرنے والا اپنی اولاد یا بڑے بڑے کے حق میں کر کے جاتا ہے۔ اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ ایسے اوصیاء و امام واقعی بارہ تھے کم و بیش نہیں۔ پھر خدا و رسول کی طرف سے مضمون (نامزد کردہ) حجة اللہ معصوم مفترض الطاعت اور مثل انبیاء دینی پیشوا تھے؟

الغرض ”عقیدہ امامت اثنا عشر“ ایک فرضی تھیوری اور نظریہ ہے۔ قرآن، حدیث نبویؐ، اجماع صحابہؓ و اہل بیتؑ سے ثابت کوئی مسئلہ نہیں۔ میں ہر شیعہ بھائی سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے قریبی عالم و مجتہد سے بارہ اماموں کی امامت پر ناموں کے ساتھ قرآن و حدیث سے صریح دلیل طلب کرے پھر اس کی بے بسی اور عاجزی کا تماشہ دیکھے۔ انشاء اللہ حق مذہب تک رسائی ہو جائے گی۔ ورنہ کم از کم اتنا فائدہ تو ضرور ہوگا کہ بھاری بھاری فیسوں کے تاوان سے آپ بچ جائیں گے۔ الیس منکم رجل رشید؟

س ۳۱: مشکوٰۃ کتاب الفتن مشہور ہے کہ حضورؐ نے فرمایا میں اپنی امت میں گمراہ کرنے والے ائمہ سے ڈرتا ہوں، وہ کون سے امام تھے؟

ج: لفظ امام پر آپ کیوں فخر کرتے اور امامیہ کہلاتے ہیں۔ جب کہ امام گمراہ اور گمراہ کن بھی ہوا کرتے ہیں۔ اس سے مراد بنو امیہ و بنو عباس کے بعض جائز حکام مراد ہیں۔ سنی شیعہ کا اس پر اتفاق ہے۔

س ۳۲: کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے بارہ امام معاذ اللہ مفصل تھے؟
ج: سنی اصول پر ہم نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ بزرگ صحیح العقیدہ مسلمان اور اولیاء اللہ ہیں سے تھے۔ مسلمانوں کو کوئی گمراہی کی تعلیم نہیں دی۔ ہماری کتب صحیح میں ان سے احادیث اور علم دین مروی ہے۔

ہاں شیعہ اصول اور ان کی ان سے روایت کردہ احادیث کی روشنی میں یقیناً کہتے ہیں کہ یہ شریعتِ محمدیہ کو ختم کرنے والی گمراہانہ تعلیم ہے۔ تفصیل ہماری تحفہ امامیہ باب ۵ میں پڑھیے۔ خلاصہ یہ کہ ان اماموں کی (بقول شیعہ) تعلیم نے نہ خدا کو وحدہ لا شریک مانا نہ رسول کو ہادی اور کامیاب تسلیم کیا، نہ حضورؐ کی بیویاں اور بیٹیاں چھوڑیں، نہ صحابی و خلیفہ چھوڑا، نہ صرف امت کو خنزیر اور ولد الزنا کہا بلکہ شریعتِ محمدیہ کے مقابل ایک نیا مذہب تصنیف کر دیا اور کتابِ خدا کو غار میں روپوش کر کے سب مسلمانوں کو گمراہ کر دیا اور ایسا گروہ تیار کر دیا جس کا کام صرف اور صرف ماتم و بین کرنا تھیہ کر کے دینِ حق چھپانا، تمام اگلی پچھلی امت کو تبرے اور لغتیں کرنا، امتعہ کی عیاشی کرنا اور مسلمانوں کے خلاف منافرت پھیلانا اور سازشیں کرنا ہے۔ ایران کا اسلام سوز اور مسلم کش مذہبی انقلاب اس کی منہ بولتی تصویر ہے۔

س ۳۳: اگر آپ ائمہ اہل بیت کو برحق مانتے ہیں تو تمسک کیوں نہیں کرتے؟
ج: اپنی کتب و تعلیم کے واسطے سے اتباع کرتے ہیں۔ شیعہ زطلیات کی نہیں کرتے۔
س ۳۴: اگر تمسک کرتے ہیں تو ایک جدول تیار فرمائیے کہ کتنی احادیث ائمہ آل محمد سے آپ کی کتب میں مروی ہیں؟

ج: کچھ اللہ شیعوں سے زیادہ مروی ہیں۔ ان کا ایک مختصر جدول اور مجموعہ، مسندِ اہل بیت نوربین عن روایات الطیبین ”مولفہ محمد بن محمد الباقری ہے جس میں ۱۶۰۷ احادیث نبوی و آثارِ اہل بیت مروی ہیں۔ اور دیگر مطول کتابوں میں بہت سے آثار کچھ بڑے ہوئے ہیں فرق یہ ہے کہ ہماری احادیث میں اہل بیت خادم دین محمد ہیں۔ وہ قال رسول اللہ سے کلام نبوت سناتے ہیں جبکہ کتب شیعہ میں ائمہ کی زبان سے کذاب و ملعون راوی عن ابی عبد اللہ

عن ابی جعفر کہ راہی یا ان کی بات سنا ہے۔ قال رسول اللہ کہ حدیث رسول کوئی نہیں سنا الا ما اشار اللہ۔

س مکتبہ: آپ کے مہاجرین سے کیا مراد ہے؟

ج: وہی جو خدا نے مہاجرین کی تعریف کر کے مراد لی ہے۔

۱۔ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ۔ (حشر: ۹)

(مال نے) ان فقیر مہاجرین کا بھی حق ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے در بدر کیے گئے وہ اللہ کا ہی فضل اور اس کی خوشی چاہتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ تو سچے ہیں۔

۲۔ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُذُو قُرْبٍ سَبِيلِي..... لَا كُفْرُ بِّ عَنْهُمْ۔ (پ ۴ ع ۱۱)

پس جن لوگوں نے گھر بار چھوڑا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے..... یقیناً میں انکی غلطیاں معاف کروں گا اور ان کو جنت میں داخل کروں گا۔

۳۔ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبَّنَا اللَّهُ۔ (حج: ۱۳)

جو لوگ اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے، صرف یہ کہتے ہیں کہ ہمارا روزی رساں اللہ ہے۔

بحمد اللہ مہاجرین بھی ہمارے ہیں اور رب بھی ہمارا ہے شیعہ تو دونوں سے بیزار ہیں۔

س مکتبہ: کیا تمام مہاجرین نیک نیت اور صاحبانِ مراتب تھے؟

ج: جی ہاں؟ بالاتین آیات قرآنی اس پر گواہ ہیں۔

س ۹: اگر بھی مہاجرین صاحبِ فضیلت ہیں تو مشکوٰۃ شریف کی اس

حدیث کا کیا مطلب ہے؟ "اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے" الخ

ج: یہ بطور اصول اور کلیہ ارشاد فرمایا کہ نیک نیتی حصولِ ثواب کے لیے شرط ہے بالفرض اگر کوئی دنیوی مقصد کے لیے ہجرت کرے گا تو ثواب و فضیلت سے محروم

ہوگا۔ یہ ضروری نہیں کہ کسی دستور اور کلیہ کی موجودگی میں ضروری عوام کو دو دھڑوں میں تقسیم کیا جائے ہو سکتا ہے کہ کسی دستور کے سبھی پابند نکلیں اور کوئی خلاف ورزی نہ کرے۔ مع هذا قانون کی تعبیر و دشقوں سے کی جائیگی۔

یہاں حدیث کا شانِ نزول شخص خاص ہے جس کی منگیت ہجرت کر آئی تھی تو اس نے شادی کی نیت سے مدینہ ہجرت کی۔ اس مسلمان سے آپ کو دشمنی ہے تو اسے مستثنیٰ کر لیجئے باقی ہزاروں مہاجرین کو صاحبانِ فضیلت و مراتب مانیں۔ اگر شخص واحد کی آڑ میں آپ ایک کلیہ تراشتے ہیں کہ سارے مہاجرین نیک نہ تھے پھر حضرت علیؓ سمیت دو چار افراد کے سوا سب کو ہی بد نیت اور منافق کہنے لگیں تو آپ سے بڑھ کر اسلام اور خدا و رسول کا منکر کوئی نہ ہوگا۔

س مکتبہ: جب حضورؐ نے ہجرت کا معیار غلوں نیت قرار دیا ہے تو پھر سارے مہاجرین کو اس فضیلت کا حق دار کیوں کہتے ہیں؟

ج: خدا نے تمام کو وصیفہ جمع اور استغراق کے ساتھ بلا استثناء مخلص کہا ہے۔ پنا سورت انفال کی آیات کا ترجمہ مع تفسیر مجمع البیان طبرسی ملاحظہ فرمائیں:

"پھر اللہ تعالیٰ مہاجرین اور انصار کا ذکر خیر اور ان کی مدح و تعریف فرماتے ہیں جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یعنی خدا و رسولؐ کی تصدیق کی اور اپنے گھروں اور وطنوں کو چھوڑا یعنی مکہ سے مدینہ آگئے۔ اور اللہ کے دین کی سر بلندی کے لیے اس محنت کے ساتھ جہاد بھی کیا۔ اور جن لوگوں نے ان مہاجروں کو ٹھکانہ دیا اور مدد کی یعنی ان کو اپنا بنالیا اور نبی علیہ السلام کی مدد کی یہی بچے اور سچے مومن ہیں۔ یعنی انھوں نے اپنے ایمان کو ہجرت اور مدد کے ساتھ ثابت کر دکھایا۔ برخلاف اس کے جو دارالشک میں ٹھہرے رہے (ایمان ثابت نہ کر سکے)۔ (مجمع البیان ص ۵۶۲)

س مکتبہ: جب اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے تو ہر عمل کے رد عمل و نتیجہ سے نیت کا خلوص و نفاق پہچانا جاسکتا ہے لہذا اگر کسی شخص کے اعمال کے نتائج بُرے برآمد ہوتے ہیں تو پھر اسے اجتہاد کے نقاب میں کیوں چھپایا جاتا ہے؟

ج: صحابہ مہاجرین کے عمل ہجرت کے نتیجہ میں مدینہ دارالایمان بن گیا۔ مسلمان طاقتور

ہو گئے۔ دین و سیاست کا مرکز قائم ہو گیا۔ جہاد شروع ہو گیا۔ کفار بڑے بڑے لشکر لاتے ناکام اور ختم ہو کر واپس جاتے۔ حتیٰ کہ دس ہزار قیدیوں نے مکہ مکرمہ فتح کر لیا۔ کعبہ بتوں سے پاک ہو گیا۔ دیگر اہل عرب فوج و رفوج اسلام میں داخل ہو گئے تمام عرب پر مسلمانوں کا قبضہ اور کفر و شرک کا خاتمہ ہو گیا۔ ذرا بتائیں کیا یہ نتائج مذموم ہیں؟ اور انہی سے آپ صحابہ مہاجرین کے نفاق کی شناخت کر رہے ہیں؟ یا پھر کیا آپ کے، اپنے گروہ سمیت، منافق، ملحد، زندیق اور دشمن خدا و رسول و صحابہ ہونے میں کوئی کسر رہ گئی؟ نقاب اجتہاد کی بھی خوب کئی۔ ذرا ہوش کے ناخن لیں۔ اہل سنت نے اسی نقاب اجتہاد کے قلعہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حفاظت کی ورنہ دشمنوں نے کیا کچھ نہ کیا؟ اب بھی نواصب کہتے ہیں: ”کہ حضرت علیؑ نے عمدًا قصاص نہ لیا، قاتلوں کو پناہ دی اور طالبن قصاص پر چڑھائی کر کے ۷۰ ہزار مسلمان بواسطہ بالواسطہ شہید کر ڈالے“ فرمائیے نقاب اجتہاد کے سوا آپ کیا بچاؤ کریں گے اور کیا جواب دیں گے؟

س ۱۲: اگر کوئی خلوص نیت سے اہل بیت سے محبت اور ان کے دشمنوں موزوں سے عداوت رکھتا ہے تو کیا یہ مخلص نہیں ہے؟

ج: آپ کے بقول ”نیت کا خلوص و نفاق“ عمل سے پہچانا جائے گا ذرا اس گروہ کا کوئی وفادار نہ اور طبعاً عمل تو ثابت کر دکھائیے۔ ہم اگر بیچ البلاغہ اور دیگر کتب تاریخ سے اس گروہ کے کثرت نقل کریں تو بات لمبی ہو جائے گی۔ بطور نمونہ چند حوالے ہماری ”عدالت صحابہ“ ص ۹، ص ۱۰ پر دیکھیں۔ لہذا ہم مذہبی اصطلاح سے شیخان علی کو ہرگز مخلص نہیں جانتے۔

س ۱۳: کیا یہ نیک نیتی کی محبت اور عداوت باعث نجات ہے یا نہیں؟

ج: ایک فرضی بات ہے نہ محبت ہے نہ نیک نیتی۔ یہ سب دعاوی، جو شوش و غروش کے ساتھ تاریخ میں مذکور انتشار اور مسلمانوں پر لشکر کشی ”حب علی نہیں بغض معاویہ“ کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اگر خلوص ہوتا تو یہ ضرب الشل مشورہ نہ ہوتی۔ اگر اخلاص ہوتا تو حضرت علیؑ جیسے فاضل و شجاع حضرت امیر معاویہؓ کے مقابل اپنے مقاصد میں ناکام نہ ہوتے۔ اگر شیعہ علی نیک نیت ہوتے تو حضرت علیؑ یہ تمنا اور بددعا کبھی نہ کرتے ”اے اللہ میں ان سے تنگ آ گیا یہ مجھ سے تنگ آ گئے ہیں ان سے دکھی ہوں یہ مجھ سے دکھی ہیں۔ اے اللہ

مجھے موت دے کر) ان سے آرام نصیب فرما اور ان کا اس شخص سے سابقہ پیدا کر کہ مجھے یاد کریں۔ (جلار العیون ص ۱۸۴)

اگر خلوص ہوتا تو امام حسنؑ یہ ارشاد نہ فرماتے ”اللہ کی قسم معاویہ میرے لیے بہتر ہے اس جماعت سے جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ میرے شیعہ ہیں لیکن مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا اور میرا مال لوٹ لیا۔ (منتہی الآمال ص ۲۳۲)

اگر خلوص و ایمان ہوتا تو حضرت حسینؑ کو بلا کر شہید کرنے والے یہ بددعا اور القاب نہ لیتے: پس تم پر اور تمہارے ارادوں پر لعنت ہو اے بے وفاؤ! ظالمو! غدارو! ہمیں مجبوری کے وقت اپنی امداد کے لیے بلایا (جیسے آج بھی یا حسین، یا علی مدد کے نعرے لگاتے ہیں) جب ہم نے بات مان لی اور تمہاری ہدایت اور امداد کے لیے آپہنچے تو تم نے دشمنی کی تلواریں ہم پر کھینچ لیں، اپنے دشمنوں کی ہمارے خلاف مدد کی اور خدا کے دوستوں سے ہاتھ اٹھالیا۔۔۔۔۔ پس تمہارے چہرے بد شکل اور منہ کالے ہوں۔ اے امت کے گمراہو، کتاب اللہ کو چھوڑنے والو، در غار میں امام مہدی کے پاس چھپا دی، گروہوں میں بٹنے والو (اہل تشیع) شیطان کے پیرو کارو، سنت خیر الانام چھوڑنے والو، پیغمبر کی اولاد کے قاتلو!۔۔۔ الخ (جلار العیون ص ۱۹۳ منتہی الآمال ص ۳۳۶)

س ۱۴: کیا محبوب خدا و رسول کی محبت ہدایت یافتہ ہونے کا باعث ہے یا نہیں؟

ج: یقیناً ہے تبھی تو ہم صحابہ کرامؓ (یحییٰہم و یحبونہ) والے محبوبان خداوندی کے ہم محب اور ہدایت یافتہ ہیں اور ان کے دشمنوں کو خدا کا دشمن اور ہدایت سے محروم جلتے ہیں۔

س ۱۵: کیا علانیہ دشمن محبوب رسول خدا سے دشمنی رکھنا چاہیے یا محبت؟

یا دورخی پالیسی اختیار کر کے خاموش رہنا چاہیے؟

ج: تمام محبوبان خدا و رسول صحابہ کرامؓ کے دشمنوں سے دشمنی رکھنی چاہیے۔ محبت ہرگز نہ کی جائے۔ دورخی پالیسی منافق و زلیخوں کا کام ہے کہ منافقانہ کلمہ پڑھنے کی طرح بظاہر صحابہ کو مسلمان بھی کہ جاتے ہیں اور دل سے ان کو معاذ اللہ مومن نہیں مانتے اور

ان سے کافرانہ دشمنی رکھتے ہیں۔

س ۱۶: جب سارے صحابی عادل ہیں اور تارے ہیں، کسی ایک کی پیروی کر لینا ہی کافی ہے تو پھر حضرت علیؑ کے پیروکاروں کی پیروی آپ کیوں کافی نہیں جانتے۔ کیا جناب امیر زمرہ اصحاب و نجوم سے باہر ہیں؟

ج: آپ واقعی بزرگ صحابی اور نجم ہدایت ہیں۔ ہم ان کی پیروی کرتے ہیں شیعوں کی طرح نافرمان نہیں جس کا نمونہ سابق گزرا، مگر یہ حیرت نہیں مانتے کہ صرف ان کی پیروی کریں اور باقی سب صحابہ کا انکار یا نافرمانی کریں؟ باجمہ اقتدایتہ اہتدایتہ کا مطلب یہ نہیں کہ کسی ایک کی پیروی ہی کافی ہے۔ باقی سب دشمنی رکھی جائے بلکہ مثبت مطلب اتنا ہے کہ کسی بات میں کسی صحابی کی مخلصانہ اور دیانت دارانہ پیروی کرنے والا ہدایت پر ہوگا مگر انہ ہوگا۔ گو دیگر صحابہؓ سے اس کا عمل مختلف ہو اور امت کے لیے فروعی اجتہادی مسائل میں اس سے آسانی پیدا ہوئی اور دور دراز دیہاتوں ملکوں تک پہنچنے والے مبلغین صحابہ کی پیروی کی سند مل گئی۔

س ۱۷: صحابہؓ میں اجتہادی، غیر اجتہادی اختلافات تو تھے ہی، افتراق سے بچنے کی یہ صورت ہے کہ اس صحابی کی اتباع کی جائے جس پر اکثریت اتفاق کرے۔ آپ کا جھکاؤ جمہوری رائے کی طرف ہے۔

ج: جب اجتہادی اختلافات کا وجود آپ اصولاً مانتے ہیں تو ایک مجتہد دوسرے مجتہد کا مقلد نہیں ہو سکتا۔ اسے اپنی صوابدید رائے اور اجتہاد پر عمل کرنا ناگزیر ہے اور جمہوری طرز فکر میں بھی یہ اسے قانونی حق حاصل ہے اب صرف ایک صحابیؓ اور امام کی رائے پر عمل لازمی قرار دینا گویا اسے نبوت کا حق دینا ہے اس سے باقی مجتہدوں کا حق سلب ہوگا۔ لہذا جیسے حضرت علیؑ کی فروع میں پیروی ہوگی۔ دیگر مجتہدین کی بھی کی جائے گی۔ اس سے حضرت طلحہؓ، زبیرؓ، عائشہؓ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے پیروکاروں کا گمراہی سے محفوظ ہونا ثابت ہوا۔

س ۱۸: کیا صحابہؓ میں حضرت علیؑ سنی شیعہ کی مشترکہ مسلمہ ہستی نہیں؟

ج: اب تمام مسلمانوں کی طرف نسبت سے بات کرنی ہوگی۔ بے شک اب سنی و شیعہ کے حضرت علیؑ مسلمہ امام ہیں تو دیگر خارجی، ناہنبی فرقے ان کو اپنا امام نہیں مانتے۔ اگر آپ ان کو اس وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں تو ٹھیک اسی دلیل سے ہم آپ کو مسلمانوں سے علیحدہ فرقہ مانتے ہیں۔ تمام صحابہؓ و اہل بیتؑ کو ماننے والے اب ۹۵ فیصد سواد اعظم اہل سنت مسلمان ہی یہ حق رکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ کی تابعداری تمام خلفاء راشدینؓ سمیت کریں اور وہ قانون نافذ کرائیں جو خلافت راشدہ میں متفقہ اور معمول بہا رہا کیونکہ صرف علیؑ کو ماننے پر خارجی، ناہنبی خوش نہیں۔ صرف خلفاء ثلاثہؓ کو ماننے پر رافضی شیعہ خوش نہیں اور جمہوری (۹۵٪) کی اکثریت سے بالترتیب چاروں کے ماننے سے کسی فرقہ کو شکایت نہیں رہتی کیونکہ چاروں خلافتوں کے اصول و ضوابط یکساں تھے اور ہر گروہ کو اپنی مرضی کے مطابق ہدایت ان چاروں نجوم ہدایت سے حاصل ہو جاتی ہے۔

س ۱۹: اتحاد قائم کرنے اور اختلافات دور کرنے کا اس سے بہتر اور کوئی حل ممکن ہے کہ شیعہ و سنی مشترکہ خلیفہ کو مرکز ہدایت مان کر سارے جھگڑے ختم کر دیں۔

ج: اتحاد کا مقول طریقہ تو ہم بتا چکے ہیں جس میں مدعی اسلام ہر فریق کو اپنا اپنا حق مل جاتا ہے لیکن اگر آپ اپنی ضد پر اڑے ہیں تو حضرت علیؑ کی حکومت کا قانون نافذ کرائیے اور ایک تابعی کے نام سے فقہ جعفری نافذ کرانے کا مطالبہ واپس لیجئے۔ یہ خیال غلط کر دکھائیے کہ حضرت علیؑ نے اپنے دور حکومت میں تقیہ کیا تھا اور حق چھپا کر باطل کی حکومت چلائی اور اس کی سرپرستی کی پھر اپنے سب مذہب کو حضرت علیؑ کی خلافت ظاہرہ باہرہ کی کسوٹی پر پرکھئے جو مطابق ہونا فذ کرائیے جو ناجائز اور بدعت و اضافہ ہوا سے چھوڑ کر علیؑ کی پیروی کیجئے کیونکہ آپ کے بقول حضرت علیؑ کے دستخط کے بغیر کوئی مسئلہ ہدایت والا نہیں بن سکتا۔ کیا عہد مرقضوی میں امام باڑے تھے؟ ذوالجناح اور ماتمی جلوس نکلتے تھے؟ کھلے ہاتھ نماز پڑھی جاتی تھی؟ زکوٰۃ و عشر کا نظام شیعوں کے لیے الگ تھا؟ حضرت جعفر طیارؓ مظلوم کا تعزیہ یا حضورؐ کی قبر مبارک کی شبیہ پوجی جاتی تھی۔ اس پر ماتم ہوتا تھا؟ سیاہ لباس اور مکافوں پر کالے جھنڈے لگے ہوتے تھے؟ اور علیؑ اللہ تعالیٰ اذان اور کلمہ پڑھا جاتا تھا؟ مرثیہ

خوابوں کا لور ہوتا تھا؟ خلفاء ثلاثہ پر تبرہ ہوتا تھا؟ یا علی مدد کا نعرہ لگتا تھا؟ شہدار کے یوم شہادت منائے جاتے تھے؟ متعہ شریف چالو تھا؟ اگر ایسا کچھ بالکل نہ تھا، نہ دنیا کی کسی کتاب میں ثبوت مل سکتا ہے تو ان امور سے تو یہ کیجئے کہ یہ دین نہیں ہیں۔ ورنہ حضرت علیؑ اور آپ کے پیروکار و اہل بیتؑ اس دین سے محروم نہ ہوتے اور یہی امور ملت اسلامیہ میں باعث افتراق ہیں۔ ان کا چھوڑنا ہی سنی و شیعہ کو ایک مسلم قوم بنا دے گا۔

اب ذرا ان امور کو خلافت مرقضوی میں تلاش کیجئے جن کا اپنا نا آپ بڑی مصیبت اور انکار کرنا اپنا مذہب جانتے ہیں۔ کیا عہد مرقضوی میں بیس تراویح نہیں پڑھی جاتی تھیں؟ کیا قاضی خلفاء ثلاثہ کے طریقوں پر فیصلے نہ کرتے تھے؟ کیا از الحمد تا والناس قرآن نہ یاد کیا جاتا تھا؟ کیا خلفاء ثلاثہ کی کھلے بندوں تعریف اور تفضیل نہ ہوتی تھی۔ کیا خطبات نبی البلاغہ اس پر گواہ نہیں؟ کیا حضرت عائشہؓ کو علیؑ نے مصالحت کر کے باعزت مدینہ روانہ نہیں کیا تھا؟ کیا اہل شام و معاویہ کو اپنے برابر ایمانیات رکھنے والا مومن بھائی نہ کہا تھا؟ کیا آخر حکومت میں حضرت معاویہؓ کی خود مختاری تسلیم کر کے وصولی محاصل کی اجازت نہ دی گئی تھی؟ (طبری)۔ کیا یہ فرما کر حضرت معاویہؓ کی حکومت کو جائز نہ کر دیا۔

لا تکرہوا امارۃ معاویۃ فلو لوگو! تم معاویہؓ کی حکومت کو ناپسند نہ کرو بخدا
اللہ لو انکم فقد تموه وعبیتم اگر تم نے انھیں گم کر دیا تو دیکھو گے کہ سر اپنے
السوس تند رعین کو اہلہا کا نما کندھوں سے حنظل کی طرح کٹ کٹ کر گریں
الحنظل۔ (البیہ ج ۸ ص ۱۳۱ و تاریخ الخلفاء) گے۔

کیا حضرت علیؑ ہاتھ باندھ کر نماز نہ پڑھتے تھے اور کیا کافر کو مسلمان کرتے وقت کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی نہ پڑھاتے تھے؟ کیا علیؑ کو مشکل کشا، حاجت روا، رب و پروردگار کہنے والے سبائیوں کو آپؑ نے زندہ نہ جلا دیا تھا؟ کیا جبل و صغین کے موقع پر قاتلان عثمان پر پھٹکار نہیں کی تھی؟ کیا آپؑ طرفین کے شہدار جبل و صغین کا جنازہ نہ پڑھتے تھے اور ان کو شہید نہیں کہتے تھے؟ کیا اُم المؤمنین عائشہؓ صدیقہ کی بدگوئی کرنے والے دو شخصوں کو ۱۰۰-۱۰۰ دُرے نہ لگائے تھے؟ کیا یہ نہ فرمایا تھا کہ جو مجھے

ابو بکر و عمرؓ سے افضل کہے گا میں اسے جھوٹے کی سزا دے ماروں گا۔ کیا خلفاء ثلاثہ کے پیچھے نہیں نہ پڑھی تھیں؟ کیا ان کے مشیر، مفتی اور قاضی و جلا د نہ تھے؟ کیا ان سے تنخواہ نہ لیتے تھے؟ اگر یہ سب باتیں حقیقت ہیں اور کتب شیعہ، تاریخ و سیرت سے یقیناً ثابت ہیں تو علیؑ کے شیعہ اور تابعدار ہونے کا ثبوت دیکھئے، خود ان باتوں کو اپنا لیے۔ حکومت سے قانون مرقضوی پاس کرائیے مسلمانوں کے ساتھ بصورت اقیہہ ہی سہی گھل مل کر رہیں۔ خدا آپ کو سنی مسلمانوں سے متحد کر دے۔ آمین۔

س ۲۲ تا ۲۴: حدیث سفینہ مثل اہل بیتی کسفینۃ نوح
من رکبہا نجا ومن لم یرکبہا ہلک سے متعلق ہیں اور یہ کمزور یا
موضوع ہے لہذا سوالات ختم ہو گئے۔ تفصیل یہ ہے کہ روایت مستدرک کی ہے۔ اس کا ایک
راوی مفصل بن صالح ہے۔ ذہبی فرماتے ہیں صرف ترمذی نے اس سے روایت کی۔
سب سے اس کو ضعیف کہا ہے۔ (مستدرک ص ۳۳۳)۔

امام بخاری اور ابوجہاتم سے منکر الحدیث کہتے ہیں۔ ترمذی کہتے ہیں اہل حدیث کے
ہاں ثقہ نہیں ہے۔

وقال ابن حبان یروی المضطربات ابن حبان کہتے ہیں ثقہ لوگوں سے غلط و
عن الثقات فوجب ترک الاحتجاج بے معنی روایتیں کرتا ہے تو اس سے دلیل
بد۔ (تہذیب التہذیب ص ۲۴۲) نہ بکڑنا واجب ہے۔

س ۲۵: آپ کے ہاں کلمہ گو مسلمان کو کافر کہنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اسی
بنار پر آپ یزید اور قاتلان حسین کو کافر کہنے سے خاموش ہیں تو پھر شیعوں کو کافر کہ کر قتل عام
کیوں کرایا؟

ج: جب کوئی شخص کلمہ پڑھتا ہے اور سب ایمانیات کا اقرار کر لیتا ہے اور سابق کفریہ
مذہب و عقائد سے توبہ کر لیتا ہے تو مسلم ہو جاتا ہے۔ اسلام اس کی جان و مال اور عزت
کا محافظ ہے اور جو شخص چوری، زنا، قتل وغیرہ کا ارتکاب کرے تو اس فعل سے فاسق ہو
جاتا ہے کافر نہیں ہوتا۔ الایہ کہ گناہ جائز سمجھ لے۔ پھر شرعی، حد، قصاص وغیرہ کی سزا

دنیا میں باقاعدہ پالے تو آخرت میں پاک و بری سمجھا جائے گا۔ اب رہا وہ شخص جو ظاہر سب ایمانیات کا اقرار کرے مگر دل سے کسی بات کو سچا نہ سمجھے وہ منافق ہوتا ہے۔ ایسا شخص اقرار میں بھی کسی چیز کا انکار کر دے یا کفر یہ عقیدہ ساتھ ملا دے تو مرتد اور کافر سمجھا جائے گا۔ جیسے منکرین زکوٰۃ اور متنبی کذاب کو مرتد قرار دے کر جنگ کی گئی۔ شیعہ گروہ کو کہتے ہیں۔ عہد اول میں شیعہ عثمان، شیعہ علی، شیعہ معاویہ تین گروہ تھے۔ سب کو کافر نہیں کہا گیا بلکہ سب سے پہلے شیعان علی کے اس سبائی غالی گروہ کو حضرت علیؑ نے کافر و مرتد قرار دے کر آگ میں جلایا جو آپ کو رب، مشکل کشا اور خدائی صفات والا کہنے لگے۔ پھر وہ جو قرآن کے منکر بنے، دنیا میں موجود قرآن کو بدلا ہوا اور کفر کے ستونوں سے بھرا ہوا مانا اور اصلی قرآن کے متعلق یہ عقیدہ گھڑ لیا کہ وہ تو اماموں نے صرف اپنے پاس چھپا رکھا تھا اور اب مہدیؑ کے پاس غاریں ہیں۔

جو لوگ ۲-۵ افراد کے سوا تمام صحابہ کرام کو مرتد یا منافق کہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق کی ایمانی صحابیت کا انکار کریں۔ نصوص اور اجماع برحق سے ثابت خلافتوں کا انکار کریں۔ ان کا بھی یہی حکم ہے۔ جو اپنے بارہ اماموں کو رسولوں سے افضل اور حضور کے برابر درجہ میں مانیں اور ان کو معصوم، مفترض الطاعت صاحب وحی و کلمہ کہیں اور ان سے اختلاف رکھنے والے کو کافر کہیں۔ وہ چونکہ ختم نبوت کی حقیقت کا انکار کرتے ہیں یا شرک فی الرسالت کرتے ہیں لہذا وہ بھی کفر سے بچ نہیں سکتے۔

یزید سے ان کفریات کا صدور نہیں ہوا۔ قاتلین حسینؑ، قاتلین عثمانؑ میں سے مفاد پرست لوگ تھے۔ لہذا ہم ان کے دین و ایمان کی گواہی نہیں دیتے۔

اب کچھ شیعوں کو ماضی میں کافر کہا گیا یا مسلمانوں پر چڑھائی کے رد عمل میں ان کا کہیں قتل ہوا تو اسکی وجہ ظاہر تھیں ورنہ مطلقاً شیعوں کو نہ ہم کافر کہتے ہیں نہ قتل کرتے ہیں۔

س ۲۶: کیا کوئی شیعہ اہل بیت منکر کلمہ ثابت ہے؟

ج: لفظوں کا تو منکر نہیں جیسے مرزائی نبوت محمدیہ کا منکر نہیں۔ کسی عہدہ میں برابر کا اضافہ اور شرک بھی کفر ہوتا ہے جیسے مرزائی مرزا کو نبی ماننے سے کافر ہو گئے اسی طرح امام کا کلمہ بنا لینے سے شیعہ نے شرک فی الکلمہ کا جرم کیا اور مسلمان نہ رہے۔

س ۲۷، ۲۸: خلافت کو یا اصول دین سے مانیں یا ہم سے جھگڑا چھوڑیں۔
ج: ان دو سوالوں کا جواب ہم سنی کیوں ہیں؟ سوال ۲۷ میں دیکھئے۔ خلافت کو بالکل توحید و رسالت کی طرح اصولی سمجھنا ہی شرک فی النبوت اور جھگڑے کا باعث ہے۔
فروعی مانیں تو سنی شیعہ نزاع ختم ہو جاتا ہے۔

س ۲۹: اگر پیر جیلانی کے اعتقاد میں معاویہ کے گھوڑے کے سٹم کا غبار باعث نجات ہے تو خاک کر بلا کے احترام پر شیعہ پر کیوں اعتراض کرتے ہو؟

ج: اس گھوڑے پر جہاد فی سبیل اللہ ہوا اور کوئی کافر نہ چڑھا تب یہ فضیلت ہوئی۔ اگر حضرت امام حسینؑ کے گھوڑے کے غبار کے متعلق آپ بھی ایسا کہیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں لیکن صدیوں بعد آپ نے ایک جگہ سے مٹی کریدنی شروع کی اور اس کی ٹمکیاں بنا کر (بتوں کی طرح) پوجنی شروع کر دیں۔ حالانکہ یہ کوئی یقین نہیں کہ یہیں سے امام حسینؑ کا گھوڑا گزرا تھا اور دشمنوں کے گھوڑے نہ گزرے یا ان کا پلید خون اس مٹی میں جذب نہیں ہوا۔ اہل بیت تو شہید یا اسیر تھے۔ دشمنوں میں سے کس حقیقت مند نے اس جگہ کو محفوظ و معین اور متبرک بنا لیا تھا؟ جب محض وہم ہی وہم ہے تو اسے یقینی سمجھنا اور شرک و بدعت کا کاروبار چمکانا قابل اعتراض ہے۔
س ۳۰: جب خلیفہ راشد کے دشمن کی شان ایسی ہے تو دوسرے خلفاء کے دشمنوں پر طعن زنی کیونکر درست ہوگی؟

ج: حضرت معاویہؓ کی فضیلت اور تممت سے برأت ہو چکی۔ شیعہ دشمنی خلفاء کا اقرار کرتے ہیں تو ہر مقرر گرفتار ہو کر اپنی سزا پاتا ہے۔ لہذا ہم خلفاء راشدینؓ کے دشمنوں کو ملعون و ملعونہ جانتے ہیں۔
س ۳۱: حضرت علیؑ نے خلفاء ثلاثہ کے نام جو بیٹوں کے نام رکھے ان سے خلفاء کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی جیسے آپ کے ایک بیٹے کا نام عبدالرحمن تھا اسی طرح امام حسنؑ اور زین العابدینؑ نے عبدالرحمن نام رکھا۔ کیا ان کو قاتل امیر المؤمنین سے محبت تھی؟

ج: نام دو اعتبار سے رکھا جاتا ہے۔ ۱۔ فی نفسہ نام کا مفہوم و استعمال اچھا ہو، اور شرعاً رکھنے کا حکم بھی ہو جیسے عبداللہ، عبدالرحمن وغیرہ۔ یہ بالفرض کسی شخص کے بھی نام ہوں یہ اپنے معنوی مفہوم و فضیلت کے لحاظ سے رکھے جائیں گے۔

۲. نام کے الفاظ میں تو خاص مدح و ذم نہ ہو مگر اپنے کسی بزرگ و محبوب کا وہ مشہور نام ہو تو یہ نام بزرگ کی عقیدت و محبت ظاہر کرنے کے لیے رکھا جائے گا۔ اب ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ کے جو نام حضرت علیؓ نے یا حسین نے اپنی اولادوں کے رکھے۔ وہ ان کے پہلے مسٹی سے عقیدت کی وجہ سے رکھے۔ ورنہ نام میں فی نفسہ لفظی حسن نہ ہو۔ شرع نے بھی مستحب نہ بنایا ہو اور ہو بھی دشمنوں کا خاص نام تو اسے کون رکھ سکتا ہے؟ شیعوں کے ہاں عبدالرحمن، ہشمر، ابوبکر، عمر و عثمان کا نام آج بھی نہیں رکھا جاتا کیونکہ یہ دشمنوں کے نام ہیں۔ معلوم ہوا کہ اہل بیت کے ہاں ابوبکر و عمر و عثمان محترم تھے تبھی ان کے نام رکھے۔

س ۳۲۲: محمد نام، کائنات کا بہترین نام ہے جبکہ قائل حسین و اہل بیت محمد بن اشعث کا یہ نام تھا۔ تو کیا اس کی فضیلت کا سبب ہے؟

ج: یہ نام فی نفسہ بھی محبوب ہے اور ذات کے لحاظ سے بھی۔ دوست و دشمن ہر کوئی رکھتا ہے اور صرف نام و نسبت پر فضیلت یا نجات کے (شیعہ عقیدہ کے مطابق) ہم قائل نہیں شکر ہے کہ ایک کٹر شیعہ اور فرزند شیعہ کو آپ نے قائل حسین مان لیا۔ اپنی کتابیں غور سے دیکھئے۔

س ۳۳۳: اگر آپ کا مفروضہ مان لیا جائے تو خلفاء ثلاثہؓ نے اپنی اولادوں کے نام اہل بیت کے اسماء پر کیوں نہ رکھے کیا ان کو اہل بیت سے محبت نہ تھی؟

ج: پچھلا عقیدت مند اپنے محبوب بزرگ کا نام رکھتا ہے۔ پچھلے (حسین و علیؓ) جب پہلوں کی اولاد ہوتے وقت یا پیدا نہ ہوئے تھے یا شہرت و بزرگی کو نہ پہنچے تھے تو کوئی کیسے ان کے نام رکھتا۔

مع ہذا حضرت ابوبکرؓ نے ایک بیٹے کا نام محمد اور بیٹی کا نام کلثوم اسی عقیدت سے رکھا۔ حضرت عمرؓ نے اپنی تین بیٹیوں رقیہ، فاطمہ، زینب کے نام آنحضرتؐ کی بیٹیوں کے نام پر رکھے۔ حضرت عثمانؓ کے دو بیٹے عبداللہ اصغر بن رقیہ بنت رسول اللہ اور عبداللہ اکبر حضورؐ کے بیٹوں کے نام پر رکھے گئے اور مریم نام کی دو بیٹیوں اور عائشہ کے نام مسیمات سے عقیدت کی بنا پر رکھے گئے۔ (یہ تفصیل ریاض النضرہ از محب الطبری سے لی گئی۔)

س ۳۳۴: کیا ائمہ کا اپنی اولاد کا یہ نام رکھنا یہ ثابت نہیں کرتا کہ شیعہ کو ان ناموں

سے کدورت نہیں بلکہ ان کے افعال و سمیات سے ہے آپ پھر کیوں کہتے ہیں کہ شیعہ ثلاثہ کا نام سنا گوارہ نہیں کرتے؟

ج: خلفاء ثلاثہ کے نام اہل بیت و ائمہ نے رکھے جو ان کے عقیدت مند تھے شیعوں نے اپنی اولاد کے کبھی یہ نام نہ رکھے، کیونکہ وہ ان کے دشمن اور مذہب ائمہ کے مخالف ہیں۔ اپنی ۱۲ صدیوں کی تاریخ میں ۱۲ ایسے شیعہ بتائیں جنہوں نے یہ نام رکھے۔ اگر شیعہ واقعی اہلبیت کے محب اور ان کے مذہب پر ہیں تو اولاد کے نام ابوبکر، عمر و عثمان رکھیں۔ سنی شیعہ اتحاد کا نسخہ اکسیر ہے۔

س ۳۳۵: روضہ کافی میں ایک واقعہ کی بنیاد پر آپ کہتے ہیں کہ امام زین العابدینؑ نے نے یزید کی بیعت کر لی۔ کیا آپ کسی معتبر تاریخ سنی و شیعہ سے ثابت کر سکتے ہیں کہ یزید مدینہ میں آیا؟

ج: بیعت کے لیے ضروری نہیں کہ یزید مدینہ آئے تب ہو۔ دمشق میں یا بواسطہ نائب مدینہ میں ہو سکتی ہے۔ حضرت حسنؑ کے (سابقاً مذکور) فرمان پر ایمان لائیں کہ ہم میں سے ہر ایک نے سوائے ہمدی کے اپنے وقت کے خلیفہ کی بیعت کی ہے۔ (جلال العیون) دراصل یہ بات خط و کتابت سے طے ہو گئی تھی۔ تاریخ طبری ص ۲۸۲ پر ہے:

کہ یزید نے مسلم بن عقبہ کو مدینہ بھیجتے وقت یہ وصیت کی تھی:

علی بن حسینؑ کا خیال رکھنا، اس سے جنگ نہ کرنا اس سے بہترین سلوک کرنا اور اپنی مجلس کے قریب بٹھانا۔ اس لیے کہ اس نے بغاوت میں کچھ حصہ نہیں لیا جس میں دوسرے لوگ داخل ہو گئے میرے پاس اس کا اطاعت نامہ آیا ہے۔ حضرت زین العابدینؑ کو یہ پتہ نہ تھا کہ یزید نے مسلم کو خاص وصیت کر کے بھیجا ہے۔ جب بنو امیہ شام کی طرف نکلنے لگے تو زین العابدینؑ کو مروان نے اپنا سامان حفاظت کے لیے دیا تھا اور اس کی بیوی عائشہ بنت عثمان بن عفان کے ساتھ آپ گاؤں چلے گئے۔ اور اس کے بچے اپنی سواری پر اٹھالے کہ مدینہ سے اس لیے چلے گئے کہ اس بغاوت میں شرکت کو ناپسند کیا۔ (طبری ص ۲۸۵)

روضہ کافی ص ۲۳۴ (جہاں بقول مشاق بیعت یزید کرنا مرقوم ہے) محشی نے لکھا ہے:

”عجیب بات ہے کیونکہ سیرت نگاروں کے ہاں مشورہ ہے کہ خلافت کے بعد یہ ملعون مدینہ نہیں آیا بلکہ شام سے ہی نہیں نکلا یہاں تک کہ مرکزِ دوزخ میں داخل ہوا۔ شاید یہ واقعہ اس ملعون کے والی مسلم بن عقبہ کے ساتھ پیش آیا جسے یزید نے اہل مدینہ کے ساتھ جنگ کے لیے بھیجا تھا اور واقعہ حرہ پیش آیا اور بلاشبہ یہ بات منقول ہے کہ حضرت علی بن حسینؑ اور مسلم بن عقبہ کے مابین اسی قسم کا واقعہ پیش آیا تو بعض راویوں پر مشتبہ ہو گیا کہ مسلم کے بجائے یزید کا نام لکھ دیا۔ (انتہی)۔

راقم الحروف مہر محمد عرض گزار ہے کہ یہ بات قرین قیاس ہے اور طبری ص ۹۳ پر واقعہ یوں لکھا ہے کہ جب حضرت علی بن حسینؑ مسلم کے پاس آئے تو اس نے اٹھ کر مرحبا و احلا خوش آمدید کی پھر اپنے تخت اور قالین پر بٹھایا اور کہنے لگا امیر المومنین نے پہلے سے مجھے آپ کے متعلق وصیت کی ہے اور کہا ہے کہ ان (باغی) خبیثوں نے مجھے الحجا کر تیری دلداری اور صلہ رحمی سے روکا ہے پھر کہنے لگا شاید تمہارے اہل خانہ گھبرا گئے ہوں۔ زین العابدینؑ نے کہا جی ہاں خدا کی قسم پھر سواری منگوائی اور زین ڈال کر سوار کرایا اور گھر بھیج دیا۔

اطاعتِ یزید اور بغاوت سے کنارہ کشی تو آپ پہلے سے کیے ہوئے تھے۔ مسلم نے اس ملاقات میں عزت و احترام سے سب باتوں کی تصدیق کی۔ بقولِ سعودی قدیوں پر گرامر خوب ہو کہ معذرت کی مروان وغیرہ بنو امیہ کی مدد کر کے عملاً اس کا ثبوت دیا۔ بس اسی چیز کو شیخ راویوں نے مل کر واقعہ مسخ کر کے یزید یا ولید کا زین العابدین کو ڈرانا اور یزید کا خود کو غلامِ مجبور کہنا، چاہے بیچو، چاہے رکھو کا اختیار دینا نقل کر دیا ہے تو روضہ کافی کا یہ واقعہ بیعتِ اصل کے لحاظ سے سچا ہے۔ الفاظ اور ادائیگی میں بغض و عناد سے مسخ شدہ ہے۔

فقہی مسائل

(صرف بالغ مرد مطالعہ کریں)

س ۳۶: علامہ وحید الزمان اہل حدیث نے کنوز الدقائق ص ۱۱ پر لکھا ہے کہ مردار اور خنزیر کی ہڈی پاک ہے۔ جب سور اور مردار کو قرآن نے حرام قرار دیا ہے تو علامہ صاحب نے ایسا کیوں تحریر کیا؟

ج: آخر عمر میں شیعہ ہو گئے تھے اس لیے ایسا لکھا درہ مسلمانوں کے ہاں سب سور اجزا سمیت نجس ہے۔ ہاں شیعہ کے ہاں خنزیر کے بالوں کی رسی پاک ہے اس سے کنویں سے پانی نکالنا، وضو کرنا درست ہے۔ (فروع کافی ص ۴۴ و ص ۱۲۱ ط کھنوی)

نیز بال اور پشم سب پاک ہیں۔ ایضاً۔ الفقیہ منہ پر ہے کہ جس کپڑے پر شراب اور خنزیر کی چربی لگی ہو اسے دھوئے بغیر نماز پڑھنا جائز ہے۔

نیز خنزیر کی ہڈی کا پاک ہونا علامہ کا اپنا اجتہاد ہے کیونکہ وہ پہلے غیر مقلد تھے۔ باقی سب اہل مذاہب اور مقلدین سور کی ہڈی بال، چمڑا ہر چیز کو نجس کہتے ہیں۔ کیونکہ قرآن نے اسے ”رجس“ گندگی کہا ہے۔

س ۳۷: ہر زندہ حیوان ظاہر الجسم ہے۔ (فقہ مالکی)

ج: مطلب یہ ہے کہ لعاب، پسینہ اور پانی سے بدن گیلانہ ہو، خشک ہو۔ تو ایسا کتا وغیرہ کپڑوں سے چھو جائے یا اس پر ہاتھ لگ جائے تو کپڑا اور ہاتھ پلید نہ ہوں گے۔ عمومِ بلوی میں سہولت کے لیے امام مالک کا یہ فتویٰ ہے دیگر ائمہ کا نہیں۔

س ۳۸: کتے کے جھوٹے پانی سے وضو کیوں جائز ہے تیمم کیوں نہیں؟

(ماشیہ بخاری ص ۲۹)

ج: ۵۷ فی صد احناف کے ہاں یہ پانی نجس ہے دیگر مذاہب میں بھی مطلقاً جائز نہیں۔ پھر آپ نے خیانت کی کہ ساتھ ہی تیمم کرنے کی بات نہیں لکھی ورنہ بخاری میں ہے

یہ زہری کا قول ہے۔ سفیان ثوری قرآن سے استدلال کرتے ہیں کہ جب تم پانی نہ پاؤ
تو تیمم کرو۔ یہ پانی تو ہے مگر دل میں کھٹک ہے۔ لہذا وضو و تیمم دونوں کیے جائیں۔ مولانا
احمد علی استدلال کی وجہ یہ بتاتے ہیں چونکہ مار نکوہ تحت النفی ہے۔ نفی کے سیاق میں ہے
تو عام ہوگی۔ (یعنی کوئی بھی پانی نہ پاؤ) تو تخصیص دلیل سے ہوگی۔ لہذا احتیاطاً تیمم کا بھی اضافہ
کرے۔ کیونکہ مار مشکوک ہے۔ عبادت میں احتیاط چاہیئے اور شیعہ کے ہاں تو کتے کے لکے
ہوئے پانی سے وضو جائز ہے۔ الاستبصار ص ۱۹ پر روایت ہے کہ امام صادقؑ سے پوچھا گیا
کہ جس پانی کو کتے نے، بلی نے لکا ہو یا اس سے اونٹ وغیرہ جانور نے پانی پیا ہو کیا اہل
بسے وضو یا غسل کیا جائے گا؟ فرمایا ہاں مگر یہ کہ اس کے علاوہ اور پانی ملے تو اس سے
پرسیز کر۔“

س ۳۹، ۴۰: کوئی سنی سور کا گوشت کھالے کیا حد شرعی لگتی ہے اگر حد نہیں
لگاتے تو سنیوں کو لحم الخنزیر کھانے میں کیا عذر ہے؟
ج: گوشت کھانا حرام ہے مگر عوام غوری پر شریعت حد نہیں لگاتی۔ سود و رشوت اور
مردان غوری پر آپ کیا حد لگاتے ہیں؟ ہاں تعزیری سزا ۳۹ کوڑے تک دی جاسکتی ہے
اہل سنت نص قطعی کی بنا پر لحم خنزیر نہیں کھا سکتے یہ شیعہ نہیں کہ حرام کھا کر مونچھوں پر ہاتھ
پھیریں یا علی مدد کہہ کر منہ پاک ہو جائے۔

س ۴۱، ۴۲: کیا دلی فی الدبر جائز ہے؟ تو خلاف فطرت کام کیسے جائز ہوا؟
ج: ناجائز و حرام ہے۔

س ۴۳: اگر ناجائز ہے تو ابن عمرؓ نے جواز کا فتویٰ کیوں دیا؟

ج: بہتان محض ہے ہم پہلے تردید کر چکے ہیں درمنثور کا ترجمہ غلط کیا ہے۔
بلکہ وطی فی الدبر خود شیعہ کا محبوب مشغلہ ہے۔ فروع کافی ص ۲۳۲ پر ہے۔
میں نے امام رضا سے پوچھا آپ کے ایک غلام نے مجھے آپ سے مسئلہ پوچھنے
کا حکم دیا ہے کیونکہ وہ ڈرتا اور آپ سے شرماتا ہے۔ امام نے کہا کون سا مسئلہ؟
قلت الرجل یاتی امرئہ میں نے کہا ایک شخص اپنی بیوی کی مقعد

فی دبرھا قال ذلک لہ قلت تفعل میں لواطت کرے۔ امام نے کہا یہ اسے جائز
قال انا لا نفعل ذلک۔ ہے۔ میں نے کہا آپ ایسا کرتے ہیں۔ کہا
(فروع کافی ص ۲۳۲)

فقہ شیعہ کی معتبر کتاب المختصر السافع مصنف علامہ ابن الحسن الحللی المتوفی
۶۷۶ھ کتاب النکاح ص ۱۹ پر ہے:

الثانیہ۔ وطی الزوجة فی الدبر دوسرا مسئلہ کیا بیوی سے لواطت کرنا درست
فیہ روایتان اشہرہما الجواز ہے اس میں دو روایتیں ہیں مشہورتر
علی الکراہیۃ۔ جواز ہے ناپسندیدگی کے ساتھ۔

س ۴۴ تا ۴۸ بابت روایات واہیہ درمنثور۔

ج: درمنثور طبقہ رابعہ کی ایسی کتاب ہے جس میں رطب و یابس، غلط و صحیح سب
کچھ ہے کیونکہ مصنف علیہ الرحمۃ نے پہلے کسی بھی موضوع پر مثبت و منفی یکھری ہوئی روایات
کو جمع کیا تھا پھر دوبارہ نظر ثانی تصحیح یا تنذیب و تنقیح کی موت نے مہلت نہ دی اور وہ
اسی طرح چھپ کر اہل بدعت کا گھات بن گئی۔ پھر ترتیب مذاہب سے پتہ چلتا ہے کہ
وہ بالعموم پہلے صحیح ترین مآثور روایات تفسیر نقل کرتے ہیں پھر دوم و سوم نمبر پر ضعیف و غلط
سب کچھ لکھتے ہیں۔ جو کچھ انھیں ملے پھر سند کھڑ کر پڑتال صحت کی ذمہ داری قاری پر ڈالتے ہیں۔
آیت نساء کہ حرث لکم فأتوا حرثکم انی شئتم و تمھاری
بیویاں تمھاری کھیتی ہیں اپنی کھیتی میں جیسے چاہو آؤ کے تحت امام سیوطیؒ نے سب
سے پہلے صحیح تفسیری روایات یہ نقل کی ہیں:-

۱۔ نسائی، طبرانی، ابن مردودہ نے ابوالنظر سے روایت کی ہے کہ اس نے نافع مولیٰ
ابن عمرؓ سے کہا۔ آپ پر کافی لے دے ہو رہی ہے کہ آپ نے ابن عمرؓ سے اتیان
نساء فی الدبر کا فتویٰ نقل کیا ہے فرمایا کذبوا حلّی۔ لوگوں نے مجھ پر جھوٹ
باندھا ہے۔ میں حقیقت حال بتاتا ہوں۔ ابن عمرؓ قرآن پڑھ رہے تھے میں پاس تھا جب
نساء کہ حرث لکم تک پہنچے۔۔۔ تو کہنے لگے اے نافع کیا تو اس آیت

کا شان نزول جانتا ہے میں نے کہا نہیں، تو کہنے لگے ہم قریشی جب مدینہ آگئے اور انصار کی عورتوں سے شادی کی۔ ہم نے حسب منشاء جماع کرنا چاہا تو انہوں نے ناپسند کیا اور بڑا قبیح جانا کیونکہ انصاری عورتوں سے یہودی عورتوں کی طرح صرف پہلو کی سمت سے دسمت پشت سے نہیں، جماع کیا جاتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حساء کو حرث لکھ آٹاری (کہ کھیتی میں چاروں سمت سے آسکتے ہو۔)

۲۔ دارمی نے سعید بن یسار سے روایت کی ہے کہ میں نے ابن عمرؓ سے کہا تمہیں کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟

قال وما التحميص فذكر الدبر ابن عمرؓ نے کہا تمہیں کیا چیز ہے؟ سائل نے قال وهل يفعل ذلك احد دبر زنی کا ذکر کیا تو ابن عمرؓ نے کہا کیا کوئی من المسلمین؟ (دینشور ص ۲۶۵) مسلمان ایسا بھی کر سکتا ہے؟

ان دو تفصیلی روایتوں سے پتہ چل گیا کہ ابن عمرؓ پر یہ بہتان محض ہے جس نے بھی لگایا یا لکھا ہے وہ بری ہیں۔ جانب پشت سے مقام توالد میں جماع کے قائل تھے جس کی اجازت قرآن نے دی مگر غلط فہم راویوں اور شیعوں نے اسے بگاڑ کر طعن بنا دیا۔ اسی طرح امام مالکؒ اور امام شافعیؒ پر بھی بہتان محض ہے ان کی کتب بر ملا تردید کرتی ہیں۔ سن ۴۹: بیوی سے مراجعت کی ایک صورت؟

ج: فتاویٰ برہنہ میں تو یہ صورت مکروہ لکھی ہے۔ ہاں یہ مذہب شیعہ کی تعلیم ہے اور وہ فخر سے بیورپنٹ نظارے کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی شرمگاہ کو بوسہ دیتے ہیں۔ شیعہ کی معتبر ترین کتاب فروع کافی ص ۴۹ باب النوادر (مطبوعہ ایران جدید) میں ہے کہ علی بن جعفر نے امام ابوالحسن (رضا) سے مسئلہ پوچھا:

عن الرجل يقبل قبل المرأة كـ ایک شخص عورت کی شرمگاہ چومتا ہے؟ قال لا بأس۔ امام نے فرمایا کچھ حرج نہیں۔

اثنا عشری عورت کی شہوت تو حد سے زائد ہوتی ہے تبھی تو ان کے لیے متعہ جائز ہوا۔ وہ جواباً اپنے منہ میں کیسے نہ..... ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہی ویسی سنی

دوسری روایت میں ہے کہ امام صادقؑ سے پوچھا گیا:

اینظر الرجل الى فرج امرأته کیا آدمی جماع کے وقت بیوی کی شرم گاہ کو دیکھتا ہے؟ قال لا بأس۔ دیکھتا ہے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ لذت تو وهل اللذة الا ذلك۔ صرف اسی شکل میں ہے۔ (ایضاً۔)

س ۵۵: اسی فتاویٰ میں ہے مالک اگر بغلام خود یا منکوحہ خود لواطت کند حد نیست۔ ج: یہ بات بھی شیعہ مذہب کی تعلیم ہے فروع کافی سے ہم عبارت لکھ چکے ہیں کہ لواطت زن پر کوئی گناہ نہیں ہے تو حد کیسے؟

اسلام اور مذہب اہل سنت میں حرام ہے اور فاعل کو دیوار وغیرہ سے گرا کر قتل کی سزا ہوگی۔ امام ابن حزمؒ لکھتے ہیں اس کی وجہی سزائیں علماء نے اختلاف کیا ہے کچھ دونوں کو آگ میں جلاتے ہیں کچھ دونوں کو بلند پہاڑ وغیرہ سے گرا دینے اور پتھر پڑانے کے قائل ہیں۔ کچھ مفعول پر رجم کہتے ہیں خواہ محسن ہو یا نہ ہو اور فاعل کو اگر محسن ہو تو رجم ورنہ زنا کی سزا کوڑے لگواتے ہیں اور کچھ تعزیر کے قائل ہیں۔ (محل ابن حزم ص ۲۶۸)

س ۵۵: اجنبی عورت سے دبر زنی؟

ج: گناہ ہے۔ تعزیری سزا ہوگی۔ حد خاص، یعنی سنگساری وغیرہ، اس لیے نہیں ہے کہ یہ فعل عین زنا نہیں ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ نے اس کی سزائیں اختلاف کیا ہے۔ آگ میں جلانا، دیوار گرا دینا، اونچی جگہ سے گرا کر لگاتار پتھر مارنا اور زنا کی حقیقت بھی نہیں پائی جاتی کیونکہ اس سے نہ حرامی کچھ پیدا ہوتا ہے، نہ نسب مشتبہ ہوتا ہے۔ (ہدایہ ص ۵۱۶)

معلوم ہوا کہ اس فعل خبیث پر حد تو نہیں مگر خط کشیدہ الفاظ کی تعزیر حد سے بھی سخت ہے۔ صاحبینؒ کے فتویٰ میں اجنبیہ سے دبر زنی اور کسی سے لواطت پر حد ہے۔ محسن ہو تو رجم ہے ورنہ ۱۰۰ کوڑے ہیں۔ امام شافعیؒ کے ہاں لوطی کو قتل کیا جائے گا۔

(الجوهرة النيرة ص ۲۲)

س ۵۶: مردہ عورت سے زنا، رط کے سے اغلام اور حیوان سے بد فعلی پر حد شرعی نہیں ہے۔

ج: تینوں فرضی قلیل الوجود صورتیں ہیں فعل زنا کی تعریف صادق نہیں آتی بشرطیت میں حتی الامکان حد کو طمانے کا حکم ہے لہذا سنگساری کی حد نہیں ہے ہاں گناہ ہے تعزیری مذکورہ بالا سزا لازمی ہے جسے خائن شیعہ نقل نہیں کرتے کیونکہ یہی تو ان ذاکروں، ملنگوں کا دھند ہے خود زور میں آجائیں گے۔

ہدایہ ص ۱۵۴ پر ہے جانور سے بد فعلی حقیقتہً زنا نہیں ہے کیونکہ سلیم الطبع اس سے متنفر ہوتا ہے یہ تو بے وقوفی اور حد سے زائد شہوت بھڑکنے کا نتیجہ ہے۔ اس لیے جانور کا ستر ڈھانپنا نہیں جاتا ہاں تعزیری سزا دی جائے گی کیونکہ جس جرم پر حد نہ لگ سکے تو تعزیر لگتی ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں ص ۱۴۱ کتاب الحدود فصل فی التعزیر میں ہے ”وطی کو ابام ابو حنیفہ کے ہاں تعزیری سزا ہوگی اور صاحبین کے ہاں وطی کو حد زنا لگے گی اور اگر مفعول بہ بالغ ہو تو بھی تعزیر یا حد زنا جاری ہوگی ۴

تعزیری کوڑے ۳۹ - ۴۵ - ۴۹ ہیں اور تعزیر کی ضرب زانی کی ضرب سے سخت ہے۔ (ایضاً)۔ شیعہ کے ہاں بھی حد نہیں کوڑوں کی سزا ہے۔ (الفقیہ)

س ۵۳، ۵۴: حیوان سے بد فعلی پر روزہ اور کفارہ نہیں۔ (قاضی خاں) ج: فعل کی حرمت اور سزا کا وجوب تو واضح ہے مگر کفارہ شریعت نے اس شخص پر لاگو کیا ہے جو روزہ رمضان عمدہ کھانے پینے اور جماع سے توڑے۔ بالا صورت ان میں نہیں آتی تو کیا شیعوں کی طرح ناجائز قیاس کر کے مسئلے بدل دیئے جائیں؟

شیعہ کی الفقیہ ص ۱۳۳ پر ہے کہ امام باقر سے جانور سے بد فعلی کرنے والے کے متعلق مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا یجوز الحد ویغرم قیمۃ البہیمۃ لصاحبہا۔ کہ اسے کوڑے لگائے جائیں، حد نہیں اور مالک کو جانور کی قیمت کا ناناوان ادا کرے۔ الخ۔ معلوم ہوا کہ بعینہ زنا نہیں تو کفارہ بھی صائم پر عائد نہ ہوگا۔ آثم ہو کر قصا کرے گا۔

مذہب شیعہ کی بے حیائی، عیاشی اور ہوس رانی کا کیا کہنا کہ متعہ دوریہ کے نام سے دس بیس شیعہ ایک عورت سے چمٹے رہتے ہیں۔

قاضی نور اللہ شوشتری نے مصائب النواصب میں لکھا ہے:

نواں مسئلہ: ہم شیعوں کی طرف یہ منسوب ہے کہ بہت سے آدمی ایک رات میں ایک عورت سے متعہ کریں، خواہ عورت کو حیف آتا ہو یا بند ہو چکا ہو اس میں خیانت کر کے ایک قید چھوڑ دی ہے:

وذلك ان اصحابنا قد خصوا وہ یہ کہ ہمارے شیعہ علماء نے متعہ دوریہ اس ذلک بامبرۃ قد ایست لا بغیر عورت سے کرنا خاص کیا ہے جس کا حیف من ذات الاقراء۔ بند ہو جائے۔ دیگر حیف والی عورتوں سے متعہ دوریہ جائز نہیں۔

یہ آئسہ عورت عموماً معمر ہوگی شیعہ متعہ باز سپوان تو اس کی ہڈیاں بھی توڑ دیں گے۔ س ۵۵: لوندی کی بہن سے نکاح؟ (ہدایہ)

ج: خائن پیشہ شیعہ صورت مسئلہ کیسے مسخ کر کے پیش کرتے ہیں۔ ہدایہ کی پوری عبارت کا ترجمہ یہ ہے ”اپنی باندی جس سے وطی کر چکا ہے۔ کی بہن سے اگر نکاح کیا تو نکاح صحیح ہے کیونکہ اہلیت والے نے کیا اور محل کی طرف مضاف ہے۔ نکاح تو جائز ہے مگر پہلی باندی سے وطی نہ کرے۔ اور منکوحہ سے بھی وطی نہیں کر سکتا اس لیے کہ منکوحہ حکماً موطوہ بن گئی ہے۔ اب اس منکوحہ سے وطی اس لیے ناجائز ہے کہ دونوں بہنیں اکٹھی رکھنا جائز نہیں ہاں اس وقت وطی کرے گا۔ جب وہ پہلی موطوہ باندی کو اپنے اوپر کسی سبب سے حرام کرے (مثلاً بیچ دے، بیہ کرے، کہیں بیاہ دے) تب منکوحہ سے وطی کرے۔ کیونکہ اب وطی میں جمع اختین نہ ہوا۔ اور اگر پہلے ملوکہ سے وطی نہ کی تھی تو منکوحہ سے وطی کر سکتا ہے کہ اب وطی جمع اختین کی نہیں ہے کیونکہ باندی ملوکہ حکماً موطوہ نہیں ہے۔ (ہدایہ عربی ص ۳۸) عبارت کا مفہوم کتنا واضح ہے اور حکم قرآنی کے مطابق ہے مگر شیعہ فاعن یہ پابندی نقل ہی نہیں کرتا؟ کہ جب تک پہلی باندی کو اپنی ملکیت سے نکال نہ دے۔ اس منکوحہ سے وطی کرنا جائز ہی نہیں۔ صرف نکاح اس لیے درست ہے کہ ایک ایسی عورت سے نکاح کیا ہے جس کی بہن نکاح میں نہیں ہے۔ (تو جمع اختین در نکاح نہ ہوا) مگر چونکہ اس سے وطی

کا تعلق ہو چکا ہے تو اس سے وطی نہ کرے گا۔ تاکہ حکم قرآنی۔ جمع بین الاختین فی الوطی کے خلاف نہ ہو۔ محرم ہونے کے لحاظ سے بیوی کی بہن، بھانجی، بھتیجی یکساں ہیں پھر شیعہ ان سے نکاح کیوں جائز کہتے ہیں کیا یہ جمع بین المحرم نہیں۔ (توضیح المسائل ص ۲۸۴)

س ۵۶: فتاویٰ برہنہ میں ہے کہ اگر مرد یا عورت ایک دوسرے کی شرمگاہ کو ملیں (ہاتھ لگائیں) تو کوئی عرج نہیں ثواب کی امید ہے۔ کیا کتے کا نقشہ مکمل نہ ہو گیا؟

ج: مساس اور ہاتھ لگانے کا یہ عمل فعل جماع کا مقدمہ اور ذریعہ ہے۔ جب وطی شرعاً مطلوب ہے کہ طلب اولاد کے علاوہ زوجین کے حقوق کی ادائیگی ہے جو اطاعت شریعت اور موجب قربت ہی ہے تو ذریعہ جائز ہوا۔ یہ کام سب شیعہ بھی کرتے ہیں ورنہ بغیر شہوت و تحریک و مساس ان کا نطفہ کیسے علوق کرے تو کیا سب شیعہ کتیاں کتے ہیں؟ اب اپنی طرف سے برکیٹ بڑھا کر یہ لکھنا (خواہ ہاتھ کے ساتھ، خواہ منہ کے ساتھ، خواہ زبان کے ساتھ اس کی کوئی قید نہیں ہے) اپنی شیعہ عادتیں بتانا ہے کیونکہ لغت میں تو مساس اور چھونا ہاتھ لگانے سے لکھا ہے۔ رہا شیعہ کا شرمگاہ کو چومنا اور چاٹنا، تو اس پر سوال ۴۹ میں فروع کافی کے حوالہ سے شیعہ امام کا فتویٰ ہم نقل کر چکے ہیں۔

رہا رطوبت کا پاک ہونا تو یہ مذی ودی کی طرح ہے اور مذہب شیعہ میں یہ سب چیزیں پاک ہیں شیعہ کی اصول اربعہ میں سے معتبر کتاب من لایخضرہ الفقیہہ ص ۱۰ پر ہے:

”کہ امیر المؤمنین علیہ السلام مذی نکلنے سے وضو ٹوٹا نہ مانتے تھے اور جہاں مذی لگی ہوتی اسے دھونا بھی لازم نہ کہتے تھے۔ مروی ہے کہ مذی اور ودی (مرد و عورت کی رطوبت) تھوک اور کھنکار کی طرح ہے اس سے نہ کپڑا دھویا جائے نہ عضو تناسل نہ انتی بلفظ۔

اب جس مذہب میں یہ رطوبت ذکر و شرم گاہ تھوک کی طرح پاک ہے اور وہ ایک دوسرے کی شرم گاہ کو چومنے کو جائز کہتے ہیں تو یہ رطوبت چاٹنا ان کو شہد کی طرح کیسے لذت نہ دے گا۔ شرم، شرم۔

یہ سنی المسلک حنفی مسلمان تو مذی، ودی، رطوبت، خون کو ناپاک کہتے اور بدن و لباس سے دھونے کے قائل ہیں۔ (ہدایہ، عالمگیری، صحیحین کتاب الطہارت)

س ۵۷: جو شخص لڑکے یا پوتے کی لونڈی سے جماع کرے اس پر کوئی حد نہیں اگرچہ حرام جانتا ہو۔

۲۔ اگر شوہر دار عورت سے نکاح کرے، پھر جماع کرے۔ اگرچہ حلال ہونے کا دعویٰ نہ کرے تب بھی اس پر حد نہیں۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

ج: پہلی صورت میں اس کے لیے اس حدیث سے شبہ کا ثبوت ملتا ہے کہ تو اور تیرا مال (لونڈی) تیرے باپ کا ہے۔ اس سے شبہ ملکیت ہوا تو گو فعل حرام اور قابل تعزیر ہے مگر سنگساری کی حد نہیں ہے۔

۲۔ دوسری صورت میں اسے پہلے نکاح کا علم ہی نہیں تو نکاح فاسد ہو گیا۔ اس سے بھی حد مل جاتی ہے اسے بے خبری کا دعویٰ کرنے کی کیا ضرورت ہے جب کہ فرقی مخالف اس کا منکر نہیں ہے۔ فقہ شیعہ میں اس کی مثال اس باندی کی سی ہے کہ کوئی شخص دو باندیاں، جو دو بہنیں ہوں، خریدے ایک سے وطی کرے پھر دوسری سے بے خبری میں وطی کرے تو پہلی حرام نہ ہوگی۔ (من لایخضرہ الفقیہہ ص ۲۸۴) تو لاعلمی کا فائدہ اسے ہوگا۔

شیعہ کے ہاں بھی ایسے شخص پر حد نہیں ہے۔ ہے کوئی مجتہد جو حد ثابت کر دکھائے؟ پہلے مسئلہ میں تو شیعہ کی بے حیائی بالکل واضح ہے کہ وہ اس باندی کو بیٹے، پوتے پر حرام نہیں کہتے جیسے بیٹے کی مزنیہ عورت یا لونڈی کو باپ پر حرام نہیں کہتے۔

فروع کافی ص ۱۱ پر ہے امام باقر نے فرمایا اگر کوئی شخص باپ کی بیوی دسوتیلی یا سگی ماں سے زنا کرے یا باپ کی لونڈی سے زنا کرے تو یہ اپنے خاوند پر حرام نہ ہوگی اور باندی اپنے مالک پر حرام نہ ہوگی۔ انصاف سے بتائیے جب یہ دعاندی شریعت جعفریہ میں جائز ہے تو شیعہ اور مجوسی مذہب میں کیا فرق رہا؟

س ۵۸، ۵۹: اگر راقم اس مذہب سے جدا ہو گیا جس میں خدا ظالم و محتاج، رسول غاطی و گناہ کار تعلیمات اخلاق سوز اور خلاف عقل و فطرت ہیں تو کوئی قصور نہیں کیا آپ ایسے مذہب کی اتباع کیوں کرتے ہیں؟

ج: جس مذہب کا خدا رب العالمین وحدہ لا شریک اور وعدے کا پکا ہوا جس

مذہب کا رسول، ہادی عالمین، فاتمہ المعصومین تمام دنیا کو فتح کرتے اور اسلام پھیلانے آیا ہو جس مذہب کی تعلیمات قرآن، حدیث اور عقل سلیم کے عین مطابق ہوں۔ آپ صرف زور زور کی لالچ میں اس دین اسلام کو چھوڑ کر اس شیعہ مذہب میں آگئے جس کا خدا معاذ اللہ اپنی خدائی سے معطل و معزول، کہ بارہ امام ہی دنیا کے خالق، رازق، مالک، مشکل کشا اور معبود بن گئے۔ معاذ اللہ بد عہد ہو کہ علیؑ اور اس کی اولاد کو وعدہ کے باوجود خلافت نہ دے۔ ان کے دشمنوں کو اقتدار و خلافت دے دے۔ معاذ اللہ رسول، مفاد پرست اور دنیا دار ہو کہ نبوت کے زور سے ملنے والی جائیداد فدک صرف بیٹی کو الاٹ کر دے۔ اور مقصد نبوت میں ناکام ہو کہ ایک شخص بھی اس کے ہاتھ پر ہدایت یافتہ سچا مسلمان نہ بنے۔ اور جس کی تعلیمات تمام کفریات کا مجموعہ ہو، کہ معاذ اللہ ماں سے زنا کے بعد بھی وہ باپ پر حرام نہ ہو۔ تو آپ اپنی قسمت پر ماتم کریں یا پھر مجوسیت و وثنیت سے ہم آغوش ہونے پر فخر کریں۔

س ۷۷: اپنے اماموں کی ایسی تعلیمات کو آیات قرآنیہ سے ثابت کریں۔

ج: ہماری تو ایسی تعلیمات ہیں ہی نہیں امامیہ آپ کہلاتے ہیں۔ ہم ہر مسئلے پر آپ کے اماموں کا حوالہ دے چکے۔ یہ تو قرآن کو دنیا سے مٹانے اور غار میں چھپا دینے کے لیے آئے تھے۔ قرآن کیسے پڑھتے پڑھاتے۔ اگر ولا تنکحوا ما نکح آباءکم کہ اپنے باپوں کی منکوحات سے نکاح وغیرہ کا تعلق قائم نہ کرو۔) کا ارشاد قرآن انھوں نے پڑھا ہوتا تو ماں سے نفس نکاح کو جائز نہ کہتے۔ (ذریعہ کافی کتاب النکاح) اور شیعہ بیٹے کی مزنیہ (معاذ اللہ) ماں کو باپ پر حلال نہ کہتے۔ (ایضاً ص ۱۶۱)

س ۷۸: ان باتوں کا ثبوت احادیث رسولؐ سے پیش فرمائیں۔

ج: ہمارے رسولؐ شیعہ اماموں کی ان گندی تعلیمات سے پاک تھے۔

س ۷۹: اتنا بتادیں کہ ان زریں احکام پر خلفائے ثلاثہؓ نے کہاں اور کب عمل کیا؟

ج: خلفائے ثلاثہؓ منکر قرآن و سنت نہ تھے جو ایسے جیسا سوز مسئلے بنا کر قوم کو عیاش

بناتے۔ آپ کو اپنے امام، اپنی تعلیم اور اپنے متعانی وغیرہ پیشے مبارک ہوں۔

س ۸۰: صحیح بخاری میں ہے کہ حضورؐ نمازوں میں دعائے قنوت پڑھتے

بیدعو اللہ مومنین و یلعن الکفار آپ لعنت کرنا سنت کیوں نہیں سمجھتے۔

ج: آپ لوگوں کی خیانت و بے ایمانی کی انتہا یہ ہے کہ فعل کو لیتے ہیں اور مفعول بدل دیتے ہیں۔ یعنی حضورؐ نے مہینہ بھر کفار کے ایک گروہ پر لعنت کی تھی جنہوں نے صحابہ کرامؓ کو لے جا کر شہید کر دیا تھا اور ان مومنین کے لیے دعا کی تھی۔ پھر ایک ماہ بعد یہ آیت نازل ہوئی لَیْسَ لَکَ مِنَ الْأَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوبَ عَلَیْہِمْ اَوْ یُعَذِّبْہُمْ۔ الایہ۔ آپ کو ان کے معاملے میں اختیار نہیں چاہیے خدا ان کو توبہ کی توفیق دے یا ان کو عذاب دے کیونکہ وہ ظالم تو ہیں ہی۔ (آل عمران پ ۴ ع ۴)

مگر آپ لوگ اس وقتی قرآن سے منسوخ عمل کو دائمی سنت بنا کر صرف مسلمانوں پر ہی لعنت کرتے ہیں ان کفار پر کبھی بھی نہیں کرتے جن پر رسولؐ خدا نے کی تھی۔

اب فقہی طور پر اس کی شکل یہ ہے کہ زندہ معین کافروں کو لعنت جائز نہیں۔ دلیل یہی آیت ہے اور کفر پر مرنے والوں پر جائز ہے جن کا نص قطعی سے ثبوت ہو جیسے ابولہب وغیرہ شوافع کے ہاں قنوت ہر صبح مسنون ہے، حنفیہ کے ہاں نہیں۔ دلیل یہ ہے کہ ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے کبھی قنوت فجر میں نہیں پڑھی، بجز ایک ماہ کے جس کا ذکر اوپر روایت میں ہے۔)

اس وقتی سنت پر عمل اب بھی ہم مسلمان کرتے ہیں۔ جب مسلمانوں پر خاص آفت آجائے تو صبح کی نماز میں قنوت نازل پڑھتے ہیں مگر دائمی عمل اور قنوت نہیں پڑھتے۔ کیونکہ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے طارق الشجعی سے روایت کی ہے کہ میں نے حضورؐ کے پیچھے نماز میں پڑھیں۔ آپ نے قنوت نہیں پڑھی پھر ابو بکرؓ کے پیچھے پڑھیں، پھر عمرؓ کے پیچھے، پھر عثمانؓ کے پیچھے، پھر علیؓ کے پیچھے پڑھیں کسی نے قنوت نہیں پڑھی اے بیٹے یہ بدعت ہے۔ اسی طرح ابن ابی شیبہ میں بھی ہے۔ (حاشیہ بخاری ص ۱۱۱)

س ۸۱: بخاری میں ابن عمرؓ سے ہے کہ حضورؐ نماز میں دعا پڑھتے تھے اللہم

اللعن فلانا و فلانا۔ کیا شخصی لعنت کا جواز ثابت نہ ہوا۔

ج: یہ بھی خاص بالا واقعہ سے متعلق ہے۔ پھر آیت سے منسوخ ہو گیا اور وہ کفار تھے

مگر غضب یہ ہے کہ شیعہ ان الفاظ کی اڑیں کفار کا روپ دھار کر مسلمانوں اور صحابہ کرام پر لعنت بھیجتے اور لعنتی بن جاتے ہیں۔ (معاذ اللہ) اور شخصی لعنت کی حرمت اصول کافی ج ۲، باب السباب واللعان وغیرہ سے ثابت ہے جو ہم ذکر کر چکے، مگر لعنت کو بہر حال ایک محل چاہیے۔ اگر لعنت کیا گیا شخص اس کا اہل نہ ہو تو لعنت کرنے والے پر لوثتی ہے اور وہ ملعون بن جاتا ہے۔ کیا ضرورت ہے کہ ایک وہی شوق پورا کرنے کے لیے آدمی خود لعنتی بن جائے۔

س ۶۵: خالص سیوطی میں ہے کہ حضور نے فرمایا ان فی اصحابی اثنا عشر منافقاً۔ ان کے نام تحریر کریں۔ پھر سب صحابہ ہدایت یافتہ کیسے ہو گئے؟

ج: اس لفظ پر تو آپ خوب خوش ہوئے شاید اسی بنا پر اثنا عشری لقب سے ملقب ہیں کیونکہ ان کے ہی کثرت اور اعمال آپ نے اپنائے ہیں ذرا ایمان سے بتائیں ان بارہ دشمنان اصحاب رسول کے نام ہم بتادیں تو کیا باقی سب صحابہ کرام کو آپ مومن و محترم مان لیں گے اگر مانتے ہیں تو بسم اللہ اقرار کریں اور تحریر کر دیں ورنہ ان بارہ کے نام پوچھنے کو ایک دھوکہ اور فرار قرار دیں، غزوہ خندق کے موقع پر یہ ارشاد فرمایا گیا ان کے نام یہ ہیں:-

۱۔ عبداللہ بن ابی ریس المنافقین۔ ۲۔ مالک بن ابی قوئل۔ ۳۔ سوید۔ ۴۔ دھس۔ ۵۔ سعد بن حنیف۔ ۶۔ زید بن اللصیت۔ جس نے حضرت عیسیٰ بن قینقاع کے بازار میں لڑائی کی تھی۔ ۷۔ نعمان بن ابی اوفیٰ۔ ۸۔ رافع بن عمرید۔ ۹۔ رفاعہ بن زید بن تابوت۔ ۱۰۔ سلسلہ بن برہام۔ ۱۱۔ کنانہ بن صوریہ۔ یہ چوکے مولویوں میں سے تھے منافقانہ مسلمان ہوئے اور مسلمانوں سے ٹھٹھے کرتے تھے۔ ایک دن مسجد سے نکالے گئے۔ ۱۲۔ معتب بن قشیر۔ (سیرت ابن ہشام ص ۱۳۳، ص ۱۳۴، ص ۱۳۵)۔

جب کہ لفظ اصحاب لغوی معنوں میں ہے کہ میرے پاس اٹھنے بیٹھنے والے ۱۲ افراد منافق ہیں صحابہ مومنین مراد نہیں۔

س ۶۶: قاضی خاں میں ہے نمازی کا گریبان سے ستر کو دیکھنا نماز نہیں توڑتا۔ ج: بات کا بتنگڑ بنایا ہے۔ ستر کے متعلق مسئلہ بیان ہو رہا ہے۔ ستر ایسے ڈھکا ہو کہ چاروں اطراف سے کسی کی نگاہ نہ پڑ سکے۔ پھر یہ فرضی احترازی مثال ہے کہ بالفرض

گریبان سے نمازی کی اپنی نظر پڑ جائے جب کہ وہ لمبے تا قدم کرتے ہیں نماز پڑھ رہا ہو تو نماز باطل نہ ہوگی کیونکہ اس کا ستر خوب ڈھکا ہوا ہے جیسے کوئی دھوتی باندھے نماز چپت پر پڑھ رہا ہو۔ سلاخوں اور تاروں کے روشندان کے نیچے عین اوپر کو کسی کی نگاہ اس کے ستر پر پڑ جائے۔ تو نماز باطل نہ ہوگی کہ دھوتی نے چاروں طرف سے تو ستر کو ڈھانپ رکھا ہے۔ یہ گریبان میں منہ ڈال کر شرم گاہ کو تاکتا رہے مانتا رہے، خود آپ کے فضیلت الفاظ اور کارروائیاں ہیں کیونکہ شیعہ تو یہاں تک کہتے ہیں:

”اگر نمازی عین نماز میں اپنے خصیتین اور ذکر کو ہلائے جلائے کہ انتشار ہو جائے اور مذی بنے لگے تو نماز میں کچھ غفل نہیں..... بلکہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نمازی عین نماز میں کسی عورت کو بغل میں دلوپھے اس حالت میں انتشار ہو اور ستر ذکر اس کی فرج کے مقابل رکھے جس سے بہت سی مذی بے تو نماز اس کی جائز ہے۔ اسے ابو جعفر طوسی اور دیگر مجتہدین نے ذکر کیا ہے۔ (جوالہ تحفہ اثنا عشریہ ص ۵۱۹)

اب بتائیے کہ شیعہ مسجد میں نماز پڑھنے آیا ہے یا کسی جگہ میں متعذ بازی کر رہا ہے؟ س ۶۷: آل عمران میں ہے کہ جو تم میں سے مرتد ہو جائے وہ خدا کو ضرر پہنچائے گا؟ ج: آیت ہذا کی پوری تشریح اور جواب عدالت صحابہ باب دوم میں دیکھیں۔ س ۶۸: اگر زمانہ رسول میں منافقت کا سد باب ہو گیا تھا تو صحیح بخاری میں حذیفہ کا قول کیوں موجود ہے کہ منافقوں کی یہ حالت عہد نبوت سے بدتر ہے کہ اس وقت سازشیں کرتے تھے اب کھلم کھلا اظہار کر رہے ہیں؟

ج: یہ حالت ارتداد کی حکایت ہے کہ عہد صدیقی میں کھلے مرتد ہو کر قتل ہوئے جن کا شیعہ آج بھی شکوہ کرتے اور غم مناتے ہیں۔

س ۶۹: ”اے علی اگر تم نہ ہوتے تو میرے بعد اہل ایمان کی پہچان نہ ہو سکتی“ بتائیے بقول پیغمبر ایمان و علی کا کیا رشتہ ہوا؟

ج: اس کی مثل یہ حدیث ہے۔ ایمان کی نشانی انصار کی محبت ہے اور منافقت کی نشانی انصار سے بغض ہے۔ (بخاری مسلم)۔ نیز آپ نے فرمایا ہے صرفہ... فتی

انصار سے بغض رکھتے ہیں اور صرف مؤمن انصار سے محبت رکھتے ہیں جو ان سے محبت کرے گا اس سے خدا محبت کرے گا اس سے خدا محبت کرے گا جو ان سے دشمنی رکھے گا خدا ان سے دشمنی رکھے گا۔ (مشکوٰۃ مشکۃ)۔ پتہ چلا کہ منافق انصار سے بغض کی وجہ سے پہچانے جاتے تھے اور مہاجرین انصار سے مرتبہ میں بالاتفاق افضل ہیں تو ان کا دشمن و بغض بدرجہ اولیٰ پہچانا جائے گا۔ یہ شبہ سے بالابات ہے کہ شیعہ انصار و مہاجرین سے زبردست دشمنی رکھتے ہیں اور حضرت علیؑ کو خدا و رسولؐ کی صفات خاصہ میں شریک کرتے اور اتباع سے گریز کرتے ہیں۔ آج تک شیعہ کا کوئی فرقہ اپنے مومن ہونے کی سند حضرت علیؑ کی زبان سے نہ دکھاسکا۔ ہاں خود دیوں فرقوں میں بٹ کر ایک دوسرے کو کافر بتاتے ہیں۔

تو فرمان رسولؐ سچا ہے کہ علیؑ کا نام لیوا گروہ خود علیؑ کا، تمام انصار و مہاجرین کا دشمن و نافرمان ہے۔ اس کا نفاق پہچانا گیا اور باقی حضرت علیؑ اور انصار و مہاجرین کے تابع دار سنی مسلمانوں کا ایمان پہچانا گیا۔

س ۱۷۷: اے علیؑ! تو مجھ سے ہے میں تجھ سے ہوں۔ (بخاری) فرمائیے علیؑ کو چھوڑ دینا رسولؐ و ایمان کو چھوڑ دینا ہو گا یا نہیں؟

ج: ان الفاظ سے رشتہ داری اور اتباع مراد لی جاتی ہے۔ ذات کی وحدت مراد نہیں ہوتی تاکہ حضرت علیؑ سے اختلاف کرنا، گویا رسولؐ کو چھوڑنا سمجھا جائے۔

قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں:-

فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَ مَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ كَافِرٌ تَوَلَّيْتُ
جس نے میری بات مانی وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو تو مجھ سے
والا مہربان ہے۔ (ابراہیم، ۳۶)

اور ایسی احادیث بکثرت ہیں جن میں حضورؐ نے فرمانبردار کو اپنا اور نافرمان کو بیگانہ فرمایا ہے۔ مثلاً

مَنْ عَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔ جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

س ۱۷۸: کیا وہ مذہب سچا ہو گا جس میں عصمت فروشی پر حد جاری نہ ہو سکے۔ حالانکہ یہ صریحاً زنا ہے؟

ج: نہیں۔ تبھی تو شیعہ مذہب کو باطل کہتے ہیں کیونکہ ان کے گھر گھر عصمت فروشی ہوتی ہے چند احادیث ائمہ ملاحظہ ہوں:-

۱۔ امام ابو الحسن سے زن متعہ کے بارے میں پوچھا گیا۔ کیا یہ چار منکوحات میں سے ہے؟ فرمایا نہیں۔ اور فرمایا: ستروں میں سے بھی نہیں۔ (قرآن نے تو صرف منکوحہ بیوی اور باندی کو متعہ کیا ہے باقیوں سے تعلق حد کنی یعنی زنا کا ہے)۔ (فروع کافی ج ۵۔ ابواب المتعہ) ۲۔ امام باقرؑ نے فرمایا: یہ چار میں سے نہیں ہے کیونکہ نہ طلاق پاتی ہے۔ نہ وراثت پاتی ہے اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ کرایہ دار (کجری) ہے۔ (ایضاً مشکۃ)

۳۔ امام صادقؑ سے زن متعہ کے متعلق پوچھا گیا کیا یہ چار میں سے ہے؟ فرمایا تم ہزار سے معاملہ طے کرو کیونکہ یہ کرایہ دار رنڈیاں ہیں۔

۴۔ ایک روایت میں امام صادقؑ نے فرمایا ہے کہ جتنی عورتوں سے چاہو متعہ کر لو بغیر ولی اور گواہوں کے جب مقررہ ٹائم (گھنٹہ، دو گھنٹے یا ایک دن، ہفتہ) ختم ہو جائے تو بغیر طلاق کے جدا ہو جائے گی اسے معمولی فرجی دے دے۔ (فروع کافی ج ۵)

س ۱۷۹: اگر حق نہیں اعتقاد کریں گے تو ایسا مذہب کیوں اختیار کیا؟

ج: ہم اسی لیے زانی پیشہ، رنڈی نواز مذہب جعفری کے قریب نہ گئے اور عصمت کے ضامن مذہب حنفی اور اسلام کو اپنایا۔ جس عبارت سے آپ نے دھوکہ دیا ہے اس کا مکمل جواب ہم، ”ہم سنی کیوں ہیں؟“ کے آخر میں دے چکے۔

س ۱۸۰: کیا عصمت فروشی کے اڑنے اسی حکم سے تو نہیں چل رہے ہیں؟

ج: واقعی لکھنؤ، محمود آباد، ریاست اودھ، دکن وغیرہ شیعہ ریاستوں میں عصمت فروشی کے اڑے (متعہ خانے) فقہ جعفری کی تعلیم اور شیعوں کے عمل خیر کے رہیں منت ہیں۔ اب پاکستان میں تو علانیہ ممنوع ہے مگر پرتال کر کے کسی طوائف اور اس کے پرستار عزادار سے پوچھو تو ”یا علی مدد، بیچ تن پاک تیرا آسرا“ کے نعروں سے شیعہ مذہب کی ہی تبلیغ کریں گے۔ اللہ

س ۴۴: کتاب مستطرف میں ہے جو شخص کسی عورت پر عاشق ہو کر زنا نہ کرے تو مرتبہ شہادت پاتا ہے۔ شہادت کے لیے عشق عورت کا ہی انتخاب کیوں کیا؟ جہاد کس لیے نظر انداز کیا گیا؟

ج: پاک دامن کی تعریف میں یہ حدیث نبوی ہے کہ دل پر تو کسی کا بس نہیں ہے پھر بھی یہ شخص خوفِ خدا سے بچتا ہے تو گویا درجہ شہادت (ثواب کثیر) پایا۔ بطور ثواب مرتبہ شہادت کی یہ صورت ہے ورنہ عین شہادت میدانِ جنگ میں ہوتی ہے اور اہل سنت تیرہ سو برس تک یہ جہاد کرتے اور ثواب شہادت پاتے رہے اور اب تک انگریزوں، ہندوؤں وغیرہ سے جہاد کر کے پار ہے ہیں جب کہ شیعہ امام غاریں جا بیٹھا۔ جہاد متروک و منسوخ ہو گیا اور شیعہ متعہ بازی، ماتم و نوحہ اور مسلمانوں پر لعنت و بدگوئی میں مصروف ہو گئے۔

س ۴۵: لعن اللہ المحلل والمحللہ کے باوجود باوجود اہل سنت حلالہ کر اور کر دار ہے ہیں۔ کیا ثلاثہ نے بھی یہ کام کیا؟

ج: یہ بطور شرط فرمانِ نبوی ہے۔ شرط پر حلالہ کرنا ہم بھی مکروہ تحریمی کہتے اور وعید کا مستحق سمجھتے ہیں۔ (ہدایہ منہج)۔ اور تین طلاق شدہ عورت کے لیے حلالہ شیعہ بھی واجب کہتے ہیں۔ (توضیح المسائل ص ۲۸۶)۔

اصل مسئلہ حلالہ قرآن شریف میں ہے:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔ (دہ، ۱۳ ع)

پس اگر خاوند نے بیوی کو (تیسری) طلاق دے دی تو یہ اس کے لیے حلال نہ رہی۔ حتیٰ کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح کرے۔

شیعہ قرآن کے تو منکر ہو گئے اور مغلطہ و مطلق ثلاثہ معاً سے پھر نکاح کرتے اور ساری عمر فعلِ حرام کراتے ہیں۔

حضرات خلفاء راشدین کا فتویٰ یہی ہے۔

س ۴۶: کیا مشت زنی جائز ہے؟ جبکہ ناکح البید ملعون حدیث ہے۔

ج: کسی بھی ناجائز طریقے سے اخراجِ منی حرام ہے مگر زنا، لواطت، ہشت زنی

وغیرہ میں فسق ضرور ہے۔

جب علامہ قاضی خاں تصریح فرما رہے ہیں کہ حصولِ شہوت کی خاطر یہ حرکت حرام ہے اگر شہوت کو کم کرنا مقصود ہو تاکہ زنا میں نہ پھنس جائے تو ”دو مصیبتوں میں گرفتار شخص کو ہلکی اختیار کے بڑی سے بچنا چاہیے، کے اصول پر عمل کرے۔ اخراجِ منی کر لے تو گنہگار نہ ہوگا۔

نیز عملِ حدیث کی مخالفت ہے کیونکہ حدیث میں عام حالت کا حکم بیان ہوا ہے اور فقہ کی اس جزی میں گناہِ کبیرہ سے بچنے کی ہلکی صورت بتائی ہے۔ جیسے جان بچانے کے لیے مضطر کو حرام کھانا جائز ہے اور شیعہ مذہب میں تو روزہ کی حالت میں بھی استمنار کو ناجائز نہیں کہا، روزہ ٹوٹنا لکھا ہے۔ مسئلہ ۱۶۱۱: اگر روزہ دار استمنار کرے تو اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (توضیح المسائل ص ۱۷۱ از ابوالقاسم موسوی مطبوعہ اسلام آباد)

س ۴۷: مسئلہ لفِ حریر۔

ج: آپ کے اقرار کے مطابق شیعہ کتاب الزام الناصب ”دروغ برگردنِ راوی طوق لعنت در گردنِ کذاب رافضی“ کا مصداق ہے۔ ہماری کتب میں ایسا کوئی حوالہ نہیں ہے۔ کتاب الطہارت وغیرہ میں یہ فرضی صورت لکھی ہے کہ کوئی (ایلاج بحرقہ مانعہ) کپڑا لپیٹ کر جماع کرے جس سے لذت اور گرمی حاصل نہ ہو تو کیا غسل فرض ہو گا یا نہیں؟ قانوناً غسل نہیں ہے کیونکہ جماع نہیں ہوا احتیاطاً کر لینا چاہیے۔

شہوت پرست و متعہ پیشہ محروم از دیانت شیعوں نے اسے یہاں سے کاٹ کر وطنِ محارم سے جوڑ دیا کیونکہ اپنے اس مجوسی فعل کی ان کے ہاں اسبھی فی الجملہ گنجائش ہے اور وطنِ محارم بالنکاح کو بحیثیت شادی حلال کہتے ہیں۔ فروع کافی ص ۱۵۵ کا یہ حوالہ ”ہم سنی کیوں ہیں؟“ میں لکھا جا چکا ہے ”جو شخص محارم سے شادی رچاتا ہے جن کی حرمت قرآن میں مذکور ہے جیسے مائیں بیٹیاں (الایہ) یہ سب بطور شادی حلال ہے خدا کے منع کرنے سے حرام ہے..... اس لحاظ سے اولاد بھی حلالی ہوگی جو ایسے بچے کو حرامی کی تمت لگائے گا اسے حدِ قذف لگے گی۔ کیونکہ وہ حلالی بچہ ہے۔ (معاذ اللہ)

س ۴۸: روزہ دار کا دوبریں انگلی ٹھونسا؟ (قاضی خاں)

ج: مسئلہ تو یہ بیان ہو رہا ہے کہ روزہ دار استنجا میں مبالغہ کرے اور مقام کو انگلی سے دبائے تو روزہ نہ ٹوٹے گا کیونکہ کوئی چیز اندر نہیں گئی ہے۔ اب بے حیا سائل اس طبعی اور ضروری بات کو "بلا وجہ انگلی ٹھونسنے" سے تعبیر کرے تو کون اسے روکے۔ بے حیا باشعور ہر چہ خواہی گو۔

ذرا اپنے گھر میں جھانکیجئے کہ کیا مذہب شیعہ میں روزہ کی یہی قدر ہے۔

مسئلہ ۱۶۰۸: اگر سپاری سے کم اندر داخل ہوا اور منی بھی نہ نکلے تو اس سے روزہ باطل نہیں ہوگا۔ (توضیح المسائل مسئلہ ۱۶۰۸) خود تو ناقص جماع کر گزریں، روزہ نہ ٹوٹے ہم کو استنجا بھی نہ کرنے دیں؟

س ۱۶۰۹: میت کے منہ میں روئی کیوں دیتے ہو؟

ج: اس لیے کہ کوئی آلائش وغیرہ نہ نکلے۔ قبر میں نکیر کے سوال پر اس کی رکاوٹ نہ ہوگی۔ وہ منہ سے نکال کر بلو اسی لیں گے۔

س ۱۶۱۰: امام ابوحنیفہؒ نے ۲۵ برس ایک وضو سے پنجگانہ نمازیں پڑھیں۔ کیا اس عرصہ میں رفع حاجت کی ضرورت نہ ہوئی اور نیند نہ آئی؟

ج: عمداً آپ نے کوڑھ مغزی کا ثبوت دیا۔ ورنہ بات یہ ہے کہ ۲۵-۴۰ سال تک یہ معمول رہا کہ صبح وضو کر کے تا عشاء پنجگانہ نمازیں اسی ایک وضو سے ادا فرماتے تھے پشیا ب وریح سے توڑنے کی حاجت نہ پڑتی تھی۔ اسے کمال صحت کے ساتھ دینی ذوق اور کرامت سے تعبیر کیا جائے گا۔

س ۱۶۱۱، ۱۶۱۲: فرمان خداوندی ہے: "جو شخص ایسا کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا جائے جب کہ اس کا دل حقیقت ایمان سے مطمئن ہو تو اسے کوئی حرج نہیں۔" (نخل کیاشیوں کا تفسیر قرآن سے ثابت ہوا یا نہیں؟ نیز آیت کا شان نزول بھی بتائیں۔

ج: یہ حضرت عمار بن یاسرؓ کے واقعہ میں اترتی۔ جب کفار نے ان کے والدین کو شہید کر کے ان سے بھی کلمہ کفر کہلایا تھا۔ انھوں نے جان کے ڈر سے کہہ دیا اور پریشان ہو کر حضور کو حال سنایا تو یہ آیت اتری۔

یہ اکراہ اور مجبوری ہے شیعوں کا تفسیر مجبوری کے علاوہ اپنے مفاد کے لیے بھی ہوتا ہے۔ اکراہ شرعی اور شیعہ تفسیر میں سات قسم کا فرق اور استدلال شیعہ کی بیخ کنی ہم نے "ہم سستی کیوں ہیں؟" مسئلہ ۱۸۴ تا ۱۹۳ میں کر دی ہے۔

س ۱۸۴: نوویؒ میں ہے کہ جب کوئی ظالم، غاصب کسی کی امانت چھیننا چاہے تو امین پر جھوٹ بولنا جائز ہے بلکہ واجب ہے تو پھر شیعوں کا تفسیر کیوں ناجائز ہے؟

ج: کتب شیعہ میں بھی بالکل اسی طرح ہے مثلاً توضیح المسائل دیکھیں۔ (مترق مسائل) "لیکن غیر کے مال و جان کو بچانا ضروری ہے" تو جھوٹ مجبوراً بولنا پڑا جبکہ شیعہ کا تفسیر بلا خوف ذاتی مفاد کے لیے ہوتا ہے۔ وہ جھوٹ کی طرح حرام ہے۔

س ۱۸۵: لا دین لمن لا تقیۃ لہ۔ آپ کی بھی حدیث ہے۔ (کنز العمال) ج: شیعہ کی حدیث تو یقیناً ہے کہ ان کا ۹ دین تقیہ میں ہی مستور ہے اور واقعی جو شیعہ مذہب نہ چھپائے، ظاہر کرتا پھرے وہ بے دین و بے ایمان ہے۔ (امول کافی باب تقیہ) مگر اہل سنت کے ہاں یہ حدیث ثابت نہیں نہ اس کی سند معلوم ہے۔ کنز العمال ص ۲۲ سامنے کھلا ہے۔ اس میں کہیں یہ روایت نہیں۔ جھوٹی شیعوں کی بناوٹی کتب سے اصل دیکھئے، بغیر جھوٹ کی تبلیغ نہ کیا کریں۔

س ۱۸۶: ابن ابی سرح کا تب وحی ہو کر مرتد ہو گیا تو کیا فضیلت رہی؟ ج: ایمان، قبول اسلام، زیارت نبوت، کتابت وحی وغیرہ تمام اعمال فی نفسہا باعث فضیلت ہیں۔ اب اگر کوئی شخص حامل شدہ دولت ضائع کر دے یعنی مرتد ہو جائے تو اس فعل کی فضیلت پر تو عرف نہیں آیا۔ علماء کی تحقیق یہ ہے کہ ارتداد کے بعد پھر اسلام لانے سے یہ فضیلت مل جاتی ہے کیونکہ اللہ من تاب وعمل صالحاً۔ الایہ۔ اسے بھی شامل ہے۔ ابن ابی سرح فتح مکہ کے موقع پر پھر مسلمان ہو گیا تھا تو کتابت وحی کی فضیلت پھر حاصل ہو گئی۔

س ۱۸۷: معاویہؓ کو کھٹا اسلام میں داخل ہوا، طوعاً نکل گیا۔ فرمان علیؓ ہے کیا کل ایمان کی شہادت سنو کے لیے کافی نہیں ہے؟

ج: بے حوالہ جھوٹا قول ہے۔ نہج البلاغہ کا گشتی مراسلہ اسکی تکذیب کرتا ہے۔

س ۸۷: کیا نبی کا سر یا سالا ہونا ناجی ہونے کے لیے کافی ہے؟

ج: نہیں ایمان و اعمال صالحہ ضروری ہیں اگر وہ حاصل ہوں تو سونے پر سہاگہ۔ یہ حضور کی رشتہ داری نجات میں ضرور مفید ہوگی۔

الْأَخِلَاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ يَرْتَدُّونَ (پہلا ۱۲۷) دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔

س ۸۸: اگر کافی ہے تو کیا ائمہ المؤمنین صفیہؓ کے بھائی اور والد بھی ناجی ہیں؟

ج: نہیں وہ مسلمان ہی نہیں ہوئے تھے۔ یہ ملعون عارضہ ایسا ہے جیسے حضرت فوج کے بیٹے کی مثال حضرت حنینؓ پر کوئی فٹ کر دے۔ (دشتان مابینھا)

س ۸۹: اجتہاد نص کی غیر موجودگی میں ہوتا ہے۔ حدیث رسول یا علیؓ عربک عربی و سلمک سلمی آئی ہے۔ تو معاویہ کی جنگ اجتہاد کیسے ہوئی؟

ج: اول تو یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس کی سند مفصل جرح سوال ۵۲ میں گذر چکی ہے اور عقلی جواب بھی ہو چکا ہے۔

دوم: جب خود حضرت علیؓ نے اپنے محاربین کو ایمان و اسلام میں اپنے برابر اور بھائی کہا ہے اور ان کی بدگوئی اور برائی سے منع فرمایا ہے (نہج البلاغہ اردو ج ۱۲ خطبہ ۲۵) معلوم ہوا کہ حدیث علیؓ کے ہاں بھی درست نہیں۔

سوم: جب حضرت علیؓ نے آخر میں حضرت معاویہؓ سے صلح کر لی اور نصف سے زائد مملکت کا حاکم اور خراج و محاصل وصول کنندہ تسلیم کر لیا۔ (طبری) اور حضرت حسنؓ نے تو باقاعدہ بیعت کر کے خلافت حقہ حضرت معاویہؓ کو دے دی تو اجتہاد علیؓ سے آپؓ پر طعن نہ کیا جائے گا۔

چہارم: نص کا نص سے تعارض ہو تو اجتہاد کی گنجائش نکل آتی ہے حضرت امیر معاویہؓ بنو عثمانؓ کی وکالت سے ولی اللہم تھے۔ قرآن نے ولی اللہم کو سلطان کا منصب بخشا ہے۔ (پہلا ۱۵۷)۔

حضرت علیؓ قصاص لینے میں معذور تھے تو حضرت معاویہؓ نے از خود طاقت تیار کی کہ قصاص لیا جائے پھر قاتلین عثمانؓ سے جنگ ہوئی۔ حضرت علیؓ سے مقصود انہیں ہوئی۔

س ۹۰: آپ یا انسؓ بن مالک اور ابو ہریرہؓ سے اجتہاد کی نفی کرتے ہیں یا پھر قاتل حمزہ وحشی کو مجتہد قرار دیتے ہیں۔ کیا معاویہؓ کا اجتہاد اسی ٹکسال کی درآمد ہے؟

ج: بالا کثیر الروایہ حضرات سے اجتہاد کی نفی اضافی ہے یعنی ایسے بڑے مجتہد نہیں جیسے ابن مسعودؓ، معاذ بن جبلؓ جیسے قلیل الروایہ اور کثیر الاستنباط والا اجتہاد بزرگ تھے اور وحشیؓ کی دینی بصیرت اپنے سے کم تر لوگوں کی بہ نسبت ہے۔ حضرت معاویہؓ کو تو حضورؐ نے ہادی اور واحد یہ فرما کر اجتہاد کا منصب بخشا۔ (ترمذی) پھر آپؐ کے مجتہد ہونے پر تمام علماء کا اجماع ہے۔

س ۹۱: امام اعظم کے ہاں نیک و بد کا ایمان برابر ہے کیا یہ صحیح ہے؟

ج: ایمان کے دو مفہوم ہیں۔ ۱۔ ان سب عقائد اور ایمانیات کی مقدار اور گنتی جن پر ایمان لانا قرآن و حدیث کے تحت ضروری ہے یعنی بد کو بھی اتنی چیزیں ماننا ضروری ہیں جتنی نیک کو۔ اس لحاظ کو کمیت کہتے ہیں۔ یعنی نیک و بد ایمانیات کی مقدار میں اور قابل

ایمان امور میں برابر ہیں۔ یہی مطلب امام صاحب کے قول کا ہے اور اسی کو کچھ شریسنڈز نے ابلیس کے برابر رکھ لیا ہے کہ وہ بھی خدا کو اپنا رب مانتا تھا اور صالحین و مسلمان بھی ملتے ہیں۔

دوسرا مفہوم: کیفیت، قوت و ضعف اور حسن و غیرہ کا ہے۔ اس لحاظ سے ایمان کم و بیش ہوتا ہے اور نیک و بد میں ہرگز مساوات نہیں اسی چیز کو محدثین وغیرہ ایمان میں کمی بیشی کہتے ہیں۔ دونوں باتیں اپنی جگہ درست ہیں تعارض نہیں ہے کہ شیعہ اعتراض کریں۔

س ۹۲: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مدینہ مانند مکہ کے حرم نہیں۔ (ترجمہ مشکوٰۃ شیخ عبدالحق دہلوی) پھر آپ مدینہ و مکہ کو حرمین شریفین کیوں کہتے ہیں؟

ج: عزت و حرمت اور تعظیم کے لحاظ سے دونوں حرم شریف ہیں اسی طرح الحاد پھیلانا، فساد کرنا کوئی گناہ کرنا جیسے یریدی فوج نے حرہ میں یا حضرت موسیٰ کاظمؑ کے پوتوں محمد بن حسین اور علی بن جعفر بن موسیٰ کاظمؑ نے ۲۷۱ھ میں مدینہ کے کثیر باشندوں کو قتل کر ڈالا اور زین العابدینؑ کے پوتوں علی و محمد بن حسین الافطس احد المفسدین نے مکہ میں قتل

عام کیا اور اب خمینی کے ایجنٹ اس کی تصاویر لے کر عربین میں فحش بازی کرتے اور فساد پھیلاتے ہیں اور فرمان نبویؐ ہے کہ ایسے لوگوں پر اللہ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو، ان کا فرض و نقل منظور نہیں۔ (بخاری و مسلم)۔ رہا شکار کے لحاظ سے حکم تو مدینہ شریف کا مکہ سے حکم مختلف ہے لگاس کے لیے درخت کاٹا جاسکتا ہے (مسلم) اور پرندوں کا شکار بھی اکثر علماء کے نزدیک جائز ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کی نفی کا مطلب یہی ہے۔

س ۹۳: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جھوٹی گواہی گزار کر میگانی عورت سے صحبت کرنے پر گناہ نہیں۔ ہدایہ ص ۳۱۳، وغیرہ۔

ج: ملعونہ خیانت آپ پر ختم ہے۔ ہدایہ کی عبارت یہ ہے:

جس شخص پر عورت نے دعویٰ کیا کہ وہ اس کا خاوند ہے اور گواہ بھی عورت نے پیش کر دیئے۔ قاضی نے فیصلہ میں عورت کو اس کی بیوی بنا دیا حالانکہ دراصل اس نے اس سے شادی نہ کی تھی اس عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ اس کے ساتھ بسے اور اسے جماع کرنے دے۔ یہ امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کا قول ہے۔۔۔۔۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ گواہ قاضی کے ہاں سچے ہیں اور نکاح پر یہی دلیل ہوتے ہیں کیونکہ صدق کی حقیقت پر اطلاع ناممکن ہے۔۔۔۔۔ جب قاضی نے فیصلہ دلیل پر کیا تو باطناً نکاح بھی نافذ ہو جائے گا تاکہ جھگڑا ختم ہو جائے کیونکہ قاضی کا یہ فیصلہ نیا نکاح باندھنے کی مانند ہے۔ تو یہ اس کی حقیقت بیوی سمجھی جائے گی اور اب جماع درست ہو گا۔

اب یہ مذہب سینہ زنی اور سینہ زنی نہیں دلیل پر مبنی ہے۔

س ۹۴: طاقت حاصل کرنے کی نیت سے شراب پی جائے تو امام اعظمؒ کے

ہاں درست ہے (ہدایہ) اور کوئی ٹانگ نہ سو جھا؟

ج: نقل مذہب میں خیانت کی ہے مشروبات کئی قسم کے ہیں۔

۱۔ جو انگور کے شیرے سے بنایا جائے۔ کئی دن پڑا رہے۔ بدبودار ہو کر جھاگ چھوڑے

رنگ بد لے تو اسے عربی میں خمر کہتے ہیں۔ نص قطعی سے حرام ہے۔ کوئی مسلمان اختلاف

کی جرأت نہیں کر سکتا۔ ورنہ کافر ہو جائے گا۔

۲۔ شہد، انجیر، گندم، جو، جوار، کھجوریں وغیرہ پانی میں بھگو دیں۔ صبح رنگین پانی کو پکائے بغیر ہی استعمال کریں۔ یہ جائز ہے۔ اسے بنیذ (شریت) کہتے ہیں۔

۳۔ انگور کا پھل جب پکایا جائے دو تہائی خشک ہو جائے صرف ایک تہائی باقی رہ جائے اگرچہ وہ کاڑا ہو، یہ اختلافی مسئلہ ہے امام ابو یوسفؒ، امام ابوحنیفہؒ کے ہاں حلال ہے جب نیت عبادت پر طاقت حاصل کرنا ہو۔ امام شافعیؒ، مالکؒ اور محمدؒ کے نزدیک یہ بھی حرام ہے اور اگر لذت و مزہ لینا ہو تو سب کے نزدیک حرام ہے۔ دلیل صاحب ہدایہ نے یہ دی ہے کہ فرمان نبویؐ ہے۔ خمر کا شراب بعینہ حرام ہے خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔

اور باقی مشروبات سے نشہ آور مقدار حرام ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غیر خمر میں حرمت کو نشہ آوری کے ساتھ فاس کیا ہے کیونکہ واو عاطفہ، جُدا جُدا حکم چاہتی ہے، نیز عقل کو بگاڑنے والا، نشہ آور مقدار میں پینا ہے اور وہ ہمارے ہاں بھی حرام ہے اور اصل شراب خمر کی قلیل مقدار بھی حرام ہے کیونکہ وہ اپنے پتلے پن اور لطافت میں زیادہ مقدار پینے پر بھارتا ہے تو قلیل کو بھی کثیر کا حکم دیا گیا۔ رہا ایک تہائی بچا ہوا تو یہ (گاڑا شیرا ہے) پیا نہیں جاتا۔ کثیر پینے پر نہیں اجماع اور یہ فی نفسہ غذا ہے۔ تو اپنی اباحت پر باقی رہے گا۔

(ہدایہ ص ۳۹۸)

ذرا اپنے گھر کی خبر لیجئے: من لا یخضرہ الفقیہ ص ۳۱ پر ہے "جس مکان میں شراب کسی برتن میں بند رکھا ہو تو نماز جائز نہیں ہے اور اگر شراب کپڑے پر لگی ہو تو جائز ہے کیونکہ پینا خدا نے حرام قرار دیا ہے کپڑے پر لگا ہو تو نماز حرام نہیں کی" (حالانکہ خدا نے شراب کو جس (گندگی) کہا ہے اور کپڑوں کو پاک کرنے کا حکم دیا ہے)۔

س ۹۵: مذہب اہل سنت میں خلفاء راشدین کا قاتل بھی مسلمان سے نہیں

نکلتا۔ (شرح فقہ اکبر ص ۷۷) پھر شیعوں کی بدگمانی پر اعتراض کیوں؟

ج: قتل مومن بالاتفاق کبیرہ گناہ ہے بشرطیکہ بغض ایمان کی وجہ سے اسے حلال

نہ جانے ورنہ کفر ہے خلفاء راشدین اگرچہ تمام مومنین سے افضل اور ان کے سردار ہیں۔

تاہم انبیاء نہیں کہ قاتل بالتاویل یقیناً کافر ہو۔ شیعوں کی بدگمانی ایک کفریہ عقیدہ ہے جس

کی وجہ سے وہ ان کو کافر (معاذ اللہ) جان کر لعنتوں اور تبرؤں سے اپنا ایمان تباہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے کفر و ارتداد پر ائمہ اہل سنت کے حوالہ جات ہم عدالت صحابہ باب ہفتم میں پیش کر چکے ہیں۔ حافظ ابن تیمیہ الصارم السلول ص ۵۹۲ پر کیا خوب لکھتے ہیں:-
 ”جس نے سب دشم سے بھی بڑھ کر یہ اعتقاد رکھا کہ (صحابہ کرام کے) چند نفوس کے سوا جو دس سے بھی نہیں بڑھتے سب صحابہ معاذ اللہ مرتد ہو گئے یا ان کی اکثریت فاسق اور نافرمان ہو گئی تو ایسے شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں..... بلکہ ایسے شخص کے کفر میں جو شک کرے اس کا کفر بھی متعین ہے۔“

تعجب ہے شیعوں کو ہم پر تو اعتراض ہے مگر خود قافلہ اہل بیت کو بلا کر شہید کرنے والے کوئی شیعوں اور قاتلوں کو ”مومنین“ تو ابین“ کہتے ہیں۔ (مجالس المومنین)

س ۷۶: قاضی ابویوسفؒ کے نزدیک سور کا چمڑا رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے اس پر نماز درست ہے۔ ہدایہ ص ۲۲۔ کیا سور کا چمڑا سجدہ گاہ بنانا بہتر ہے یا خاک کر بلا جس میں حسینؑ رسول کا خون شامل ہے؟

ج: آپ نے یہ بالکل جھوٹ لکھا ہے۔ ہدایہ کی عبارت یہ ہے:
 وکل اھاب دبیغ فقد طھر حازت جو چمڑا شرعی طور پر رنگ دیا جائے تو پاک
 الصلوة فیہ والوضوء منہ ہو جاتا ہے اس پر نماز اور اس کے مشکیزے
 الا جلد الخنزیر والادھی سے وضو درست ہے بجز خنزیر اور
 لقولہ علیہ السلام آدمی کی کھال کے کیونکہ حضورؐ کا فرمان ہے
 ایما اھاب دبیغ فقد جو چمڑا بھی رنگ دیا جائے وہ پاک ہو جاتا
 طھر۔ (ہدایہ ص ۲۲)

پھر خنزیر کی ناپاکی پر دلیل دی ہے کہ وہ نجس العین ہے۔ فامہ رجس میں
 ہا خنزیر کی طرف راجع ہے۔ حاشیہ پر عینی کے حوالہ سے تو یہ لکھا ہے: ”اسی لیے خنزیر
 سے نفع اٹھانا، اسے بیچنا اور اس کی تمام چیزوں کو استعمال کرنا جائز نہیں مسلمان
 اسے ضائع کرے تو اس پر تاوان نہیں۔ یہی روایت امام ابویوسفؒ سے ہے جو

محیط میں مذکور ہے۔

آپ بت پرستوں کی مشابہت میں فخر خاک کر بلا کی ٹکیوں پر سجدے کریں، تعزیر پوچھیں علم کے آگے ہاتھ جوڑیں، پھیلائیں آپ کو یہ مذہب نصیب ہو۔

س ۷۷: بھری کا بچہ سورنی کے دودھ سے پالا جائے حلال ہے۔ (در المختار)
 پھر سورنی کا دودھ پینا ہی حرام کیوں ہے؟

ج: سور با جزائہ حرام قطعی ہے تو دودھ کیسے حلال ہو؟ صورت بالا جلالہ (نجاست خور) مرغی کی طرح ہے۔ کچھ دن باندھ کر حلال خوراک کھلا کر اسے ذبح کیا جائے۔ ”پالا جائے“ غدی کا ترجمہ نہیں ہے۔ یہ عدا جھوٹ اور خیانت ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کبھی اسے غذا حرام دودھ کی دی جائے تو بکرا حرام نہ ہو جائے گا۔ دراصل ایسی غذا کا جب حلال جانور میں استعمال اور انتقال ہو جائے گا تو اس وجہ سے جانور کو حرام نہ کہا جائے گا۔ شیعہ کی توضیح المسائل ص ۲۱ میں ہے:

مسئلہ ۲۱: اگر انسان کا خون یا ایسے حیوان کا جسے ذبح کرنے میں خون اس کی شرگ سے اچھل کر نکلتا ہے کسی ایسے حیوان کے جسم میں (پینے پلانے سے) جس کی شرگ سے خون اچھل کر نہیں نکلتا اور اب وہ اسی حیوان کا خون شمار ہونے لگے اور اسی کو انتقال کہتے ہیں تو وہ خون پاک ہے۔ اسی طرح تمام نجاسات کا حکم ہے۔
 یہی وجہ در مختار میں لکھی ہے کہ گوشت میں تو تغیر نہ ہوا دودھ کی غذا ہلاک و فنا ہو گئی جس کا اثر باقی نہ رہا۔ (ص ۵۲۸)

شیعہ کی مختصر النافع ص ۲۵۴ ارجلی میں ہے اگر حلال جانور خنزیرنی کا دودھ پی لے تو حرام نہ ہوگا۔ بلکہ اسے غسل دیا جائے گا اور پیٹ کی چیز نہ کھائی جائے گی۔

س ۷۸: غایۃ الاوطار میں ہے کہ عورت کی پیشاب گاہ کی رطوبت پاک ہے۔ کیا یہ قیاس ابو حنیفہ ہے یا قرآن و حدیث سے دلیل بھی ہے؟

ج: ہمارے نزدیک تو مسئلہ قطعی یہ ہے ”جو چیز دو راستوں سے نکلے وہ پلید ہے وضو توڑ دیتی ہے جس نے استنجاء صحیح کیا ہے اور رطوبت اندر سے نہ آئے تو مقامی

رطوبت پسینہ ہے اس کی ناپاکی پر کوئی دلیل نہیں۔ جیسے قے آنے سے منہ پلید ہوتا ہے ورنہ نہیں۔
 ۵۶: میں ہم شیعہ حوالہ بتا چکے ہیں وہ فرج کو چومنا جائز کہتے ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ رطوبت ان کے ہاں
 پاک ہو جیسے الفقیہ ص ۱۲ پر مذی و دی (رطوبت فرج) کو تھوک کھسکار کی طرح پاک لکھا ہے۔
 ۵۹: کنز الدقائق ص ۲۱۴ پر ہے کہ شراب اور سور کو عورت کا مہر مقرر کرے تو مہر
 مثل دے کیا آپ ایسا مہر مقرر کر لیتے ہیں؟

ج: مہر میں مال کا ہونا ضروری ہے۔ یہ دونوں چیزیں مال نہیں۔ پھر عقد تذکرہ مہر کے بغیر
 بھی ہو جاتا ہے تو یہ فرضی صورت ہے کہ اگر کوئی بے دین مہر میں یہ چیزیں مقرر کرے تو ان کے بجائے
 مہر مثل دینا ضروری ہے۔

ص ۵۸: براہین قاطعہ ص ۲۶۹ وغیرہ پر ہے کہ ہاشمیہ غیر ہاشمی کی کفو نہیں۔ تو نکاح
 کس طرح ہو سکتا ہے؟

ج: مسئلہ کفو کا لحاظ مستحب ہے۔ واجب نہیں ہے کہ نکاح ہی درست نہ ہو اور
 حضور نے اپنے چچا زبیر بن عبد المطلب کی بیٹی ضباعہ کا حضرت مقداد بن اسود کندی غیر ہاشمی
 سے کیوں کر دیا اور فرمایا لوگ میری اقتدار کریں اور جان لیں کہ اللہ کے ہاں معزز متقی شخص ہے
 (فروع کافی ص ۳۲۲)۔ اور حضرت عثمانؓ والوالعاصؓ کو اپنی صاحبزادیاں کیوں دیں؟

ص ۵۸: محکمہ جاسوسی کے لیے تقیہ ضروری ہے عقلاً تقیہ کی ضرورت اور اس کے جواز
 کا انکار کس طرح درست ہوگا؟

ج: ہر مسلمان نہ جاسوس ہوتا ہے اور نہ اسے دین اسلام چھپانے کی ضرورت پڑتی
 ہے۔ صرف جنگ کے خاص حالات میں کبھی مقصد اور قومیت کو چھپانے کی ضرورت پڑ سکتی
 ہے۔ اسے عام قانون اور مذہب کا حصہ دین چھپانے کا شعار نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ
 پھر نہ دین محفوظ رہتا ہے نہ شخصیات بچتی ہیں۔ شرح صافی میں کیا خوب لکھا ہے: کہ حضرت
 امام حسینؑ کی شہادت، شیعوں کے تقیہ کر لینے اور ان کی مصلحتوں کی وجہ سے ہوئی۔ بہر حال
 اتنا بڑا ظلم تقیہ کا ہی رہیں منت ہے۔ تو اسے یوں عام نہیں کیا جائیگا: تقیہ ہر بات میں ہوتا
 ہے اور تقیہ کرنے والا اس کے مواقع جانتا ہے۔ (کافی)

ص ۵۲: جب ظلم ظالم کے دفع کے لیے جھوٹ تک رٹا ہے اور تعرض بھی مکروہ نہیں
 ہے تو تقیہ کیوں ناجائز ہوگا؟

ج: تقیہ اور جھوٹ شکل اور مفہوم کے لحاظ سے تو ایک ہیں مگر مقاصد میں مختلف ہیں ایک
 شیعہ اس وقت تقیہ کرتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے جب اسے اپنا ذاتی اور مذہبی مفاد حاصل کرنا
 ہوتا ہے تو دوسرے تقیہ کے ذریعے دھوکہ دے کر نام نہاد مومن بن جاتا ہے۔

جب کہ ایک سنی مسلمان جھوٹ ہر وقت حرام جانتا ہے ہاں جب کسی معصوم الدم کی
 جان جاتی ہو یا مال لوٹا جاتا ہو تو خلاف واقعہ بصورت تعرض بات کہہ کر اسے بچانا ضروری جانتا ہے
 جو شریعت کا تقاضا ہے۔ یہاں شیعہ کے ہاں تو جھوٹی قسم تک جائز ہے۔ توضیح المسائل ص ۳۲۲ مسئلہ ۴۱۸
 پر لکھا ہے جھوٹی قسم گناہ ہے لیکن اپنے آپ کو یا کسی اور مسلمان کو کسی ظالم سے نجات دلانے
 کے لیے جھوٹی قسم کھالیں تو کوئی حرج نہیں بلکہ کبھی تو واجب ہو جاتا ہے۔

ص ۵۳: اگر آپ متعہ کو ناجائز سمجھتے ہیں تو شرعی حد بتائیے۔
 ج: صاحبین، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک حد
 زنا جاری ہوگی۔

چونکہ امام ابوحنیفہ اور عروالحدود ما استطاعتہ (حتی الامکان حدود ڈالتے کی
 کوشش کرو) حدیث نبویؐ کے تحت حتی الامکان شہادت سے حد کو ڈالتے ہیں اور تعزیری سزا
 واجب کہتے ہیں تو ایسی صورتیں کئی ہیں کہ ان میں حد واجب نہیں کہتے جن میں متعہ بھی ہے تعجب
 ہے باقی ایک دو صورتوں پر شیعہ خوب طعن کرتے ہیں اور متعہ کو بہت بڑا کار ثواب جانتے ہیں۔
 یہاں باہمی معاہدہ ہی شبہ کا سبب ہے۔ لیکن امام صاحب کا یہ فتویٰ متروک ہے۔ فتویٰ
 صاحبین کے قول پر ہے۔ کہ حنفی فقہ میں متعہ باز کو حد ملے گی۔

شیعہ بھی حد کو ٹال دیتے ہیں۔ من لا یخضرہ الفقیہ باب التعزیر میں ہے کہ مرد و عورت
 ایک لحاف میں زنا کرتے پکڑے گئے۔ زنا کا امام کو یقین ہو گیا مگر انھوں نے نہ اقرار کیا نہ چار
 گواہ گذرے تو تعزیر ہوگی (حد نہ ہوگی)۔

حرمت متعہ

س ۸۰۴: فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فریضہ
 (عورتوں کے جس مقام سے تم فائدہ اٹھاؤ تو انہیں مقررہ مہر ادا کرو) سے ثابت ہے کہ متعہ حلال ہے
 آپ اسے منسوخ کہتے ہیں۔ سیوطی نے درمنثور میں لکھا ہے کہ حکم سے پوچھا گیا کیا یہ آیت
 منسوخ ہے اس نے کہا ہرگز نہیں اگر آیت منسوخ ہے تو آیت ناسخ کون سی ہے؟

ج بلیہ آیت متعہ کے جواز میں ہے ہی نہیں تو نسخ کی ضرورت نہیں۔ ماموصلہ غیر ذوی
 العقول چیزوں کے لیے استعمال ہوتا ہے یہاں سے مراد عورتوں کا مقام انتفاع ہے اور فا
 تعقبیہ (پس کے معنوں میں) ہے اور پہلے مسئلے سے متعلق ہے یعنی مذکور محرمات کے علاوہ
 عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں بشرطیکہ تم اپنے مالوں کے بدلے میں دائمی شادی کرنے والے
 بنو۔ پانی اور شہوت نکالنے والے نہ بنو۔ (جو متعہ سے مقصود ہوتا ہے)۔ پس منکوحات کے
 مقام خاص سے جب فائدہ اٹھاؤ تو ان کے مقررہ مہر ادا کرو۔ الخ الآية شیعہ کی تفسیر مجمع البیان
 ص ۳۳ پر اسی تفسیر کو سب سے بہتر کہا گیا ہے۔ "چہارم محرمات اور زائد بر چار کے سوا عورتیں حلال
 ہیں کہ تم مالوں کے بدلے میں نکاح یا ملک یمین کے ذریعے تلاش کرو۔ یہ تفسیر سب سے
 بہتر تفسیر ہے یہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ باندی ثمن سے خرید دیا مہر مقرر کر کے نکاح
 کرو۔ محصنین غیر مسافحین کا معنی یہ ہے کہ تم شادی کرنے والے بنو، زنا کرنے
 والے نہیں اور فما استمتعتم به منهن... الخ کہا گیا ہے کہ استمتاع سے مراد
 مقصد پالینا، جماع کرنا اور لذت کی حاجت پوری کرنا ہے۔ حسن بھری، مجاہد (سنگردان
 ابن عباسؓ)، ابن زید سدی سے یہی مروی ہے تو اس تفسیر پر معنی آیت یہ ہے کہ بذریعہ
 نکاح جب تم عورتوں سے فائدہ پاؤ یا لذت اٹھاؤ تو مقررہ مہر ادا کرو، (مجمع البیان ص ۳۳)،
 ۳: بالغرض کھینچ تان کر اسند لال کیا جائے تو ناسخ "مومنون" اور "المعارج" کی وہی آیات
 ہیں جن میں صرف بیوی اور باندی سے تعلق رکھنا جائز بتایا جاتا ہے اور ان کے سوا عورتوں
 سے تعلق رکھنے والے کو ظالم اور ملامت زدہ کہا گیا ہے۔ کافی ابواب المتعہ اور تہذیب
 الاحکام وغیرہ میں دیسوں ایسی احادیث ہیں جو یہ بتاتی ہیں کہ متعہ والی عورت نہ چار میں سے

ہے نہ ستر میں سے۔ نہ طلاق پاتی ہے نہ ورثہ، وہ ایک کرایہ دار زندگی ہے۔ تم چاہو تو مہر
 سے متعہ کر لو۔" معلوم ہوا کہ زن متعہ نہ بیوی ہے نہ باندی ایک تیسری داشتہ ہے جس کا
 رکھنا اسلام میں حرام ہے۔ آیت کے لفظ سے تو متعہ ثابت نہیں ہو سکتا تو شیعہ نے تفسیر قمی
 میں تحریف لفظی کر کے متعہ پر استدلال کیا ہے اور آیت یوں لکھی ہے: فمن استمتعتم
 به منهن فاتوهن اجورهن فریضہ تم تفسیر جامع البیان طبری (المتوفی ۳۲۰ھ)
 ص ۹ پر پہلی ہی تفسیر ابن عباسؓ سے حسنؓ سے، مجاہد سے ابن زید سے باسند روایات کے
 ساتھ نقل کی ہے جو ہم نے شیعہ طبری سے نقل کی ہے کہ استمتاع سے مراد نکاح کر کے جماع کی
 لذت اٹھانا ہے پھر شیعہ والی تفسیر عقد متعہ نقل کر کے یہ جواب لکھا ہے "کہ سب سے بہتر اور
 درست تفسیر نکاح و جماع کی ہے کیونکہ اس پر حجت قائم ہے کہ نکاح صحیح اور ملک صحیح کے
 سوا متعہ کو اللہ نے (قرآن کے علاوہ) اپنے رسولؐ کی زبانی بھی حرام قرار دیا ہے۔ تفسیر طبری ص ۹
 ۵۔ شیعہ کی تفسیر مجمع البیان ص ۹۹، ۱۸ میں ہے: "جو شخص بیویوں اور مملوکہ باندیوں کے سوا
 طلب کرے تو یہی لوگ ظالم ہیں اور اس حد تک تجاوز کرتے ہیں جو ان کے لیے حلال نہیں۔"
 ان مجبور تفسیروں سے بڑھ چلا کہ حق بات متعہ کا حرام ہونا ہے آیت استمتاع سے مراد
 نکاح ہے تو درمنثور والی حکم کی روایت کا بھی جواب ہو گیا۔

حرمت متعہ پر درمنثور کی روایات ص ۳۱ زیر آیت فما استمتعتم به

آپ کو درمنثور سے مطابقی جواب مطلوب ہے تو یہ ہے:

۱۔ ابو داؤد نے ناسخ میں اور ابن منذر نجاش، بیہقی نے سعید بن المسیبؓ روایت کی ہے
 نسخت آية الميراث المتعة۔ متعہ کو آیت میراث نے منسوخ کر دیا ہے۔
 ۲۔ عبد الرزاق ابن منذر اور بیہقی نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ متعہ منسوخ ہے
 اسے طلاق، صدقہ، عدت اور میراث نے منسوخ کر دیا ہے۔ (یعنی یہ چیزیں بیوی کو یقیناً
 ملتی ہیں اور باتفاق شیعہ زن متعہ ان سے محروم ہے۔)

۳۔ ابن عباسؓ نے فما استمتعتم کی تفسیر میں فرمایا کہ اسے یا ایہا النبی اذ لقمتم

النساء.... الخ نے منسوخ کر دیا۔ (کیونکہ متعہ میں طلاق وعدت نہیں ہوتی۔)

۴۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رمضان نے ہر روزہ کا وجوب منسوخ کر دیا۔ زکوٰۃ نے ہر واجبی صدقہ منسوخ کر دیا اور متعہ کو طلاق، عدت اور میراث نے منسوخ کر دیا اور عید الاضحیٰ کی قربانی نے ہر ذبیحہ کو منسوخ کر دیا۔ یہ نسخ کی روایات اس تفسیری قول کا جواب ہیں جو شیعہ کا ہے کہ استمتاع سے مراد عقد متعہ ہے۔ ورنہ درمثور میں ابن عباسؓ کی یہ تفسیر بھی مذکور ہے کہ اس سے مراد نکاح دائمی اور جماع ہے چنانچہ

۱۔ ابن جریر منذر ابن ابی حاتم نحاس نے حضرت ابن عباسؓ سے آیت فما استمتعتم میں نقل کیا ہے: "جب کوئی شخص شادی کرے پھر ایک مرتبہ ہی جماع کرے تو اس کا حق مہر اور واجب ہو جاتا ہے۔ استمتاع سے مراد نکاح ہے۔"

۲۔ ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ متعہ شروع اسلام میں تھا۔ مسافر کسی شہر میں حسب اقامت سامان کی دیکھ بھال کے لیے متعہ کرتا۔ پھر محصنین وغیرہ مسافحین نے اسے منسوخ کر دیا۔ پہلی بات منسوخ ہوئی اور متعہ حرام ہو گیا۔ اس کی تصدیق قرآن کی اس آیت میں ہے۔ الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم (بجز بیویوں باندیوں کے) ہر فرج حرام ہے۔

س ۸۰۵، ۸۰۶: صحیح مسلم میں ہے کہ حی علی خیر العمل حمد رسالت میں اذان میں کہا جاتا تھا۔ اب کس حکم سے خارج ہوا۔ اسے یہ اختیار کہاں سے ملا؟

ج: جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ کون سی مسلم میں یہ لکھا ہے؟ مسلم بن حجاج القشیری النیسا پوری المتوفی ۲۶۴ھ کی صحیح میں تو اس کا نام و نشان نہیں ہے۔ کلمات اذان بار بار وہی لکھے ہیں جو مسلمان کہتے ہیں۔ مثلاً

۱۔ ابو مخدومہ کی اذان میں حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح دو دو مرتبہ کے بعد تکبیر و تہلیل ہے۔ ص ۱۶۵۔

۲۔ عمر بن خطابؓ کی روایت ہے کہ اذان سننے والا حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح کا جواب لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہہ کر دے۔ پھر تکبیر و تہلیل کا انہی الفاظ سے جواب

دے جس نے دل سے یہ لفظ کہے جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم ص ۱۶۱) شارح مسلم امام نوویؒ نے بھی حی علی خیر العمل کا کہیں ذکر نہیں کیا۔

س ۸۰۶: خود بخود ختم ہو گیا کہ یہ جملہ اذان میں کبھی کہا ہی نہ گیا۔
س ۸۰۷: نماز جنازہ میں چار سے زیادہ تکبیریں کہنے سے کس نے منع کیا؟
ج: نماز جنازہ چار تکبیروں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی چالو فرمائی۔

مسلم شریف کی روایات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہؐ نے ایک جنازہ پڑھایا تو چار تکبیریں کہیں۔

۲۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے احمہ نجاشیؓ کے جنازہ پر چار تکبیریں کہیں۔

۳۔ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے چار تکبیروں سے جنازہ پڑھایا۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ زید بن ارقم کی روایت میں ۵ کا ذکر ہے۔ تو قاضی عیاضؒ فرماتے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے کبھی ۲-۵-۶-۷-۸ تکبیریں کہہ دیتے تھے۔ جب نجاشی فوت ہو گیا تو ۴ ہی پڑھیں اور تا وفات اسی پر چمے رہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اہل بدر پر ۴ تکبیریں کہیں، باقی صحابہؓ پر ۵ کہیں اور دوسروں پر ۴ کہیں۔ ابن عبد البرؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ۴ پر ہی اجماع قائم ہے۔ تمام فقہاء شنفوں کے اہل فتویٰ حضرات ۴ تکبیروں پر ہی متفق ہوئے کیونکہ صحیح احادیث بکثرت آئی ہیں۔ اب ان کے علاوہ قول شاذ ہے جس کی طرف توجہ نہ کی جائے گی۔ (مسلم ص ۳۰۹)

شیعہ چونکہ علیحدگی پسند اور فرقہ پرستی کے مریض ہیں۔ اس اتفاق کو نہیں چاہتے۔

س ۸۰۸: نکاح ام کلثومؓ کے وقت عمر ۴-۵ سال بیان کی جاتی ہے اور یہ نکاح ۱۷ھ میں ہوا۔ جب کہ حضرت فاطمہؓ کی وفات ۱۱ھ میں ہو چکی تھی تو یہ ام کلثومؓ کس کی بیٹی ہیں؟
ج: فاطمہ الزہراءؓ ہی کے لہجے سے ان کی ۳۲ھ میں ولادت ہوئی۔ اگلے سوال میں شرح مواقف کی پیش کردہ روایت دلیل ہے اور آپ کی بوقت نکاح ۴-۵ سال عمر کہنا جھوٹ ہے۔
س ۸۰۹: حضرت ام کلثومؓ نے ۱۱ھ میں ہبہ فدک کی گواہی دی (شرح مواقف ص ۳۳) اس لحاظ سے بوقت نکاح، ۱۱ھ میں آپ بالغ ہوتی ہیں۔ جب کہ نکاح والی ام کلثومؓ نابالغ

اور کم سن تھیں تو پھر کیسے مانا جائے کہ منکوحہ بنت علی تھیں؟
ج: کس نے آپ کو جھوٹ بتایا کہ ۷۷ھ میں نابالغہ تھیں آپ نے شرح مواقف کا حوالہ
لکھ کر ہمیں نکاح ام کلثوم با عمر بن ابی سلمہ کا فیصلہ لکھ دیا اور ہمیشہ کے لیے آپ کی زبان
بند ہو گئی۔ اللہ جزائے خیر دے۔

س ۸۱: ام کلثوم کا نکاح ثانی عون بن جعفر سے کیا جانا ہے حالانکہ وہ عہد عمر میں
تستر کی لڑائی میں شہید ہوئے یہ کیسے ممکن ہے کہ بیوہ عمر سے نکاح کریں؟

ج: ہم دعا کرتے رہے وہ دعا پڑھتے رہے: ایک ہی نکتے نے ہمیں محرم سے محرم کر دیا
والا معاملہ ہے بروایت ابن عبد البرؒ عون بن جعفر حضرت عمرؓ کے دور میں لا ولد فوت ہوئے۔
لیکن ابن عبد البرؒ ابن حجرؒ نے حضرت جعفرؓ کے جن صاحبزادوں سے یکے بعد دیگرے حضرت ام کلثومؓ
کا نکاح نقل کیا ہے وہ حضرت عوف، محمد اور عبد اللہ ہیں۔ الاصابہ جلد ۴ باب النساء ۶۹
حضرت ام کلثومؓ کے حالات میں ہے: پھر آپ سے عوف بن جعفر بن ابی طالبؓ شادی
کی پھر اس کے بھائی محمدؓ نے پھر اس کے بھائی عبد اللہؓ نے۔ اسی کی زوجیت میں وفات پائی
اور ان بھائیوں سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ حضرت ام کلثومؓ کو حضرت عمرؓ نے ۶۷ھ ہزار درہم
مرد دیا تھا اور ابن عمرؓ نے حضرت ام کلثومؓ اور زید بن عمرؓ کا معام تکیوں سے جنازہ پڑھایا حضرت
عمرؓ سے ایک بیٹی رقیہؓ بھی تھیں۔ (اصابہ مع الاستیعاب ص ۶۹)

شیعہ کی تنقیح المقال ص ۳۵۵ میں ہے کہ حضرت علیؓ نے عون بن جعفر سے زینب صغریٰ
یعنی ام کلثومؓ کبریٰ سے نکاح کیا۔ اس سے پتہ چلا کہ ابن عبد البرؒ کو عون کی وفات دو عمرؓ
میں بتانے کی غلطی لگی اور پھر عوف سے بیوہ عمرؓ کے نکاح کا ذکر کیا حالانکہ عوف بن جعفر کا ذکر کتب
احبار الرجال میں نہیں ہے اور سنی شیعہ تمام مورخین نے ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عمرؓ سے پھر عونؓ، محمد
اور جعفر ابن ابی طالبؓ کے ترتیب ذکر کیا ہے۔ تو عون کو عوف کہنا ہی غلطی ہے۔

س ۸۱: فتح الباری ص ۳۳ پر ہے کہ حضورؐ کو ہاشم کا مکان، ماثور نامی تلوار بکریاں
اور اونٹ بھی ورثہ میں ملے۔ جب نبی وارث نہیں ہوتے تو حضورؐ نے یہ ورثہ کیوں قبول فرمایا؟
ج: بفرض محال یہ بچپن کا واقعہ ہے۔ اس وقت آپؐ بالفعل نبوت کے احکام

جاری نہ ہوئے۔ ورنہ بیت پرستی کی مذمت اور تبلیغ کرتے اور مسلم و کافر کی تفریق اس وقت ہو جاتی
فتح الباری جلد ۳ کا مقام ہذا آگے پیچھے چند صفحات سیرت غور سے دیکھا۔ ایسی کوئی روایت
یہاں نہیں ہے۔ رافضی دروغ گو کو مبارک ہو۔

س ۸۲: ملا علی قاریؒ کا عذر ہے کہ حضرت امیرؒ خود مجتہد تھے لہذا سیرت شیعینؒ سے
انکار کیا۔ لیکن شرح وقایہ حاشیہ چلیپی میں ہے کہ علیؓ مجتہد نہ تھے۔ تضاد بیانی رفع کریں۔

ج: ملا علی قاریؒ کی بات درست ہے مگر سیرت شیعینؒ سے انکار کا بہتان آپؐ نے ان
پر باندھا ہے ہم طبری کے حوالہ سے بتا چکے ہیں کہ حضرت علیؓ نے سیرت شیعینؒ سے انکار نہ کیا تھا۔
بلکہ حتی الوسع اپنانے کا وعدہ کیا تھا اور نبیؐ کے خطبات ان کی سیرت کی تصدیق کرتے ہیں
حاشیہ کی بات معتبر نہیں۔

س ۸۳: عبد الشکور لکھنوی کا قول ہے۔ ایک مسلمان سنی کا اپنے مذہب سے ہٹ جانا
محالات میں سے ہے جن کا تصور بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ (النجم) پھر عبد البکرؒ میں ارتداد کیوں؟
ج: یہ ہم نے پڑھا نہیں۔ ہو سکتا ہے۔ آپؐ لوگوں کی تعلی کے جواب میں ترکی بہ ترکی
جواب دیا ہو۔ اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ ایک صحیح العقیدہ مسلمان، جس کی خدا حفاظت
کرے، مرتد نہیں ہو سکتا۔ عبد البکرؒ میں مرتد اور منکرین زکوٰۃ وغیرہ، مہاجرین، انصاریا فتح مکہ
والے بکے صحابہؓ اور مسلمان نہ تھے۔ بلکہ بالعموم دور دراز کے دیہاتی لوگ جو اہل مکہ کا مسلمان ہونا
سن کر مرعوب ہو گئے اور مسلمان بنے پھر مرتد ہو گئے تو یہ مسلمانوں پر ظلم نہیں ہوا مگر ان کی اکثریت
نے حضورؐ کو دیکھا بھی نہ تھا۔

س ۸۴: اگر دین سے ہٹ کر مرتد ہوئے تو مولوی شکور جھوٹے ہوئے۔ اگر دین پر
قائم رہے تو البکرؒ کو ظالم و کاذب مانئے؟ فیصلہ آپؐ پر ہے۔

ج: نہ صحابہؓ دین سے پھرے نہ مولانا عبد الشکور جھوٹے بنے۔ نہ البکرؒ صدیقؓ ظلم
ہوئے کہ منکرین زکوٰۃ منافقین اور متنبی کے پیروکاروں سے، جو مرتد ہو گئے تھے لڑے اور
ان کو بچا مسلمان کیا۔ ظالم و کاذب ہنکر و مرتد وہ رافضی ہے جو رسول اللہؐ کے تمام صحابہؓ کو
بجرتین کے، مرتد کہتا ہے۔ پھر ان تینوں کو بھی جھوٹا کہتا ہے کہ انھوں نے امام حق علیؓ کی بیعت

نہ کی بلکہ تقیہ سے خلفاء ثلاثہ کی کرتے رہے اور حق کسی ایک صحابی سے بھی عند الشیوعہ ظاہر نہیں ہوا۔

س ۸۵: مندرجہ ذیل حضرات سنی تھے، شیعہ ہو گئے۔

کیا مولوی سکور کا دعویٰ جھوٹا نہ ہو گیا؟ کیا کسی ایک کے متعلق ثابت ہو سکتا ہے کہ یہ کابائی طور پر شیعہ تھے؟
ج: ہمیں ان کے مکمل حالات کی تحقیق نہیں، نہ ہمارے پاس وسائل ہیں۔ ورنہ یہ یقیناً ثابت کیا جاسکتا ہے کہ یہ صحیح العقیدہ سنی بھی نہ تھے۔ تفصیلی شیعہ بنے ہوئے تھے۔ نہ مذہب کا علم تھا، نہ تاریخ سے واقفیت تھی۔ شیعہ مکائد سے نابلدہ تھے۔ ہمیں اقرار ہے کہ عوام اہل سنت اب بھی، اپنے علماء کو اسی سادگی، کفایت شعاری اور افلاس و کمپرسی میں دیکھنا اور رکھنا چاہتے ہیں جو پہلے بزرگوں کی ہوتی تھی تو دنیا پرست مولوی اس امتحان میں پاس نہیں ہونے جب کہ ہمیں یہ بھی اقرار ہے کہ شیعہ، نئے مہانوں کی ضیافت میں زن، زر، زمین اور شہرت و تعظیم کے اعتبار سے ایسی تنظیم رکھتے ہیں کہ بے شعور، سادہ دل، خوف خدا سے عاری اس جال میں پھنس جاتا ہے۔ اس حقیقی پس منظر میں مذہب اہل سنت چھوڑنا اور شیعہ کی دنیوی جنت اور عیش پرستی میں پہنچنا، کوئی کمال نہیں ہے اور نہ مذہب اہل سنت کے غلط اور شیعہ کے حق پر ہونے کی دلیل ہے۔

جب کہ دورِ حاضر میں کتنے حقیقت پسند شیعوں نے مذہب محمدی اہل سنت کو قبول کیا:
۱۔ مولانا محسن رضا فاروقی فیصل آبادی: جو اپنے قریب المرگ باپ سے خلفاء ثلاثہ کی کرامت سن کر مسلمان ہوئے۔ اب جبکہ ان کی تقریریں اور کیٹیں سنی جاتی ہیں۔

۲۔ ذاکر خاکی شاہ مصلحانی: جو تنظیم اہل سنت کے شیخ پر مسلمان ہوئے۔ اب نعتیں پڑھتے ہیں۔ ایک دفعہ راقم نے پوچھا: ”شیعہ سنی میں کیا فرق دیکھا؟“ ہنس کر کہنے لگے ”وہاں دنیا تھی، یہاں دین ہے۔ وہ ہزاروں روپے دیتے تھے، تم بیس روپے دے کر ٹر فاتے ہو۔“

۳۔ مولانا عابد حسین۔ کوٹ سرور (حافظ آبادی) جو زبردست اہل سنت کے مبلغ بنے ہوئے ہیں۔ انہیں شیعہ والد نے جائیداد سے محروم کر دیا ہے۔

۴۔ راقم الحروف کے شیعہ سے سو سوالات اور ”ہم سنی کیوں ہیں؟“ پڑھنے سے کئی حضرات تائب ہوئے۔ بھکر کے ایک گریجویٹ نوجوان کی تصدیق مولانا حسین عارف شیعہ مجتہد آف اسلام آباد نے کی کہ تمہاری اس کتاب نے ہمارا نقصان کیا۔ مجھ سے لے کر ہمارے خاص آدمی نے پڑھی اور وہ سنی ہو گیا۔

تاہم اہل سنت کی مثال سمندر کی سی ہے اس میں دریاؤں کا پانی پڑے یا بخارات بن کر اڑ جائے گی بیشی کا پتہ نہیں چلتا اور مذہب شیعہ کی مثال جوہر اور چھپر کی سی ہے۔ کناؤں سے اُبلتا ہے اور مینڈک ٹرار ہے ہیں۔

۵۔ وکیل صحابہ سید عرفان حیدر عابدی سرگودھی سابق شیعہ مبلغ فاضل قم و جامعہ منتظر لاہور بھی تبراً بازی سے الرجک اور تائب ہو کر سنی ہو گئے۔ ۲۲، رمضان ۱۴۰۲ھ راقم کو یہ تحریر بکھ کر دے گئے:
”۲۱، رمضان ۱۴۰۲ھ رات بارہ بجے مسجد جعفری موچی دروازہ میں مجھ کو کہا گیا کہ آپ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ پر تبراً کریں۔ میرے دل نے قبول نہ کیا کہ صحابہ کرامؓ پر تبراً کروں اس بنا پر میں نے مذہب اہل سنت قبول کیا ہے۔“ پھر اس پتہ کا لیٹر پیڈ دیا۔
ختم نبوت اکیڈمی لکڑ منڈی مسجد فاروق اعظم سرگودھا

پھر ہم نے احباب کے ذریعے تین ہزار روپے اس کی امداد کرا دی۔

۶۔ مولانا فیض علی فیضی ساکن عبدالحکیم ملتان: جنہوں نے ”نقاب کشائی“ کے نام سے اپنے مسلمان ہونے کی روئیداد بتائی ہے اور مذہب شیعہ کے دشمن اسلام و قرآن ہونے پر زبردست دلائل دیئے ہیں۔ ۷۔ مولانا ثناء اللہ: جو پہلے شیعہ ذکر تھے۔ اب لوبیاں والہ گوجرانوالہ میں خطیب اہل سنت دیوبندی ہیں۔ ۸۔ مولانا ارشاد حسین ولد فیض اللہ خاں آف کٹر دولہا ۶ سال سے سنی دیوبندی ہوئے ہیں۔ والدین اور سارا خاندان شیعہ ہے۔ حق کے مبلغ ہیں

س ۸۶، ۸۷: آپ الزام لگاتے ہیں کہ قاتلان حسین شیعہ تھے کیا وہ کلمہ علی ولی اللہ پڑھتے تھے۔ ہم تو شیعہ ایسے کلمہ پڑھنے والے کو ملتے ہیں۔ اگر نہیں پڑھتے تھے اور ان کا کلمہ آپ جیسا ہی تھا تو وہ شیعہ کیسے ہوئے؟

ج: یہاں آپ دوہرا ظلم کر رہے ہیں۔ ایک تو اپنے پہلوں کو شیعہ نہیں مانتے۔ دوسرے کلمہ کی تحریف اور کفر کا ارتکاب کر رہے ہیں وہ اپنے دور کے شیعہ تھے، کٹر شیعہ تھے۔ ان کی اور اہل بیت کی ان کے حق میں شیعہ ہونے کی شہادتیں تاریخ کا جزو ہیں۔ جلال العیون، منتہی الآمال، احتجاج طبرسی، تاریخ طراز مظفری، ناسخ التواریخ، خلاصۃ المصاب، کشف الغمہ وغیرہ شیعہ تاریخوں میں حضرت حسینؑ کے حالات شہادت، شیعوں کا خط لکھ کر بلانا، امام کا شیعوں پر اعتماد کر کے پہنچنا، بروقت ان کا غدر کرنا، امام کا ان کو بار بار حمایت پر ابھارنا، پھر بد دعائیں دینا ان کا اپنی شیعیت پر اصرار و اقرار کرنا اور دشمنوں پر پھپھکا کرنا اور پھر ماتم و بین کرنا کھلے کھلے تھا۔ ان کا کوئی دیوانہ ہی انکار کرے گا۔ یہ نیا کلمہ، اور اس کے غیر قائلین کو ایمان و اسلام سے محروم سمجھنا۔ جیسے قادیانیوں نے نیانہی بنا کر سب مسلمانوں کو کافر مان لیا۔ آپ کا نیا کفر ہے۔ واقعی یہ کفر نہ پہلے شیعوں نے کیا، نہ اماموں نے اس کی کہیں تعلیم دی۔ کلمہ شہادتین، کلمہ اسلام اہل سنت۔ ہی اس وقت کا متفقہ کلمہ تھا۔ ۵۱ حوالہ جات تحفہ امامیہ آخری باب میں پڑھیں اور کافی ج ۲ کا باب دعائم الاسلام بھی پڑھیں۔ اگر اس وقت کے شیعوں کو جو اپنے مخالفین سے لڑتے رہے۔ آپ کلمہ ولایت نہ جاننے، نہ پڑھنے کی وجہ سے کافر اور غیر شیعہ کہتے ہیں تو اتنا اقرار کھل کر کیجئے کہ اٹھارہ عشری امامیہ شیعہ ایک جدید مذہب ہے جس کا عہد نبوت، عہد خلفاء راشدین اور عہد ائمہ میں نہ کلمہ تھا نہ کوئی مذہبی شخص اور نام و نشان تھا۔ یہ اقرار اپنے آپ کو غیر مسلم قرار دینے کے لیے کافی ہے۔

س ۸۱۸: شیعہ اصحاب ثلاثہ اور معاویہ وغیرہم کو گالیاں دیتے ہیں۔ (معاذ اللہ) بتائیے قاتلان حسینؑ بھی ایسا عمل کرتے تھے؟ اگر کرتے تھے تو بلاشبہ شیعہ ہی ہوں گے۔

ج: تبرّوں اور لعنتوں کے ورد و وظیفے پڑھنے کا رواج تو ان میں ابھی نہ پڑا تھا۔ ہاں بعض کو دشمن اہل بیت کہتے اور لعنت کرتے تھے۔ (معاذ اللہ) چنانچہ شیعیان کو فہرست سلیمان بن مہر خراسانی، مسیب بن نجیہ، رفاعہ بن شداد بجلی، حبیب بن مظاہر اور باقی تمام شیعوں مومنوں نے حضرت حسین بن علیؑ کو لکھا۔ آپ پر سلام ہو۔ ہم اللہ کا شکر کرتے ہیں کہ آپ کے معاند سرکش دشمن (معاویہ) کو خدا نے ہلاک کر دیا جو اہمّت کی رضا کے بغیر ان پر حاکم ہوا تھا۔ پس

خدا اس پر لعنت کرے (نعوذ باللہ) جیسے قوم ثمود پر لعنت کی۔ الخ۔ (جلال العیون ص ۲۸) و منتہی الآمال ص ۳۳۱)۔ یہاں جب آپ نے اقرار کر لیا کہ شیعہ معاذ اللہ اکابر صحابہؓ کو گالیاں دیتے ہیں۔ (بے ضمیر سنی بھی نوٹ کر لیں) تو سوال ۶۶۷، ۶۶۸ میں آپ نے انکار کیوں کیا؟ س ۸۱۹: اگر بغرض محال مانا جائے کہ وہ لوگ شیعہ تھے۔ انھوں نے امام مظلوم کو شہید کیا تو اس کا سنی مذہب کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟

ج: اہل سنت پر سے قتل حسینؑ کا شیعہ ناپاک بہتان دُور ہو جاتا ہے اور کو تو ال کو ڈانٹنے والا چور خود گرفتار ہو جاتا ہے۔ یہ سب سے بڑا فائدہ ہے۔

س ۸۲: جب شیعہ آپ کے بقول اپنے آباء و اجداد کے مظالم کی تشریح کرتے، لعنتیں بھیجتے ہیں تو ان کو حق شناسی کی داد دینی چاہیے کہ اپنے بزرگوں کے افعال بد شر کر کے حق کی حمایت کرتے ہیں۔

ج: واقعی قابلِ داد ہوتے اگر دیانت دار ہوتے۔ گول مول اور مبہم انداز میں۔ صحابہ کرامؓ اور ان کے بیٹوں پر تعریف کرتے ہوئے۔ بے شمار لعنتیں ضرور کرتے ہیں۔ مگر اصل قاتلوں۔ جن کے نام تاریخ نے محفوظ رکھے ہیں مثلاً سابق خط کے ناموں کے علاوہ عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن دال، قیس بن مصهر، عبداللہ بن شداد، عمار بن عبداللہ، ہانی بن ہانی، سبیعی، سعید بن عبداللہ حنفی، شیبث بن ربعی، حجار بن البجر، یزید بن عمارث، عروہ بن قیس، عمرو بن حجاج، محمد بن عمر، مختار بن عبید ثقفی، محمد بن اشعث بن قیس، عبداللہ بن حصین وغیرہم جو خط لکھ کر اور قاصد بن کر بلانے والے، میدان کر بلا میں سامنے موجود اور لشکروں کی کمان کرنے والے تھے۔ اسی طرح بہت سے وہ شیعہ جو جرم قتل کے بعد پشیمان ہوئے اور توابین کہلا گئے۔ ان پر شیعہ کوئی لعنتیں نہیں کرتے بلکہ ان کو معذور سمجھ کر دعائے رحمت و مغفرت سے نوازتے ہیں کیونکہ قتل حسینؑ جیسے جرم سے بھی شیعیت میں کچھ خلل نہیں آتا۔ اگر آتا تو ان قاتلوں کو اپنا دینی بھائی سمجھ کر دعاؤں سے کیوں نوازتے۔ توابین کی حمایت میں مضامین کیوں چھاپتے۔ کافی میں یہ لچپ لطف لکھا ہے کہ ہارون رشید کو بڑا حُب دار اہل بیت اور شیعہ بتایا گیا۔ کسی نے پوچھا کہ وہ پھر اہل بیت کو قتل کیوں کرتا تھا تو جواب دیا لان الملک عقیقہ بادشاہی بانجھ ہے اپنے پرائے

کی تیز نہیں کر سکتی۔

س ۸۲۱: ہمارا اپنے ہی بزرگوں کو بدنام کرنا آپ کو کیوں ناگوار ہے؟
ج: ہرگز ناگوار نہیں۔ صرف یہ گدارش ہے کہ دیانت داری سے یوں کہا کریں:
اے اللہ حسینؑ کو بلا کر شہید کرنے والے شیعوں غداروں پر لعنت فرما جیسے امام حسینؑ
نے کی تھی۔ اے اللہ ان کو قیامت تک رُلانا رہے جیسے سیدہ زینبؑ نے بد دعا کی تھی۔
(جلال العیون ص ۲۲۲)

س ۸۲۲: کئی اصحاب رسول کے آبار و اجداد کفار و مشرکین تھے۔ کیا پاکباز اصحاب
رسول اپنے آبار کے مذموم افعال کے ذمہ دار ہوں گے؟

ج: نہیں ہوں گے۔ نص قطعاً ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرٰی۔ (کوئی
بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔) شکر ہے اصحاب رسولؐ کو پاکباز کر دیا۔

س ۸۲۳: اگر صحابہؓ ذمہ دار ہیں تو عمر بن ابوجہل، ابوبکر بن ابوقحافہ اور خالد بن ولید
کے متعلق کیا رائے ہے؟

ج: اب آپ مان گئے کہ صحابہؓ کو یہ طعنہ نہ دیا جائے گا کہ وہ کافروں کے بیٹے ہیں۔
جب کفر و ایمان کا ہر کوئی خود ذمہ دار ہے۔ حضرت ابوقحافہؓ بھی مسلمان ہو گئے تھے۔ تو سب مومنین
صحابہ کفار آبار کے جرم میں نہ مافوظ ہوں گے، نہ ان کی شان میں کوئی عیب لگتا ہے کہ طعنہ دیا
جائے یا حضرت ابوطالب کا کلمہ نہ پڑھنا بتایا جائے تو اسے حضرت علیؑ کی توہین سمجھا جائے۔

س ۸۲۴: اگر کرنی اپنی اپنی ہے تو شیعوں پر قتل کی تہمت کیوں معقول ہے؟
ج: اس کی چند وجوہ ہیں:-

۱۔ شیعہ اولاد صحابہؓ یا اہل شام پر یہ جھوٹی تہمت لگا دیتے ہیں۔ مجبوراً اصل حقائق سے
پردہ اٹھا کر خود شیعوں کا مجرم و قاتل ہونا بتایا جاتا ہے۔

۲۔ یہ عقیدہ و عمل اور رسوم و روایات ان قاتلوں والی ہی رکھتے ہیں جب کہ صحابہؓ اپنے
آبار کے بالکل مخالف دین اور ان سے بیزار ہو چکے تھے۔

۳۔ آج بھی شیعہ دینی زبان میں کہتے ہیں کہ حادثہ شہادت ہونا چاہیے تھا۔ ہوا تو اچھا ہوا۔

اسلام زندہ ہو گیا۔ یزید و معاویہ ننگے ہو گئے جب کہ ہم اہل سنت کو نوشتہ تقدیر پر تو اعتراض
نہیں مگر بطور تمنا یہ کہتے ہیں۔ کاش اہل کوفہ آپ کو نہ بلاتے یا آپ ان کی دعوت پر نہ جاتے۔
یا حسب منشاء آپ کو کوفی واپس آنے دیتے اور آپ خاندان سمیت بچ جاتے اور حضرت
حسنؑ کی طرح معاہدہ کر کے باعزت زندگی گزارتے، نہ شہادت کا نقصان اسلام اور امت کو
اٹھانا پڑتا۔ نہ امت میں تفریق ہوتی۔ اب آپ ہی انصاف سے بتائیں کہ اہل سنت خیر خواہ
اہل بیتؑ اور دوست تھے یا وہ شیعہ جنہوں نے حسینؑ کا خون پی کر بقول خمینیؑ زندگی کا بیمہ کر لیا اور
اپنے بڑوں کے ظالمانہ فعل کے نتیجہ پر فخر کرتے پھرتے ہیں۔

ان وجوہ کی بنا پر شیعوں کو قتل حسینؑ کا طعنہ دینا بالکل فطری اور معقول ہے۔

س ۸۲۵: دستور ہے حمایت دوست کی کرتے ہیں اور نفرت و عداوت دشمن
سے کرتے ہیں۔ شمرؓ آپ کے راوی ہیں۔ یزید کا آپ دفاع کرتے ہیں کربلا کی لڑائی کو اجتہادی
کہتے ہیں۔ جب کہ شیعہ ان دونوں کو مسلمان نہیں مانتے اور کربلا کی جنگ کو جہاد کہتے ہیں۔
فرمائیے قاتلوں سے محبت آپ کو ہے یا شیعوں کو؟

ج: جب ہم بحوالہ شیعہ کتب قاتلان حسینؑ شیعان کوفہ کو ثابت کر چکے ہیں تو شیعہ
ان کے خلاف تو کچھ بھی نہ کہیں۔ صرف شمر و یزید کو قاتل بتائیں؟۔ حالانکہ تاریخ صراحت
سے بتاتی ہے کہ یزید نے نہ قتل کا حکم دیا نہ خوش ہوا نہ قاتلوں کو اچھا کہا، بلکہ ان پر پھپکار
کی۔ ابن زیاد کا عمدہ گھٹا دیا اور اصل قاتل کو مراد دیا۔ آخر دال میں کالا کالا کچھ ضرور ہے۔

ہم شمر بن ذوالجوشن کو، قاتل جان کر ہرگز اچھا نہیں کہتے، نہ یہ ہمارا راوی ہے۔ ہمارا راوی
شمر بن عطیہ اسدی کا اہل کوفی ہے جو صدوق اور طبقہ سادہ (دوسری صدی کے آغاز) کا ہے
و تقریباً ۱۴۰ھ) اب اگر آپ نے قاتل شمر کے راوی ہونے کا الزام دیا تو آپ یقیناً غائن
ہوں گے۔ واقعی ہم شیعہ کے برعکس قاتلان حسینؑ کو برا کہتے اور غیر قاتلوں کا دفاع کرتے ہیں۔

س ۸۲۶: گو کہ مذہب سنی میں عقیدہ امامت اصل دین نہیں ہے بلکہ یہ عبد اللہ
بن سبا یہودی نے وضع کیا تھا۔ لیکن مولوی عبدالشکور لکھنوی نے کہا ہے؟ کہ رسول اللہ کے
بعد خلفاء راشدینؓ کی بیعت کرنا اور ان کی امامت و خلافت کو تسلیم کرنا ضروری تھا نہ تضاد

بیانی رفع کیجئے۔

ج: شیعوں نے نبوت کے مقابل امامت کو اصول دین سے بنایا۔ یہی ابن سبار کی تعلیم تھی کہ بقول کشتی منک و کثیر جماعت اہل علم سب سے پہلے اس نے علیؑ کے وصی و امام ہونے کی اور تمام صحابہؓ کے دشمن علیؑ اور منافق و کافر ہونے کی بات چلائی: اہل سنت نبوت کی فرع اور اتباع میں حضورؐ کی جانشینی کو خلافت و امامت کہتے ہیں اور بعد از رسولؐ بیعت اس لیے ضروری تھی کہ آپؐ نے فرمایا۔ میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کی پیروی کرو۔ (ترمذی) یہ بیعت کے بغیر ممکن نہ تھی۔ یہی بات مولانا عبدالشکورؒ نے بتائی تو ان کی بات میں تضاد نہیں۔ شیعہ عقیدہ امامت اور سنی خلافت میں زمین و آسمان کا فرق بدستور ہے۔

س ۸۲۷: سنیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ بارہ اماموں کو شیعہ سے بھی زیادہ مانتے ہیں۔ لیکن مولوی عبدالشکورؒ کہتے ہیں: کہ بالکل غلط ہرگز اہل سنت ان کو مثل رسولؐ اور مصوم اور مقرر الطاعہ نہیں مانتے ہاں ان کو بزرگ و نیکو کار ضرور جانتے ہیں۔ ایسا ماننا شیعوں سے زیادہ کس طرح ہوا؟

ج: کسی ہستی کو صحیح شریعت کے مطابق ماننا ہی سب لوگوں سے اچھا ماننا ہے۔ جیسے ہم حضرت عیسیٰ و موسیٰ علی نبینا وعلیہم السلام کو، یہود و نصاریٰ سے بڑھ کر مانتے ہیں۔ شیعوں نے ان کا اصل منصب ہدایت و پیشوائیت تو خود چھین لیا کہ ان کو تمام اعمال و افعال میں تقیہ باز بتایا تاکہ ان کی پیروی کوئی نہ کر سکے اور خود مجتہد و راست گو کہلا کر، عوام شیعوں کے مقتدار اور مذہبی لیڈر بن بیٹھے اور اہل سنت ۱۲، تو کجا ۱۲۰ بزرگان اہل بیتؑ کی صحیح تاجداری کرتے ہیں۔ ان کے برخلاف اپنی بات نہیں چلاتے تو اہل سنت شیعوں سے زیادہ اہل بیتؑ کو مانتے ہیں۔

س ۸۲۸: بقول عبدالشکورؒ اگر مرزا احمد علی نے یہ لکھا ہے: "اگر یہی قرآن معجزہ ہے تو ایسا قرآن میں بھی بنا سکتا ہوں" تو کتاب و صفحہ کا حوالہ دیں۔

ج: ہمیں کتاب تو دستیاب نہیں مگر اس کے اعتراضات دس گنا پھیلا کر آپ نے ایک سو اعتراضات اسی فروع دین میں مظلوم قرآن پر کر ڈالے۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ اگلے ایڈیشن میں قرآن سازی کا آپ بھی دعویٰ نہ کر دیں۔

س ۸۲۹: امام مہدی کی غیبت پر آپ کو اعتراض ہے تو خدا غیب ہوتے ہوئے کیسے

اپنی خدائی چلا رہا ہے؟

ج: پتہ چلا کہ حضرت مہدی غائب کو آپ خدا کا شریک کار سمجھتے ہیں۔ مفصل جواب ہم سنیوں کو ہیں؟ کے آخری انعامی سوالوں میں دیکھ لیں۔

س ۸۳۰: بقول شافعی درود کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ مگر مولوی عبدالشکور کے عقیدہ میں ترک درود سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ صحیح کون ہے؟

ج: مولانا لکھنوی امام شافعیؒ کی ٹکڑ کے نہیں وہ حنفی المسک عالم دین ہیں اپنے مسک کے سچے ترجمان ہیں۔ امام شافعیؒ کا اجتہاد اپنا ہے۔

س ۸۳۱: حدیث ثقلین کتاب اللہ و سنتی۔ اہل سنت کے نزدیک صحیح ہے یا غلط؟

ج: صحیح ہے تفصیل مولانا محمد نافع کی کتاب "حدیث ثقلین" میں اور ہماری "ہم سنی کیوں ہیں؟" میں دیکھیں۔ (حصہ اول)

س ۸۳۲: اگر صحیح ہے تو علامہ سیوطی، ابن حبان، ابن عبدالبر، ابن حجر وغیرہ نے اسے صحیح کیوں تسلیم نہ کیا؟

ج: وہ بھی صحیح مانتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث موطا مالک کی ہے۔ اس کی تمام احادیث عالی السند اور صحیح و ثقہ ہیں۔ حتیٰ کہ بخاری سے پہلے سب علماء بعد از قرآن اسے اصح ترین کہتے ہیں اور شاہ ولی اللہ وغیرہ اب بھی موطا کو اصح کہتے ہیں۔ امام ترمذیؒ نے کتاب العلل میں لکھا ہے: "علی بن عبد اللہ نے امام یحییٰ سے مراسیل مالک کے متعلق پوچھا تو فرمایا یہ میرے نزدیک پسندیدہ ہیں۔ قوم میں کوئی ایسا شخص نہیں جو مالک سے زیادہ صحیح حدیث رکھتا ہو۔ حنفیہ کے ہاں بھی مراسیل حجت و معتبر ہیں۔ علامہ ابن عبدالبر تجرید التمهید ص ۲۵ میں موطا کی حدیث ثقلین کے متعلق لکھتے ہیں "اہل علم کے ہاں یہ حدیث رسول اللہ سے محفوظ و مشہور ہے" اس کی شہرت سند بیان کرنے سے غنی ہے۔ کتاب التمهید میں ہم نے مسند بھی ذکر کی ہے۔

س ۸۳۳: اس حدیث کے راوی کثیر بن عبد اللہ کی توثیق کریں۔

ج: اگرچہ یہ ایک راوی ضعیف ہے مگر لاتعداد طرق ہیں۔ وہ رواۃ موثق ہیں۔

یہ سیرت ابن ہشام و ابن ابی الدنیا میں ابوسعید خدریؓ سے۔ تاریخ ابن جریر طبری میں ابن

ابن نجیح سے۔ دارقطنی ۵۲۹ میں حضرت ابوہریرہ سے۔ متدرک حاکم ۹۳۱ میں ابن عباس سے۔ البیہق
ابہسانی میں انس بن مالک سے۔ سنن الکبریٰ بیہقی ۱۱۴ میں حضرت ابن عباسؓ و ابی ہریرہؓ سے
موجود ہے۔

س ۸۳۴: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے حدیث ثقلین شیعہ کو کیوں درست کہا؟

ج: صرف مسلم کی روایت کے پیش نظر کہا۔ لیکن شیعہ کا وہاں سے استدلال درست نہیں۔ کیونکہ
ثقل دوم کو ثقل دوم کے عنوان سے متعارف نہیں کیا بلکہ مطلقاً حضرات اہل بیتؑ کی تذکیر اور
نکباتی کرنی حضرت زید بن ارقم نے روایت فرمائی۔

س ۸۳۵: اگر حدیث ثقلین اہل سنت کو صحیح فرض کیا جائے تو سنتی سے مراد سنت
رسولؐ ہے یا سنت اصحاب ثلاثہؓ؟

ج: اصل تو سنت رسولؐ ہے تبعاً خلفاء راشدینؓ کی سنت بھی اسی میں داخل ہے:

علیکم بسنتی وسنتہ الخلفاء مسلمانو! تم میری اور میرے خلفاء راشدینؓ مہدیوں
الراشدین المہدیین، اعضا علیہا کی ضرورت سنت پر چلو اور اسے ڈاڑھوں سے مضبوط
بالمواخذہ۔ (مشکوٰۃ ص ۲۸) تھا۔

س ۸۳۶: اگر سنت نبویؐ مراد ہے تو پھر عبدالرحمن بن عوفؓ نے بوقت شوریٰ سنت
کے ساتھ سیرت شیعینؓ کی شرط کیوں عائد کی؟

ج: مزید اہتمام اور سنت رسولؐ کے مطابق سنت خلفاء ثابت کرنے کے لیے شرط
لگائی ورنہ متضاد عمل کا پابند کسی کو نہیں بنایا جاسکتا۔

س ۸۳۷: اجماع امت برحق ہے کہ ایک شخص بھی مخالف نہ ہو۔ (شرح وقایہ و کتاب
الایمان لابن تیمیہ ص ۵۷) تو حکومت سقیفہ کا اجماع کیسے برحق ہوا؟

ج: سقیفہ میں سب حاضرین نے بشمول سعد بن عبادہ بیعت کی (طبری) اگلے دن پھر
تمام مہاجرین نے علیؓ، طلحہؓ، زبیر سمیت کی۔ کوئی مخالف نہ رہا۔ تو اجماع برحق ہوا۔ (حوالہ جہا
گزر چکے)۔ صدیقی مباحث دیکھئے۔

س ۸۳۸-۸۳۹: کشف المحجوب میں علم شریعت کے تین ارکان بتائے ہیں: کتاب خدا

سنت رسولؐ، اجماع امت، جب کتاب و سنت ہدایت کے لیے کافی ہیں تو اجماع امت
کی کیا ضرورت ہے جو یادوں سے مختلف ہوگا یا نئی چیز ہوگا۔ تو بدعت ہوگا۔

ج: قرآن سے پوچھیے کہ سنت رسولؐ کے علاوہ مخالفین اجماع کو جہنم کی سزا کیوں سنائی؟
(پ ۱۴ ع ۱۲)۔ قرآن و سنت کی کوئی مراد متعین ہونے پر بھی اجماع ہو سکتا ہے کسی نئے پیش آمدہ
مسئلے پر بھی ہو سکتا ہے۔ اجماع و قیاس کی تفصیل ہم ”تحفہ امامیہ“ سوال ۱۳ کے جواب میں
کر چکے ہیں۔ چونکہ اہل سنت کے تمام مسائل قرآن و سنت پر مبنی ہیں اور سب امت ان پر متفق آ رہی
ہے شیعوں کے مسائل قرآن و سنت کے مخالف ہیں امت نے اس بدعتی مذہب کو قبول نہیں کیا
تبھی آپ اجماع امت کو بھی مخالف دین بتا رہے ہیں۔ ناکام لومڑی کی مثل ”انگور کھٹے ہیں“ آپ
پر فٹ آتی ہے۔ اجماع کی حقانیت پر آیات گزر چکی ہیں۔

س ۸۳۸: علامہ وحید الزمان وجود اجماع کے منکر ہیں۔ کیوں؟

ج: آخر عمر میں شیعہ ہو گئے تھے۔ بات حجت نہ رہی۔

س ۸۳۹: اگر کتاب اللہ و سنتی صحیح ہے تو حضرت عمرؓ نے حسنا کتاب اللہ
کہ کر سنت کا انکار کیوں کیا؟

ج: تمہارا مفہوم مخالف سے استدلال، عمرؓ پر حجت نہیں وہ عمر بھر سنت نبویؐ سے
استفادہ کرتے رہے۔ کچھ مثالیں ”ہم سنی کیوں ہیں؟“ کے انعامی سوال میں دیکھیں۔

س ۸۴۰: جناب کوثر نیازی نے ”ذکر حسینؓ“ میں کہا ہے کہ معاویہؓ نے یزید کو مسلط
کر کے قیصر و کسریٰ کے طریقے پر عمل کیا۔ معاویہؓ خلیفہ راشد کیسے ہوا؟

ج: آپ دوبارہ قے چاٹنے پر آگئے ہیں۔ نیازی صاحب کی تعبیر حجت نہیں حضرت
معاویہؓ خلفاء راشدین سے کم درجہ میں مگر خلیفہ عادل اور برحق ضرور ہیں۔

س ۸۴۱: ابن حجر مکیؒ نے صواعق محرقة میں معاویہؓ و حسنؓ کے صلح نامہ میں یہ شرط بھی لکھی
ہے کہ معاویہؓ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کرنے کا حق نہ ہوگا۔ معاویہؓ نے اس شرط کی عملداری کیوں کی؟

ج: یہ شرط عام مستند تاریخوں میں نہیں تو شیعہ کی اور نہ ابن حجر مکیؒ کی بابت تسلیم نہیں۔
۲۔ حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو از خود نامزد نہیں کیا بلکہ دیگر گورنروں اور کاہنہ نے خون ریزی

سے بچنے کے لیے یہ رائے دی اور نامزد کرایا تو حضرت امیر معاویہؓ نے متوقع اختلاف کو ختم کرنے کے لیے پھر ذاتی دلچسپی لی۔ اور امامیہ کو تو اس اعتراض کا حق نہیں وہ تو باپ کے بعد بیٹے کو ہی نامزد کرتے اور مانتے ہیں۔ ملوکیت کا بانی تو عقیدہ امامت شیعہ ہے۔

س ۸۴۴: کیا وہ خلیفہ ہو سکتا ہے جو ایمانوں کی خرید و فروخت کرے؟

ج۔ غلط تعبیر ہے۔ ہم حضرت معاویہؓ کو ایسا نہیں مان سکتے۔

س ۸۴۵: اگر خلفاء ثلاثہؓ کو حضرت علیؓ سے محبت تھی تو باوجود ولایت علیؓ کے اقرار کے

انہوں نے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانے کی کوشش کیوں نہ کی؟

ج۔ حضرت ابوبکرؓ نے خلافت کے دوسرے دن حضرت علیؓ کو پیش کش کی مگر حضرت علیؓ نے آپ کو ہی سچی ترین کہ کر پیش کش واپس کر دی۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو چھ حضرات کی کمیٹی میں نامزد کیا۔ پھر حضرت عثمانؓ بہت بڑی اکثریت سے خلیفہ قرار پائے۔ حضرت عثمانؓ کے علی المرتضیٰؓ وزیر اور مقرب خاص تھے۔ اسی تقرب کی بنا پر آپ بعد از عثمانؓ خلیفہ منتخب ہوئے۔ حضرت علیؓ اور خلفاء ثلاثہؓ کے تعلقات بہت بہترین رہے۔ تفصیل تحفہ امامیہ میں دیکھیں۔ الغرض خلفائے ولایت علیؓ کا حق ادا کر دیا۔ ان کو تو شکایت نہ تھی: ”مدعی شست گواہ چست“ اب خلفاء ثلاثہؓ پر کیچڑ اچھال رہا ہے۔

س ۸۴۶: امر تدبیر حکومت کو تجہیز و تکفین ہو جانے تک ملتوی کیوں نہ رکھا گیا؟

ج۔ انصار مسئلہ نہ اٹھاتے تو مہاجرین ایسا ہی کرتے۔ اب اگر چند گھڑیاں قبل یہ کام ہو گیا اور عند اللہ صواب اور درستی اسی میں تھی اور تجہیز و تکفین کی رسوم خلیفہ کی نگرانی میں سلیقہ شعاری کے ساتھ بلا اختلاف سرانجام پائیں تو اس میں کیا اعتراض کی بات ہے جو وہابی دی جا رہی ہے۔

س ۸۴۷: ان حضرات نے علیؓ کو کیوں خبر نہ کی کہ ہم معاملہ حکومت کے لیے فلاں جگہ

اکٹھے ہو رہے ہیں؟

ج۔ انصار کا تو ذہن ہی ادھر نہیں گیا۔ مہاجرین کے تین حضرات تو صرف رفع نزاع کے لیے فوراً گئے ان کو یہ تصور بھی نہ تھا کہ انتخاب کی نوبت آجائے گی۔ پھر معاملہ کی نزاکت اتنی فرصت نہ دے سکتی تھی کہ وہ حضرت علیؓ یا دیگر مہاجرین سے مشورہ کرتے یا باقاعدہ اطلاع دے کر

ان کو ساتھ لے جاتے تو امن عامہ کا مسئلہ پیدا ہو جاتا۔ حضرت علیؓ بقول شیعہ غیب دان تھے۔ ان کو از خود پہنچ جانا چاہیے تھا۔ جنازہ کی تیاری چند گھڑیاں بعد ہو جاتی تو کیا فرق پڑتا۔ آپ کو اپنا حق تو (بقول شیعہ) مل جاتا اور امت گمراہی سے بچ جاتی۔ عقل مندی اور اصول سیاست کی رُو سے حضرت علیؓ بھی الزام سے بچ سکتے۔ تفصیلات ہم عرض کر چکے ہیں۔

س ۸۴۸: کا جواب بھی ہو گیا کہ مشورہ کا موقع نہ تھا۔

س ۸۴۹: اگر علیؓ نوجوان تھے تو عم رسولؐ کو کیوں نظر انداز کیا گیا۔

ج۔ وہ سالقین اولین میں سے نہ تھے۔ پھر دوسرے دن بیعت عامہ میں بھی حضرت عباسؓ نے خود یا کسی نے بھی ان کا نام نہ لیا۔ صحابہ کرامؓ اپنے بزرگوں اور خدمات و کمالات والوں کو غیب جانتے تھے اگر انہوں نے حضرت عباسؓ سے فائق دوسروں کو سمجھا تو ہمیں بن بلائے مشورے دینے کا کیا حق ہے؟

س ۸۵۰، ۸۵۱: اصول سیاست کی رُو سے حضرت ابوبکرؓ الیکشن سے خلیفہ بنے یا نامزدگی تھی؟ اگر نامزدگی تھی تو وصیت رسولؐ درکار ہے۔

ج۔ عوام صحابہؓ کے اعتبار سے تو الیکشن تھا۔ ہر کسی نے آزادانہ حق استعمال کیا۔ طلحہؓ، زبیرؓ و علیؓ نے اجتماع سقیفہ میں نہ بدلے جانے کی شکایت اسی اختیار سے کی۔ مگر خدا اور رسولؐ کے اپنے پروگرام سے ایک گونہ نامزدگی تھی کہ آپؐ نے پہلے پیشین گوئی میں فرمایا تھا میرے بعد خلافت ابوبکرؓ اور عمرؓ کو ملے گی۔ (تفسیر قمی سورت تحریم)

خلیفہ کا نام نکھوانے کی ضرورت نہ جانتے ہوئے فرمایا: ویابی اللہ والمومنون إلا ابابکر (بخاری) ”اللہ اور مسلمان ابوبکرؓ کو ہی خلیفہ بنائیں گے۔“

مسلمانوں کو مشورہ و ترغیب دی تھی۔ میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کی پیروی کرنا۔ (ترمذی) مصطفیٰؐ پر کھڑا کرنا اور امام نماز بنادینا بھی اسی مقصد کے لیے تھا جب حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہا کہ عمرؓ کو حکم دیجئے، میرے باپ نرم دل ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: تم یوسفؑ والیاں ہو۔ ابوبکرؓ ہیں؟ ان کو بلا لاؤ۔ چنانچہ آپؐ نے حکم نبویؐ، حیات پیغمبرؐ میں، اریا ۲۱ نمازیں پیغمبرؐ کے نائب امام ہو کر پڑھائیں۔ دنیا کا دستور ہے کہ زندگی کا ولی بعد از خیر جانشین منتخب کر لیا جاتا ہے۔

اس کام کے ذوق میں ہونے کی حکمت یہ تھی کہ خدا و رسول کا منشا بھی پورا ہوا اور عوام کو انتخاب کا حق مل جائے اور طریقہ استخلاف بھی معلوم ہو جائے۔ اگر صرف نامزدگی ہوتی کسی کا اختیار و چناؤ نہ ہوتا تو حضرت ابوبکرؓ کی ہرولعزیزی سامنے نہ آسکتی تھی۔ ہر کوئی ماننے پر مجبور ہوتا۔ مگر اب حضرت علیؓ نے بھی کمالات و استحقاق کی بنا پر برضا و رغبت خلیفہ تسلیم کیا۔ (طبری)

س ۸۵۲: سیدہ فاطمہؓ کی دلی حالت تا وفات شیخینؓ سے کیسی رہی؟

ج: برضا و موافق رہی کیونکہ انوں کے خلاف بغض شان کے لائق نہ تھا۔

س ۸۵۳: اگر راضی تھیں تو آپ کیوں کہتے ہیں، حضرت علی المرتضیٰؓ نے بعد وفات فاطمہؓ

حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی؟

ج: بیعت دو دفعہ کی تھی۔ پہلی خلافت کے دوسرے یا تیسرے دن ہم حوالے دے چکے

دوسری وفات فاطمہؓ کے بعد اس لیے کہ آپؓ سیدہ کی تیمارداری میں مصروف رہے۔ ابوبکرؓ کی خدمت میں کم آجائے۔ لوگوں کے دل میں شبہ پیدا ہو رہا تھا کہ شاید ناراض ہیں۔ وفات فاطمہؓ کے بعد اس شبہ کو بھی دور کر دیا۔

س ۸۵۴: علم و یقین سے فرمائیے کہ سقیفہ کی کارروائی کو غدیر کی کارروائی پر کیوں ترجیح

ماہل ہے جو خود رسول اللہؐ نے کی؟

ج: خطبہ غدیر میں حضرت علیؓ سے شکایت کا ازالہ کیا ان کی محبت دلوں میں پیدا فرمائی اپنی طرح ہر کسی کا محبوب بنا کر آپ کی شان واضح فرمائی۔ مگر خلیفہ ہونے کی کوئی صراحت نہ کی نہ خلیفہ نامزد کر کے بیعت لی۔ اگر ایسا ہوتا تو مصلیٰ پر حضرت علیؓ کو امام بناتے۔ معلوم ہوا کہ سقیفہ اور غدیر کے واقعہ میں تعارض نہیں۔ جانشینی پر صریح دلیل نماز کا حکم نبویؐ اور خلیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی ہے۔

س ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷: مل و نخل میں روایت ہے ان عمر صرب بطلن

فاطمہ لیوم البیعة حتی سقط المحسن من بطنها۔ کیا یہ فعل مذموم نہیں؟

ج: بکواس محض ہے جو شیعوں نے حضرت عمرؓ کو بدنام کرنے کے لیے گھڑا مگر حضرات

اہل بیتؓ کی عزت و غیرت کا جنازہ نکال کر رکھ دیا۔ شرتانی کی مل و نخل کا غلافیات اور شیعہ کا باب

غور سے دیکھا۔ کہیں بھی یہ ملعون روایت نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ پر رسول خدا ناراض نہ ہونے کے شیعہ پڑھنے لکھنے والوں نے ایسا افتراء ناپاک اہل بیتؓ پر باندھا جس کا ترجمہ لکھتے بھی ہمیں حیا آتی ہے۔ رسول خدا کو ایذا بھی شیعوں نے پہنچائی۔ وہ بکا طور پر اس آیت کے حق دار ہیں:-

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کو دکھ پہنچاتے ہیں۔ اللہ نے ان پر لعنت فرمائی

ہے دنیا میں اور آخرت میں اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے“

جو آیت کی تصدیق چاہے وہ محرم وغیرہ میں ماتمی شیعوں کی شکلیں دیکھ لے۔

س ۸۵۸: شراب نوشی کا بہتان۔

ج: ناقص بلا جلد و صغر حوالے جھوٹے بہتان کی دلیل ہیں۔ حضرت عمرؓ تو عمر مت شراب

کے لیے بے چین رہتے تھے۔ ان کی دُعا و اصرار پر ہی یہ فیصلہ کن آیت اُتری:

”اے ایمان والو! بے شک شراب، بھوا اور بتوں کے تھکان گندگی ہیں شیطان کا کام ہیں ان

سے بچو تاکہ کامیاب ہو جاؤ“ (الآیہ دماۃ پ ۲۷)۔ ترمذی الباب التفسیر ص ۱۵۱ پر روایت ہے:

حضرت عمرؓ نے دُعا کی اے اللہ شراب کے متعلق بیان شافی نازل فرما تو بقرہ والی آیت

اُتری جو عمرؓ کو سنائی گئی۔ پھر یہی دُعا کی تو سورت نسا والی آیت نازل ہوئی: کہ ایمان والو نشے

کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔ حضرت عمرؓ کو بلا کر سنائی گئی۔ پھر ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے دُعا

کی کہ اے اللہ شراب کے متعلق فیصلہ کن بیان نازل فرما تو مائدہ والی آیت اُتری کہ شیطان تو

یہ چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان دشمنی اور بغض، شراب اور بھوئے کے ذریعے بھر دے جب

حضرت عمرؓ کو پھر کر سنائی گئی تو فرمایا ہم رک گئے۔ ہم رک گئے۔ (اب مزید پوچھنے کی ضرورت

نہ رہی یا ہمارے پینے والے اب باز آگئے۔)

س ۸۵۹: سکندریہ کا کتب خانہ کیوں جلا دیا گیا۔ علوم سے نفرت کیوں؟

ج: اسلام کو یہودی و عیسائی کفریہ عقائد و روایات سے بچانے کے لیے یہ اقدام کیا دلیل

وہی تیبہ تھی جو تورات پڑھتے وقت حضورؐ نے آپ کو فرمائی تھی۔ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی ہوتے تو

میری اتباع کرتے۔ فراسٹ فاروقی نے اسلام کا تحفظ کیا۔ ورنہ عہد عباسیہ میں یہ یونانی علوم مترجم

ہو کر اسلام میں جب داخل ہوئے تو اسی سے گمراہ فرتے اور الحادی خیالات مسلمانوں میں گھس آئے۔

س ۸۶: حضرت عمرؓ اور غازیؓ سلفی کمال پاشا میں موازنہ۔

ج: دنیوی وقار و سلطنت اور عزت میں آپ برابر کہتے ہیں۔ مگر دین کی شان و شوکت جہاد، تعلیمی و تبلیغی نظام، امن عامہ، رعایا میں خوشحالی میں کمال سے کیا موازنہ؟ وہ بے دین تھا اور حضرت عمرؓ مشکوٰۃ نبوت سے کمالات پا کر دنیائے اسلام کے عظیم فرمانروا تھے جنہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی عزت و غلبہ کے لیے خدا سے مانگا تھا۔ (احتجاج طبرسی)

س ۸۷: شیعوں کے اصول خمسہ ایمان و عقائد میں کیا نقص ہے؟

ج: ہم بارہا عرض کر چکے ہیں کہ شیعوں کا ان پر ایمان متصور نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایمانیات و عقائد خدا اور رسولؐ کے کلام برکت تمام سے حاصل ہوتے ہیں شیعہ کا نہ قرآن پر ایمان ہے، نہ احادیث رسولؐ پر۔ وہ صرف ائمہ کی روایات مان کر امامیہ کہلاتے ہیں۔ تاہم ان کے کئی پر ہم چند نقائص بتاتے ہیں:-

۱۔ فرمان الہی ہے: اے مسلمانو! اللہ پر، اس کے رسولؐ پر، اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسولؐ پر اتاری اور اس کتاب پر جو اس نے پہلے اتاری ایمان لاؤ۔ جو بھی اللہ کا اس کے فرشتوں کا، اس کی کتابوں کا، اس کے پیغمبروں کا اور آخرت کے دن کا انکار کرے وہ دُور کی گمراہی میں جا پڑا۔ (نساریہ ص ۱۷۷)

شیعوں نے عقائد میں بھی تحریف کی کہ ان پانچ میں سے فرشتوں اور آسمانی کتابوں کو رسولؐ قرآن، نکال دیا اور عقیدہ امامت اور عدل ان میں شامل کر لیا۔ یہ ایجاد بندہ اور بدترین جرم ہے۔

۲۔ عقیدہ توحید ائمہ اہل بیتؑ سے مروی تعلیم کے مطابق تو چنداں ناقص نہیں جیسے ہم نے اپنے شہرہ آفاق رسالہ "شیعہ حضرات کے ایک سو سو سوالات" میں دس حوالے دیئے ہیں اور موجودہ شرک کرنے والے شیعوں کو الزام دیا ہے۔ لیکن غالیوں کی روایات مثلاً خدا نے صرف بارہ اماموں کو پیدا کیا پھر کائنات کی تخلیق اور بندوبست، رزق رسانی، مشکل کشائی وغیرہ لائق خداوندی صفات و افعال ان کے سپرد کر دیئے اور غالی سبائیوں علیؑ کو خدا ماننے والے نصیریوں کی طرح شیخی العقیدہ اکثر شیعہ آج ہی عقیدہ رکھتے ہیں اور نعرہ "یا علی مدد" ان کا ایجاد کردہ آج پیل رہا ہے صرف شیعہ کی دہائی پارٹی اس کی مخالف ہے۔

۳۔ عقیدہ رسالت بھی برائے نام ہے جب ہادی عالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر شیعہ دس افراد بھی مومن مسلمان ہدایت یافتہ نہیں مانتے اور ہرگز نہیں مانتے۔ اور سب رسولوں سے اپنے اماموں کو افضل بتاتے ہیں جو نص قطعی کے بالکل خلاف ہے۔ صفات نبوت پر قبضہ کے بعد لفظ نبی اور نبوت بھی انبیاء کے لیے خاص نہ رہنے دیا گیا۔ مثلاً کافی کتاب الحجۃ میں باب ہے: "کہ امام ہر بات میں مثل نبی ہوتا ہے۔ مگر اسے نبی کہنا مکروہ ہے" نیز امام رضا کا فرمان ہے: "ان الامامۃ ہی منزلۃ الانبیاء" (اصول کافی ج ۱ باب نادری فضل الامام) کہ امامت انبیاء کا درجہ و مرتبہ ہے۔ "شیعہ نے گویا زبان زد عوام یہ فقرہ کہ شیعہ کے اعتقاد میں جبریل وحی بھول کر علیؑ کے بجائے نبی کے پاس لے آئے" سچ کر دکھایا ہے۔

۴۔ قیامت میں بعثت مجازات اعمال کے لیے ہے کہ نیک و بد کو اچھا بُرا بدلہ ضرور ملے گا۔ مگر شیعوں نے یہ پاکیزہ عقیدہ بھی بگاڑ دیا ہے۔ ان کے پاپی اور گنہگار ترین فرد کا بھی عقیدہ یہ ہے کہ شیعہ قطعاً بخشا ہوا ہے۔ حب علیؑ اور غم کا ایک آنسو بخات میں کافی ہے ان کا مقولہ ہے: حب علی حسنۃ لا تضر معھا سیئۃ حب علیؑ وہ نیکی ہے کہ کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا۔ ظاہر ہے کہ اس عقیدہ نے احکام شریعت کا خاتمہ کر دیا۔ خوف خدا اور تقویٰ کا کوئی معنی ہی باقی نہ رہا۔

۵۔ عقیدہ امامت تو کھلے بندوں ختم نبوت پر ڈاکہ ہے۔ جب نبوت کا ایک وصف بھی نہیں جو امام میں نہ پایا جاتا ہو اور امام کی اور امام کے متعلقین کی تعلیم نہ صرف نبی کی اور اس کے متعلقین کی تکریم سے زیادہ ہے بلکہ متعلقین نبوت سے علانیہ تبرے ہیں۔ قرآن، تبلیغ، توحید، جہاد، منصب تعلیم و تزکیہ، صحابہ کرامؓ، خلفاء راشدینؓ، اہل بیتؑ نبیؐ ازواج مطہراتؓ، بنات طاہراتؓ دامادگانؓ، مسلمان خیران محترمؓ بلکہ پوری امت ہر ایک چیز پر طعن و تبرا ہے تو شریعت و نبوت کا صفایا کرنے والی امامت کیسے اسلامی عقیدہ بن سکتی ہے جب کہ امام صادقؑ کا فرمان ہے: ان اللہ عزوجل فرض علی خلقہ خمساً کہ اللہ نے اپنی مخلوق پر ۵ ارکان فرض کیے ہیں فرخخص فی اربع ولحمیرخص فی چار دن، روزہ، حج، زکوٰۃ میں تو ذکر کرنے کی ولحدۃ۔ (اصول کافی ص ۲۲) چھٹی دے دی ہے مگر ایک (امامت) میں چھٹی نہیں دی

۶۔ رہا شیعہ کا مایہ ناز عقیدہ عدل، تو اس سے بڑا فراڈ اور دھوکہ دنیا میں کوئی نہیں کہ جو امام خدا کے مالک ہیں ان سے دوسروں نے امامت و خلافت چھین لی۔ پھر خدا نے بھی وعدہ کے باوجود ان کی کوئی مدد نہ کی اور سب دنیا غائب امام العصر کی تعلیم و ہدایت سے محروم ہو کر گمراہی پر وفات پا رہی ہے مگر خدا ان کی ہدایت کا بندوبست نہیں کرتا؟

س ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵: کا جواب بار بار ہو چکا ہے۔ بے فائدہ لفاظی اور بے ہودہ گردان ہے۔ یہ لکھنا بالکل جھوٹ ہے کہ کتب فریقین سے صحیح روایات سے ثابت ہے کہ تدفین حضور اقدس صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کے وقت سات مرد تھے۔ کاش اصحاب ثلاثہ اپنا نمائندہ باقی چھوڑ جاتے۔ اس جھوٹے کو اتنا معلوم نہیں کہ تدفین منگل کا دن گزار کر رات کو ہوئی۔ جس فعل پر اعتراض ہے وہ صرف پیر کے دن گھنٹہ بھر میں ہو گیا تھا۔ پھر تاخیر کی وجہ صرف یہ ہے کہ ۳۳ ہزار ہاجرین و انصار، مرد و زن، قرب و جوار کے دیہاتی لاقعد و جنازہ پڑھنے آئے تھے۔ بیک وقت ایک امام کے پیچھے جنازہ نہ ہوا تھا۔ یہ خصوصیت پیغمبر تھی کہ میت مبارک اپنی جگہ حجرہ عائشہ میں رکھی رہے اور باری باری اگر لوگ بصورت درود و دعا جنازہ پڑھیں۔ حجرہ تنگ تھا۔ بمشکل دس آدمی بیک وقت آسکتے تھے وہ پڑھ کر نکلتے تو دوسرے آجاتے۔ اس طرح تمام نفری تقریباً دو دن اور ایک رات میں جنازہ سے فارغ ہوئی۔ یہ ساری تفصیلات باحوالہ اصول کافی اور ابن سعد والبدایہ والنہایہ سے ہم تحفہ امامیہ میں نقل کر چکے ہیں۔

س ۸۶۶: بھی بغض شیخی سے یادہ کوئی ہے حضرت ابو بکر و عمرؓ جس کی لافٹھی اس کی ہینس کا مصداق نہ تھے کیونکہ ان کے قبائل کی کثرت والی لافٹھی نہ تھی۔ یہ شوکت و طاقت خود رسول خدا نے، ان کا اعزاز و اکرام کر کے بنا دی تھی۔

س ۸۶۷: بعض اہل سنت کا خیال ہے کہ آل سے مراد ائمت ہے پھر ائمت پر صدقہ کیوں حرام نہیں ہے؟

ج: آل نبیؐ اور اہل بیت رسولؐ کے کئی اعتبار ہیں۔ ائمت تابع داری کے لحاظ سے آل رسولؐ ہے مگر صدقہ کی حرمت صرف خوئی رشتے کی وجہ سے ہے شیعہ تفسیر قمی ص ۵۱ پر ہے: عن عمر بن یزید (؟) قال ابو عمر بن یزید کہتے ہیں کہ امام صادقؑ نے فرمایا اللہ

عبد اللہ انتم واللہ من آل محمد کی قسم! تم (اے عمر بن یزید اُمیویہ) آل محمد میں فقلت من انفسہم جعلت سے ہو۔ میں نے کہا ان کی جانوں میں سے؟ فنادک۔ قال نعم۔ واللہ میں آپ پر قربان جاؤں، امام نے فرمایا، اللہ کی من انفسہم ثلاثا شہم قسم (تین مرتبہ) تم ان کی جانوں سے ہو۔ پھر امام نظر الح و نظرت الیہ نے میری طرف دیکھا، میں نے ان کو دیکھا۔ پھر یہ (فقیر هذه الآية) آیت پڑھ کر سنائی۔

”سب لوگوں سے زیادہ قریبی ابراہیمؑ کے ان کے تابع دار ہی ہیں اور یہ پیغمبر اور اس کے مومنین (صحابہؓ) ہیں اور اللہ ہی مومنوں کا ولی و کار ساز اور مشکل کشا ہے۔ (آل عمران پ ۱۵ ع ۱۵)

قرآن میں جگہ جگہ آل فرعون کا لفظ اس کے پیروکاروں پر بولا گیا اور آل موسیٰ آل ہارون کا لفظ ان کی تابع دار پوری قوم بنی اسرائیل پر بولا گیا جو آپ کی اولاد میں سے نہیں۔ تو اس لحاظ سے پوری تابع دار ائمت آل محمدؑ ہے اور درود و سلام ان سب کو پہنچتا ہے۔

س ۸۶۸، ۸۶۹: آل رسولؐ پر عبد الشکور بکھنوی کے ہاں درود ضروری نہیں ہے جبکہ حضرت عمرؓ کا فرمان ہے۔ نماز، قرأت، شہد اور درود بر آل رسولؐ کے سوا نہیں ہوتی۔ (عمل الیوم واللیلہ) کس کی بات صحیح ہے؟

ج: ہم، ہم سنی کیوں ہیں؟ میں باحوالہ بتا چکے ہیں کہ نماز میں درود شریف سنت مؤکدہ ہے عدا ترک گناہ ہے۔ مگر فرض و واجب نہیں ہے کہ کبھی چھوٹ جانے سے نماز نہ ہو اور خود شیعہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ (توضیح المسائل)۔

عمرؓ کی بات کمال نماز کے متعلق ہے مولانا عبد الشکور کی بات ادائیگی نماز کی بابت ہے تعارض نہیں۔ سوال ۸۶۹ بھی رفع ہو گیا کہ شعبی کا نماز دہرانے کا فتویٰ بنا رہا کمال ہے۔

س ۸۷۰: کا جواب بھی ہو گیا۔ کہ حنینؓ پر خوئی رشتہ کی وجہ سے صدقات حرام ہیں۔

فضائل علیؑ اور علیؑ روایات

س ۸۴۱: حضورؐ نے ہم کو حکم دیا تھا کہ ہم علیؑ کو یا امیر المؤمنین کہہ کر سلام کہیں۔ کیا اصحاب ثلاثہؓ کچھ بھی ایسا حکم ہے؟ (ابن مردودہ از ابن بریدہ)
ج۔ ابن مردودہ مطبوع نہیں ہے۔ ماخذ کا حوالہ نہیں دیا سند بھی کچھ نہیں لہذا بے سند روایت قابل استدلال نہیں۔

حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے لیے جب حضورؐ خلافت کی پیشین گوئی فرما گئے اور فاقہ شدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر کہ میرے بعد ابو بکر و عمرؓ کی پیروی کرنا۔ (ترمذی) تو لفظ امیر المؤمنین کہنے سے، علیؑ خلافت کے قیام کی منظوری زیادہ وزنی ہے۔

س ۸۴۲: شیخینؒ جب خود عہد نبوی میں آپؐ کے حکم سے السلام علیک یا امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ ویرکاتہ کہہ کر سنت اسلام ادا کرتے تھے (ارجح المطالب)
تو حضرت عمرؓ نے اپنی ذات کو "امیر المؤمنین" کیوں کہلوا یا؟

ج: یہاں سے پتہ چلا کہ شیخینؒ حضرت علیؑ کے محب و عقیدت مند تھے۔ اب جو ان کا دشمن ان پر علیؑ دشمنی کا بہتان لگاتا ہے وہ خود مفتری کذاب اور باطن دشمن علیؑ ہے۔

نیز امیر المؤمنین آپؐ کا لقب تھا۔ حقیقتہً عہد خلافت نہ تھا۔ ورنہ عہد نبوت میں آپؐ خلیفہ و امیر المؤمنین نہ تھے۔ پھر کیوں یہ بولا گیا۔

ارجح المطالب شیخ کتاب ہے۔ روایت بے سند و بے حوالہ ہے۔ حجت نہیں علاوہ ازیں حضرت عمرؓ کو یہ لقب مسلمانوں نے دیا اور آپؐ کو پسند آگیا۔ اضران فوج عموماً امیر کے نام سے پکارے جاتے تھے کفار عرب آنحضرتؐ کو امیر مکہؓ کہا کرتے تھے۔ سعد بن ابی وقاصؓ کو عراق میں لوگ امیر المؤمنین کہنے لگے۔ (مقدمہ ابن خلدون)

اسی عادت پر ایک دفعہ لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم نے مدینہ آکر حضرت عمرؓ کے لیے یہ لفظ استعمال کیا تو مشہور ہو گیا۔ (ادب المفرد للبخاری)۔ پھر خاص عہدہ کا نام سمجھا گیا۔

س ۸۴۳: دہلی نے حضرت حذیفہؓ سے مرفوع روایت کی ہے: "علیؑ کا نام اس وقت سے امیر المؤمنین ہوا ہے کہ ابھی آدم روح اور جسد کے درمیان تھے۔ پھر خدا نے ارواح سے خطاب کیا: "میں تمہارا خدا ہوں، محمدؐ تمہارے نبی ہیں علیؑ تمہارا امیر ہے کیا حضورؐ نے خدا کی طرف جھوٹی نسبت کی؟

ج۔ دہلی چوتھی صدی کا مطب اللیل ہے اور کمزور ترین روایت و کتاب والا ہے جو حجت نہیں۔ نیز ظاہر عقل بھی اسے جھوٹا بتاتی ہے کیونکہ خدا کی دائمی ہے اور کوئی خدا نہیں۔ رسالت و نبوت تاقیامت دائمی ہے اور کوئی نبی نہیں بن سکتا۔ مگر امارت علیؑ عارضی ہے۔ نہ حضورؐ کے وقت تھی نہ حضرت علیؑ کی وفات کے بعد تھی کیونکہ شیعہ عقیدہ کے مطابق یکے بعد دیگرے گیارہ اور امیر و امام بنتے رہے تو حضرت علیؑ کی امارت کا خطاب تمام انسانوں کے لیے ممکن نہیں۔ علاوہ ازیں روایت کے اعتبار سے بھی یہ روایت غلط ہے کیونکہ اس میں "کنت نبیاً وادھر بین الماء والطين" کا مقابلہ کر کے حضورؐ کی ختم نبوت اور خصوصیت کو مٹایا گیا ہے۔ (معاذ اللہ)

س ۸۴۴: اگر حضورؐ نے یونہی منسوب کر دی تو پھر خدا کے اس عہد کا کیا ہوگا۔ اگر رسولؐ کسی بات کو یونہی ہماری طرف منسوب کر دیتا تو ہم اسے دائیں ہاتھ سے پکڑ کر اس کی رگ جان کاٹ ڈالتے۔ (پہلے حاتم)

ج: حضورؐ نے تو خدا کی طرف ایسی عقل و نقل کے خلاف بات منسوب ہی نہیں کی۔ ہاں جن کذاب راویوں نے بنا کر نسبت کی ان کے نام و نشان کی رگ خدا نے کاٹ ڈالی۔ جس کتاب میں یہ روایت ہے وہ "ضعاف اور موضوعات کا پلندہ" بن کر محدثین میں مشہور ہے۔

س ۸۴۵: جب خدا نے ارواح کے سامنے اپنا، اپنے رسولؐ کا اور ہمارے امیر کا کلمہ پڑھا ہے تو آپؐ لوگ کلمہ کے ساتھ ذکر امارت، ولایت اور امامت کو کیوں برا سمجھ کر خدا کی مخالفت کرتے ہو؟

ج: جھوٹے لوگوں کے دلائل بھی اسی طرح جھوٹے ہوتے ہیں جب گھڑ تو کلمہ ولایت نہ قرآن سے ملا، نہ حدیث نبویؐ سے، تو عالم ارواح کی بات بنا کر خدا کے ذمے لگا دی۔ اگر خدا

نے عالم ارواح میں یہ کلمہ پڑھا تھا تو اب جب عالم دنیا میں اپنا کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، اپنے رسولؐ کا کلمہ محمد رسول اللہ قرآن میں نازل فرما دیا تو خدا کو کیا ڈر لگ گیا یا وہ مجھول گیا کہ علی ولی اللہ، امیر المؤمنین، الامام علی کا کلمہ قرآن میں نہ آتا اور تمھارا امیر کلمے کی سرپرستی سے محروم اور یتیم ہو گیا؟ شیعوں کو کچھ تو عقل و نقل سے بات کرنی چاہیئے۔ اور خدا پر بہتان باندھ کر بقول قرآن ظالم ترین اور مفتری نہ بننا چاہیئے۔ ہم تو خدا کے فرماں بردار ہیں۔ خدا کے مخالف اس پر بہتان باندھنے والے شیعوں ہی ہیں۔

س ۸۷۷: ابن عباس سے مروی ہے یہ امیر المؤمنین، سید المسلمین، سفید منہ اور ہاتھ والوں کا قائد ہے قیامت کے دن یہ پل صراط پر بیٹھے گا اور اپنے دوستوں کو جنت میں اور دشمنوں کو دوزخ میں داخل کرے گا۔ (ابن مردویہ) کیا اس سے دوستی جنت کی ضمانت ہے یا نہیں؟

ج: فرضی دوستی اور بغض معاویہ کی وجہ سے طرف داری تو کسی چیز کی ضمانت نہیں ہاں خدا و رسول اور شریعت محمدیہ پر کامل ایمان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ کی پیروی موجب نجات ہے اور شیعہ اس سے یقیناً محروم ہیں۔ پھر یہ روایت جعلی ہے جو یکے از تین لاکھ ہے۔

موضوعات کبیرہ ۱۶۹ پر ہے کہ جو کچھ رافضیوں نے حضرت علیؑ کی فضیلت میں روایتیں گھڑی ہیں وہ گنتی سے زائد ہیں۔ حافظ ابوالعلیٰ کہتے ہیں کہ خلیلی نے کتاب الارشاد میں فرمایا ہے رافضیوں نے حضرت علیؑ و اہل بیتؑ کے فضائل میں تقریباً تین لاکھ حدیثیں گھڑی ہیں۔ یہ کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ اگر آپ ان کی روایتیں تلاش کریں گے تو ایسا ہی پائیں گے۔

س ۸۷۸: ایسی ہستی سے عداوت رکھنا جہنم کا امیدوار بننا ہے یا نہیں؟
ج: ایسی ہستی کو خدا کا شریک فی الصفات بنانا، قرآن کا شارق بنانا اور اس کے تمام ظاہری اعمال و عقائد میں مخالفت کرنا، جو شیعہ سبائیہ، غالیہ، اثنا عشریہ کا اصل مذہب ہے۔ یقیناً جہنم میں پہنچنا ہے شیعوں کے سوا علیؑ کا دشمن کوئی نہیں ہو سکتا۔

س ۸۷۹، ۸۸۰: یقین اور شک میں سے کون سی چیز بہتر ہے۔ اگر شک بہتر ہے تو قرآن و حدیث سے ثابت کریں۔

ج: یقین بہتر ہے تبھی تو مسلمانوں کا کلمہ شہادتین، جو قرآن اور احادیث صحیحہ سے یقیناً ثابت ہے، پڑھنا ہی یقیناً مسلمانی ہے اور شیعہ کا گھر تو کلمہ ولایت مشکوک ہے جسے پڑھنے ماننے سے یقینی محمدی اسلام حاصل نہیں ہو سکتا۔

س ۸۸۱: اگر یقین بہتر ہے تو یہ ماننا ہو گا کہ حضرت علیؑ کی شخصیت یقیناً مشترک و مسلم ہے غیروں کو یہ شرف حاصل نہیں۔

ج: اہل سنت نبی و اہل جماعت نبی مسلمانوں میں تو حضرت علیؑ کی شخصیت مسلم ہے مگر شیعہ کے ہاں ہرگز مسلم نہیں۔ ورنہ وہ آپ کی تمام زندگی والا مذہب اپناتے اور خانہ جیوں کے ہاں بھی نہیں۔ لہذا عقل کا تقاضا یہ ہے کہ دین قرآن سے اور سنت نبی سے اور مجموعہ جماعت نبی سے حاصل کیا جائے جن پر سب کو یقین ہے اور کوئی سب کا منکر نہیں اور خلفاء راشدینؓ پر حضرت علیؑ سمیت سب کو اعتماد تھا۔

س ۸۸۲: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے: ”ذکر علی عبادت ہے“ کیا حضرات ثلاثہ کے ذکر کو رسول اللہ نے عبادت قرار دیا ہے؟

ج: پتہ چلا کہ حضرت عائشہؓ بھی علیؑ کی عقیدت مند تھیں۔ آپ سے بغض رکھنے والے کا منہ کالا ہو، عبادت صرف اللہ کی ہوتی ہے اور بار بار نام لینا اور ورد و کثرت کرنا بھی اللہ کا حق ہے سینکڑوں مرتبہ قرآن میں آیا: اے ایمان والو! اللہ کا بہت ذکر کیا کرو صبح بھی، شام بھی اور اس کی پاکی بیان کرو، ”اول تو حدیث بے سند اور غیر ثابت ہے۔ بفرض تسلیم قابل تاویل ہے کہ ذکر سے مراد تذکرہ ہے اور عبادت سے مراد کارِ ثواب ہے یعنی حضرت علیؑ کا حال بیان کرنا کارِ ثواب ہے۔ تو اب یہ حضرت علیؑ کی خصوصیت اور حصر والی بات نہ رہی۔ کہ بھنگی چرسا ملنگ، کلمہ و نماز تک نہ جاننے والے علیؑ کے ورد کرتے پھریں۔ کیونکہ خدا نے خلفاء ثلاثہؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کا بشمول علیؑ قرآن میں یاد کر فرمایا، حضورؐ نے مناقب میں ان کا بار بار ذکر فرمایا اور صحابہ کرامؓ نے بار بار ان کا تذکرہ فرمایا اور یہ سب کے تذکرے کا ذخیرہ ہیں۔

س ۸۸۳: حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ علیؑ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے اور کرم اللہ وجہہ آپ حضرات بھی جناب امیر کے ساتھ تحریر کرتے ہیں حضرات ثلاثہؓ کے نام کے ساتھ

یہ کیوں نہیں لکھا جاتا ؟

ج : پتہ چلا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور تمام سنی مسلمان حضرت علیؓ کے محب و عقیدت مند ہیں۔ خدا ان کے دشمنوں کو رسوا کرے عبادت کا مفہوم گزشتہ روایت میں بیان ہو چکا۔ کرم اللہ وجہہ کی شہرت اہل سنت نے یوں کی کہ بگڑے ہوئے شیعوں (خارجیوں) نے جب آپ کو "سود اللہ وجہہ" اللہ علیؓ کا چہرہ سیاہ کرے (معاذ اللہ) کہنا شروع کیا تو سنی مسلمانوں نے کرم اللہ وجہہ۔ اللہ علیؓ کے چہرے کو معزز بنائے۔ کہنا اپنا لیا اور اب تک کہتے ہیں۔ حضرات ثلاثہؓ سے نہ کسی مسلمان نے دشمنی کی نہ ایسا بددعا یہ کلمہ کہا تو ایسا جوابی لفظ کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ ہاں خدا کا دیا ہوا تمغہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی۔ اب بھی ہم فخر یہ استعمال کرتے ہیں۔

یہ حدیث النظر الی وجہ علی عبادۃ۔ بے اعتبار ہے کیونکہ اس میں حسن بن علی عدوی ہے جو کذاب اور دجال ہے۔ (تذکرۃ الموضوعات لمحقق طاهر بن علی المقدسی التوفی ۵۰۷ھ) تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ عن الاخبار الشنیعہ ص ۳۸۳ پر ہے کہ ابوبکر صدیقؓ سے دوسروں کے ساتھ مروی ہے ایک میں قاضی محمد جعفی اور اس کا شیخ محمد بن احمد بن مخزم ہے۔ ایک ان میں سے آفت (جھوٹی بلا) ہے اور دوسری سند میں ابوسعید عدوی (کذاب) ہے۔ حدیث عثمانؓ میں راوی مجہول ہے۔ حدیث ابن عباسؓ میں حمانی کی سند میں یزید بن ابی زیاد متروک ہے۔ اور ابوبریرہؓ کی حدیث میں جو ابوسعید علوی سے مروی ہے چھ کتب میں تخریج ہے اور ہر سند ضعیف ہے۔

س ۸۸۳: آپ حضرات کا اتنا عقیدہ ضرور ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ سے محبت کرنا جزو ایمان ہے۔ جب عالم الغیب ذاتِ خدا ہے کچھ لوگوں کی عداوت حضرت امیرؓ سے مشہور ہے تو پھر ظاہر چھوڑ کر محض قیاس سے دشمنانِ علیؓ کی محبت کا اظہار کیوں کرتے اور اجتہاد کے تنکے کا سہارا دیتے ہو ؟

ج : شکر ہے کہ ہمارا محبت علیؓ کرنا بھی مان لیا۔ ہمارے ہاں عداوت میں مشہور شیعیان علی اور خارجی ہیں ہم ان سے نہ محبت کرتے ہیں نہ اجتہادی تنکا سہارا بناتے ہیں۔

س ۸۸۴: انا مدینۃ العلم وعلی باجیدا۔ مسک اہل حدیث کے چند

ناصری ذہنوں میں موضوع ہے تو پھر شیخین کو علم کی دیواریں کیوں کہا جاتا ہے ؟

ج : تذکرۃ الموضوعات مع موضوعات کبیر ص ۳ پر ہے۔ اسے ترمذی نے جامع میں روایت کیا ہے اور خود منکر کہا ہے اور سخاوی نے بھی ایسا کہلے کہ اس کی وجہ صحت کوئی نہیں ابن معین اسے بھوٹ اور بے اصل کہتے ہیں۔ اسی طرح ابو حاتم اور یحییٰ بن سعید نے کہلے۔ ابن جوزی نے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ ابن دقیق العید نے کہا۔ اسے محدثین نے ثابت نہیں کہلے۔ ایک قول یہ ہے کہ باطل ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں ثابت نہیں۔ حافظ عسقلانی نے ایک سوال کے جواب میں کہا صحیح نہیں ہے جیسے حاکم نے کہا حسن ہے موضوع نہیں ہے۔ جیسے ابن جوزی نے کہلے۔

س ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷: کیا شہر کی چھت ہوتی ہے ؟ عہدِ نبویؐ میں ایسے شہر کا نام بتائیں۔ پھر عثمانؓ علیؓ کے شہر کی چھت ہیں؟ کا کیا مطلب ہے ؟

ج : ان الفاظ کی بھی سنا دہی حیثیت ہے جو پہلے جملے کی ہے مگر شہر کی چھت ہوتی ہے سورت ج میں ہے: "کتنے شہروں کو ہم نے تباہ کیا جو ظالم تھے اور وہ اپنی چھتوں پر گر پڑے ہیں" مکہ اور مدینہ بھی چھتے ہوئے شہر تھے۔ چھت سے مکان کی حفاظت ہوتی ہے جب حضرت عثمانؓ کو شہید کر کے چھت گرا دی گئی تو پھر تھوڑے ہی عرصہ میں شہر مدینہ مرکز خلافت سے محروم اور دیران ہو گیا۔ بلکہ لاکھ بھگت مسلمان کٹ گئے۔ اور حضرت علیؓ بھی چھت گرنے سے محفوظ نہ رہے۔

س ۸۸۸: تاریخ تذکرۃ الکرام ص ۲۳۹ میں ہے کہ حضرت عثمانؓ میں قوت فیصلہ تو مطلق تھی ہی نہیں۔ یہ خاصیت حاکم کی خوبی ہے یا نہیں ؟

ج : یہ کتاب ہم نے نہیں دیکھی سیاق و سباق سے کٹے ہوئے یہ الفاظ مقبر نہیں قوت فیصلہ یقیناً تھی تبھی تو سب خلفاء راشدینؓ سے زائد بارہ سال تک خلافت کی۔ نہ کسی مسلمان کا خون بہا نہ فتوحات میں کمی آئی اور نہ کوئی باغی تاشہادت کسی شہر پر قابض ہو سکا بعد کے واقعات سب کو معلوم ہیں۔

س ۸۸۹: تاریخ خلفاء کرام ص ۲۶۸ میں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے بیت المال کی دولت اپنے اقرباء میں تقسیم کی۔ شریعت کے مطابق ہونے کی معقول وجہ بتائیں۔

ج۔ آپ نے مخالفوں کا سوال لے کر طعن بنا ڈالا جواب نہیں دیکھا۔ درنہ ہر تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے یہ دولت اپنی ذاتی کمائی سے دی تھی۔ بیت المال سے تو خود بھی بحیثیت خلیفہ ایک درہم نہ لیا۔ رشتہ داروں سے مردوت و سلوک سنت نبویؐ ہے۔ یہی مقول وجہ خود حضرت عثمانؓ نے بتائی ہے۔ (تاریخ اسلام ندوی و نجیب آبادی، طبری وغیرہ)۔

س ۸۹۰: ذخائر العقبیٰ میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو دھمکی دے کر اقرار جرم کرایا، اور قصاں جاری کیا۔ حدیث رسولؐ سے ثابت کریں کہ دھمکا کر اقرار جرم کرنا جائز ہے؟

ج۔ قصاص حق العباد میں سے ہے۔ جب کامل گواہ نہ ملیں، قرآن سے جرم ثابت ہو رہا ہو مجرم ڈھیٹ بن کر اقرار نہ کرے تو کیا اسے چھوڑ دیا جائے گا؟ اور عہد نبوت و حدیث نبویؐ سے بھی اس کی مثال ثابت ہے۔ جب حضرت علیؓ وزیر کو حضورؐ نے اس عورت کے تعاقب میں بھیجا تھا جو حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کا خط (فتح مکہ کی اطلاع) لے کر مینڈھیوں میں گوندھ کر قریش کے پاس لے جا رہی تھی اور تلاشی کے باوجود اقرار نہ کرتی تھی تو حضرت علیؓ نے دھمکی دی تھی خط نکالو، ورنہ کپڑے اتار دیں گے۔ تب اس نے ڈر کر مینڈھیوں سے خط نکالا۔ یہ واقعہ تمام کتب تاریخ و سیر میں موجود ہے اور حضورؐ نے اسے پسند فرمایا۔ حدیث تقریری ہوئی۔

س ۸۹۱: سیرت فاروقؓ ص ۳۷ پر حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ "کل جو میں نے بولا تھا وہ صحیح نہ تھا۔۔۔ الخ۔ کیا عمرؓ نے عہد اجموت بولا یا تقیہ کیا تھا؟

ج۔ دونوں باتیں شیعوں کو مبارک ہوں جو ان کا فرض منصبی ہیں اب خود ان کی تحریر سے پتہ چلا کہ جھوٹ اور تقیہ ایک جیسے ہیں اور کسی شخص کو الزام کسی ایک سے بھی دیا جاسکتا ہے۔ یہ قول اپنی ایک رائے اور سوچ کا پہلی رائے کے خلاف بتانا ہے اور مدبر و دانش ور لوگ صواب سے مہول ترین کی تلاش میں عمدہ رائے پا کر پہلی رائے ہی کو ختم کرتے ہیں سنت نبویؐ تک میں اس کی مثال موجود ہے جب سلمان حدیبیہ کے موقع پر عمرہ سے روک دیئے گئے اور قربانی کے جانور ذبح کر کے احرام کھولنا شاق گزرتا تھا تب حضورؐ نے فرمایا:-

ولو استقبلت ما استند بربت ما سقت جورائے بعد میں ہوئی اگر پہلے ہی آجاتی تو میں الہدی۔ (صحیحین) قربانی کا جانور ساتھ نہ لانا۔

اور قرآن شریف میں: "تم کہو اگر میں آئندہ (غیب) کی بات جان لیتا تو یقیناً بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ چھوٹی" (اعراف ع ۲۳)

س ۸۹۲: عدالت عمرؓ کے تحت شبلی نے ابو شحمہ کا واقعہ کیوں ذکر نہ کیا؟

ج۔ کچھ مورخین اسے درست نہیں جانتے چنانچہ ابن الجوزی نے سیرت العہد میں اسے غیر صحیح کہا ہے۔ کچھ زہد و استقامت بناتے ہیں جیسے ابن ابی الحدید شیعہ معتزل نے نہج البلاغہ کی شرح میں حضرت عمرؓ کے حالات میں لکھا ہے۔

تاریخ اسلام ندوی ص ۱ پر ہے: "اپنے بیٹے ابو شحمہ کو شراب پینے کے جرم میں اسی (۸۰) کوڑے مارے۔ اس کے چند دنوں کے بعد وہ قضا کر گئے۔ (کتاب الخراج ص ۶۷) حد میں مضروب مر بھی جائے تو ضارب پرتاوان نہیں۔ (مشکوٰۃ)۔

س ۸۹۳: اسلامی شریعت میں شراب کب حرام کی گئی؟

ج: ۲۷ میں۔ (تاریخ اسلام ندوی ص ۶)

س ۸۹۴: حضرت عمرؓ نے اپنے فرزند کو کس جرم میں ہلاک کیا؟

ج: بعض مورخین کے نزدیک شراب نوشی کی شرعی حد ۸۰، ڈرے لگائی تو اسی سے وہ بیمار ہو کر چند دن بعد انتقال کر گئے۔ عہد اہلکت کا ارادہ نہ تھا۔ بحکم قرآنی، اقرب ترین پر بھی حد جاری کر کے عدل و انصاف کا ریکارڈ قائم کیا۔ اولاد کا گناہ باپ کی شان نہیں گھٹاتا جب کہ محدود پاک ہو جاتا ہے۔

س ۸۹۵: حضرت شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفا میں عمرؓ کی طرف ان گنت غلطیاں منسوب

کی ہیں۔ کیا قلت علم کی وجہ سے ہوئیں یا کسی اور وجہ سے؟

ج: بات کا بتنگڑ ہے۔ حوالہ مہول ہے۔ ہم نے ازالۃ الخفا عربی و فارسی کا حضرت عمرؓ کے متعلق سارا طویل باب پڑھا۔ قضا یا حد، وراثت، قصاص، علم تصوف، فقہ و قانون میں لاتعداد مسائل اور جزئیات جمع کی گئی ہیں۔ کسی کو بھی غلط نہیں کہا۔ اسی مطالعہ کے دوران یہ دلچسپ کرامت ملی کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ کو خواب میں حضورؐ نے یکے بعد دیگرے تین کھجوریں دیں جو بڑی لذیذ تھیں۔ صبح کو حضرت عمرؓ کے پیچھے آکر نماز پڑھی۔ اس سے پہلے کہ حضرت علیؓ

عمرؓ کو اپنا خواب سناتے۔ ایک خاتون کھجوروں کا تھال لائیں۔ حضرت عمرؓ نے نمازیوں کو تقسیم کیں اور تین حضرت علیؓ کو دیں بڑی لذت تھیں حضرت علیؓ نے زیادہ خواہش کی تو حضرت عمرؓ نے مسکرا کر فرمایا اگر رسول خداؐ کو آج رات زیادہ دیتے تو میں بھی دیتا۔ (ازالۃ الخفاء مقصد دوم)

س ۸۹۶: مہربانہ ہنسنے کی ممانعت کے بارے میں ایک عورت نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ خلیفہ ہو کر قرآن سے ناواقف ہے تو عمرؓ نے جواب دیا۔ عمرؓ سے سب کا علم زیادہ ہے کیا یہ کسر نفسی تھی یا حقیقت؟

ج: دروغ گوئی آپ پر ختم ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ مہر کی ممانعت نہ کر رہے تھے۔ گرانی مہر کے خلاف تقریر کر رہے تھے۔ ایک عورت نے اٹھ کر کہا۔ خدا تو فرماتا ہے واثبتہم احداہن قنطارا۔ کہ تم نے کسی بیوی کو ایک ڈھیر خزانہ مہر دیا ہو، تو ان سے کچھ نہ لو۔ حضرت عمرؓ نے اس عورت کی جرات اور قرآن دانی کی قدروں کو نش کرتے ہوئے کہا کہ ایک عورت بھی قرآن کا علم زیادہ جانتی ہے۔ یہ کسر نفسی ہے۔ اور دوسروں کو قرآن فہمی پر اُبھارنا ہے ورنہ حقیقت تو وہ تھی جو صحابہ کرامؓ بیان کرتے ہیں۔

۱۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں اگر عمرؓ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور زمین کے تمام لوگوں کا علم دوسرے پلڑے میں۔ تو یقیناً عمرؓ کا علم ان کے علم سے بڑھ جائے گا۔ لوگ سمجھتے تھے کہ علم کے ۹/۱ حصے عمرؓ کی وفات سے رخصت ہو گئے۔ (طبرانی فی الکبیر والحاکم)

۲۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے کہ سب لوگوں کا علم عمرؓ کی گود میں پڑا ہوا تھا۔

۳۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ پٹنگی اور عزم میں ہوشیاری اور علم میں اور بہادری میں حضرت عمرؓ کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ (طیوریات، تاریخ الخلفاء ص ۹۵)

سب سے آخری بات یہ ہے کہ اس خاتون کا حضرت عمرؓ سے مناقشہ بے محل تھا۔ کیونکہ آپ زیادتی مہر کو معاشرہ کے لیے نقصان دہ خیال کر کے کم کرنا اور قانون بنانا چاہتے تھے۔ نفس جواز کے منکر نہ تھے۔ جو قرآن میں مذکور اتفاقی صورت سے عورت بتانا چاہتی تھی۔

خوٹ: س ۸۹۷ سے ۹۱۹ تک غیر مسلموں کی عبارات سے حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل پر بے سرو پا خیالی استدلالات کیے ہیں۔ جھوٹے مذہب کے لیے محنت تو واقعی قابل

داد ہے۔ مگر جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ کامصداقی نتیجہ صفر اور ناکامی ہے۔ مجاہد اسلاموں کی کتاب قرآن شریف میں ان اماموں کا یا ان کی جعلی خلافت و امامت کا ایک لفظ تک نہ ہو، تو غیر مسلموں سے امداد وہی لے گا جو خود انہی کا نمائندہ ہو اور ان کے مذہب میں ترمیم کر کے "مجموعہ معجون مرکب" اسلام کے لیبل سے تیار کر دکھائے۔ شیعہ مذہب کے سب عقائد و اعمال تمام ادیان باطلہ وغیرہ سے لے کر مرتب کیے گئے ہیں۔

س ۸۹۸: بائبل میں ایلیا سے مراد کون ہے؟

ج: اللہ کی ذات مراد ہے۔

س ۸۹۹: اے نوٹ بک آف اولڈ..... آف بائبل ج ۱ میں لکھا ہے کہ لفظ ایلیا یا ایلی اللہ کے معنی میں استعمال نہیں کیا جاتا۔ بلکہ مستقبل کی یا آخری وقت کی کوئی ایلیا ایلی نامی ہستی مراد ہے۔

ج: جب بائبل خود مرفق تو اس پر کسی کے نوٹ بک کیا حجت ہو سکتے ہیں۔ قرآن شریف میں عبرانی لفظ "اسرائیل" بارہا استعمال ہوا ہے۔ تمام مفسرین اسلام اسے یعقوب علیہ السلام کا لقب قرار دے کر اسے معنی بندہ اور ایل بمعنی اللہ۔ یعنی "اللہ کا بندہ" ترجمہ کرتے ہیں۔ ایلیا اور ایل اس کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ حضرت علیؓ مراد نہیں ہیں۔

حضرات خلفائے ثلاثہ کے خلفائے نبی آخر الزمان ہونے پر خود قرآن شاہد ہے۔

محمد اللہ کے رسول ہیں آپ کے ساتھی کافروں پر سخت آپس میں مہربان ہیں..... ان کی یہ صفت تورات میں اور انجیل میں ہے۔ جیسے کہیتی اپنا پودا نکالے۔ پھر اسے مضبوط کرے پھر وہ موٹا ہو جائے اور ٹہنی پر کھڑا ہو جائے۔ کسانوں کو اچھا لگتا ہے تاکہ خدا کافروں کو ان صحابہؓ کے ذریعے جلائے۔ (پ ۲۶ ع ۱۲) یہ خلفائے ثلاثہ کی شوکت و قوت اور فتوحات کی ہی بحوالہ بائبل ترجمانی ہے۔

س ۸۹۹: کرشن مہاراج کی دُعا سے استدلال۔ (رسالہ کرشن بنتی)

تجھے اس کا واسطہ جو اہلی ہے جو سنار کے سب سے بڑے مندریں کا لے پھر کے نزدیک اپنا چمکار دکھائے گا تو میری بنتی سن..... الخ۔

رج: کرشن مہاراج تو کافر ہو کر خدا کو پکارے اور اس سے دُعا مانگے مگر آج کاشیہ علی، سب پکارو دُعا حضرت علیؑ سے کرے؟ یہ کرشن ۵ ہزار برس پہلے ہو گزرا ہے اور سونات کے بڑے مندر میں پوجے جانے والے اہلی بت کے واسطے سے دُعا مانگتا ہے جب کہ بیت اللہ ابھی آباد نہ ہوا تھا۔ کیونکہ اسے تو آج سے ۳۵۰۰ برس پہلے حضرت ابراہیم واسمعیل علیہما السلام نے آباد کیا اور وہ مندر نہیں کہلاتا۔ کعبۃ اللہ اور بیت اللہ کہلاتا ہے۔ اسے بت خانہ تو حال کے بعض ہندی شاعروں نے اس لیے کہا کہ عہد نبوت سے کچھ پہلے اس میں اپنے خیال میں نیک بزرگوں کی یادگاریں اور بت بنا کر رکھ دیئے گئے تھے۔ اصلی بت کو علیؑ بنالینا اور اسے باعث تکوین ارض و سما قرار دینا "ہلی کو خواب میں چھپڑے نظر آنے والی" بات ہے۔ ہندو پیشوا اپنے خیال کے کسی بزرگ کو باعث تکوین کائنات قرار دیتا اور دُعا مانگتے ہیں۔

س ۹: پھر کرشن جی کس پیارے کے پیارے کے نام کی قسم پکار رہے ہیں۔ اصلی یہ نام حضرت علیؑ کا ہے یا خلفائے ثلاثہ میں سے کسی کا؟

رج: یہ ہندوؤں کا پیشوا کیا نبی تھا کہ اسے بذریعہ وحی ہزاروں سال قبل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؑ کے خدا کے پیارے ہونے کی اطلاع دی گئی؟ اگر نبی نہیں تھا تو اسے اسلامی شخصیات کا علم کیسے ہوا؟ اور اس کی بات کتنی معتبر ہے جو بغیر کسی صراحت کے محض آخری لفظی دیکھ کر اہلی بت کو علیؑ بنالینا اور اسے پیاروں کا پیارا کہہ کر اپنا مطلب نکال لیا۔ خوش فہمی یا بد دینامتی کی انتہا ہو گئی ہے۔

س ۱۰: دنیا کے سب سے بڑے عبادت خانے میں کالے پتھر کے نزدیک کس کی

پیدائش ہوئی؟

رج: شیعہ مشہور کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ کی ہوئی مگر تاہنوز ۱۹۸۴ء ہم نے کسی معتبر تاریخ میں یہ نہیں پڑھا دیکھا پھر یہ اشکال سے خالی نہیں ہے۔ شیعہ کعبہ کو بت خانہ اور مندر کہہ رہے ہیں۔ کیا آپ کی والدہ کسی بت کی نذر و منت میں بچہ جنم دینے وہاں چلی گئیں؟

یا اگر وہ اسے محترم پاکیزہ بیت اللہ اور مقدس کعبہ مانتی تھیں تو کیا عقل کسی بھی دلے میں گوارا کر سکتی ہے کہ کوئی خاتون مجمع سے بھرے رہنے والے اس مقدس گھر میں بچہ جنم چلی

جانے اور نفاس کی گندگی سے اسے طوث کرے اور اسے موجود لوگوں سے شرم و حجاب بھی نہ آئے آخر کعبۃ اللہ مقام طواف اور عبادت خانہ تھا، زچہ بچہ کا سنٹر تو نہ تھا؟

س ۹:۲: حضورؐ نے روز خیر یہ کس کے حق میں فرمایا "کل میں علم ایسے مرد کو دوں گا جو کار غیر فرار خدا اور رسولؐ کا محب و محبوب ہوگا۔ اللہ اس کے ہاتھ پر فتح کرے گا۔"

رج: حضرت علیؑ کے حق میں شکر ہے کہ آپ کے جھوٹے دلائل کے انبار سے ایک سچا موتی بھی نکل آیا۔ محترم یہ دعائے نبوت کا نتیجہ تھا اور اعجاز رسالت تھا۔ امامت کا کرشمہ نہ تھا۔ ورنہ اپنے عہد امامت میں کیوں ایک گز زمین بھی فتح نہ ہوئی۔ کاشش آپ رسولؐ خدا کا بھی کوئی کارنامہ تو تسلیم کرتے۔

س ۹:۳: کتاب ناگرساگر میں لفظ "ایلا" ہے۔ اس کا مطلب ہے بڑے اونچے درج والا اور اہل۔ اہلی یا آلی بھی اسی سے نکلا ہے جسے عربی میں کہتے ہیں۔ اعلیٰ، عالی، علی تعالیٰ۔ جواب دیں کہ لفظ ایلا کی یہ تشریح کیا ثابت نہیں کرتی کہ کرشن مہاراج نے اپنی فریادیں حضرت علیؑ سے مدد کی درخواست کی ہے؟

رج: اس سے ایلا بمعنی اللہ کے اعلیٰ، عالی اور بزرگ ہونے کی تائید ہوئی اور یہ خدا کے نام ہیں خواہ مخواہ مشرکانہ ذہنیت سے اللہ کے بجائے علیؑ کو اولینا سخن سازی ہے۔

س ۹:۴: جب حق غیر مسلموں کے قلم و زبان سے جاری ہوا تو مسلمان "یا علی مدد" پر کیوں معترض ہیں؟

رج: کیونکہ قرآن شریف نے ایلا کے نستعین فرما کر منع کر دیا اور فالنصرنا علی القوم الکافرین۔ (اے اللہ کافروں پر ہمیں مدد نصیب فرما) کی تعلیم دی۔

تعجب ہے کہ کرشن مہاراج پہلے خدا سے دُعا مانگ رہے تھے۔ اب علیؑ سے مانگنے لگے کیا شیعہ کرشن جی کے مذہب پر مشرک اور ہندو ہیں؟

پھر حق یہی مشرکانہ لغو ہے جو غیر مسلم لگاتے ہیں؟ مگر لا الہ الا اللہ اور مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللہ کا کلمہ حق پڑھ کر مسلمان نہیں ہوتے شیعو! تمہارا غلو اور بے عقیدہ تمہیں کافروں سے ملا چکا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

سکھ، یہودی اور عیسائی - ہندو شیعہ بھائی بھائی

س ۹۰۵: قدیم عبرانی زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام کی یہ دعا درج ہے:

اس ذات گرامی کی اطاعت کرنا واجب ہے جس کا نام "ایلی" ہے جسے حدار کہتے ہیں جو بے کسوں کا سہارا، شیر ببر اور کعبہ میں پیدا ہونے والا ہے کیا اس کا مصداق حضرت علیؑ کے سوا کوئی اور ہے؟

ج: حوالہ ناقص ہے بصورت تسلیم خدا کی ذات مراد ہے جس کی حمد و مناجات سے زبور بھری پڑی ہے۔ وہی بے کسوں کا سہارا ہے اور قوت میں اسے شیر سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ سمجھانے کے لیے غیر محسوس و اعلیٰ کی محسوس و ادنیٰ سے تشبیہ درست ہے۔ وہی حدار (طاقور) ہے اور خانہ کعبہ سے اس کی توحید کا ظہور ہونے والا تھا۔ اگر حضرت علیؑ مراد ہوں تو پھر سوال ہو گا کیا حضرت داؤد علیہ السلام علیؑ کو خدا مانتے ہیں یا اپنا رسول مانتے تھے جو اس ذات گرامی کی اطاعت اپنے لیے واجب جانتے تھے؟ معلوم ہوا شیعوں نے دعا میں تحریف کر دی ہے۔

س ۹۰۶: اس ایلی کا دامن پھوٹنا اور فرمانبرداری میں رہنا ہر شخص پر فرض ہے۔ (فرمان داؤد علیہ السلام)

ج: وہی پہلی بات ہے۔ پہلا جواب کافی ہے کہ خدا کی ذات مراد ہے۔

س ۹۰۷: میری جان اور میرے جسم کا تو ایک وہی سہارا ہے۔ (دعا داؤد)

ج: خدا کی ذات مراد ہے۔ قرآن میں ہے: اِنَّهٗ اَوَّابٌ، کہ داؤد خدا کی طرف بہت رجوع کرتے تھے۔ (ص)

اور سورت انبیاء میں ہے کہ (ابراہیم، نوح، داؤد، سلیمان، ایوب، ذوالکفل، ادریس

یونس، یحییٰ علیہم السلام)

اِنَّهُمْ كَانُوْا اِیْسًا رِّعُوْنَ فِی الْخَبِرَاتِ وَیَدْعُوْنَ نَارَ غَیْبًا وَرَکْهًا وَكَانُوْا نَاسًا خٰشِعِیْنَ۔ (پک ۷)

کہ سب انبیاء دوڑ دوڑ کر نیکیاں کرتے اور شوق و ڈر کے ساتھ دعائیں ہم سے ہی مانگتے تھے اور ہمارے ہی آگے جھکتے تھے۔

اہل سنت نے تو قرآن پر اور حضرت داؤد کے عمل توحید پر کان دھر لیا ہے۔

س ۹۰۸، ۹۰۹: یہی نص قطعی سے دفع ہو گئے۔ کیونکہ حضرت داؤدؑ یہ شرک نہ کرتے تھے کہ شیعوں کی طرح حضرت علیؑ کو اولیٰ بالتصرف مانیں اور نہ حضرت علیؑ انبیاء کرام سے افضل ہیں کیونکہ علیؑ کو افضل الانبیاء یا اولیٰ بالتصرف (شریک خدا) ماننے کی مشرکانہ تعلیم کسی پیغمبر نے نہیں دی۔ خدا کا ارشاد ہے:

وَلَا یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَتَّخِذُوْا الْمَلَائِکَۃَ وَالنَّبِیِّیْنَ اَرْبَابًا۔ اَیْاً مُّسْرُکُمْ بِیَغْمِرُوْنَ کُوْا بِیْنِیْ وَبَیْنَهُمْ رَوَافِدٌ شٰکِلٌ کَیْنِیْ وَکَیْنِیْ بِالْکُفْرِ.... الخ (پک ۱۶ ع) وہ تمہیں کفر کا حکم دے گا؟

س ۹۱۰: یہ بھی جھوٹا ثابت ہوا۔ کیونکہ ولایت علیؑ کا تذکرہ (کتب شیعہ کے سوا) کسی بھی دین و شریعت میں نہیں ہے۔ شیعوں نے غلو سے یہ عقیدہ بنایا اور دیگر مذاہب کی کتابوں سے بھی جھوٹے حوالے بنائے گئے۔

س ۹۱۱: مہاتما بدھ کی دعا (بدھ یوگیا) سے استدلال:

اے پیاروں کے پیارے! اے ایلیا! اے سب پر غالب آنے والے آپنا جلوہ دکھا، میری دستگیری کر، اے پر آتما کے شیر دنیا کی لومڑیاں مجھے کھانا چاہتی ہیں تجھے اسکی قسم جس کا تو دوست و بازو ہے، تجھے اس کی قسم جس کی شکتی تیرے اندر ہے۔ میری مشکل کشائی کر کہ تیرا وعدہ ہے کہ مصیبت پر پہنچوں گا۔ اب امداد کا وقت ہے آجلدی آ ورنہ میں برباد ہو جاؤں گا۔ تیرا نام وہ ہے جو پر آتما کا ہے۔ (بدھ گیان سنگھ)

ج: اس میں کوئی مراحت حضرت علیؑ کی یا آپ کے کمالات کی نہیں ہے بریکٹ میں ایسے الفاظ کا اضافہ اپنے شیعہ ذہن کا عکس ہے۔ قائل کی مراد نہیں ہے معمولی فرق سے یہ سب خدا کی صفات ہیں۔ بدھ صاحب خدا کو ہی پکار رہے ہیں۔ ورنہ سوال یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے بدھ سے کب اور کہاں وعدہ کیا تھا کہ میں تیری مصیبت پر امداد کروں گا۔ خلافت کے غصب پر اپنی امداد نہ کر سکے۔ مذک چھین جانے پر خاتون جنت کی امداد نہ کر سکے حضرت حسینؑ کی مصیبت عظمیٰ پر اپنی اولاد مظلوم کی کچھ امداد نہ کی۔ اب جنگ کے

ہے کہ حضرت عیسیٰ کے دور میں شام و بیت المقدس کی زمین فتح ہوئی اور اہل کتاب نے ضلیفہ کو غور بلا کر انہی صفات میں دیکھا جو ان کی کتب میں لکھی تھیں اور بلا جنگ چابیاں آپ کے حوالے کر دیں۔ وہ ہمیشہ مسلمانوں کا ملک رہے گا۔ یہودی قبضہ و فتنہ عارضی ہے یہ خود کتب شیعہ میں یہ پیشین گوئی موجود ہے۔ حضرت رسول خدا نے قریشیوں کو کہا تم کو حکم دیتا ہوں بت پرستی چھوڑ دو اور میری بات مانو۔ جس کی طرف تم کو بلاتا ہوں تاکہ تم عرب کے بادشاہ بن جاؤ اور عجم کے لوگ تمہارے محکوم ہو جائیں اور بہشت میں بھی تم کو بادشاہی ملے گی۔ (حیات القلوب ص ۲۶۵) یہ یقینی اور متفقہ بات ہے کہ عربوں نے بت پرستی چھوڑی۔ توحید قبول کی۔ فرمان رسول سچا نکلا وہ عرب و عجم کے وارث اور بادشاہ بنے اور عنتی بھی ضرور ہوئے۔ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی و معاویہ رضی اللہ عنہم کی حقانیت و خلافت پر واضح دلیل ہے۔

س ۹۱۳: کا جھوٹا ہونا سابق تفصیل سے اظہر من الشمس ہو گیا۔

اب موصوف انگریز مورخین سے خلافتِ علوی پر استدعا طلب کرتے ہیں۔

س ۹۱۴: لائف آف محمد اینڈ ہنر سیکسز میں ہے کہ خلافت کے سب سے زیادہ امیدوار علیؑ تھے جن کا سب سے زیادہ فطری حق تھا۔

ج: غیر مسلم کی یہ بات تو اٹا طعن پیدا کرتی ہے کیونکہ کسی عہدہ کی امید و لالچ آج بھی اچھی نہیں سمجھی جاتی اور فرمانِ نبوی ہے: "کہ ہم ان کو امیر بناتے ہی نہیں جو امیدوار ہوں۔"۔۔۔ "فطری حق دار ترین" کہنا ایک دنیا داری ہے ورنہ خود حضورؐ نے اس حق سے آپ کو کیوں محروم رکھا کہ نہ مصلیٰ پر کھڑا کیا نہ آپ کی پیروی کا مسلمانوں کو علم دیا۔

س ۹۱۵: مسٹر جان ڈیویٹ پورٹ کے خطبہ غدیر سے استدلال۔

ج: خطبہ غدیر کے الفاظ و مضمون، ثقہ مسلمانوں کی روایت سے اگر ملیں تو مستند و قابل اعتبار ہوں گے ورنہ ایک کافر کی نقل اور پھر تحریف مسلمانوں پر کیا حجت ہو سکتی ہے؟ اس خطبہ کا حامل حضرت علیؑ سے طعن رفع کرنا، اپنا محبوب اور مسلمانوں کا محبوب کہنا اور پھر مسلمانوں کا مبارک بادی دینا ہے جو عہد نبوت، عہد خلافت اور تا سہوڑ و قیامت حضرت علیؑ کا

”میرے پیارے تو سب کچھ ہے اور میں تیرے بغیر کچھ بھی نہیں تو سب کچھ دیکھ رہا ہے
سب حال تیرے سامنے ہے میری تکلیفوں کا تجھے علم ہے تو ہی ان کو دُور کر سکتا ہے“
کیونکہ خدا و رسول کی تعلیم سے ہی ایک سچا مسلمان ۱۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ
واللہ کی طاقت و امداد کے بغیر ہم کچھ نہیں) ۲۔ الا کنا علیکم شہوداً اذ
تفیضون فیہ (تم کسی بھی کام میں ہو ہم تمہارا حال دیکھتے ہیں) ۳۔ هو السميع
البصیر (وہی ہر ایک کی سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے)۔ ۴۔ اللہ
يَنْجِيْكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ۔ (اللہ ہی
تم کو مصیبت سے اور ہر دکھ سے چھڑاتا ہے پھر تم شرک کرنے لگتے ہو)۔ پڑھتا ہے۔
وَلَمَّا كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ
اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ
الصَّالِحُونَ۔ (پس، الانبیاء)

موجودہ زبور ۳۷ بابیل عہد نامہ قدیم مطبوعہ لدھیانہ ۹۹۱ پر ہے:

”لیکن دے جو خدا کے منتظر ہیں زمین کو میراث میں لیں گے لیکن وہ جو علیم ہیں زمین کے وارث ہوں گے جن پر اس کی برکت ہے زمین کے وارث ہوں گے۔“ تاریخ شاہد

کا عہدہ رہا اور رہے گا۔ اسے خلافت سے ذرا تعلق نہیں جو صرف ۱۱ م سے ۲۰ م تک شیعوں کو مطلوب ہے اور حضرت علیؑ نے اپنی خلافت پر کسی تاریخ اور حدیث صحیح کی روشنی میں۔ اس خطبہ سے استدلال نہیں کیا نہ لوگوں کی اطاعت پیغمبر اور فاداری پر شک کیا۔ اب غیر مسلموں کی امداد سے یہ پروپیگنڈہ ”مدعی سست گواہ چست“ کا کردار ادا کرنا ہے۔

س ۹۱۶: سپرٹ آف اسلام میں خطبہ غدیر سے حضرت علیؑ کی ولی عہدی پر استدلال ظنی ہے۔ اس کے جواب میں سابق تقریر کافی ہے۔

س ۹۱۷: سپرٹ آف اسلام کے مصنف سٹیڈ لٹ کی رائے یہ ہے: اگر تحت نشینی کا اصول جناب علیؑ کے موافق ابتداء سے تسلیم کر لیا جاتا تو وہ برباد کن جھگڑے نہ ہوتے جنہوں نے اسلام کو مسلمانوں کے خون میں غوطہ دیا۔ جوابی تبصرہ کریں۔

ج: عقلاً اور نقلاً بالکل غلط بات ہے۔ خلفاء ثلاثہ کے انتخاب پر اور عہد حکومت میں کوئی جھگڑا اور خونریزی ہوئی ہی نہیں۔ حضرت علیؑ کے دور میں قاتلین عثمان کی سازش سے سب کچھ ہوا۔ شیعہ جب تمام مسلمانوں کو حضرت علیؑ کا ماسد و دشمن مانتے ہیں؟ تو بالفرض حضرت علیؑ برسر اقتدار آہی جاتے تو کیا ضمانت ہے کہ مسلمانوں پر لشکر کشی نہ کرتے یا ان کا مخالفت کوئی نہ اٹھتا؟ دہم یہ شیعہ اصول سے انگریز مورخ کا خیال غلط ثابت کر رہے ہیں۔ درہ سنی اصول اور صحابہ کرامؓ کا مومنانہ کردار و سلوک حضرت علیؑ کی حکومت کو بھی اسی طرح کامیاب بنانا جیسے خلفاء ثلاثہ کے زیریں دور کو کامیاب کر چکا۔

س ۹۱۸: جنرل ہسٹری از فریزر ٹیلر ۲۲۹ پر ہے:

”حضرت محمدؐ نے اپنے داماد علیؑ کو اپنا ولی عہد بنایا تھا مگر آپ کے خسر ابو بکرؓ نے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر خلافت پر قبضہ کر لیا۔ کیا شیعوں نے اسے رشوت دی تھی؟“

ج: بھو اس محض اور بالکل خلاف عقل و نقل ہے مسلمانوں کی متضاد آراء کو معلوم کر چکنے کے بعد دشمن بغیر رشوت ایسے بھی اپنی لگائی بجھائی سے مسلمانوں کو لڑانا چاہتا ہے۔ خصوصاً جب کہ خلفاء ثلاثہؓ نے ان کے رومی ممالک فتح کر کے اسلامی قلمرو میں داخل کر دیئے تو انہوں نے ان کے خلاف غصہ نکالا مگر غضب اور تعجب تو یہ ہے کہ شیعہ نے ان کی بات مان لی اور خدا و رسولؐ

اور ۱۰۰ بڑے مسلمانوں کی بات رد کر دی۔

س ۹۱۹: ہسٹری از فریزر ٹیلر، عروج و زوال سلطنت روم کے مشہور پر لکھتے ہیں: ”اگر علیؑ جو مستحق خلافت تھے بعد از رسول مقرر کر دیئے جاتے تو اسلام اپنے خون میں نہ نہاتا۔“

ج: محض دہم و خیال ہے۔ تردید سوال ۹۱۷ میں ہو چکی ہے۔ کتاب کا نام ہی بتاتا ہے کہ فاتح روم مسلمانوں کے خلاف بغض و عناد سے جل کر لکھی ہے۔ لہذا ان کی کوئی بات مسلمانوں پر رحمت نہیں ہو سکتی۔ مناسب ہے کہ دشمن کی گواہی سے خلفاء راشدینؓ کی عظمت بتائی جائے۔

خلفاء ثلاثہ کو غیر مسلموں کا خراج تحسین

عیسائی فاضل گادفری ہینکس اپنی کتاب ”ایالوجی فرام محمدؐ“ میں لکھتا ہے:

۱۔ بخلاف محمدؐ کے اول مریدوں کے کہ بجز اس کے غلام کے سب لوگ بڑے ذی وجاہت تھے اور جب وہ خلیفہ اور افسر فوج اسلام مقرر ہوئے تو اس زمانہ میں جو کچھ انہوں نے کام کیا، ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان میں اول درجہ کی لیاقتیں تھیں اور غالباً ایسے نہ تھے کہ باسانی دھوکہ کھا جاتے۔ الخ۔

یہ ذی وجاہت مریدان اول خلفاء ثلاثہ کو ہی خراج تحسین پیش کیا جا رہا ہے۔

۲۔ مشہور انگریز مورخ گبن نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے:

”کہ پہلے چاروں خلیفوں کے اطوار یکساں اور ضرب المثل تھے اور ان کی سرگرمی اور دلچسپی اخلاص کے ساتھ تھی اور ثروت و اختیار پاکر بھی انہوں نے اپنی عمریں ادائے فرائض اخلاقی و مذہبی میں صرف کیں۔ پس یہی لوگ محمدؐ کے ابتدائی جلسہ میں شریک تھے جو بیشتر اس سبب اس نے اقتدار حاصل کیا یعنی تلوار بکڑی اس کے جانب دار ہو گئے۔ یعنی ایسے وقت میں کہ وہ ہدف آزار ہوا اور جان بچا کر اپنے ملک سے چلا گیا۔ اور ان کے اول ہی اول تبدیل مذہب کرنے سے ان کی سچائی ثابت ہوتی ہے اور دنیا کی سلطنتوں کو فتح کرنے سے ان کی لیاقت کی قوت معلوم ہوتی ہے۔“

ایک غیر مسلم تو خلفاء اربعہ کی صفات و کمالات سے اسلام کی سچائی ثابت کر رہا ہے مگر

مسلمانوں کا گھریلو دشمن ان کی کروڑا کشتی کر کے اسلام کو جھٹلاتا رہتا ہے۔

۳۔ سرولیم میور اپنی کتاب ”ازلی خلافت“ میں لکھتے ہیں:

”آخر دم تک ابوبکرؓ کے دل و دماغ کی صفائی اور طاقت کا مطلع مکرر نہ ہونے پایا“

ابوبکرؓ میں عزیمت اور استقلال کی کچھ کمی نہیں ہوتی تھی۔ اسامہؓ کے زیرِ کمان فوج روانہ کرنا اور مشرک قوموں کے برخلاف مدینے کو محفوظ رکھنا اور وہ بھی ایسی حالت میں کہ آپؐ تنہا تھے اور چاروں طرف گویا ایک کالی گھٹا چھا رہی تھی اس جرأت اور عزم کا شاہد ہے جو فتنہ و فساد کی آگ بجھانے میں اور زیادہ کارآمد ثابت ہوا۔ ابوبکرؓ کی قوت کا راز وہ ایمانِ راسخ تھا جو آپؐ حضرت محمدؐ پر لائے تھے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے غلیفہ خدمت کو میں رسولؐ خدا کا خلیفہ ہوں۔ آپؐ کو ہمیشہ یہی سوال مد نظر رہتا تھا کہ حضرت محمدؐ کا کیا حکم تھا یا اس وقت وہ ہوتے تو کیا کرتے۔ اس سوال کے جواب پر عمل کرتے وقت آپؐ سر مو تجاوڑ نہ کرتے تھے اور اس طرح پر آپؐ نے شرک اور بت پرستی کو پامال کر دیا اور اسلام کی بنیاد استوار قائم فرمائی آپؐ کا عہد مختصر تھا مگر رسول اللہؐ کے بعد اور کوئی ایسا نہیں ہوا جس کا اسلام کو ان سے زیادہ ممنون اور مرہون احسان ہونا چاہیے۔ ابوبکرؓ کے دل میں رسول اکرمؐ کا اعتقاد نہایت راسخ طور پر متمکن تھا اور یہی عقیدہ خود رسول اکرمؐ کے خلوص اور سچائی کی ایک زبردست شہادت ہے۔ الخ۔۔۔۔۔ یہی مورخ حضرت عمرؓ کے متعلق لکھتا ہے:

”رسول اللہؐ کے بعد سلطنتِ اسلام میں سب سے بڑے شخص عمرؓ تھے کیونکہ یہ انہی کی دلائل اور استقلال کا ثمرہ تھا کہ ان دس سال کے عرصے میں شام اور مصر اور فارس کے علاقے جن پر اس وقت سے اسلام کا قبضہ آ رہا ہے تسخیر ہو گئے۔۔۔۔۔ آپؐ نے ہی جنگ بدر کے فائدہ پر یہ صلاح دی تھی کہ تمام قیدیوں کو تہ تیغ کیا جائے لیکن عمرؓ اور حبشہ نے ان کے مزاج کی تندہی اور درشتی کو مبدل بہ حلم کر دیا تھا۔ عدل و انصاف ان میں بحد کمال تھا۔ فوج کے سرداروں اور گورنروں کا انتخاب آپؐ نے بلا رُود و رعایت کیا اور مغیرہؓ و عمارؓ کو چھوڑ کر سب کا تقریر نہایت مناسب اور موزوں ہوا۔ یہ تین متعصب مگر ذی علم عیسائی مورخوں کے حوالہ جات کا خلاصہ ہم نے آیاتِ بیانات از مولانا نواب مہدی علی خاں سے لیا ہے۔ (بحوالہ مباحثہ مکیہ اہل سنت)

س ۹۲۰: مذہب صحیح وہی ہو سکتا ہے جس میں نیک و بد کا امتیاز ہو، مگر مذہبِ نبیہ میں صحابہؓ پر تنقید کی پابندی ہے تو یہ عقلاً قابلِ قبول نہیں۔

ج: نیک و بد کا امتیاز یہاں موجود ہے کہ سب سے بڑی نیکی رسول خدا صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم پر ایمان اور آپؐ کی زیارت ہے۔ اس نیکی والا صحابی ہو کر اتنا بڑا درجہ پالیتا ہے کہ بعد کی کوئی ہستی یہ درجہ نہیں پاسکتی تو مذہبِ نبیہ کسی بعد والے کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ ان عظیم نیکیوں پر تنقید کرے جب یہ پابندی عام مسلمان کے حق میں ہے اپنے والدین، اساتذہ و مربی کے حق میں اخلاقاً بھی ہے تو بعد از انبیاؑ تمام لوگوں سے افضل صحابہؓ کرام کو یہ حق کیوں شرعاً حاصل نہ ہو کہ کوئی ان پر تنقید نہ کر سکے اور ان کا بد گو ذلیل و خوار ہو۔ ہاں شیعہ عقیدہ میں نیک و بد اور سابق و لاحق کا فرق نہیں ہے۔ وہ معاذ اللہ اپنے غیر صحابی اماموں کو سیدۃ النساءؑ سے بھی افضل کہتے ہیں بلکہ ان کو انبیاءؑ سے بھی بڑھا دیتے ہیں۔ برائے نام شیعہ کہلانے والے فاسقوں کو قطعی جنتی اور اولیاءِ کبارؑ سے بھی افضل مانتے ہیں اور محرم کے ماتمی کو سالِ بھر کے تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں سے پاک اعتقاد کرتے ہیں۔

س ۹۲۱: جب دین کا مشن حق و باطل میں تفریق ہے تو تنقید کے بغیر یہ فرق کیسے معلوم ہوگا؟

ج: کیا صحابہؓ کرامؓ کی غیبت و بد گوئی ان پر اہتمام بازی اور دشنام طرازی ہی حق و باطل میں فرق کرنے کا معیار ہے؟ بھوٹے صرف اصحابؓ محمدؐ ہی ہیں؟ (معاذ اللہ) اور سچے صرف دروغ گو بد عمل علانیہ فاسق و عیاش نام نہاد شیعیانِ علیؓ ہیں؟ کیا حق و باطل میں تفریق کا یہ مشن اپنے شیعوں میں بھی چلایا ہے؟ اور ان کا سچ بھوٹ بھی کبھی علیحدہ علیحدہ کیا ہے؟ اگر اپنی قوم کے بارے میں تمہاری زبانیں گنگ ہیں تو اصحابؓ محمدؓ کے بارے میں تمہاری تبرا باز زبانوں پر تالے ہم لگائیں گے۔ کاش کہ با اثر سنی مسلمان یہ فرض ادا کریں تو تبرائی فتنہ ختم ہو جائے۔

س ۹۲۲: سورت فاتحہ میں ہے ”سیدھی راہ پر چلا۔ مگر اہل اور مغضوب علیہم سے بچا“ جب نقد و جرح پر پابندی ہے تو صراطِ مستقیم کیسے متعین ہوگا؟

ج: باتفاق مفسرین ضالین سے مراد عیسائی ہیں جو عقیدت میں غالی ہو گئے اور حضرت عیسیٰؑ کو نورِ من نور اللہ، جزوِ خدا اور ابن اللہ اور خدائی صفات والا مان لیا۔ مغضوب علیہم سے

مراد باتفاق مفسرین یہودی ہیں جو دشمنی اور نفرت میں حد سے بڑھے ہوئے تھے کہ حضرت موسیٰ و عزرائیل کے حق میں تو مشرکانہ عقائد بنالیے مگر حضرت عیسیٰ کو نبی تو کجا حلال زادہ بھی تسلیم نہیں کیا۔ اب صراطِ مستقیم وہی ہوگا۔ جو رسولِ خدا اور صحابہ و اہل بیت کے متعلق افراط و تفریط سے پاک ہوگا۔ سب کو علی فرق المراتب نیک، حلال زادہ اور اپنا محبوب پیشوا جانے کا۔ اور صراطِ مستقیم مذہبِ اہل سنت ہی ہے۔ اس کے برخلاف یہود و نصاریٰ کی عادتیں رکھنے والا خارجی یا شیعہ صراطِ مستقیم سے محروم ہوگا اور یہ وضاحت خود علی المرتضیٰ نے خطبہ نبی البلاغہ سیہلک فی صفحان میں کر دی۔ دشمن کی مخالفت نہ گواہی اور گسے کی بنا برقریب صفائی کسی قانون میں معتبر نہیں ہے۔

س ۹۲۳: آپ صحابہ کرام پر تنقید کو صحبتِ پیغمبر پر اعتراض جانتے ہیں تو پھر آغوشِ رسول کی تربیت کا کیا مقام و درجہ ہوگا؟

ج: واقعی جیسے اولاد کی بدگوئی باپ کو دکھ دیتی ہے اسی طرح صحابہ پر تنقید رسولِ خدا کی مجلس و تربیت پر اعتراض ہے۔ ہم آغوشِ نبوت میں تربیت کو بھی بڑا اونچا مقام دیتے ہیں۔ سب صحابہ نے آپ کی آغوش میں ہی تربیت پائی اور وہی روحانی اولاد تھی تو ان پر طعن گویا براہِ راست ذاتِ نبوت پر طعن ہے۔ جو شیعوں کا مشن ہے۔

س ۹۲۴: قرآن کی وہ آیت بتائیں کہ ہر صحابی سے نیک گمان ضروری ہے۔

ج: اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ دایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچو! یقیناً کچھ گمان گناہ ہیں۔ کسی کے خفیہ عیب تلاش نہ کرو اور پیٹھ پیچھے کسی کی برائی نہ کرو۔) ۲۶ ہم بتا چکے ہیں جب بدظنی ممنوع اور بدگوئی حرام ہے تو نبی کا خلاف کرنا ضروری ہوتا ہے۔ تو صحابہ سے نیک گمان اور نیکیوں کا پرچار ضروری ہوا۔

س ۹۲۵: مخلصین صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل سے کتابِ خدا بھری ہوئی ہے۔ احادیث میں ان کے مناقب درج ہیں ہم شیعوں کا عقیدہ ہے جو اصحابِ صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مراتب کا انکار کرے۔ وہ موزیٰ خدا اور رسول ہے مردود اور احسان فراموش ہے پھر ہم پر اصحابِ دشمنی کا الزام کیوں لگایا جاتا ہے؟

ج: آپ کے والد مرحوم کو آفرین! اب ایک تو سچی اور مسلمانوں والی بات کہی، یہی کچھ ہم کہتے ہیں اور آپ سے کھلوانا چاہتے ہیں۔ اپنی بات کو مخلص مومن کی طرح سچ کر دکھائیے اور بدگوئی صحابہ میں سینکڑوں صفحات کا اپنا اور دیگر مؤلفین شیعہ کا لٹریچر دریا برد کرائیے۔ ورنہ یہ بات منافقت اور مکاری ہوگی آپ پر صحابہ دشمنی کا الزام اسی وجہ سے لگتا ہے کہ آپ لفظ مخلص کی آڑ میں صرف چار یا پانچ اصحاب علی کو بزعم خود اچھا جانتے، باقی سوا لاکھ سب اصحاب رسول کو بُرا بھلا کہتے اور لکھتے رہتے ہیں۔ جب ہم معلوم النفاق لوگوں کو صحابی مانتے ہی نہیں آپ کو بھی پورا پورا اختیار دیتے ہیں کہ دوستی و شیعہ معتبر مفسروں کی صراحت سے منافقوں کی فہرست الگ نکال لیں۔ باقی سب کو مخلص صحابہ مان کر مسلمانوں سے جنگ و جدال چھوڑ دیں مگر آپ ہماری معقول پیش کش کو ٹھکرا دیتے ہیں اور بدستور چند صحابہ کے علاوہ سب کی بدگوئی اور غیبت میں رطب اللسان رہتے ہیں تو ہم آپ پر صحابہ دشمنی کا الزام نہ لگائیں تو کیا کریں؟

س ۹۲۶: ہمارے خلاف الزام ہے کہ شیعوں کی کتابوں میں ہے کہ سولے تین چار اصحاب کے باقی سارے مرتد ہو گئے۔ وہ تمام روایات شیعہ اصول کے مطابق صحیح ثابت کی جائیں؟

ج: اخبارِ آحاد میں یہ مطالبہ صحت کیا جاتا ہے متواترہ میں نہیں۔ ارتداد والی روایات کو آپ کے فخر ترین علماء نے متواتر (لفظاً و معنیاً) کہا ہے۔ علامہ مامقانی تنقیح المقال ص ۲۱۶ میں کہتے ہیں:-

علی ان اخبارنا قد تواترت بانہ
ارتداد بعد النبی صلی اللہ علیہ
وسلم جمیع الناس بنقض البیعة
الاثلثة او اربعة او خمسة
علاوہ انہ ہم شیعوں کی روایات اس بات پر
متواتر ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد
حضرت علی کی بیعت نہ کرنے کی وجہ سے تین یا
چار یا پانچ صحابہ کے سوا باقی سب مرتد ہو گئے۔
(معاذ اللہ)

پھر آپ کا یہی عقیدہ بھی ہے کہ صرف چار صحابہ نے حضرت ابو بکر کی بیعت ناغوشی سے کی۔ یہ ارتداد سے بچ گئے اور باقی سب برضار و رغبت بیعت کرنے سے معاذ اللہ مرتد ہو گئے

احتجاج طبری ص ۳۱ میں ہے:-

ما من امة احد بايع
حضرت علیؑ اور ہمارے چار مخلص صحابیوں کے سوا
مکھا عنیر علی و
ایک بھی نہیں جس نے ابو بکرؓ کی بیعت خوشی سے
اربعتنا۔ نہ کی ہو۔

کافی باب قلة المؤمنين، باب التقيہ، رجال کشی، حیات القلوب، حق الیقین، بحار الانوار
وغیرہا۔ سب کتابوں میں یہ روایات ہیں۔ علماء شیعہ نے ان کو کبھی ضعیف یا غیر معتبر نہیں کہا بلکہ صحیح
کہا ہے تو ہم یہ الزام لگانے میں سچے ہیں کہ شیعہ تمام اصحابؓ رسولؐ کے دشمن ہیں۔ جن کو وہ
مومن کہتے ہیں وہ صحابی رسولؐ کی حیثیت سے نہیں بلکہ بعد ارتداد دوبارہ امامت علیؑ پر ایمان
لانے کی وجہ سے ان کو مومن و مسلمان جانتے ہیں۔ اور علیؑ کا شکار دانتے ہیں۔

س ۹۲۷: کیا ان کا مطلب بطور محاورہ، قلت کا اظہار نہ لیا جائے گا؟

ج: جب آپ کا عقیدہ ہی اس تعداد پر ہے تو محاورہ سے معنی اخذ نہ ہوگا۔ لفظ اپنے
لغوی معنی پر حقیقتہً وال ہوگا۔

س ۹۲۸: کیا شیعہ صحابہؓ سے بدگمانی ان کو محبوب رسولؐ اور دوست علیؑ سمجھ کر رکھتے
ہیں یا نافرمان رسولؐ اور دشمن امیر جان کر؟

ج: نصوص قطعہ کے مقابل یہ شیعوں کا گمان و اعتقاد حجت نہیں۔ دشمن اسلام و
خدا ابو بکرؓ بھی حضورؐ اور صحابہؓ سے دشمنی ان کو خدا اور دین ابراہیمؑ کا دشمن سمجھ کر رکھتا تھا، اور
اپنے عقیدہ کی حقانیت پر یقین کی وجہ سے ہی اس نے کعبہ شریف کا غلاف پر پھونکا اور وڑائی
سے یہ دعا کی تھی:

اللَّهُمَّ اِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ اے اللہ! اگر یہ پیغمبر تیری طرف سے سچا ہے
فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حَجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ اَوْ يُنَزِّلْ عَلَيْنَا لُعَابَ تَوْحِيدِمْ پر پتھر برسایا کوئی دردناک عذاب لے آ۔
الْبَيْتِ۔ (پ ۹، ع ۱۸)

نیز قرآن میں ایسے مخلص بد اعتقادوں کو مردود کہا گیا ہے:-

الَّذِينَ مَنَلْ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ
وہ لوگ جن کی کمائی دنیا کی زندگی میں برباد

الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ
ہو گئی اور وہ دل سے سمجھتے ہیں کہ وہ اچھے
حُسنًا۔ (پ ۳، ع ۳)

س ۹۲۹: کیا شیعوں نے رسولؐ و آل رسولؐ کی محبت معیار عقیدت بنا کر غلطی کی ہے؟
ج: حضرت رسولؐ سے شیعوں کی محبت؟ اس سے بڑا دنیا میں کوئی جھوٹ نہیں۔ ورنہ
ازواج مطہراتؓ رسولؐ اور بنات طاہراتؓ رسولؐ، خلفاء و اصحابؓ رسولؐ کو یہ نام نہاد شیعیان
علیؑ گالیاں نہ بکا کرتے۔ آل رسولؐ سے محبت کا دعویٰ ضرور ہے مگر معیار عقیدت سمجھنے میں
زبردست غلطی کی ہے۔ تمام اصحابؓ رسولؐ کو تو آل رسولؐ کا دشمن مان لیا۔ حالانکہ انہوں
نے اہل بیتؓ کو گود میں پالا، وظائف دیے، ہر لحاظ سے ناز برداری کی، ان کے خلاف انگلی
تک نہ ہلائی اور صحابہ کرامؓ کے دشمن ان مصری، کوئی، بصری سابیوں کو اشتراختی جیسے ان کے
لیڈروں کو محب آل رسولؐ مان لیا جنہوں نے اہل بیتؓ کے خون سے بلا واسطہ یا بلا واسطہ ہاتھ
رنجے، مسلسل نافرمانی کی اور اہل بیتؓ کو بدنام کر کے چھوڑا۔ شیعوں کی تاریخ کا ایک ایک ورق
گواہ ہے کہ انہوں نے اہل بیتؓ کشی اور صحابہؓ کی کردار کشی میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔
س ۹۳۰: ابو بکرؓ نے عامل صدقات نبویؐ مالک بن نویرہ کے قتل کا قصاص نہ لیا اور
مرتدوں کے خلاف جنگ کی شیعہ پر اعتراض کیوں؟

ج: یہاں ابو بکرؓ دشمنی اور بددیانتی سے طعن کیا گیا ہے۔ ورنہ مالک بن نویرہ نے حضورؐ کی
وفات پر غشی منائی اور کہا اچھا ہوا اس سے جان چھوٹ گئی اور جمع کردہ زکوٰۃ و صدقات اپنے
پاس رکھ لی۔ سچا ج نامی مرتدہ کے ساتھ ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہونے لگا۔ پھر عورت سے تو الگ
ہو گیا مگر حضرت خالد بن ولیدؓ سے مقابلہ ہو گیا۔ گرفتار ہوا تو بار بار یہ کہتا تھا تمہارے صاحب نے
یوں کہا، پیغمبرؐ کی نسبت اپنی طرف نہیں کرتا تھا۔ حضرت خالدؓ کو غصہ آیا کہ حضورؐ تمہارے کچھ نہیں
لگتے؟ اسی دوران حضرت ضرار بن الازور نے ان کو قتل کر دیا۔ کیونکہ یہ سب علامات و قرائن ارتداد
کی ہی تھیں مگر حضرت ابو قتادہؓ کو یہ قتل اس لیے ناپسند آیا کہ ان کے خیال میں مالک کی سبستی سے
اذان کی آواز آئی تھی جب کہ دیگر صحابہؓ نے اس کی نفی کی جب حضرت ابو قتادہؓ نے حضرت
صدیق اکبرؓ کو ماکر شکایت کی تو آپؐ نے ڈانٹا کہ بلا اجازت امیر آگئے اور وہ بھی ان کے خلاف

شکایت کرنے، بعد میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے تحقیق کی تو مالک کا ارتداد ثابت ہو گیا۔ تو خالدؓ سے قصاص نہ لیا۔ بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ مالک بن نویرہ کو حضرت خالدؓ نے قتل نہیں کرایا۔ بلکہ وہ تحقیق حال کے لیے مزار بن ازور کی حراست میں تھے کہ دھوکے سے رات کے وقت مزار کے ہاتھوں قتل ہو گئے۔ سب تفصیل تاریخ اسلام اکبر شاہ نجیب آبادی ص ۲۳۹ تا ۲۴۲ پر دیکھی جاسکتی ہے۔

تحفہ اشعار عشریہ ص ۵۴۷ اردو پر اسی طعن کے جواب میں ہے کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سنی تھی تو مالک بن نویرہ کی عورتوں نے ہندی لگائی تھی اور دف نوازی کر کے لوازم فرحت و شادی ادا کیے تھے اور اہل اسلام پر ہنستے تھے۔ (یہ ارتداد کی نشانی تھی)۔

استیعاب ابن عبد البر میں ہے کہ حضرت خالدؓ کو ابو بکرؓ نے لشکروں پر امیر مقرر کیا سو ان کے ہاتھ پر اللہ نے یمامہ وغیرہ فتح کرائے اور اکثر مرتدان کے ہاتھ پر قتل ہوئے جن میں میلہ کذاب اور مالک بن نویرہ بھی تھے۔ الغرض حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کسی مسلمان کو قتل نہیں کیا بلکہ قرآن صرف مرتدوں کو کیا۔ جب کہ شیعہ مرتدوں، کافروں کے طرف دار ہیں اور حضرت ابو بکر صدیقؓ و صحابہ کرامؓ کے ویری دشمن ہیں۔ وہ معافی کے قابل نہیں۔

س ۹۳۱: خالد بن ولیدؓ نے مالک بن نویرہ کی بیوی سے کیا سلوک کیا اور حکومت نے اس کے خلاف کیا کارروائی کی؟

ج: مرتدہ تھی تو باندی بنالیا پھر مسلمان ہوئی تو شادی کر لی کیونکہ وہ خاوند سے مطلقہ تھی اور اسیر تھی تو ایک طہر کی عدت گزر چکی تھی اس سے نکاح حلال تھا۔ یہ مذہب تمام فقہانہ اہل سنت کا ہے تاریخوں میں شادی کے قصہ کے ساتھ یہ ختم عدت بھی لکھی ہے۔ تحفہ اشعار عشریہ ص ۵۴۷۔ بالفرض مالک کو مرتد نہ سمجھا جائے مگر امارات دیکھ کر خالدؓ نے تو مرتد سمجھا اور قصاص شبہ سے جاتا رہا اور حضرت ابو بکرؓ نے دیت بیت المال سے ادا کر دی۔

مالک کے بھائی متمم بن نویرہ نے بھائی کے مرتد ہونے کی بار بار شہادت دی۔ اس بنا پر حضرت عمرؓ اپنے دور حکومت میں خالدؓ سے قصاص لینے سے باز آ گئے۔

(تحفہ اشعار عشریہ ص ۵۴۹)

س ۹۳۲: اگر شیعوں نے یہ کہا کہ صحابہؓ مرتد ہو گئے تو غزالیؒ نے سر العالمین میں یہ لکھا ہے۔ ج: پتہ چلا کہ آپ صحابہ کرامؓ کو مرتد مانتے ہیں تبھی تو غزالیؒ کو اپنے ساتھ ملانا چاہتے ہیں اور پہلی صفائی محض منافقت اور مکاری تھی۔ یہ رسالہ امام غزالیؒ کا نہیں ہے کسی رافضی نے تصنیف کر کے امام غزالیؒ کے نام لگا دیا ہے۔ تحفہ میں کید ص ۲ میں شاہ صاحبؒ نے اس کی صراحت کی ہے۔ ص ۷۔

س ۹۳۳: فقہ جعفریہ کو بغیر تائید حکومت کیوں برتری حاصل ہے کہ امام اعظمؒ نے کہا ہے میں نے امام جعفرؒ سے بہتر فقیہ نہیں دیکھا۔

ج: آپ نے اقرار کر لیا کہ شیعہ فقہ جعفریہ پر کسی حکومت نے عمل نہیں کیا۔ نہ یہ کسی شیعہ ملک میں بھی نافذ ہوئی۔ یہی اس کے بے قدر اور غیر مؤید ہونے کی دلیل ہے ہم تو اسے تعلیمات جعفری مانتے ہی نہیں، نہ شیعہ اس کی جزئیات امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں بلکہ یہ تو چھٹی، آٹھویں صدی کے فقہاء شیعہ کی دماغی کاوش ہے کہ انھوں نے کچھ ان روایات سے استنباط کی ہے جو حضرت جعفرؒ کی طرف شیعوں نے منسوب کی ہیں جیسے چاروں فقہار اہل سنت نے اعاذیث نبویہ میں غور و غوض کر کے اپنی اپنی فقہ مستنبط کی ہے گویا حضرت صادقؑ صاحب روایت و محدث تھے صاحب مذہب فقیہ نہ تھے۔ ورنہ سب زندگی مدینہ منورہ رہے اہل مدینہ یا ایک گروہ مذہب جعفری کا قائل و پابند ہوتا۔ حضرت امام اعظمؒ نے آپ کی یہ تعریف ایک سمجھدار عالمؒ کہ کر کی ہے اور معاصرین ایسی تعریفیں کرتے ہی ہیں۔ خود حضرت جعفر صادقؑ نے امام اعظمؒ ابو حنیفہؒ کو زبردست غرر تحسین پیش کیا ہے۔

س ۹۳۴، ۹۳۵: کیا اہل سنت نماز غیر عربی زبان میں پڑھنا جائز کہتے ہیں؟ اگر نہیں تو نکاح مسنون کے صیغے عربی میں ادا کرنے پر کیا ضد ہے؟

ج: نماز عبادت ہے۔ اس کی قرأت، دعائیں وغیرہ سب ماثورہ ہیں، عربی میں ادا کرنا ضروری ہیں جب کہ نکاح ایک عقد و معاہدہ ہے جیسے فرید و فروخت کا عقد ہوتا ہے اس میں الفاظ اپنی انشاء اور ایجاب و فعل کے ہوتے ہیں۔ طرفین کا ان کو جاننا سمجھنا ضروری ہے۔ ہر کوئی عربی نہیں جانتا لہذا اپنی اپنی زبان میں ایجاب و قبول درست ہے۔ مرغی کی تکبیر بھی ماثور

ہے اس پر عقد کا قیاس نہ ہوگا۔

س ۹۳۶: جب دین میں جبر و اکراہ نہیں تو جبری طلاق کیوں ہو جاتی ہے؟

رج: سب اہل سنت کا یہ مسئلہ نہیں صرف حنفیہ کے ہاں جبری طلاق ہو جاتی ہے۔ اگرچہ جابر گناہ گار اور قابل سزا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ حتی الامکان مسلمان کی بات کو سچا قرار دیتے ہیں جب کسی پر دباؤ ڈالا گیا کہ یا بیوی کو طلاق دو ورنہ تمہارا مال غصب ہو گا یا بے عزتی ہوگی۔ ماریں گے وغیرہ۔ تو اس شخص کے لیے دو راستے ہیں وہ ایک اپنی مرضی سے اختیار کرے گا۔ اگر بیوی اختیار کرے گا تو غصب مال بے عزتی اسے گوارا ہے۔ اگر اسے مال اور عزت پسند ہے اور اسے بچا کر بیوی چھوڑ دیتا ہے تو اپنی مرضی کی ہے طلاق واقع ہوگئی۔ کیونکہ اذا طلقتم النساء عام ہے۔ جبری صورت کا انتشار نہیں ہے۔

س ۹۳۷: بھی اس سے حل ہو گیا کہ شیعہ مذہب میں خواتین کی عزت کا تحفظ ہے ہی نہیں وہ بکاؤ وال ہے۔ کرایہ دار ہو کر متعہ کرائے۔ عقد عارضی میں گرفتار ہو۔ گواہ تو شرط نہیں۔ جو شخص چاہے کسی عورت پر قبضہ کر کے بیوی بنالے اپنی موطوعہ (باندی)، برائے جماع کسی کو دے دے یا اپنے پاس ہی رکھے مگر وطی کسی اور کو حلال کرے۔ غرضیکہ عورت عصمت فروشی اور عیاشی و آشنائی کا بہترین ذریعہ ہے تبھی تو او بائش نوجوان اور عورتیں اس مذہب کو ترجیح دیتی ہیں۔ فقہ حنفیہ میں طلاق جبری کا فائدہ اس صورت میں نظر آتا ہے کہ بئس قرآنی عاقلہ بالغہ اپنے نکاح میں خود مختار ہے کہ نکاح کرنے کی نسبت اس کی طرف ہے (حتی تنکح زوجاً غیرہ) بعض دفعہ عورت فائدان کی عزت کو بڑے لگا کر فرار ہو جاتی ہے تو بغیر ولی نکاح کر لیتی ہے۔ اب اگر جبری طلاق کی شق نہ ہو تو عورت کا فائدان ہمیشہ کے لیے بدنام ہوگا اور عورت دشمنی کا ذریعہ بنی رہے گی۔ جبری طلاق سے خرابی دور ہو جائے گی۔

س ۹۳۸: نکاح جیسا اہم معاہدہ صرف (تجھے) طلاق۔ طلاق۔ طلاق کہنے سے کیسے ٹوٹ جاتا ہے عہد رسالت و ابوبکرؓ میں یہ رواج ثابت کیجئے؟

رج: یہ معاہدہ زبانی اقرار، قبلت و تزوجت (میں نے قبول کر لی) سے ہی بنا تھا۔ اب زبانی طلاق سے ہی ختم ہوگا۔ تمام معاہدات اسی زبان کے چلنے سے ہی بنتے بگڑتے ہیں۔ عہد

رسالت میں بھی تین طلاقیں پڑ جاتی تھیں تفصیل سوال ۹۳۱، ۹۳۲ میں دیکھیں۔

س ۹۳۹: صحیح مسلم کی ابن عباسؓ والی روایت کا جواب دیں ہو چکا ہے۔

س ۹۴۰: کا جواب بھی ہو گیا کہ عقلی تقاضا ہے کہ معاہدہ نکاح تین سیکنڈ میں قائم ہوا تھا۔ تو تین سیکنڈ میں طلاق کے ذریعے ختم ہو۔ کیونکہ تعمیر کی بہ نسبت تخریب جلدی ہوتی ہے۔ ہمارے دین نے اس کا تحفظ یوں کیا ہے کہ اسے ناپسندیدہ ترین کام کیا ہے اور بلاوجہ طلاق دینے والا مجرم ہے۔

شیعوں کا جلوس دیکھنے سے تو طلاق نہیں پڑتی ہاں جلوس و بازار کی رونق متعانی حسناؤں کا نظارہ یہ دعوت ضرور دیتا ہے کہ چار دیواری میں پابند منکوحات کو چھوڑ کر آزاد منشوں کے پاس آجاؤ یہ دونوں جہان کی جنت ہیں۔ عشرہ محرم ۱۲۰۶ھ کے تمام اخبارات نے ملک کی نامور اداکاروں ایکٹرسوں اور پیشہ ور مغنیہ طوائفوں کی رنگین تصاویر شائع کی ہیں جن میں وہ تعزیر، علم، ضرب و زخم اور دلدل کی تعظیم اور پرستش کر رہی ہیں۔ واقعی شیعہ مذہب کی تبلیغ کا سب سے بڑا ہتھیار یہی عورتیں ہیں۔ س ۹۴۱: غزالیؒ نے حقوق الانسان مسئلہ میں لکھا ہے کہ جمہور فقہار نے حضرت عمرؓ کے اجتہاد کی پیروی کر کے اس طلاق کی صحت کا فتویٰ دیا ہے حالانکہ سنت پیغمبرؐ اس کے خلاف تھی۔ رج: نبی تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے عمرؓ نہ تھے۔ مگر سنت پیغمبرؐ یہی تھی۔ بخاری باب من اجاز طلاق الثلاث کی احادیث پڑھ لیجئے۔ سیاق و سباق کے بغیر غزالیؒ کی عبارت قابل تاویل ہے۔

س ۹۴۲: جو اجتہاد حضورؐ کی سنت کے خلاف ہو گا۔ کیا اسے مان کر بھی آپ اہل سنت کہلائیں گے؟

رج: اجتہاد کی خاص شرائط ہیں جو اجتہاد شرائط کے اندر ہو بظاہر الفاظ کے خلاف ہو، مگر روح سنت کے خلاف نہ ہو اہل سنت کے ہاں وہ بھی درست ہو گا۔ مثلاً حضورؐ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا تھا کہ فلاں قبیلہ غلام کو قتل کر دو کہ اس پر عرم پاک میں خیانت کا الزام ہے جب حضرت علیؓ قتل کرنے گئے وہ بھاگ کر درخت پر چڑھ گیا اور نہنگا ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے اس کا مقطوع عضو دیکھ کر تلوار نیام میں کر لی کہ الزام جھوٹا ثابت ہوا۔ اب یہ اجتہاد ظاہر حکم کے خلاف مگر

الامام صاحب ابی حنیفہ - ۲۲۔ محمد بن ادیس الامام الشافعی المتوفی ۲۰۴ھ - ۲۳۔ الامام مالک بن انس صاحب الموطا المتوفی ۱۷۹ھ - ۲۴۔ الامام احمد بن حنبل بغدادی المتوفی ۲۴۰ھ - ۲۵۔ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین اباقر المدنی ثقة امام المتوفی ۱۱۴ھ رحمہم اللہ اجمعین۔
س ۹۳۸: صحاح ستہ کے علاوہ مزید ۴۰ کتابوں کی فہرست شائع فرمائی جو محبت ہوں اور ۳۰۰ سال پہلے کی تحریر ہوں۔

ج: کتب احادیث: ۱۔ صحیح ابن حبان، ۲۔ موارد الظمآن، ۳۔ مستدرک عالم مع تصحیح الذہبی تنہا حجت نہیں، ۴۔ مسند احمد متکلم فیہ احادیث کے سوا، ۵۔ موطا امام مالک، ۶۔ سنن رزین، ۷۔ شرح معانی الآثار للطحاوی، ۸۔ مشکوٰۃ المصابیح، ۹۔ جمع الفوائد، ۱۰۔ ریاض الصالحین، ۱۱۔ مجمع الزوائد مع تصغیف و توثیق رجال، ۱۲۔ زاد المعاد، ۱۳۔ اعلام الموقعین، ۱۴۔ جامع الاصول من احادیث الرسول، ۱۵۔ فتح الباری لابن حجر، ۱۶۔ عمدۃ القاری للعلینی، ۱۷۔ صحیح ابوعوانہ للاسفراینی، ۱۸۔ مسند ابو داؤد طیالسی، ۱۹۔ سنن الکبریٰ بیہقی، ۲۰۔ شمائل ترمذی، ۲۱۔ تخریج الزلیعی علی احادیث السدی یعنی نصب الراية، ان کے حجت ہونے کا معنی یہ ہے کہ اکثر و بیشتر احادیث صحیح و حجت ہیں اگر بعض متکلم فیہ یا مجروح ہوں تو استدلال نہ ہوگا۔

کتب فقہ: ۲۲۔ امام محمد کی کتب ظاہر الروایۃ، ۲۳۔ کتاب الامام الشافعی، ۲۴۔ المذنبۃ الکبریٰ علی فقہ الامام مالک، ۲۵۔ مغنی ابن قدامہ علی فقہ الامام احمد بن حنبل، ۲۶۔ کتاب المبسوط للسرخسی، ۲۷۔ ہدایہ للفرغانی، ۲۸۔ البدائع والصنائع، ۲۹۔ فتح القدیر لابن ہمام، ۳۰۔ فتاویٰ عالمگیری۔

کتب تفسیر: ۳۱۔ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۳۲۔ تفسیر ابن کثیر، ۳۳۔ تفسیر مدارک، ۳۴۔ روح المعانی، ۳۵۔ تفسیر جلالین۔

کتب تاریخ و رجال: ۳۶۔ طبقات ابن سعد المتوفی ۲۴۰ھ، ۳۷۔ کتاب الجرح والتعلیل لابن ابی حاتم المتوفی ۳۴۰ھ، ۳۸۔ تاریخ الامم والملوک للطبری المتوفی ۳۲۰ھ یہ کچی ہر قسم کی تاریخی روایات کی ڈکٹری ہے۔ راوی کذاب و وضاع بھی ہیں۔ صرف وہ واقعات روایات صحیح ہیں جو قرآن و سنت اور اسلامی انقلاب کی روح کے مطابق ہیں۔ ۳۹۔ تاریخ

ابن خلدون، ۴۰۔ البدایہ والنہایہ لابن کثیر الدمشقی المتوفی ۷۴۴ھ۔ رحمہ اللہ علی مؤلفیہا۔
س ۹۳۹: عزاداری کو آپ ناجائز کہتے ہیں عقلی دلائل دیجئے۔

ج: آپ کا ہر لفظ اٹے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے گویا لغت سے لفظ اچھا تلاش کیا اور اس کا مفہوم و استعمال اغراض فاسدہ کے تحت انتہائی غلط چیزوں میں کیا۔ مثلاً ذکر کا شرعی و لغوی معنی خدا کا یاد کرنے والا ہے۔ آپ نے ایک فاسق گویے تبرّاز کا نام رکھ دیا۔ عزا اور تعزیر، تعزیر سے بنا ہے یعنی کسی غمزدہ کو تسلی دینا صبر کی تلقین کرنا۔ آپ نے خلاف شرع و صبر رونے پٹنے اور بین و ماتم کی محفل کو مجلس عزاء نام دے دیا۔ بطور یادگار پوچی جانے والی شکل قبر کو "تعزیر" نام دے دیا۔ منافق اور دو غلے شخص کا نام "مومن" رکھ دیا۔ "شیعہ" تابعدار اور گروہ کو کہتے ہیں۔ آپ نے اس گروہ کا نام رکھ دیا جو علیؑ کا عملاً علانیہ مخالف ہو مگر آپ کی محبت میں غلو کرے باقی سب صحابہؓ و تابعینؓ اور امت محمدیہ کو منافق یا کافر بتائے۔

رد عزاداری پر ہماری مستقل کتاب حرمت ماتم اور تعلیمات اہل بیتؑ ہے۔ اس کے مقدمہ میں ۱۵ عقلی وجوہ بالتفصیل مذکور ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔ قرآن اور کتب شیعہ سے ۱۵۰ دلائل مزید ہیں۔
س ۹۴۰: ہر قوم اپنے بزرگوں کی یادگاروں کی تعظیم و قدر کرتی ہے لیکن آپ اہل بیتؑ

کی زیارات ناگوار سمجھتے ہیں کیا اہل بیتؑ برگزیدہ نہیں؟

ج: بزرگوں کی یادگار دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ۱۔ عقائد، افکار، رسوم و اعمال اور اخلاقی اقدار جو قوم اپنے بزرگوں کی ان چیزوں کی تعظیم و قدر کرے اور ان کو اپنائے معاشرہ میں پھیلانے وہ ایک زندہ اور بزرگوں کی صحیح جانشین سمجھی جاتی ہے۔ جیسے مسلمان قوم کہ اپنے پیغمبرؐ اور اصحابؓ پیغمبر کی ایک ایک سنت و ادارہ کو اپناتے اور پھیلاتے پھرتے ہیں۔ ان کا نام زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

۲۔ ان کی شکل و صورت، قبر، سواری، استعمال شدہ چیز کی تصویر و نقل اور مورق بنالینا، اس کی اصل کی طرح تعظیم و قدر کرنا، بت پرستوں اور عملاً مردہ اپنے اسلاف کی مخالف قوموں کا شعار ہے۔ اپنے ہاتھ کی بنی ہوئی یادگار فرضی ہوتی ہے۔ خود ان بزرگوں کی یادگار نہیں ہوتی۔ اس میں غلو کرنا شرک و بدعت کا دروازہ کھولنا ہے جیسے عیسائی، یہودی، ہندو، سکھ اپنے بزرگوں کی تعلیمات بھلا بیٹھے۔ اعمال ضائع کر دیئے اور یادگاریں بنا کر پوجنے لگے۔ شیعہ تعزیر،

علم وغیرہ یادگاروں کی تنظیم و پرستش میں بالکل کفار قوموں کے شانہ بشانہ مل رہے ہیں۔ اسلام محمدی یا اعمال اہل بیت سے ان کو ذرہ بھی تعلق نہیں۔ سنی مسلمان اہل بیت کو برگزیدہ پیشوا مان کر ان کی تقلید و تابعداری کرتے ہیں کیسی شیعوں کی جرات نہیں کہ وہ اہل سنت پر یہ اعتراض کرے کہ ان کا فلاں عقیدہ عمل اہل بیت کے خلاف ہے۔

س ۹۵۱: اگر کالا لباس بڑا ہے تو غلاف کعبہ اور حضور کی کبلی کیوں کالی تھی؟

ج: مطلقاً بڑا نہیں۔ گناہ ماتم کا شعار ہے تو بڑا ہے۔ حضرت علیؑ نے اپنے شاگردوں کو تعلیم دی تھی: لا تلبسوا السواد فانہ لباس فرعون۔ (من لایحضرہ الفقیہ) تھا۔

س ۹۵۲: صحابہؓ نے دنیا کے کونے کونے میں اسلام پھیلایا۔ شیعوں نے اسلامی لٹریچر کھا کون سی بات صحیح ہے؟

ج: پہلی بات سچی ہے شکر ہے۔ آپ کے منہ سے بھی نکل گئی دوسری غلط ہے شیعوں نے تو اسلام محمدی قرآن اور جماعت رسول کو دنیا سے مٹانے کے لیے قلمی کاوشیں کیں۔

س ۹۵۳: آپ کو ناز ہے اگر ایک عمر اور ہوتا تو ساری دنیا میں اسلام پھیل جاتا۔ زمانہ عمر میں صرف نصف ایشیا میں مسلمانوں کی کثرت ثابت کیجئے؟

ج: ناز بجا ہے کیونکہ ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل رقبہ کفار آپ کے عہد میں فتح ہوا مولانا دوست محمد قریشیؒ کے جلاز الافہان کے جواب میں آپ نے یہ لکھا ہے۔ یہ سارے علاقے حضرت عمرؓ کے زمانے میں فتح ہوئے۔ قادیسیہ، جلولاء، حلوان، تکریت، خوزستان، ایران، اصفہان، طبرستان، آذربائیجان، آرمینہ، فارس، سیستان، مکران، خراسان، اردن، حمص، یرموک، بیت المقدس، سکندریہ، طرابلس۔ (ذکار الافہان ص ۴۵۶)۔

یہ غرب تا شرق (ترکستان و عالیہ روس) ایشیا کا کثیر الاہاد متمدن حصہ ہے اور اکثریت مسلمان ہوئی۔ آج پندرہ صدیوں کے بعد بھی روسی مقبوضات کے سوا سب مسلم ممالک اور ان کی حکومتیں ہیں یہ آبادی نصف ایشیا سے کم نہیں ہے۔

س ۹۵۴: چلیے دورِ حاضرہ میں ایشیا کے تمام ممالک کی آبادی اور مسلمانوں کا تناسب تحریر کر کے مسلمانوں کی کثرت ثابت کریں۔

ج: سوال کا تیور صاف بتاتا ہے کہ آپ مسلمانوں کے دشمن اور کافروں کے نمائندہ ہیں اور ان کی تعداد کم دکھانے پر مہم ہیں۔ ہم ڈائری لیل و نہار" بابت ۱۹۸۳ء مطبوعہ لاہور سے اعداد و شمار پیش کرتے ہیں:

نام ملک	مسلم آبادی	تناسب	نام ملک	مسلم آبادی	تناسب
افغانستان	ایک کروڑ تتر لاکھ	۹۹٪	سوڈان	ایک کروڑ اکتالیس لاکھ	۸۲٪
الجزائر	ایک کروڑ چالیس لاکھ	۹۲٪	تنزانیہ	بیاسی لاکھ	۶۵٪
ایران	تین کروڑ نو لاکھ	۹۸٪	بحرین	دو لاکھ بائیس ہزار	۹۹٪
اتیوپیہ حبشہ	ایک کروڑ تتر لاکھ	۶۵٪	قطر	ایک لاکھ اسی ہزار	۹۹٪
بنگلہ دیش	آٹھ کروڑ	۸۷٪	کویت	نو لاکھ	"
پاکستان	آٹھ کروڑ سینتیس لاکھ	۹۷٪	لیبیا	اکیس لاکھ	"
انڈونیشیا	بارہ کروڑ اکتالیس لاکھ	۹۴٪	متحدہ عرب امارات	بارہ لاکھ ساٹھ ہزار	۱۰۰٪
انڈیا	اٹھارہ کروڑ	۳۰٪	یمن شمالی	ساٹھ لاکھ	۹۹٪
کشمیر	ساٹھ لاکھ	۹۰٪	یمن جنوبی	سولہ لاکھ	۹۸٪
ترکی	تین کروڑ بہتر لاکھ	۹۸٪	مراکش	ایک کروڑ اٹھ لاکھ	۹۵٪
تیونس	باون لاکھ	۹۳٪	صومالیہ	انتیس لاکھ	۹۸٪
سعودی عرب	اسی لاکھ	۱۰۰٪	لبنان	سترہ لاکھ	۵۷٪
شام	اٹھاون لاکھ	۸۷٪	اومان	سات لاکھ پالیس ہزار	۹۹٪
عراق	پچانوے لاکھ	۹۵٪	مصر	بالیان والٹا تیس لاکھ	۵۵٪
			میزان: سترہ کروڑ اسی لاکھ بیاسی ہزار		۸۸٪

غیر مسلم ایشیائی ممالک میں مسلم آبادی کا تناسب یہ ہے:-

قبرص	ایک لاکھ کانوے ہزار چار سو	۲۳٪	ماریشوس	اٹھ لاکھ چوبیس ہزار چار سو	۱۹٪
------	----------------------------	-----	---------	----------------------------	-----

دہدی، غار میں چھپ گئے۔ آج کوئی شیعہ ان بارہ خیالی استادوں کے تین تین ثقہ، حلقہ تعلیم و تدریس والے، شاگرد بھی ہرگز نہیں بتا سکتا۔

س ۹۵۸: اس صحابی کا نام بتائیں جس نے حضور کے ساتھ سب سے پہلے نماز ادا کی؟
ج: ترمذی شریف ص ۲۳۸ میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے (اور سب سے پہلے آپ کے ساتھ نماز پڑھی)، حضرت علیؓ اسلام لائے تو آٹھ سال کے تھے۔ عورتوں میں سے سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ مسلمان ہوئیں۔ دوسری روایت میں حضرت زید بن ارقمؓ کی روایت سے حضرت علیؓ کے اول اسلام لانے کا ذکر ہے۔ حضرت ابراہیم نخعیؓ کو یہ روایت بتائی گئی تو انھوں نے اسے انوکھا جانا اور کہا سب سے پہلے ابو بکر صدیقؓ مسلمان ہوئے تھے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

بعض تاریخی کتابوں میں ہے کہ حضرت علیؓ نے بھی پڑھی مگر اس وقت آپ آٹھ یا دس سال کے بچے تھے۔ بالغ کی نماز اور عمل و نصرت زیادہ دینی ہے۔

س ۹۵۹: یہ شرف کس صحابی کو حاصل ہے کہ جنگوں میں محافظ علم رسولؐ ہو اور روزِ احد اپنے مقام پر ڈٹا رہا؟

ج: متعدد صحابہ کرامؓ علم بردار ہوئے تھے۔ مصعب بن عمیرؓ جو احد میں علم بردار تھے۔ (تاریخ اسلام نجیب آبادی ص ۱۲۲)، زبیر بن عوامؓ، طلحہؓ، ابو عبیدہؓ، ابو بکرؓ، عمرؓ، علیؓ، زید بن حارثہؓ، عبداللہ بن رواحہؓ، جعفر طیارؓ، خالد بن ولیدؓ وغیرہم رضی اللہ عنہم۔ روزِ احد حضرت علیؓ بھی درجن بھر خواص اور بیسیوں عوام کے ساتھ ثابت قدم رہے، بھاگے نہیں۔

س ۹۶۰: کس بزرگ صحابیؓ نے حضور کو غسل دے کر قبر میں اتارا؟
ج: تاریخوں میں ہے: غسل وغیرہ کی سعادت اعزہ خاص حضرت علیؓ، فضل بن عباسؓ، قثم بن عباسؓ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کے حصہ میں آئی۔ حضرت ابو طلحہؓ نے قبر کھودی اور باری باری سے مسلمانوں نے بلا امام نماز جنازہ پڑھی۔ (تاریخ اسلام ندوی ص ۹)

س ۹۶۱: روزِ قیامت لوار الحمد کس بزرگ کے ہاتھ میں ہوگی؟
ج: خود حضور خاتم النبیینؐ کے ہاتھ میں۔ بروایت ابوسعید خدریؓ حضورؐ نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدمؑ کا سردار ہوں گا، فخر نہیں کرتا، حضرت آدمؑ سمیت تمام انبیاء علیہم السلام میرے

چین	پچھتر لاکھ چوبیس ہزار	۱۲ ہر	فلپائن	انیس لاکھ انتیس ہزار	۱۰ ہر
آرمینہ روس	دو لاکھ چالیس ہزار آٹھ سو ۲۰	۱۲ ہر		آٹھ سو	

س ۹۵۵: اگر کتابِ خدا کی ہدایت کے لیے کافی ہے تو اللہ کے معنی بتائیں؟
ج: سوال سے قرآن دشمنی کی بدلو آتی ہے۔ گنتی کے حروف مقطعات اگر خدا کا راز ہوں اور ان کا معنی خدا کسی کو نہ بتائے یا صرف اپنے پیغمبر ہی کو بتائے تو باقی سب قرآن ہادی کیسے نہ رہے گا؟ بطور تفہیم صحابہ کرامؓ سے یہ معنی منقول ہے کہ الف سے اللہ، ل سے جبریلؑ اور م سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مراد ہیں۔ یعنی قرآن بھیجے والا، لانے والا، سنانے والے تینوں سچے ہیں۔ ذلک انکے کتب لہر کتب فیہ۔ اس کتاب میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

س ۹۵۶: جب پہلا سبق ہی نہیں آتا تو آگے اسباق کا کیا حال ہوگا؟
ج: ہم نے تو پہلے سبق کو استاد کے کہنے کے مطابق پڑھ لیا اور مان لیا مگر تعجب ہے کہ شیعہ

ہی اس پہلی بات کا انکار کر کے قرآن میں شک و شبہ کے قائل ہو گئے کہ یہ تو حرفِ شذیبیاض عثمانیؓ ہے (معاذ اللہ) تو ہدائی للمتقین والے قرآن سے کیا ہدایت پاتے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان کے پاس جلی روایات کا انبار تک تو ہے مگر قرآن کا ایک پاؤ بھی یقینی مرتب اور تحریف سے پاک نہیں ہے۔

س ۹۵۷: اگر عقلاً کتابِ ہدایت کے لیے کافی ہوتی تو پھر دنیا استاد کیوں بناتی؟
ج: خدا نے پیغمبر پر کتاب اناری تو معلم بھی اسے بنایا وہ یعلمہم الکتاب

والحکمة کے تحت کتاب و سنت کی تعلیم دیتے رہے پھر ہزاروں اپنے جانشین استاد بنا کر چھوڑ گئے جنھوں نے سب دنیا کو کتاب و سنت کی تعلیم دی اور تاقیامت وہ رہے گی، مگر صدافسوس ایک شیعہ فرقہ ایسا بھی دنیا میں پیدا ہوا جس نے معلم کی تعلیم سنت کا انکار کر دیا کہ جب الانباع ثقلین سے فارغ کر دیا۔ تمام تربیت یافتہ تلامذہ نبوت کو گمراہ و مرتد مان لیا۔ صرف عرب علاقہ کے لیے ڈھائی صدیوں تک بارہ استاد مانے جنھوں نے صاحب کتاب پیغمبر سے تعلیم پائی ہی نہیں نہ وہ محتاج تعلیم تھے کہ عالم لدنی تھے۔ پھر وہ بھی تقیہ میں روپوش ہو گئے آخری استاد سے چین و روس کی یہ تعداد غلط ہے کس میں ترکستان بخارا سمیت کثیر ملک علاقے ہیں مسلمان ۸-۱۰ کروڑ ہونگے چین کے صوبہ کاشغر کی آبادی تقریباً تین کروڑ بھی مسلمان ہے۔ سب بڑے بڑے سکياگ کی ۲۲ ریاستیں (اضلاع) ہیں۔ ۴۰ ملک اکثریت مسلمان ہیں۔

جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ سب سے پہلے میں قبر سے اٹھوں گا، فخر نہیں کرتا (ترمذی دارمی مشکوٰۃ)
مشکوٰۃ میں ایسی تین روایتیں اور بھی ہیں۔

س ۹۶۲: امیر المؤمنین علی بن ابی طالب نے شہادت کے بعد کیا ترک چھوڑا؟
ج: بہت کچھ چھوڑا۔ عہد نبوت میں گو آپ کی مالی حالت کمزور تھی مگر عہد خلفائے راشدین و خلفائے
پانے اور کار بار کرنے سے کافی طاقت ور ہو گئی اور اپنے عہد خلافت میں تو اچھے پھلے صاحبِ جاہ و ثروت تھے۔
س ۹۶۳: کیا اہل بیت سے محبت رکھنا باعثِ نجات نہیں؟

ج: دعویٰ محبت کافی نہیں۔ سچی عقیدت اور اتباع یقیناً معینِ نجات ہے۔ جب تمام اہل بیت
بشمول ازواجِ مطہرات، بناتِ پاکٹ اور آپ کے خسر و دامادوں، مومن چچوں سے بھی ہو۔ کہ یہ تمام
شرعاً و عرفاً اہل بیتِ نبوت اور خاندانِ رسالت ہیں۔ باقی سب سے دشمنی رکھ کر صرف چار افراد
شیعوں کی محبت نجات میں اسی طرح ناکافی ہے جیسے خارجی، حضرت نبی، حضرت فاطمہ و حسین سے
محبت کرتا ہے۔ مگر حضرت علی کو داماد، غیر خونی رشتہ سمجھ کر محبوب نہیں رکھتا تو ناجی نہیں۔

س ۹۶۴: وہ کون سا رائج مذہب ہے جسے مذہبِ آلِ محمد کہا جاتا ہے؟
ج: مذہبِ اہل سنت ہے جو آلِ محمد کا حب و ارہی نہیں پیروکار بھی ہے۔
حنور صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کا ارشاد ہے:

من مات علی حب آل محمد مات علی السنۃ والجماعۃ۔ (جامع الاخبار للشیخ صدوق ص ۱۳۴) جماعت والے مذہب پر فوت ہوگا وہ سنت و

جب سنت و جماعت اور محبتِ اہل بیت لازم و ملزوم ہیں۔ تو اہل سنت ہی مذہبِ آلِ محمد کے
کے پیرو ہوئے۔ شیعوں کو تو آلِ محمد کی پیروی کی ہوا بھی نہیں لگی۔

۳۔ ازواج کے اہل بیت نبی ہونے پر بخیر ایک یہ حدیث بھی ہے کہ حنور نے ارشاد فرمایا جب اللہ کسی قوم سے
بھلائی کرنا چاہتا ہے تو انہیں ہدیہ بھیجتا ہے۔ صحابہ نے پوچھا وہ ہدیہ کیا ہے۔ فرمایا ایمان ہے جو اپنا رزق لے کر آتا ہے
اور اہل بیت کے گناہ لے جاتا ہے۔ (جامع الاخبار للشیخ الصدوق ص ۱۳۴) اگر کھانا پکا کر کھلانے والی بیوی،
گھر والی (اہل بیت) کے گناہ نازل نہ ہوں تو حدیث کا معنی ہی کچھ نہیں۔

س ۹۶۵: حکمِ قرآن یہ ہے کہ ان لوگوں سے محبت نہ رکھو جن پر خدا کا غضب ہوا ہے۔
(مستند) کیا آپ اس حکم کو مانتے ہیں؟

ج: جی ہاں یہ ماجرہوں کے دشمنوں کے حق میں ہے۔ تبھی تو ہم شیعوں سے محبت نہیں
رکھتے کہ وہ دشمن ہیں ماجرین کے اسی کتاب کے سوالات کے تحت دشمنی پر دلیل کافی ہیں۔
س ۹۶۶: سورت اعراف ۹ میں ہے کہ جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنایا ان پر اللہ کا
غضب ہے۔ رسولِ کریم نے حضرت علی کو ہارون کا مثیل قرار دیا کیا ان کی نافرمانی غضبِ خدا کا
سبب ہو گا یا نہیں؟

ج: یقیناً ہوگا۔ تبھی تو حضرت علی کو مشکل کشا، حاجت روا متصرف در کائنات فدائی صفتوں
والا در رب والہ جن شیعوں نے مانا، ان کو خود حضرت علی نے زندہ جلادیا اور جو شیعہ بچھڑے کا بدلہ،
گھوڑا اور تعزیہ بنا کر پوجتے ہیں۔ حالانکہ علی منع کر چکے ہیں جس نے پھر نئی قبر بنائی یا قبر کی شبیہ و مثال
تعزیہ بنائی وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ (من لایحضرہ الفقیہ) ان پر بھی یقیناً خدا کا غضب ہوگا۔

س ۹۶۷: سورت نحل میں ہے کہ مجبور و مطمئن قلب کے علاوہ اگر کوئی کشادہ سینہ سے کفر
کرے تو اس پر خدا کا غضب ہے جو لوگ بعد از ایمان بلا مجبوری مرتکب کفر ہوئے ان سے محبت رکھنا
خدا کی حکم عدولی ہوگی یا نہیں؟

ج: ان سے محبت خدا کی حکم عدولی ہوگی تو جو شیعہ ابوبکر دشمنی کے جذبہ سے منکرینِ زکوٰۃ،
مرتد کفار اور پیروانِ مسلحہ کذاب، منافقین اشرار کی حمایت و صفائی کر کے حضرت ابوبکر صدیقؓ پر طعن کرتے
ہیں وہ یقیناً مغضوب اور نافرمانِ خدا ہیں۔

س ۹۶۸: سورت طہ میں مضمون ہے کہ عہد شکنی پر اللہ کا غضب ہے کیا جن لوگوں نے
عہد غدیر توڑا یا بیعت رضوان توڑی ان سے محبت کرنا خلاف حکمِ خدا ہوگا یا نہیں؟

ج: طہ ع ۴ کا اصل مضمون یہ ہے: ”پاکیزہ رزق کھاؤ اور سرکشی نہ کرو ورنہ تم پر میرا غضب
نازل ہوگا جس پر غضب اترے وہ گمراہ ہوتا ہے اور بے شک میں تو بہ کرنے والوں، ایمان لاکر اعمال
صالحہ کرنے والوں، ہدایت پر چلنے والوں کو یقیناً بہت بخشنے والا ہوں“
ہم بارہا بتلا چکے ہیں عہد غدیر کسی نے نہیں توڑا بدستور حضرت علیؓ کو محبوب بنائے رکھا۔ بیعت

رضوان بھی کسی نے نہیں توڑی، جو ہزیمت سے پلٹ آئے غفار نے یقیناً ان کو بخش دیا۔ ہاں انعام خداوندی حضرت عثمانؓ کے دور میں مال و دولت کی پاکیزہ نعمتیں کھا کھا کر جن بلوائیوں نے سرکشی کی بیعت رضوان کا تقاضا پس پشت ڈال کر عثمانؓ کو شہید کیا۔ پھر یہی سرکش بلوائی طالبین قصاص سے جنگ کا باعث بنے وہ یقیناً مغضوب اور آیت بالا کا مصداق ہیں۔ ان سے محبت کرنے والے (شیعہ) یقیناً خدا کے مخالف ہیں۔

س ۹۶۹: سورت شوریٰ ۵۲ میں ہے: "خدا کے بارے میں جھگڑنے والوں پر غضب ہو گا۔ ایسے مغضوب قابل نفرت ہیں یا لائق محبت؟"

ج: خدا کے بارے میں جھگڑا وہ گروہ ہے جو خدا کی صفات میں اوروں کو شریک بناتا ہے۔ حالانکہ خدا اسی سورت میں پہلے فرما چکا ہے:

"کیا لوگوں نے اللہ کے سوا اپنے کارساز و مشکل کشا و مقرف امور بنائے حالانکہ اللہ ہی ہر کسی کا ولی و مددگار کارساز ہے وہی مردے زندہ کرتا ہے وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے" (پہلے ع ۲) شیعہ گروہ یقیناً حضرت علیؓ کو اپنا ولی مشکل کشا و کارساز مان کر خدا کا شریک بناتا ہے تو ایسے لوگ مغضوب و قابل نفرت ہیں۔ لائق محبت اور سچے مہرگز نہیں۔

س ۹۷۰: سورت مجادلہ ۲ میں ہے: کیا آپ نے ان لوگوں کی حالت پر غور نہیں کیا جو ان لوگوں سے محبت رکھتے ہیں جن پر خدا نے غضب ڈھایا تو اب وہ نہ تم میں سے ہیں اور نہ ان میں (مسلمان ہیں نہ کافر بلکہ تفریق باز منافق ہیں) یہ لوگ جان بوجھ کر جھوٹ پر قیام رکھتے ہیں؟

کیا ایسے حضرات سے اور ان کے عقیدت مندوں سے دوستی خلاف قرآن ہے یا نہیں؟

ج: یہ آیت عبداللہ بن ابی اور اس کی منافق پارٹی کے متعلق ہے جو کہتے تھے: "صحابہ رسولؐ پر مال خرچ نہ کرو حتیٰ کہ بچھ جائیں" نیز کہتے تھے اگر ہم مدینہ لوٹے تو زبردست (مقامی یہود و منافقین) لوگ ان ذیلیوں (مہاجرین مکہ اصحاب رسولؐ) کو اپنے شہر سے نکال دیں گے۔ (سورہ منافقین پہلے ع ۱) یہ پارٹی اصحاب رسولؐ کی دشمن تھی۔ آج کے شیعہ بالکل ان کی طرح اصحاب رسولؐ سے

دشمنی رکھتے ہیں۔ ابن ابی، اس کی پارٹی اور ابن سبا کے گروہ سے کبھی نفرت و عداوت نہیں رکھتے بلکہ دوستی رکھ کر قرآن کی مخالفت کرتے ہیں۔ لہذا آج کے شیعوں سے بھی دوستی خلاف

قرآن اور غضب خدا ہے۔

س ۹۷۱: خدا کی نشانیوں کا انکار بھی باعث غضب خدا ہے (بقرہ) بتائیے جو لوگ "آیات اللہ سے انکار کرتے ہیں مغضوب ہیں یا نہیں؟"

ج: قرآن کی آیات اللہ کے منکر یقیناً مغضوب ہیں کہ ان کے اقرار کے مطابق بھی مدح صحابہؓ کی آیات سے قرآن بھرا پڑا ہے مگر وہ صحابہؓ کی بزرگی جھٹلا کر ایک ایک آیت کا انکار کرتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے ہاتھ پر عرب و عجم کی بے نظیر فتوحات بھی نصرت خداوندی کا اعلیٰ نمونہ اور یقیناً "آیات اللہ" ہیں جو لوگ کفار مجوس و یہود کے نمائندہ بن کر ان فتوحات الہیہ پر ناک بھوں پڑھائے ناراض بیٹھے ہیں اور خدا کی بشارت و پیش گوئیوں کے منکر ہیں یقیناً وہ آیات اللہ کے منکر اور مغضوب ہیں۔

خور کیجئے؟ اگر آج ایک رسمی شیعہ عالم مثلاً خمینی "آیت اللہ" بن جاتا ہے تو براہ راست مشکوٰۃ نبوت سے قرآن و سنت کا نور سیکھنے والے کیوں "آیات اللہ" نہیں۔ اور ان کو لعن طعن و تبرے بکنے والا کیوں کر خدا و رسولؐ کا منکر اور مغضوب نہیں؟

س ۹۷۲: جن لوگوں کو خدا نے اپنی عنایت سے افضل فرمایا ہے۔ ان کے کفر کرنے والے بھی مغضوب ہیں (بقرہ) ایسے لوگوں سے محبت کس طرح جائز ہوگی؟

ج: قرآن پاک پر ہتان ہے۔ اس ترجمہ والی کوئی آیت سورت بقرہ میں نہیں ہے۔ اُلٹا ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن نے ابوبکر صدیقؓ کو صاحب فضل کہا (وَلَا يَأْتِلُ ادُّوَالْفَضْلُ مِنْكُمْ۔ پہلے) شیعہ آپ کے منکر و کافر ہیں تو باقرؓ خود مغضوب ہوئے۔ بقرہ میں آیت تفضیل انبیاء ہے جو یہ ہے: "ان پیغمبروں میں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے کچھ سے اللہ نے کلام کیا اور بعضوں کے درجے بڑھائے اور عیسیٰ بن مریمؑ کو ہم نے نشانیاں دیں اور روح القدس (جبریل) سے ان کی تائید کی" (پہلے پہل آیت)

اس سے پتہ چلا کہ انبیاء و رسولؐ باہمی فرق مراتب کے باوجود سب مخلوق سے افضل ہیں۔ اب ان کو سب سے (اپنے اماموں سے بھی) افضل نہ ماننے والا گروہ (شیعہ) ان کا منکر اور مغضوب کیسے نہ ہوگا؟

س ۹۴۳: سورت اعراف آیت ۱۷ میں ہے "کہ جن لوگوں نے چند ناموں کے بارے میں جھگڑا پیدا کیا جو ان کے آباء و اجداد نے (بدانص) خواہ مخواہ گھڑ لیے تھے ان پر اللہ کا غضب ہوا" فرمائیے بغیر نص کے افراد کے لیے جھگڑنا غضبِ خدا کو دعوت دینا ہے یا نہیں؟

ج: جن خلفاء و صحابہ کا ہم دفاع کرتے ہیں۔ قرآن و سنت سے صراحتاً یا دلالتاً ان کی بزرگی اور لیاقت پر باقاعدہ نص اور دلیل ملتی ہے۔ ملاحظہ ہو تحفہ امامیہ سوال ۱۳ (خلافتِ اشدّ قرآن و احادیث کی روشنی میں)۔ مگر شیعوں کے پاس ۱۲۱ کے لیے تو کچھ ہے ہی نہیں حضرت علیؓ و حنینؓ کے فضائل ضرور ہیں۔ مگر خلافت و امامت پر نص ایک آیت یا حدیث بھی نہیں۔

سوال ۱۳۰ میں تفصیل گزر چکی۔ نہ انھوں نے خود کو کبھی مخصوص کہا۔ لیکن شیعوں نے صرف مفروضہ امامت اثنا عشریہ کا جھگڑا ہی نہیں ڈالا بلکہ خدا و رسولؐ کی صفاتِ خاصہ اور حقوقِ واجبہ کو بھی چیلنج کر دیا اور مسلمانوں سے خدا کی توحید، ہادیتِ رسولؐ اور اعجازِ قرآن پر بھی لڑ رہے ہیں تو وہ خود اس آیت کا سب سے بڑا مصداق ہیں کہ بدانص و سہ چند ناموں کے متعلق جھگڑا ڈال رکھا ہے۔

س ۹۴۴: سورت نسا آیت ۱۷ میں ہے کہ جو شخص کسی مومن کو عداً مار ڈالے، وہ ملعون و مغضوب ہے کیا قاتلانِ اہل بیتؑ ملعون و مغضوب ہیں یا نہیں؟

ج: قاتلانِ اہل بیتؑ، قاتلانِ طلحہ و زبیرؓ اور قاتلانِ عثمانؓ کا ہی گروہ تھا۔ ایسے سب قاتلانِ مومنین ملعون و مغضوب ہیں۔ اور وہ بھی جو ان کو تو ابینؓ کہہ کر اپنا مومن بھائی سمجھتے ہیں۔

س ۹۴۵: سورت فتح آیت ۱۷ میں منافقین و مشرکین و ظالمین تینوں پر لعنت و غضب خدا مرقوم ہے۔ یہ تینوں ملعون و مغضوب ہوئے یا نہیں؟

ج: یہ آیت ۱۵۰۰ اربعیتِ رضوان والے مومنین اور ان کے دشمنوں کے متعلق ہے پوری یہ ہے: "اللہ ہی نے تسلی مومنین کے دلوں پر اتاری تاکہ وہ اپنے ایمانوں کے ساتھ ایمان میں مزید بڑھ جائیں..... تاکہ اللہ مومنین اور مومنات کو ان جنّات میں داخل کر دے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کی برائیاں مٹا ڈالے اور اللہ کے ہاں یہ بڑی کامیابی ہے اور اللہ منافقوں اور منافقات کو عذاب کرے اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو بھی سزا دے جو اللہ سے بدگمانی کرنے والے ہیں ان پر برا پکڑ پڑے۔ اللہ ان پر غضب ناک ہوا اور

ان کو لعنت کی جہنم ان کے لیے تیار کی اور وہ بُری باز گشت ہے۔ (فتح آیت ۱۷، ۱۸، ۱۹) سنی و شیعہ کی متفقہ روایات یہ ہیں کہ یہ ۱۵۰۰ اصحابِ شجرہ قطعی جنتی اور مغفور و مہمور ہیں۔ (تفسیر کاشانی)۔ قرآن کا فیصلہ بھی یہی ہے۔ اب سائل کے اشارہ کردہ منافقین، مشرکین، بدگمانی کرنے والے تینوں گروہ وہی ہیں جو اس وقت ان بیعتِ رضوان والے صحابہؓ کے منکر اور دشمن تھے اور اب بھی ان تینوں کا مصداق اور ملعون و مغضوب وہ لوگ ہیں جو ان کے دشمن ہیں۔ بدگوئی کرتے، تبرّے بکتے اور ان کے فضائل کا انکار کرتے ہیں۔ طر عیاں راجحہ بیاں نوٹ: ہم سائل کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اس نے منافقوں کے متعلق ۱۱ آیاتِ قرآنیہ پیش کر کے ہمیں مذہبِ شیعہ پر قلم برداشتہ تبصرہ کا موقع دیا۔

س ۹۴۶: صراطِ مستقیم کن لوگوں کی راہ ہے؟

ج: جن پر اللہ کا دینی و دنیوی انعام ہوا، نہ مغضوب بنے نہ گمراہ ہوئے۔ (فاتحہ)

س ۹۴۷، ۹۴۸: کیا آلِ محمد صراطِ مستقیم پر تھے یا نہیں؟ در نہ ایسی حدیث مرفوعہ کیوں آئی؟ ج: یقیناً تھے تبھی تو ان کے تابعدار ہم اہل سنت کو اپنی قسمت پر ناز ہے اور ان کے مخالف مذہب تمام شیعوں کو ہم بُرا سمجھتے ہیں۔

س ۹۴۹: فضیلت کا ثبوت عقل یا نقل سے ہوتا ہے آپ خلفائہؓ کو کس لحاظ سے افضل مانتے ہیں؟ ج: دونوں لحاظ سے مانتے اور ثابت کرتے ہیں۔

س ۹۵۰، ۹۵۱: پھر عقلی طور پر علم و شجاعت کے معیار میں خلفائہؓ کو علیؓ سے افضل ثابت کیجئے اور نقلاً بھی افضلیت منصوص ثابت کیجئے؟

ج: عقلاً استدلال بھی ان نصوص سے ہوگا جو قرآن و حدیث اور تاریخ و سیرت میں منقول ہیں۔ یہ مستقل طویل موضوع ہے۔ ہم بحمد اللہ و عونہ اس پر سیر حاصل بحث تحفہ امامیہ سوال ۱۷ اور سوال ۱۸ کے تحت ۵۰ صفحات سے زائد پر کر چکے ہیں۔ مراجعت کیجئے۔ یہاں اتنا کہنا کافی ہے کہ اگر وہ سب سے بڑے عالم نہ ہوتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام افضل کو چھوڑ کر مفضول ابو بکرؓ کو امام نماز کیوں بناتے جب کہ بالاتفاق سنی شیعہ امام نماز اعلم و افضل کو ہی بنایا جاتا ہے۔ (الفقیہ) اگر اعلم نہ ہوتے تو تمام صحابہ کرامؓ ان پر اتفاق کیوں کرتے؟ اگر وہ اعلم نہ ہوتے تو اپنے فیصلے اور فتوے کیسے نافذ کرتے؟

اور لوگ بلاشبہ و اختلاف کیسے تسلیم کرتے؟ اگر وہ علم بالشریعت نہ ہوتے تو اتنا بڑا اسلامی نظام کیسے نافذ کر سکتے تھے؟ اگر وہ علم بامور الامت نہ ہوتے تو اتنی بڑی جہادی سکیمیں کیسے کامیابی سے ہمکنار ہوتیں؟ اگر وہ علم الاحادیث والآیات نہ ہوتے تو سقیفہ میں انصار کی مدح میں تمام آیات احادیث کیسے برجستہ پڑھ ڈالتے اور وہ اپنا پروگرام کینسل کر کے ابوبکر و عمرؓ کے تابعدار کیسے بن سکتے تھے؟ اگر وہ علم القرآن و قرآن الکتاب نہ ہوتے تو تمام دنیا میں قرآن کی تعلیم و تدریس کا بندوبست کیسے کر سکتے تھے؟ اگر وہ بہادر نہ ہوتے تو آنکھنور جنگوں میں ان کو شانہ بشارت کیوں رکھتے؟ اور ان کے مشوروں پر عمل پیرا کیوں ہوتے تھے؟ اگر وہ بہادر نہ ہوتے تو مکی زندگی میں حضورؐ کا دفاع کیسے کرتے اور ظلم و ستم سہتے رہتے تھے۔ اگر وہ بہادر نہ ہوتے تو کفار ان کے نام سے لرزہ بر اندام اور مرعوب کیوں ہوتے؟ سچے کہ ابوسفیانؓ نے اُحد میں حضورؐ کے ساتھ ان کی شہادت کی بھی غلط خبر سن کر اسلام کے ختم ہو جانے کا اعلان کیا تھا۔ اگر وہ بہادر نہ ہوتے تو صدیق حضورؐ کے رفیق ہجرت نہ بنائے جاتے اور بدر کے عریش پر باقر علیؓ حضورؐ کی پاسبانی کا خطرناک فریضہ تنہا سرانجام نہ دیتے اور فاروق اعظمؓ علانیہ ہجرت نہ کرتے اور بدر میں ماموں کو قتل نہ کرتے۔ اگر وہ بہادر نہ ہوتے تو فتنہ ارتداد کا کمال جرات و استقلال سے کیسے خاتمہ کرتے؟ اگر وہ جری و شجاع نہ ہوتے تو کافروں و منافقوں کے قتلے ان کے عمداں کیسے دبے رہتے۔ حضرت عثمانؓ اگر شجاع نہ ہوتے تو ابی جان پر کھیل کر کیوں سفیرِ مدینہ بنتے؟ مار کھا کر بھی تنہا طواف نہ کیا۔ جان دے کر بھی خلافت کا تقدس برقرار رکھا۔ جب کہ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کی کئی آزار، تجاویز اور سکیمیں، جو علم کا شعبہ ہیں، تجربہ میں درست ثابت نہ ہوئیں۔ اور آخر میں مخالفوں سے صلح کر لی نصف سے زائد حصے کا ان کو خود مختار حکمران بنا دیا۔ (طبری وغیرہ)

س ۹۸۲: حضرت عمرؓ نے مرفوع روایت کی ہے کہ کسی شخص نے علیؓ کی مثل فضل کا کتاب نہیں کیا وہ اپنے دوست کو ہدایت کرتا اور برائی سے پھیرتا ہے۔

ج: سند و صحت کا تو کچھ حال معلوم نہیں مفہوم پر ایمان ہے کہ حضرت علیؓ خوب نیکیاں کماتے اور ہدایت کرتے تھے۔ تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ باقی سب فضل اور نیکی سے محروم تھے اور ہادی نہ تھے؟ یہ مفہوم مخالف ہرگز مراد نہیں ہے۔ یہ تو حضرت علیؓ کی فضیلت میں ایک حدیث ہے جیسے دوسروں کے حق میں بھی ایسی احادیث ہیں۔ جیسے ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابی بن

کعبؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق تعالیٰ سب سے پہلے عمرؓ سے مصافحہ کریں گے۔ سب سے پہلے ان کو سلام کہیں گے۔ سب سے پہلے ان کا ہاتھ پکڑیں گے اور داخل جنت کریں گے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۹۳)

جب کہ صحیحین کی یہ بھی مشہور حدیث ہے کہ (خواب میں) ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ آئے۔ کنوئیں سے پانی نکالنے لگے تو ڈول بہت بڑا مشکیزہ بن گیا۔ میں نے کسی طاقت ور سپہان کو نہیں دیکھا کہ اتنی طاقت سے پانی نکالتا ہو حتیٰ کہ سب لوگ سیراب ہو گئے اور انھوں نے گھاٹ پر ڈیرے ڈال دیئے۔ علماء کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت مراد ہے اور زمانہ عمرؓ میں فتوحات کی کثرت اور غلبہ اسلام کی پیشین گوئی ہے۔ جیسے اس حدیث سے حضرت ابوبکرؓ پر عمرؓ کو فضیلت ملی نہیں۔ اسی طرح بالا روایت سے حضرت علیؓ کو بھی کئی فضیلت نہ دی جائے گی۔ ہاں عمرؓ کی علیؓ سے محبت ثابت ہوتی ہے۔

س ۹۸۳: بجز علیؓ کے ثلاثہ میں سے کس نے کہا ہے۔ مسعودی۔ (مجھ سے پوچھو جو چاہو)۔ ج: یہ ارشاد حضرت علیؓ نے خلفاء ثلاثہ کے دور میں اکابرین کے مجمع میں نہیں فرمایا۔ تاکہ استدلال تام ہو۔ یہ کو ذمہ میں اپنی آخر عمر میں اپنے اصحاب و شاگردوں سے کہا۔ مجھے گم کرنے سے پہلے مجھ سے پوچھ لو، ہر کامل استاد شاگردوں کو تنبیہ کرتا اور مسائل و اسباق پوچھنے کا حکم دیتا ہے تو اس سے خلفاء ثلاثہ کی کئی علم پر استدلال درست نہ ہوگا کیونکہ ان کو علم دوست اصحاب میسر ہی تھے۔ ایسا کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ ہاں وہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی علمی افضلیت کا برملا اعلان کیا کرتے تھے۔ حوالہ بات ہم کئی دفعہ ذکر کر چکے ہیں۔ (تاریخ الخلفاء وغیرہ) حضرت عثمانؓ میراث اور حج کے مسائل سب سے زیادہ جانتے تھے۔ (تاریخ ندوی) حضرت عمرؓ نے اپنے افسروں کو لکھا و میر فغوا الی ماعسی علیہم۔ جن مسائل سے لوگ اندھے ہوں وہ میری طرف لکھ بھیجیں۔ (تاکہ جواب لکھ بھیجوں)۔ (مسند احمد ص ۱۵)

س ۹۸۴: کنز العمال میں مرفوع حدیث ہے: "علیؓ میرے علم کا خزانہ ہے"۔ ج: سند کا تو کچھ پتہ نہیں۔ اہل سنت کے اعتقاد میں حضرت علیؓ خزانہ علم نبوی تھے جبکہ دوسروں کو بھی ایسے خزانے ملے۔ پھر شیعہ تو حضرت علیؓ کو علم کتاب اللہ سمیت عالم لدنی مانتے ہیں۔ وہ کیسے حضورؐ کے علم کا خزانہ بن سکتے ہیں؟ اور شیعہ تاریخ کا ایک ایک دن گواہ ہے کہ انھوں نے

اس خزانہ سے فیض نہیں پایا، ضائع ہی کیا۔ ورنہ دس۔ بیس شیعہ ہی ایسے ثقہ عالم بتائیں کہ ان سے حضرت علیؑ کا علمی خزانہ منقول ہوا ہو؟

س ۹۸۵: کتاب خدا متقین کے لیے ہدایت ہے تو امام المتقین سے بڑھ کر ہادی کون تھا؟
ج: وہی عارف اور ہادی تھے جنہوں نے بعد از رسولؐ اس کتاب کو تحریر جمع کیا گلے سے لگایا۔ ساری دنیا میں پھیلایا۔ جامعین قرآن ہادی مشہور ہیں گو حضرت علیؑ بھی بڑے ہادیوں اور عالموں میں سے تھے۔

س ۹۸۶: حضورؐ نے بجز علیؑ کے ثلاثہ میں سے کس کو امام المتقین فرمایا؟

ج: ذرا بتائیں کہ یہ لقب اہل سنت کی کون سی معتبر کتاب میں کن سنی ثقہ راویوں سے مڑی ہے۔ ہاں غیر وثیق بعض روایات میں حضرت علیؑ کو فرمایا ہے مگر یہ صریح نہیں کہ دوسرے پر میر گاروں کے امام نہ ہوں۔ پھر شیعہ گیارہ امام اور کیوں مانتے ہیں۔ کیا وہ متقین کے پیشوا تھے۔ اسی طرح خلف ثلاثہ اور عشرہ مبشرہ بھی یقیناً متقین کے پیشوا تھے۔ امام المتقین کہنے سے، امام المتقین عملاً بنانا زیادہ فضیلت کی بات ہے۔ صحابہؓ بنص قرآنی (أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ) متقین تھے۔ ان کا امام جب خود حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو بنادیا اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی پیروی کا حکم سب کو دے دیا تو یہی ان کو متقین کا امام و پیشوا بنانا تھا۔ امام المتقین بنانے کی احادیث صحیحین کی ہیں۔ توثیق و تصحیح کی حاجت نہیں۔ مقتدا متقین بنانے کی حدیث ترمذی کی ہے جس کی توثیق ہم سوال میں کر چکے ہیں۔ س ۹۸۷ کا یہی جواب ہے۔

س ۹۸۸: ”جس کا میں ولی ہوں اس کا علیؑ ولی ہے جس کا میں امام ہوں اس کا علیؑ امام ہے“ (مودۃ القرنی) کیا اصحاب حضورؐ کو ولی و امام مانتے تھے؟

ج: سید علی ہمدانی سنی نہیں۔ ان کی کتاب مودۃ القرنی شیعہ عقائد و اخبار سے لبریز ہے اہل سنت پر حجت نہیں۔ صحابہؓ حضورؐ کو اپنا محبوب و پیغمبر مانتے تھے۔ ولی و امام کا درجہ کم ہے۔
س ۹۸۹: اگر مانتے تھے تو پھر علیؑ کو ولی اور امام کیوں تسلیم نہ کیا؟

ج: ولی بمعنی مولیٰ اور دوست ہے جیسے غدیر کی اسی حدیث میں ہے ”اے اللہ تو اس سے دوستی رکھ جو علیؑ سے دوستی رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو علیؑ سے دشمنی رکھے“

بائیں معنی صحابہؓ نے حضرت علیؑ کو اپنا ولی اور دوست سمجھا۔ دشمن اور غیر محبوب نہیں سمجھا۔ خلفاء ثلاثہ کے دور میں حضرت علیؑ کی معزز پوزیشن صحابہؓ کی محبت و تقویٰ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ حدیث میں ولی بمعنی امام و حاکم مراد ہی نہیں۔ ورنہ حدیث جھوٹی ہو جاتی ہے کیونکہ حیات پیغمبرؐ میں حضرت علیؑ مسلمانوں کے حاکم و امام نہ تھے۔

س ۹۹۰: اگر انھوں نے علیؑ کو ولی و امام مانا تو پھر شیعوں کا عقیدہ پورا ہو گیا۔

ج: شیعہ عقیدہ خود ساختہ ہے۔ اگر تلامذہ نبوتؐ صحابہ کرامؓ کا ہونا تو معاذ اللہ شیعہ ان کو کافرو مرتد کیوں کہتے؟ انھوں نے ولی بمعنی حاکم و امام نہ مانا، نہ حدیث میں یہ مراد تھا۔

س ۹۹۱: معاویہؓ وغیرہ نے علیؑ کی بیعت نہ کر کے ولایت رسولؐ کا انکار کیا کہ نہیں؟

ج: فرمان نبویؐ میں جب یہ مراد ہی نہ تھا تو بیعت نہ کرنے سے ولایت (محبوبیت رسولؐ) کا انکار نہیں ہوا۔ حضرت علیؑ کی بیعت خلافت شوریٰ تھی جو قاتلین عثمانؓ کے جارحانہ تشدد و آمیز رویہ کی وجہ سے حضرت معاویہؓ کے ہاں ابھی ثابت نہ ہوئی تھی تو ابھی کرنے نہ کرنے میں اجتہادی گنجائش تھی۔ جیسے حضرت حسنؓ کی بیعت مصالحت اور سپردگی خلافت با معاویہؓ کو، شیعان حسنؓ نے قبول نہ کیا۔ (جلال العیون) تو شیعہ ان کو اجتہاداً معذور مانتے ہیں مگر ابھی اور کفر کا فتویٰ نہیں لگاتے۔ اور معاویہؓ تو بیعت کرنے کو تیار تھے۔ صرف قصاص عثمانؓ کی شرط لگائی۔ (طبری) مگر قاتلین عثمانؓ نے سازش سے یہ موقع نہ آنے دیا۔ ملا باقر علی مجلسی حق یقین ص ۱۲۹ اردو میں لکھتا ہے: ”بلکہ وہ معاویہؓ اسی پر قانع تھا کہ حضرت امیرؓ اس کی امارت برقرار رکھیں اور وہ حضرت (علیؑ) کی بیعت کر کے حضرت کی خلافت کا اقرار کرے اور حضرت کے مناقب و فضائل مکرر اس کے سامنے ذکر کرتے تھے اور وہ ان کا انکار نہ کرتا تھا۔ بُرا نہ منانا تھا۔

س ۹۹۲: حدیث قدسی ہے یحییٰ بن زکریا کے بدلے ۷۰ ہزار آدمیوں کو میں نے مارا ہے۔ اور حسینؓ کے بدلے ستر ہزار افراد کو ہلاک کروں گا۔ اگر امام حسینؓ نے یزید کے خلاف خروج کیا تھا تو حضورؐ نے مظلومیت کی بشارت کیوں سنائی؟

ج: بے دردی سے ظلم کے قتل پر تکوینی عذاب ایسا آتا ہے کہ بد کے ساتھ نیک بھی متاثر ہوتے ہیں۔ یحییٰ علیہ السلام کے بدلے ۷۰ ہزار قتل ہوئے تو حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے عوض اور

مسند قصاص میں ۳، ہزار شہید ہوئے اور حادثہ گربلا کے رد عمل میں بھی اتنے افراد قتل ہو گئے۔ حسین کے اقدام کو ہم ممد و مدد فریج نہیں کرتے کیونکہ وہ واپسی کی اجازت لے کر یا تین مشہور مطالبات پیش کر کے اس سے بری الذمہ ہو گئے تھے۔ شہادت تو ابن زیاد کی پارٹی، شیعان کو ذکی ضد اور حماقت سے تنگ آمد جنگ آمد کے تحت مظلومانہ ہوئی۔

س ۹۹۳: ترمذی اور ذیلی میں مرفوع روایت ہے جو مجھے حنیف اور ان دونوں کے ماں باپ کو پیارا رکھے گا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔ کیا محبت، بختن کا درجہ بلند ہے یا ان کے مخالفین کی مؤدہ کا؟

ج: حدیث ثابت ہو تو بختن بھی مسلمانوں کو پیارے ہیں اور دیگر سب صحابہ کرام بھی کہ محبت رکھنے کی احادیث نبوی ان کے حق میں بھی آئی ہیں۔

۱۔ قیامت کا وقت پوچھنے والے سے آپ نے کہا: تو نے کیا تیاری کر رکھی ہے کہنے لگا اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ تو آپ نے فرمایا: آدمی اپنے محبوبوں کے ساتھ ہوگا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد وہ اس فرمان رسولؐ سے بڑھ کر کسی چیز سے خوش نہ ہوئے۔

فانا احب الله ورسوله وابائهم وعمر۔ پس میں اللہ سے اور اس کے رسولؐ سے اور حضرت ابوبکر و عمرؓ سے محبت رکھتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ ان کے ساتھ ہوں گا۔ اگرچہ ان جیسے اعمال نہیں کر سکا۔

(مسلم شریف)

۲۔ قال من احب جميع امحالي واولاهم جس نے میرے تمام صحابہؓ سے محبت رکھی اور ان واستغفر لهم جعله الله يوم القيامة سے دوستی کی ان کے لیے استغفار کیا تو قیامت کے معهم في الجنة۔ (ریاض النفرة ص ۱۱) دن اللہ اسے ان کے ساتھ جگہ دے گا۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن مغفل ترمذی کی وہ حدیث مشہور ہے جو ہم خطبوں میں پڑھتے ہیں: کہ رسول اللہ نے فرمایا میرے صحابہؓ کے بارے میں خدا سے ڈرنا، خدا سے ڈرنا! میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنانا۔

جس نے ان سے محبت کی اس نے میرے ساتھ محبت کی وجہ سے کی اور جس نے ان سے دشمنی رکھی اس نے میرے ساتھ اپنی دشمنی کی وجہ سے ان سے دشمنی کی۔ توثیق ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔

۴۔ طبرانی نے بسند حسن مرفوع روایت کی ہے جس نے عمرؓ سے دشمنی رکھی اس نے مجھ سے دشمنی

رکھی اور جس نے اس سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۱۹) س ۹۹۴: مسند احمد میں بروایت انس مرفوع حدیث ہے کہ میرے اہل اور علیؓ کو پیار کرو جس نے میرے اہل بیتؓ میں سے کسی سے بھی بغض رکھا میری شفاعت اس پر حرام ہے۔ ج: اہل سنت اسی کے مطابق عقیدہ رکھتے ہیں جب کہ شیعہ ۳۱ افراد کے سوا تمام اہل بیتؓ رسولؐ اور آل علیؓ سے علانیہ دشمنی رکھتے ہیں۔

س ۹۹۵: ولهم الربع مما تركتم الاية قرآنی حکم کے مطابق ہم بیوی کو شوہر کے ترکہ سے وراثت دیتے ہیں۔ آپ شیعہ کے خلاف پروپیگنڈہ کیوں کرتے ہیں؟ ج: وہ غیر منقول ترکہ جائیداد میں سے حصہ نہیں دیتے۔ فقہ شیعہ کی نصابی معتبر کتاب توفیح السائل ص ۳۳۵ میں ہے ”بیوی کو گھر، باغ اور کھیت کی زمین اور دوسری زمینوں سے اور ان کی قیمت سے کوئی حصہ نہیں ملے گا اور گھر کی اس چیز سے بھی جو فضا میں قائم ہو جیسے عمارت اور درخت کوئی حصہ نہیں ملے گا“

قرآن پاک میں تو ممتا ترکتم عام ہے پھر حکم قرآنی کے خلاف بیوی کو ترکہ جائیداد سے جو سب سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے کیوں محروم کیا گیا معلوم ہوا شیعوں کا مذہب صرف دنیا پرستی اور مالگیرا رہنے ہے۔ س ۹۹۶: جاء الحق وذهق الباطل ان الباطل كان زهوقا۔ کہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا۔ بے شک باطل بھاگنے ہی والا ہے۔ ہر دور میں اہل باطل کثیر رہے اور اہل حق قلیل اس آیت کو کس زمانے پر تطبیق کیا جائے؟

ج: جب یہ آیت اتری اور رسولؐ خدا نے مکہ کو فتح کیا اور کعبہ کو بتوں سے پاک کر کے یہ آیت پڑھی۔ جب خلافت ثلاثہ راشدہ کی فتوحات نے کفار کو مار بھاگایا، قیصر و کسری ختم ہو گئے۔ جب عہد اموی و عباسی عثمانی میں شوکت و غلبہ اسلام تمام دنیا پر جم گیا۔ تمام زمانوں پر آیت فٹ ہے۔ کفار کا کم ہونا مراد نہیں مغلوب و مقہور ہونا مراد ہے۔

س ۹۹۷: ابليس كَيَوْمٍ يُبْعَثُونَ تک ہر ملکت ملی وہ دن کون سا ہوگا؟

ج: قیامت کا دن ہوگا؟

س ۹۹۸: روز قیامت يوم الدين، يوم يُبْعَثُونَ میں کیا فرق ہے؟

ج: تینوں ایک طویل دن کے نام ہیں البتہ فرق اعتباری یوں ہے کہ قیامت کا معنی کھڑا ہونا ہے۔ تو نفع اولیٰ سے کائنات ارض و سما کی شکست و ریخت سے لے کر جنت و دوزخ میں داخلہ تک سارا زمانہ قیامت کہلاتا ہے۔ یوم الدین وہ خاص وقت جس میں اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اور یوم یبعثون نفع دوم کے وقت جب مردے قبروں سے اٹھ کر دوبارہ زندہ ہوں گے شیطان کو مہلت نفع اولیٰ تک ہے۔

س ۹۹۹: اگر کوئی لادین شخص آپ پر سوال کرے کہ لفظ دین کی تعریف بزبان خلفاء ثلاثہ بیان کریں تو آپ کا جواب کیا ہوگا؟ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ و عثمانؓ میں سے کسی صاحب کی بیان کردہ دین کی تشریح اپنی کسی صحیح کتاب سے مکمل حوالہ کے ساتھ نقل فرمادیجئے؟

ج: سب سے بڑے لادین تو آپ لوگ ہیں کہ یہ بے دینی کا سوال کر رہے ہیں۔ بندہ خدا مسند احمد بن حنبلؓ کی پہلی جلد کا مطالعہ کریں کیا ان سے مروی سینکڑوں روایات میں مکمل بالشریح دین مروی ہے یا نہیں؟ مسلم شریف کتاب الایمان، بخاری، ترمذی وغیرہ میں "حدیث جبریل" کے عنوان سے جو حضرت عمرؓ بن خطاب کی طویل حدیث مروی ہے اس میں دین اسلام کے عقائد ایمانیات، فرائض و ارکان، اخلاق و تصوف اور علم اشراط الساعہ سب آگیا ہے۔ اس کا ترجمہ ہم نے تازہ رسالہ "مسلمان کسے کہتے ہیں؟" کے ٹائٹیل ص ۱ پر "تعارف اسلام" کے نام سے لکھ دیا ہے اور آپ کو بھیجا ہے ملاحظہ کریں۔ ہوش سے سنیں: خلفاء ثلاثہ پیدا کنشی عالم لدنی ہونے کا دعویٰ کر کے پیغمبر پر تکبر نہیں کرتے بلکہ وہ یعلمہم الکتاب والحکمة والے پیغمبر عظیم کے معنی شاگرد ہیں تمام عمر آپ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کر کے علم دین سیکھا، پھر اس کی نشر و اشاعت کی اور اس دنیا کے معلم بن گئے۔ کسی وجہ سے ناراض ہو کر قرآن بغل میں چھپائے نہ حجرہ نشین ہوئے نہ غار میں ٹھکانہ بنایا۔ بلکہ بلا تفریق و خوف اور بغیر لومۃ لائم علانیہ دین خدا کی تبلیغ، تعلیم و تشریح کرتے رہے اور سب دنیا ان کو دین اسلام کا پیشوا مانتی ہے۔ لفظ دین پر ضد کرنے اور اڑ جانے کا پروگرام ہے تو میں کہتا ہوں لفظ "نظام مصطفیٰ" جو دین شریعت کا نام ہے کی تعریف بزبان بارہ ائمہ اپنی کسی کتاب سے مکمل نقل کریں۔ ماتم کرتے کرتے امام باقرؑ کی دیوار سے اپنا سر تو جھوڑ دیں گے۔ مگر یہ تشریح نہ پائیں گے۔ دیدہ باید؟

خلفاء ثلاثہ کے ہاں دین کی تشریح و حقیقت سنت نبویؐ پر چلنا ہے۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: جو کام بھی رسول اللہؐ کرتے تھے میں وہ ضرور کروں گا۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے رسول اللہؐ کے کاموں سے کوئی چھوڑ دیا تو گمراہ ہو جاؤں گا۔ (مسند احمد ص ۱)۔
۲۔ حضرت عمرؓ نے انصار کے افسروں پر خدا کو گواہ بنا کر کہا: میں نے ان کو اس لیے مقرر کیا ہے کہ وہ لوگوں کو ان کا دین سکھائیں اور ان کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی سنت کھول کر بیان کریں جن باتوں کو وہ نہ جانتے ہوں تو میری طرف نکھیں۔ اس سے مقولہ علیؓ سلوئی؟ کا جواب بھی ہو گیا کہ حضرت عمرؓ بھی لوگوں کو اپنے سے پوچھنے کا حکم دیتے تھے۔ (مسند احمد ص ۱۱)

س مسئلہ: مسند احمد بن حنبلؓ ص ۳۳ پر ہے:

عن ابن عباس قال تمتع النبی صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم ابن عباسؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع حج کیا تھا۔ حضرت عروہ بن زبیرؓ نے کہا ابوبکرؓ و عمرؓ نے تو دعائی طور پر منع کیا تھا۔

ابو بکر و عمر عن تمتع۔ اگر آپ تمتع کو زنا کہتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر ایسا الزام لگا کر تو ہین غلطیوں کے مرتکب ہوئے یا نہیں؟

ج: اس کی سند یوں ہے حدثنا عبد اللہ حدثنا ابی حذافہ حجاج حدثنا شریک عن الاعمش عن الفضل عن عمرو وقال ارأه عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال تمتع النبی... الخ

اس کے دو راوی کمزور ہیں مٹ حجاج۔ یا تو حجاج بن ارطاة ہیں۔ ان کو ابن حجر نے صدوق کثیر الخطاء والتدیس لکھا ہے۔ یا حجاج بن محمد مصیفی ہیں جو اگرچہ ثقہ و ثبت تھے لیکن آخر عمر میں لغو و غلطیوں کے بعد حافظہ بگڑ گیا تھا۔ (تقریب ص ۶۲، ص ۶۵)

مٹ: شریک: یہ ابن عبد اللہ نخعی کوئی ہیں جو صدوق کثیر الخطاء تھے کو فر کے قاضی بنے تو حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ یا شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر ہیں جو صدوق اور غلطیاں کرنے والا تھا۔ پانچویں طبقہ میں ۱۴۰ھ میں فوت ہوا۔ (تقریب ص ۱۲۵)

اس حدیث میں حج کا تمتع (ایک سفر میں حج و عمرہ دونوں عبادتیں بجا لانا) مراد ہے اور

کتب احادیث میں اس کی صراحت ہے مگر آپ کی حب متع و زمانے سے بھی متع زنا بناؤ الا او
عقیف ترین پیغمبر پاک پر بھی گندگی پھینک دی (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)۔ ہر جھوٹا اور غائن آخر میں
تو سچ کہ ہی دیتا ہے مگر آپ جھوٹے مذہب شیعہ کے ایسے مبلغ ہیں کہ دس نمبری اور چار سو بیس نمبری
دھوکہ بازی سے بڑھ کر ہزار دین نمبر پر بھی تفتہ اور فراڈ اور جھوٹ و خیانت اپنا کر رسول خدا کی عزت کو
بھی مجروح کر دیا۔

متع حج مراد ہونے پر دلائل ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ ابن عباسؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هذه عمرة استمتعنا بها۔ (مسلم ص ۱۱۱) اس عمرہ سے ہم نے فائدہ اٹھایا

۲۔ حج و عمرہ کرنے والے شخص سے ابن عباسؓ نے کہا اللہ اکبر! اللہ اکبر!

هذه سنة الى القاسم صلى الله عليه وسلم۔ یہ حج تمتع ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (مسلم ص ۱۱۱ و شری فی البخاری ص ۱۱۱)

۳۔ ابن عباسؓ سے متع حج کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا مہاجرین، انصار اور ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجة الوداع کا احرام باندھا اور ہم نے بھی باندھا۔ جب مکہ آئے تو رسول اللہ نے فرمایا اپنے حج والے احرام کو عمرہ سے بدل دو۔ ہاں جو قربانی ساتھ لائے ہیں وہ نہ بدلیں۔ بخاری ص ۱۱۱

۴۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور پھر ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم نے حج والا تمتع کیا۔ امام ترمذی کہتے ہیں۔ ابن عباسؓ کی حدیث حسن ہے صحابہ رسول کی اہل علم و عفت نے متع عمرہ کو پسند کیا ہے۔ (ترمذی ص ۱۱۲)

۵۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حج اور عمرہ ایک ساتھ کیا کرو۔ یہ گناہوں اور افلاس کو دور کرتے ہیں جیسے بھیڑی لوبہ کی گندگی دور کر دیتی ہے (نسائی ص ۱۱۱)

مسند احمد میں متعہ انصار کا تو لفظ نہیں صرف تمتع رسول اللہ کا لفظ ہے۔ اس کی مراد و حجت ہم نے ابن عباسؓ کی روایت سے ہی صحاح ستہ سے کر دی۔

باقی راوی بھی متع حج ہی مراد لیتے ہیں۔ دنیا کی کسی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا متع با زنان مذکور نہیں ہے۔

عمرہ کا بیان ہے میں نے ابن عباسؓ کو یہ فرماتے سنا کہ مجھ سے عمر بن خطابؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: ایک آنے والا (جبریلؑ) میرے رب کی طرف سے میرے پاس وادی عقیق میں آیا اور کہا اس مبارک وادی میں نماز پڑھو۔ نیز کہا عمرہ فحجة (ابوداؤد منہج ص ۲۵، ابن ماجہ ص ۲۱۹) کہ عمرہ حج کے ساتھ ادا ہوگا۔

اور عبد اللہ بن عمرؓ بھی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجة الوداع میں عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر تمتع کیا اور قربانی کا جانور بھی ساتھ لیا۔ (ابوداؤد منہج ص ۲۵)

یہی بات کہ جب حج و عمرہ کو ملا کر تمتع کرنا سنت نبویؐ ہے تو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے منع کیوں کیا تو جواب یہ ہے کہ اولاً وہ روایت کثیر الخطایا راویوں سے مروی ہونے کی وجہ سے قابل اعتبار نہیں ثانیاً قابل تاویل ہے کہ ان کی ممانعت کسی خاص گروہ کو خاص موقعہ حالت پر ہوگی جیسے مسافروں کے قافلہ میں چند روزہ داروں پر پابندی لگائی جائے تاکہ کھانا وغیرہ کی تیاری میں باقی قافلے پر بار نہ ہوں۔ ورنہ متع حج کے یہ تمام اکابر قائل تھے۔ ترمذی کی روایت میں حضرات خلفائے ثلاثہ کے تمتع حج کرنے کی صراحت ہے اور ابوداؤد و ابن ماجہ کی بروایت عمر مرفوع حدیث اسی بات پر دلالت ہے۔ ہذا معتمدی واللہ اعلم بالصواب۔ ان ہزار سوالات کا جواب ۲۸ رمضان ۱۴۰۲ھ بروز جمعرات بحالت اعتکاف ۲۸ جون ۱۹۸۲ء کو الحمد للہ ورطہ تحریر میں قلم بند اور ختم پذیر ہوا۔

خادم اہل سنت

مہر محمد عفی عنہ القادر المنتص

فقطع دابر القوم الذين ظلموا والحمد لله رب العلمين۔ والصلاة والسلام على حبيبہ محمد نبی المسلمین وعلى آله واصحابہ وخلفاءہ الراشدين وازواجه واتباعہ وجميع امتہ الصالحين اجمعين۔

مراجع مصادرجن مطالعہ کے کتاب تیار ہونی

قرآن کریم	العلل المتناہیہ	حدیث ثقلین
علم حدیث اور اسکے متعلقات	تنزیہ الشریعہ	کتاب تفسیر
صحاح ستہ اہل سنت	موضوعات کبیر	تفسیر کبیر رازی
موطا مالک	محلی ابن حزم	تفسیر محمد بن جریر طبری
مشکوٰۃ	تذیب التہذیب	تفسیر روح المعانی
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	تقریب التہذیب	دُر منثور
فتح الباری	کتاب لغت	تفسیر آیات قرآنی لکھنوی
مستدرک حاکم	مصباح اللغات	معالم التنزیل
نیل الاوطار شوکانی	فیروز اللغات	کتاب علم کلام
مسند امام احمد	مفردات القرآن	الصارم السلول
نوی شرح مسلم	لسان العرب	شفاء شرح خفاجی
صحیح ابوعوانہ	کتاب مناقب صحابہ	تعلیم الاسلام
مصنف ابن ابی شیبہ	مباحثہ بکیریاں	شرح مواقف
معانی الآثار طحاوی	تظہیر الجنان	عقائد الاسلام از مولانا کاندھلوی
زرقانی	صواعق محرقة	تعلیم الاسلام مفتی کفایت اللہ
معرفت علوم الحدیث	تحفہ اثنا عشریہ	الملل والنحل
کنز العمال	رحماء بینہم	کتاب فقہ
مجمع الزوائد	کرامات صحابہ	کتاب الخراج
سنن بیہقی	ازالۃ الخفاء	ہدایہ
مسوئی شرح موطا	حضرت دہلوی و تاریخی حقائق	عالمگیری
موارد النعمان	بنات اربعہ	قاضی خاں

در مختار	الاخيار الطول	الاشتیات مع
شامی	الابتیاب	قرب الاسناد
شرح نقایہ	کفایہ خطیب بغدادی	اعتقاد یہ شیخ صدوق
مبسوط شرحی	فتح المغیث	فرست تنقیح
الجوہرۃ النیرہ	مقدمہ ابن خلدون	تنقیح المقال للمامقانی
کتاب سیرت و تاریخ	مؤلف کی اپنی حوالہ داد کتاب	رجال کشی
سیرت ابن ہشام	تحفہ امامیہ	مجالس المؤمنین
سیرت مصطفیٰ	عدالت حضرت صحابہ کرام	جلار العیون
رسول رحمت	ہم سنی کیوں ہیں؟	رسالہ متعہ مجلسی
تاریخ طبری	سنی مذہب سچا ہے	حیات القلوب مجلسی
طبقات ابن سعد	حرمت ماتم و قلیات اہل بیت	نہج البلاغہ عربی
تاریخ کامل ابن اثیر	تحفۃ الاخیار	نہج البلاغہ اردو
البدایہ والنہایہ	شیعہ حضرت ایک سوالات	ترجمہ مقبول
تاریخ اسلام نجیب آبادی	متفرق کتب	تفسیر مجمع البیان
تاریخ اسلام معین الدین ندوی	ایرانی انقلاب از مولانا نعمانی	تفسیر قمی
سیرت النبی شبلی	ڈائری میل و شمار ۱۹۸۳ء	تفسیر حسن عسکری
ریاض النضرہ	کتاب شیعہ	احتجاج طبرسی
تاریخ الخلفاء سیوطی	اصول کافی	تحریر الوسیلہ خمینی
ابوبکر علی کی نظریں	فروع کافی	محاضر النافع
الفاروق شبلی	روضہ کافی	توضیح المسائل
سیر اعلام النبلاء ذہبی	الاستبصار	فروع دین (جک جواب لکھا گیا)
الاصابہ	من لا یخضرہ الفقیہ	ذکا الاذیان
لسان المیزان	تذیب الاحکام	شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحداد
		اعلام خصال صدوق - کشف الغمہ

سُنی و شیعہ تمام مسائل پر اچھوتے معتاد انداز میں مصراض کی بے نظیر تالیف

تحفہ امامیہ — مُصنّف: مولانا مہر محمد میانوالوی

جس میں قرآن کریم، فریقین کی معتبر احادیث، عقل سلیم اور تاریخ اہل بیتؑ کی روشنی میں حضرت علیؑ کے خلفاء ثلاثہ سے بہترین تعلقات، باخ فک، خلافتِ حادثہ جمل و صفین، تحریفِ قرآن، فضائلِ خلفاء راشدین، امامت اور ختم نبوت میں دلچسپ تقابلی مطالعہ، ۱۲ خلفاء کی بحث، مذہبِ شیعہ کی تصویر، کلر طیبہ اور دیگر متنازعہ فیہ مسائل پر سیر ماسل بحث کی گئی ہے۔ ہر بات اذراط و تفریط سے پاک و نکش تحریر کا آئینہ ہے۔

عکس طباعت۔ سائز ۱۸x۲۳ صفحات ۲۸۰ قیمت

ہم سُنی کیوں ہیں؟

مؤلف مذکور کی مایہ ناز عقل، نقلی دلائل سے لبریز کتاب شیعہ سنیہ ۱۰۰ سوالات کا مسکت جواب ہے جس میں سُنی، شیعہ کے نام، توحید رسالت، قرآن کریم کی صحت اور امامت اور دیگر بیسیوں کلامی فقہی تاریخی مسائل پر شاندار معتاد مرہ کیا گیا ہے، تحفہ امامیہ اور کتاب ہذا کے مباحث جدا جدا ہیں۔ مرضِ رفض لیے نسخہ اکیر ہے۔ عکس طباعت، صفحات ۳۲۰، سائز ۱۸x۲۳ قیمت

مکتبہ عثمانیہ بن حافظ جی ضلع میانوالی

محقق اہل سنت مولانا مہر محمد میانوالوی مدظلہ العالی کی شہرہ آفاق تصانیف

صفحات ہدیہ

۱۵۰	۳۳۶	عدالت حضرات صحابہ کرامؓ (عظمت صحابہ پر خاص علمی تحقیقی کتاب)
۲۲۰	۵۶۰	سیف اسلام (یعنی ہزار سوال کا جواب)
۱۹۵	۴۸۰	تحفہ امامیہ (اسلام اور تشیع میں تمام اختلافی مسائل پر لاجواب کتاب)
۱۳۰	۳۲۰	ہم سنی کیوں ہیں (۱۱۰ شیعہ سوالوں کا مدلل جواب)
۴۰	۱۷۶	حرمت ماتم اور تعلیمات اہل بیتؑ (ماتم اور سینہ کوئی کی تردید پر رسالہ)
۴۰	۱۴۴	سنی مذہب سچا ہے (صدائق اہل سنت پر ایک کامیاب تحریری مناظرہ)
۲۷	۹۶	مسلمان کسے کہتے ہیں (اسلام کے عقائد اعمال، اخلاق اور دعائیں)
۱۲۰	۲۷۲	شیعیت اور اسلام (یعنی مجموعہ رسائل) (عقائد شیعہ) (تاریخ شیعہ) (۱۰۰ سوالات وغیرہ)
۹۰	۲۴۰	معراج صحابیتؑ (رسالہ معیار صحابیت کا مفصل جواب)
		مذہب حضرت علی المرتضیٰؑ (حضرت علیؑ کی تعلیم سے شرک و بدعت کا خاتمہ) (زیر طبع)
		مقام اہل بیت عظامؑ (عقیدہ اہلسنت اور شانِ اہلبیتؑ پر جامع کتاب) (زیر طبع)
		الکوفۃ و علم الحدیث (صحابہ و تابعین کی محدثانہ خدمات) (زیر طبع)
		الامام الاعظم ابو حنیفہؒ (اکابر امت کی نظر میں امام اعظم کا مقام) (زیر طبع)
۱۰		عمر میں امن کیسے ہو جمع خصائص اہلسنت (خلفاء راشدینؑ)

ہر قسم کی اسلامی کتابیں ملنے کا پتہ

مکتبہ عثمانیہ

بن حافظ جی
ضلع میانوالی

مطالعہ کے بعد آپ کا فریضہ

○ اگر آپ علماء اور مذہبی اسکالرز ہیں تو اپنی مضبوط تنظیم بنا کر اصل کتب سے فوٹو اسٹیٹ حوالہ جات کے ذریعے دفاتی شرعی عدالت، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ سے قرآن و سنت اور نظام خلفاء راشدین کی مددگاری میں شرعی فتویٰ طلب فرمائیں۔

○ اگر آپ سرکاری ملازم اور انتظامی عہدیدار ہیں تو ہر فریق کی ہر قسم کی عبادت کو اس کی واحد عبادت گاہ مسجد یا امام بارگاہ میں محدود کر لیں۔ فرقہ وارانہ جلوس بند کر دیں۔

○ اگر آپ حاکم اعلیٰ ہیں تو فرقہ شیعہ کی صحیح مردم شماری کر کے سرکاری ملازمتوں کا کوٹہ دیں اہم کلیدی اسامیوں پر خلفاء راشدین کے تابع اور سنی مسلمانوں کو فائز کریں

○ اگر آپ نمبردار یا اثر چوہدری اور خاندان کے سربراہ ہیں تو اپنے لوگوں کو فتنہ رافض سے بچائیں اور ان کی شرابگیز رسم کو اپنی حدود میں پابند کر لیں باطل کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا اسلامی جہاد ہے۔

○ اگر آپ سیاسی سربراہ ہیں تو پارٹی منشور میں نظام قرآن و سنت اور خلافت راشدہ کے پیرامن عدل کو اولیت دیں اور کارکنوں کا انتخاب و تربیت اسی جذبے سے کریں۔

○ اگر آپ عام سنی مسلمان ہیں۔ تو نماز کی پابندی کریں۔ حرام کاموں اور روافض کی فرقہ وارانہ رسموں سے بچیں اپنی تنظیموں کو مضبوط کریں۔ دوش صرف اسلام و صحابہؓ افراد کو دیں۔ خدا آپ کی مدد فرمائے۔

پسند

محقق اہل سنت مولانا مہر محمد میاں الوہی رحمۃ اللہ علیہ شہر آفاق تصانیف

- فضائل صحابہ کرام (عظمت صحابہ پر خاص علمی تحقیقی کتاب) ۳۶ صفحات
- سیف اسلام (یعنی ہزار سوال کا جواب) ۵۶۰
- تحفہ امامیہ (اسلام اور تشیع میں تمام اختلافی مسائل پر جواب کتاب) ۲۸۰
- ہم سنی کیوں ہیں (۱۰ شیعہ سوالوں کا مدلل جواب) ۳۲۰
- حرمیت ما تم اور تعلیمات اہل بیتؑ (ما تم اور سینہ کوبی کی تردید پر رسالہ) ۱۷۶
- سنی مذہب سچا ہے (صداقت اہل سنت پر ایک کامیاب تحریری مناظرہ) ۱۴۴
- مسلمان کسے کہتے ہیں (اسلام کے عقائد اعمال، اخلاق اور دعائیں) ۹۶
- شیعہ حضرات سے سو سوالات (تبلیغ مذہب کے لیے زبردست ہتھیار) ۴۸
- تحفۃ الاخیار (شیعہ کے تمام اعتراضات کا مدلل جواب) ۶۴
- مذہب حضرت علی المرتضیٰؑ (زیر طبع)
- مقام اہل بیت عظامؑ (زیر طبع)
- الکوفۃ و علم الحدیث (زیر طبع)
- الامام الاعظم ابوحنیفہؑ (زیر طبع)

بن حافظ جی
مکتبہ عثمانیہ ضلع میانوالی

ہر قسم کی اسلامی
کتابیں ملنے کا پتہ

محقق اہل سنت مولانا مہر محمد میاں والوی مدظلہ العالی شہر آفاق تصانیف

فضائل صحابہ کرام (عظمت صحابہ پر خاص علمی تحقیقی کتاب) ۳۶ صفحات

سیف اسلام (یعنی ہزار سوال کا جواب) ۵۶۰

تحفہ امامیہ (اسلام اور تشیع میں تمام اختلافی مسائل پر جواب کتاب) ۴۸۰

ہم سنی کیوں ہیں (۱۱ شیعہ سوالوں کا مدلل جواب) ۳۲۰

حرمات ماتم اور تعلیمات اہل بیت (ماتم اور سینہ کوبی کی تردید پر رسالہ) ۱۷۶

سنی مذہب سچا ہے (صداقت اہل سنت پر ایک کامیاب تحریری مناظرہ) ۱۴۴

مسلمان کسے کہتے ہیں (اسلام کے عقائد اعمال، اخلاق اور دعائیں) ۹۶

شیعہ حضرات سے سو سوالات (تبلیغ مذہب کے لیے زبردست ہتھیار) ۴۸

تحفۃ الاخیار (شیعہ کے تمام اعتراضات کا مدلل جواب) ۶۴

مذہب حضرت علی المرتضیٰ (زیر طبع)

مقام اہل بیت عظام (زیر طبع)

الکوفۃ و علم الحدیث (زیر طبع)

الامام الاعظم ابوحنیفہ (زیر طبع)

بن حافظ جی

مکتبہ عثمانیہ ضلع میانوالی

ہر قسم کی اسلامی
کتابیں ملنے کا پتہ